

اضافہ شدہ جدید ایڈیشن

اکابر علماء دیوبند رحمہ اللہ

برصغیر پاک و ہند کے ۱۵۸ ممتاز اکابر علماء دیوبند
کے حالات و کمالات اور خدماتِ طلبیہ کا جامع تذکرہ

تألیف

حافظ محمد اکبر شاہ صاحب

دارالافتاء اسلامیہ

لاہور — کراچی

اکابر علماء دیوبند رحمہ اللہ

برصغیر پاک و ہند کے ۵۸ امتاز اکابر علماء دیوبند
کے حالات و کمالات اور خدماتِ علمیہ کا جامع تذکرہ

تألیف

حافظ محمد اکبر شاہ صاحبِ مخارج

ادارۃ انیس پبلشرز، بک سیلرز، کمپیوٹرز (امیتا)

☆ درجن بزرگ، مومین روڈ، پتوہ آباد، لاہور، کراچی، کتب خانہ	☆ ۱۹۰، فارسی، لاہور، پاکستان فون: ۲۳۲۲۵۵ - ۲۳۲۲۹۱	☆ دینا نگر، سیدنا مال روڈ، لاہور فون: ۲۳۲۳۱۲ - ۲۳۲۳۱۵، ۲۳۲۳۱۶ - ۲۳۲۳۱۷
--	--	---

نام کتاب _____ اکابر علماء دیوبند
 باہتمام _____ اشرف برادران ستمم الرحمن
 طباعت جدید _____ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ - جنوری ۱۹۹۹ء
 مصنف _____ مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری
 ناشر _____ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی لاہور ۲

فون ۷۲۳۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵

ادارۃ اشرف پبلشرز، بکسٹرن، یکسپورٹرز لیمٹڈ

☆ دینا پبلشرز، مال روڈ لاہور
 فون ۷۳۳۳۱۷ - ۷۳۳۳۱۸
 ☆ ۱۹۰ - انارکلی لاہور پاکستان
 فون ۷۲۳۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵
 ☆ پوسٹ آفس بکس ۱۰۰ - کراچی فون ۷۷۲۳۲۱۱

ملنے کے لیے

ادارۃ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی لاہور ۲
 دارالاشاعت آمد و بازار کراچی ۱
 مکتبہ دارالعلوم جامعہ دارالعلوم کونڈی کراچی ۱
 ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۲
 ادارۃ القرآن بسیلہ چوک گارڈن ایسٹ کراچی

فہرست

”اکابر علماء دیوبند“

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۸۷	حضرت مولانا محمد حسین دیوبندیؒ	۷	پیش لفظ
۸۹	حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ	۱۰	تقریظ
۹۵	حضرت مولانا سید محمد نور شاہ کشمیریؒ	۱۵	اکابر علماء دیوبند مشاہیر کی نظر میں
۱۰۴	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۲۱	حضرت مولانا محمد قاسم نالوتویؒ
۱۱۲	حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ	۲۷	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
۱۱۸	حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ	۳۳	حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ
۱۲۰	حضرت مولانا مرتضیٰ احسن چاند پوریؒ	۳۷	حضرت مولانا رفیع الدین دیوبندیؒ
۱۲۵	حضرت مولانا عبد اللہ سندھیؒ	۳۸	حضرت مولانا محمد منظر نانوتویؒ
۱۲۸	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	۴۰	حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ
۱۳۲	حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ	۴۱	حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
۱۳۷	حضرت مولانا اعجاز علی امرویؒ	۴۵	حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوریؒ
۱۴۱	حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ	۵۳	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ
۱۴۶	حضرت مولانا ظہور احمد دیوبندیؒ	۶۰	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۴۸	حضرت مولانا حسین علی پشچرانویؒ	۷۳	حضرت مولانا عبد الرحیم رائے پوریؒ
۱۵۰	حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ جالندھریؒ	۷۷	حضرت مولانا احمد حسن امرویؒ
۱۵۴	حضرت مولانا عبد الشکور قلعنویؒ	۸۱	حضرت مولانا محمد احمد قاسمیؒ
۱۵۶	حضرت مولانا عبد الطیف سہارنپوریؒ	۸۵	حضرت مولانا عبد الرحمن امرویؒ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۶۰	حضرت مولانا عبدالقادر راجپوری	۲۵۹	حضرت مولانا محمد الوری
۱۶۲	حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری	۲۶۱	حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی
۱۶۹	حضرت مولانا رسول خان ہزاروی	۲۶۳	حضرت مولانا قادی فتح محمد پانی پتی
۱۷۳	حضرت مولانا محمد اسحاق یردوانی	۲۶۵	حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی
۱۷۷	حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری	۲۶۷	حضرت مولانا محمد احمد حقانوی
۱۸۱	حضرت مولانا سید سلیمان ندوی	۲۶۹	حضرت مولانا قاضی نور محمد اعوان
۱۸۷	حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی	۲۷۱	حضرت مولانا عبد المجید نابینا
۱۹۰	حضرت مولانا سعید احمد عثمانی	۲۷۳	حضرت مولانا عبدالرشید لستیم طائوت
۱۹۲	حضرت مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی	۲۷۵	حضرت مولانا عبد اللہ بھلوی
۱۹۶	حضرت مولانا سید مناظر حسن گیلانی	۲۷۷	حضرت مولانا عبد الہادی دہلوی
۲۰۰	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی	۲۷۹	حضرت مولانا نصیر الدین غورخشاوی
۲۰۸	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی	۲۸۱	حضرت مولانا دوست محمد قریشی
۲۱۵	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۲۸۳	حضرت مولانا عبدالحق شیرکوٹی
۲۲۱	حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی	۲۸۵	حضرت مولانا قاضی شمس الدین اعوان
۲۲۷	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	۲۸۷	حضرت مولانا لال حسین اختر
۲۳۶	حضرت مولانا عبدالرحمن کاپڑوی	۲۸۹	حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی
۲۴۱	حضرت مولانا اظہر علی سلہٹی	۲۹۱	حضرت مولانا محمد متین خطیب
۲۴۷	حضرت مولانا احمد علی لاہوری	۲۹۳	حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی
۲۵۲	حضرت مولانا شاہ وحی اللہ اعظمی	۲۹۵	حضرت مولانا مفتی محمد خلیل
۲۵۵	حضرت مولانا بشیر علی تھانوی	۲۹۷	حضرت مولانا عبدالحق اکوڑوی
۲۶۰	حضرت مولانا فضل علی قریشی	۲۹۹	حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم سکھوڑی
۲۶۲	حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری	۳۰۱	حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی
۲۶۵	حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی	۳۰۳	حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری
۲۶۷	حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری	۳۰۵	حضرت مولانا غلام اللہ خان

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۳۵	حضرت مولانا محمد عبداللہ در خواستی	۳۵۹	حضرت مولانا محمد الوری
۲۳۶	حضرت مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی	۳۶۱	حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی
۲۳۷	حضرت مولانا مفتی بشیر احمد سپروی	۳۶۳	حضرت مولانا قادی فتح محمد پانی پتی
۲۳۸	حضرت مولانا مفتی محمود	۳۶۵	حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی
۲۴۰	حضرت مولانا محمد شریف جالندھری	۳۶۷	حضرت مولانا محمد احمد حقانوی
۲۴۵	حضرت مولانا مفتی عبداللہ ملتانوی	۳۶۹	حضرت مولانا قاضی نور محمد اعوان
۲۴۸	حضرت مولانا محمد شریف کشمیری	۳۷۱	حضرت مولانا عبد المجید نابینا
۲۴۹	حضرت مولانا عبداللہ رامپوری	۳۷۳	حضرت مولانا عبدالرشید لستیم طائوت
۲۵۱	حضرت مولانا قادی رشیم بخش پانی پتی	۳۷۵	حضرت مولانا عبد اللہ بھلوی
۲۵۲	حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی	۳۷۷	حضرت مولانا عبد الہادی دہلوی
۲۵۵	حضرت مولانا عبید اللہ انوری	۳۷۹	حضرت مولانا نصیر الدین غورخشاوی
۲۵۷	حضرت مولانا سید حامد میاں	۳۸۱	حضرت مولانا دوست محمد قریشی
۲۵۹	حضرت مولانا صدیق احمد چانگانی	۳۸۳	حضرت مولانا عبدالحق شیرکوٹی
۲۶۱	حضرت مولانا عبدالحلیم قاسمی	۳۸۵	حضرت مولانا قاضی شمس الدین اعوان
۲۶۲	حضرت مولانا سید محمد متین ہاشمی	۳۸۷	حضرت مولانا لال حسین اختر
۲۶۷	حضرت مولانا محمد طاہر پنج پری	۳۸۹	حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی
۲۶۹	حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹوٹہ	۳۹۱	حضرت مولانا محمد متین خطیب
۲۷۱	حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد حقانوی	۳۹۳	حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی
۲۷۳	حضرت مولانا مفتی محی الدین بنگالی	۳۹۵	حضرت مولانا مفتی محمد خلیل
۲۷۵	حضرت مولانا عبدالغنی جابر وی	۳۹۷	حضرت مولانا عبدالحق اکوڑوی
۲۷۷	حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری	۳۹۹	حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم سکھوڑی
۲۸۰	حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن کراچی	۴۰۱	حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی
۲۸۲	حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی	۴۰۳	حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری
۲۸۳	حضرت مولانا سید ابوذر بخاری	۴۰۵	حضرت مولانا غلام اللہ خان

پیش لفظ

ازہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا شیخ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہ

یافعی دارالعلوم کراچی

الحمد للہ! وکفی وسلام علی اعبالی الذین الصلوا دارالعلوم دیوبند برصغیر کی وہ عظیم علمی درسگاہ ہے جس نے گزشتہ صدی میں عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیتیں پیدا کیں اور ملت کی فکری اور علمی رہنمائی کر کے مسلمانوں کی تاریخ پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کئے، دارالعلوم کی ابتداء ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو ایک انار کے درخت کے سائے میں ہوئی تھی، کسے معلوم تھا کہ یہ یہاں ایک چشمہ فیض جاری کیا جا رہا ہے جس نے برصغیر کی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا اور پھر اس درسگاہ سے علم و فضل کے ایسے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جنہوں نے ایک دنیا کو جگمگا کر رکھ دیا۔ درسگاہیں دنیا میں بہت سی قائم ہوئیں ہیں اور دینی درسگاہوں کا بھی کسی دور میں فقدان نہیں رہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کو جو تفضیل و امتیاز بخشا، بہت کم علمی داروں کے حصے میں آتا ہے میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد سلیم صاحب دارالعلوم کے قرن اول کے طلباء میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم دیوبند کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب اس کے ایک چپراسی سے لے کر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر شخص صاحب نسبت و ملی کامل تھا۔ دن کے وقت یہاں علوم و فنون کے چرچے ہوتے اور رات کے وقت اس کا گوشہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۳۲	حضرت مولانا عابد الرحمن صدیقی	۴۸۴	حضرت مولانا قاضی عبید اللہ دیوبند
۵۳۳	حضرت مولانا عبدالستار تونسوی	۴۸۹	حضرت مولانا العالم الحسن کاندھلوی
۵۳۵	حضرت مولانا علامہ خالد محمود	۴۹۱	حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی
۵۳۷	حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی	۴۹۷	حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی
۵۴۰	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی	۴۹۹	حضرت مولانا قاری عبید اللہ امرتسری
۵۴۶	حضرت مولانا عبدالحی جاوہری	۵۰۲	حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی
۵۴۸	حضرت مولانا مفتی عبدالستار ملتانوی	۵۱۰	حضرت مولانا محمد رفیع خاں صفدر
۵۵۰	حضرت مولانا نذیر احمد فیصل آبادی	۵۱۲	حضرت مولانا حکیم محمد اختر کراچی
۵۵۱	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	۵۱۹	حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری
۵۵۲	حضرت مولانا مشرف علی تھانوی	۵۲۰	حضرت مولانا مفتی محمد وجہہ حیدر آبادی
۵۵۶	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۵۲۵	حضرت مولانا مفتی زین العابدین فیصل آبادی
۵۵۸	حضرت مولانا عبدالقادر آزاد	۵۲۶	حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری
۵۶۰	حضرت مولانا ضیاء القاسمی	۵۲۸	حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کراچی
۵۶۲	حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی	۵۲۹	حضرت مولانا خان محمد کندیاں شریف
۵۶۳	حضرت مولانا منظور احمد خلیوٹی	۵۳۰	حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
۵۶۴	اظہار تشکر	۵۳۱	حضرت مولانا سبحان محمود کراچی

گوشت اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن سے گونجتا تھا چنانچہ اس دور میں جو شخصیتیں دارالعلوم دیوبند سے تیار ہوئیں۔ انہوں نے عبادات، معاملات اخلاق و معاشرت، سیاست اور اجتماعی امور میں ایسے ایسے تابناک کردار پیش کئے ہیں کہ آج اس کی تطبیق مشکل ہے، ان میں سے ہر شخص اسلام کی مجسم تبلیغ تھا، وہ جہاں بیٹھتا گیا ایک جہان کو سچا مسلمان بنا کر اٹھا۔ علم اگر روح عمل سے خالی ہو تو مرنے والا انسان میں خود پسندی اور پندار پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن دارالعلوم دیوبند کا علم چونکہ روکھا پھیکا علم نہ تھا بلکہ اس میں اخلاق و عمل اور عشق و محبت کا کاسونہ و ساز بھی شامل تھا اس لئے اس کی یہ خصوصیت رہی کہ اس کا پورا ماحول تواضع اور سادگی اور بے تکلفی کا ماحول تھا، وہاں ہر شخص علم و عمل کا آفتاب ہونے کے باوجود عبدیت اور تواضع کا پیکر تھا، اس جماعت کے افراد ایک طرف علمی ذہان، استقلاء اور خودداری کے حامل تھے اور دوسری طرف فرد تنی خاکساری اور ایثار و نہ ہر کے جذبات سے معمور تھے،

دارالعلوم کے بانی حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہر علم و فن میں یکتائے روزگار تھے اور ان کی تصانیف آج بھی ان کے علوم کی شاہد ہیں لیکن ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس کبھی کپڑوں کے دو سے زائد جوڑے جمع نہیں ہو سکتے دالاپتہ بھی نہ لگا سکتا تھا کہ یہ وہی مولانا محمد قاسم ہیں جنہوں نے مسلمانوں ہی سے نہیں، غیر مسلموں اور مخالفوں سے بھی اپنے علم و عمل و فضل کا لوہا منوایا ہے، دارالعلوم کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ہیں جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہم سبق اور ہر کام میں رفیق، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے خلیفہ اور استاذ الکل حضرت مولانا ملوک علی صاحب کے صاحبزادے تھے، مزاج شامانہ، مگر سادگی کا عالم یہ تھا کہ بعض اوقات کمر بند نہ ملا تو رسی ہی سے کام لیا، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ دارالعلوم کے پہلے مفتی اعظم تھے لیکن مجھے ذاتی طور پر

علم ہے کہ وہ محلے کی بیواؤں، یتیموں اور بے کس افراد کا سودا سلف خود اپنے ہاتھوں سے لاکر انہیں پنچایا کرتے تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جنہیں آج دنیا اس صدی کے عظیم رہنما کی حیثیت سے جانتی ہے اور جنہوں نے ڈیڑھ ہزار کے قریب تصانیف چھوڑی ہیں۔ ایک امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے لیکن دارالعلوم میں طالب علمی کی زندگی اس طرح بسر کی کہ مدرسے کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں رہتے تھے اور طالب علمی ہی کے زمانے میں اوقات کے نظم و ضبط کا یہ عالم تھا کہ ان کی مصروفیات کو دیکھ کر دقت معلوم کیا جاسکتا تھا زمانہ امتحان کا ہو یا عام تعلیم کا ہمیشہ عشاء کے بعد سو جاتے اور آخر شب میں تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے اس معمول میں کبھی فرق نہیں آیا بہر حال یہاں سے علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سعید حسین احمد مدنیؒ، مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا اعجاز علی امرہویؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، علامہ طغرا احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے ہزاروں علم و عمل کے آفتاب و مانتاب پیدا ہوئے اور دارالعلوم دیوبند درحقیقت ان ہی عظیم شخصیتوں اور اسی طرز فکر کا نام ہے، عزیزم مولوی حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہ نے دارالعلوم سے پیدا ہونے والی انہی چند بے مثال شخصیتوں کا مختصر مگر جامع تذکرہ مرتب کیا ہے جنہوں نے دنیا میں علم و عرفان کے چستے جاری کئے ہیں اور جو اپنی اپنی ذات میں ہر ایک انجمن کی حیثیت رکھتا ہے، بس اور زیادہ کیا لکھوں، قوی کا خاتمہ ہو چکا ہے لکھنے پر ہنسنے سے تقریباً معذور ہو چکا ہوں۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزیز سلمہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور اس مختصر تذکرے کو نافع و مفید بنائے۔ آمین

بندہ محمد شفیع

دارالعلوم کراچی



تقریظ

ایشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی صاحب مدظلہم العالی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری پیام ہے جو پورے عالم کی ہدایت اور پوری انسانیت کی اصلاح و فلاح و نجات کے لئے آیا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں جن کے دائرہ نبوت کو ہر زمان و مکان پر محیط اور ابد الابد تک مستمر کر دیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کار رسالت کی ادائیگی اور اپنے دین کی دعوت و پیام کو عام کرنے کے لئے جن فرائض نبوت سے نوازا ہے ان کا تذکرہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیام کو پہنچانے کا پورا پورا حق ادا فرمایا اور عالم کو ہدایت سے بے لقمہ نور بنا دیا اور امت کو نیابت یہ فرائض سونپ کر تشریف لے گئے اور ہر زمانہ میں نسلاً بعد نسل امت ان فرائض کو ادا کرتی رہی، کاشانہ اسلام کی رد و تلق انہیں فرائض سے گمانہ نبوت کے لئے جد و جہد سے قائم تھی اور قرون اولیٰ سے لے کر اب تک دین کی سرسبزی و اشاعت انہیں فرائض کی بجا آوری کے لئے جہد و جہاد سے باقی و قائم رہی، غربت کدہ ہند میں اسلام کے قدم صحابہؓ کے عمر سعادت میں پہنچ چکے تھے۔ غزنوی و غوری کہ خانوادہوں کی ترک تازیوں اور ایک دہشت کی معرکہ آرائیوں نے

اقتصاد ہند تک سلطنت اسلامیہ کا پرچم لہرا دیا تھا دوسری طرف علماء و صوفیاء کرام کی کاوشوں نے ماکنان ہند کے لئے اسلام میں داخلے کا دروازہ کھول دیا تھا، اسلام کے ظاہری و باطنی استیلاء کو خاندان مغلیہ کے بعض فرمانرواؤں کی غلط سیاست و اقدامات سے رک پہنچی اور اسلام کا بڑھتا ہوا سیلاب تھم گیا لیکن رحمت حق کو جو شش آیا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے سیاسی کوتاہیوں کے مداوا کے لئے گیارہویں صدی ہجری میں قطبیت تشریفیہ کا مرکز زمین ہند کو قرار دیا اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی احمد سرہندی نور اللہ مرقدہ سے ہدایت اور نیابت نبوت کا وہ کام لیا جس کی مثال قرون متاخر میں نہیں ملتی، اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دورہ تجدید سے دین کی بقا و فروغ و نیابت، فرائض رسالت کی بجا آوری انہیں کے منتسبین کے سپرد ہے، دارالعلوم دیوبند بھی اسی سلسلے کی وہ سنہری کڑی ہے جسے من حیث الجماعۃ فرائض سے گمانہ نبوت کی ادائیگی اور جہد و جہاد فی سبیل اللہ کی سعادت اور تہذیب دینی اور اور احقاق حق اور ابطال باطل، اشاعت اسلام اور تدبیرات کی دولت نصیب ہوئی۔ کفر و استعمار کے مقابلہ میں دیوبند ایک عظیم قلعہ ثابت ہوا اور گزشتہ ایک سو سال سے دیوبند میراث نبوت کا حامل و امین اور داعی ہے جو نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ پورے عالم اسلام میں ہمہ جہتی، فرائض نبوت کا وارث، دعوت و ارشاد، جہد و جہاد، حفاظت علوم رسالت، تعلیم و دعوت کتاب و سنت تدریس و اشاعت فقہ و کلام تزکیہ قلوب و تربیت و تصفیہ نفوس کا علمبردار ہے دارالعلوم دیوبند کو برسلاً قاسم العلوم و الخیرات، دام الفول و النواہل، کہا جاسکتا ہے جس کے فیوض عامہ سے بحمد اللہ تعالیٰ نہ صرف پورا ہند و پاک سیراب ہے بلکہ اس کا سایہ برکت و نور و ظل سعادت و رحمت اقتصاد عالم پر محیط ہے، ذالک من فضل اللہ علینا و علی الناس و لکن اکثر الناس لا یبشکرون اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور بانیان

دارالعلوم کا اخلاص و تقویٰ ہے جس نے اس شجرہ طیبہ کو اصلہا تا بہت و فرعہا
فی السماء اتوئی اکھا کل حین باذن ربہا ، کا مصداق بنا دیا ہے ۔

کعبہ راہروم تجسلی می فزود

نہ انکہ از اخلاصات ابراہیم بود

احقر کے نزدیک دارالعلوم نہ ایک جامعہ ، درس گاہ یا مرکز تعلیم و تربیت
نہیں بلکہ ایک مستقل تحریک و دعوت و مدرسہ فکر ہے ، آج دیوبندیت کا اطلاق
نہ صرف دارالعلوم دیوبند پر ہوتا ہے بلکہ وہ تمام مدارس و ادارے جو دیوبند
کے رنگ میں رنگ چکے ہیں اور مسلک دیوبند کے ترجمان بن چکے ہیں انہیں
دارالعلوم دیوبند کی شاخ قرار دیا جائے گا ۔ اس اعتبار سے دیوبندی مدرسہ
فکر کے دائرہ میں مظاہر العلوم سہارنپور ، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ، دہلی دیرٹھ
اور بنگلہ دیش کے مدارس و ادارے ، پاکستان میں دارالعلوم کراچی ، جامعہ اشرفیہ
لاہور ، خیر المدارس ملتان ، دارالعلوم الاسلامیہ ننڈالہ ، جامعہ رشیدیہ ساہیوال
اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور ہندو پاک کے دیگر بیشتر ادارے و مدارس
آجاتے ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے ۔

جس طرح درخت کا اپنی جڑ کی مضبوطی و استواری پر انحصار ہوتا ہے اور
وہ اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح کوئی دینی ادارہ یا جماعت اپنے
بانیوں کے اخلاص و تقویٰ کے بقدر پھلتا پھوٹتا اور قائم رہتا ہے اور اس کے
تربیت یافتہ افراد سے اس کی کارکردگی ، کمال و خوبی کا اندازہ ہوتا ہے ، اس
معیار پر جب ہم دارالعلوم دیوبند کو جانچتے ہیں تو اس کی بنیادوں کو اٹھانے
والی وہ قدسی الصفات ہستیاں دکھائی دیتی ہیں جن کی پیشانیاں علم و تقویٰ ،
زہد و قناعت ، خلوص و للہیت ، تعلق مع اللہ ، محبت الہی ، خشیت الہی ، حب اللہ

کے نور سے حکمتی تحقیق جو سنت کے کمال اتباع کے ساتھ متصف اور حب نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم میں ڈوبے ہوئے ، دین کی محبت و حفاظت کے نشے میں سرشار اور کفر و
ضلالت ، الحاد و معصیت کے ہر ذرہ سے بیزار تھے جو اسلام کی فحاشی میں جان کی بازی
لگائے ہوئے جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے عملی میدانوں میں سرگرم عمل رہ چکے تھے
جو دنیاوی جاہ و منصب ، مال و دولت ، عزت و شہرت ، نام و نمود ، ذاتی آرام و آسائش سے
کنارہ کش اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے جذبہ میں گمن ان مصلوق و نسکی و محیای
و معافی رتب العالمین کا ہیکر تھے اگر ان کے ظاہری اعمال و کردار
احکام الہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرتب تھے تو ان کے سینے علوم نبوت سے محمود اور
ان کے دل معرفت الہیہ ، حب الہی اور حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے منور تھے گویا ان کے ظاہری و باطنی
اعمال سیرت طیبہ محمدیہ کے انوار کا آئینہ ، ہدایت الہیہ کا گنجینہ اور فیوض نبویہ کا خزانہ
تھے ، فیضان نبوت محمدیہ کے ظاہری و باطنی سوتوں سے ان کی ذوات عالیہ سیراب اور
منہاج نبوت پر استقامت ان کا امتیاز تھا وہ ظاہر و باطن کے جامع علم و عمل کے
سنگم ، درستی و خالقانیت کی یکجائی کے مظہر و مرجع البوین یقینان ، معقولات و
منقولات کے بیک وقت بحر ذخار ، رات کو عابد شب زندہ دار ، دن کو دافع حق میں
تیغ آب دار ، تدریس علوم کے وقت ان سے یلعمم الکتاب و الحکمہ کی جلوہ ریزیوں نمایاں
اور تربیت نفوس کے وقت یز کیتم کی نور افزائیاں ہموار تھیں گویا ان میں سے ہر ایک
بیک وقت کمالات دینی کا مجمع البحار تھا ۔ الغرض دارالعلوم دیوبند نے جن اعظم جہاں
اور اساطین علم و عمل اور نفوس قدسیہ کو وجود بخشا ، قرون متاخرہ میں اس کی مثال
شاذ ہے ، زیر نظر کتاب میں محترم حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب نے اپنے انہی چند ممتاز اکابر
دیوبند کا بڑی محنت و عرق ریزی سے تذکرہ پیش کیا ہے جو یقیناً دیوبندی مکتب فکر کے تمام
افراد کیلئے انمول تحفہ ہے ، ہم خلوص دل سے حافظ صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی اس محنت و کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبریت بخشے اور اسے اگلے گئے ذریعہ نجات بنائے آمین یہ محکم مالک کا ندھلوی شیخ الحدیث جامعہ شریفہ لاہور

اکابرِ دیوبند

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پستلے

نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِ رحسانی

یہی ہیں جن کے سونے کو نفیلت ہے عبادت پر

انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمان

انہیں کی شان کو زیرِ نبوت کی دراشت ہے

انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

ریں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں

پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے

اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سجدانی

”اکابرِ علماءِ دیوبند“

مشاہیر کی نظر میں

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ^{رحمۃ اللہ علیہ}

عزیزم حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہ کی تالیف ”اکابرِ علماءِ دیوبند“ کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ عزیز موصوف نے اکابر سے عقیدت و تعلق کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ کتاب نہایت دلچسپ، عام فہم، جامع اور معلومات افزا ہے۔ حق تعالیٰ عزیز سلمہ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین !

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک ^{رحمۃ اللہ علیہ}

”اکابرِ علماءِ دیوبند“ کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اکابر سے متعلق یہ کتاب نہایت جامع اور دلچسپ ہے۔ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہ نے اسے بڑی محنت و جانفشانی سے مرتب کیا ہے۔ ہم تہہ دل سے اس کی قدر کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ مصنف کو حسنِ خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے۔

آمین !

حضرت مولانا محمد متین خطیب کراچی

عزیز گرامی حافظ محمد اکبر شاہ بخاری کی نئی تالیف ”اکابر علماء دیوبند“ نظر سے گزری۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ ماشاء اللہ ان کا طریقہ تالیف نہایت خوبصورت ہے۔ سمندر کو گوزہ میں سمیٹ لینے کی بخوبی صلاحیت ہے۔ بڑی ضرورت تھی کہ اکابر علماء دیوبند کی بڑی بڑی سوانح عمریوں کو مختصر کیا جائے اور یکجا کیا جائے۔ یہ سعادت ماشاء اللہ عزیز موصوف کو حاصل ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام عزیز موصوف سے بہتر انجام دینے والا اس وقت پاکستان میں موجود نہیں ہے۔ اس پر میں عزیز موصوف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

فقیر العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ

آپ کی کتاب ”اکابر علماء دیوبند“ موصول ہوئی۔ پڑھ کر دل کو اعد ذکر نعمان ان ان ذکرہ ہوا المسکت ما کرۃ یتضوع کا مزہ آگیا اور ہجوم مشاغل کے باوجود بالکل خلاف معمول پہلی ہی نشست میں کتاب کا کافی حصہ دیکھنے کے بعد دوسرے مشاغل کا ہوش آیا۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی علیہ الرحمہ

آپ کی قابل قدر تالیف ”اکابر علماء دیوبند“ نظر سے گزری جو نہایت دلچسپ جامع اور مفید ہے۔ کتاب کا ہر ہر لفظ غذائے روح اور مرئیہ نجات ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو سلامت و اکرامت رکھے۔ آمین !

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

آپ کی تصنیف ”اکابر علماء دیوبند“ اور دیگر تصانیف کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی ہے۔ اپنے اکابر و اسلاف سے آپ کی والہانہ محبت و عقیدت قابل تحسین اور قابل تقلید ہے۔ اور اس بارے میں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اس سلسلہ میں منفرد مقام عطا فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین !

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ

محترم و مکرم جناب برادر م مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب کا نام علمی حلقوں کے لئے غیر معروف نہیں ہے۔ اکابر علماء سے متعلق ان کے سینکڑوں مضامین ملک بھر کے رسائل و مجلات میں شائع ہو چکے ہیں۔ موصوف کی متعدد کتابیں ان کے قلم سے منظر عام پر آچکی ہیں جن میں ”تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند“ ایک مستند عظیم تاریخی شاہکار ہے اور ان کی یہ کوشش لائق تحسین و ستائش ہے۔ جسے علمی و ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

اس کے علاوہ ”سیرت عثمانی“ ”ذکر طیب“ ”سوانح خلیل“ ”تذکرہ خطیب الامت“ ”مفتی اعظم پاکستان“ ”ذکر متین“ ”حیات احتشام“ ”خطبات احتشام“ ”سیرت بدر عالم“ ”حیات مالک“ ”اور ذکر خیر محمد“ قابل قدر تصانیف ہیں۔

زیر نظر کتاب ”اکابر علماء دیوبند“ موصوف کی ایک نہایت ہی جامع، دل چسپ اور مفید تصنیف ہے۔ جسے انہوں نے بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ حق تعالیٰ شائد مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین !

شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلویؒ

آپ کی کتاب ”اکابر علماء دیوبند“ چند روز قبل موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ۔ یہ آپ کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اس میں میرا نام صرف آپ کا اخلاص اور جذبہ محبت ہے ورنہ میں کہاں اور اکابر علمائے دیوبند کا مقام کہاں؟ میں تو نہایت ہی ناقص و نکتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین !

حضرت مولانا سید نور الحسن بخاریؒ

آپ کی تالیف لطیف ”اکابر علماء دیوبند“ نظر سے گزری ہے۔ آپ کی محبت و محنت و جانفشانی قابلِ قدر ہے۔ اس زمانہ میں ایسی بلند پایہ تالیف مرتب فرما کر آپ نے چھپوالی ہے۔ یہ آپ کی کرامت ہے ورنہ ایسی عظیم تالیف کادتوں سے انتظار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت آپ کی مقدر میں رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین !

حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ شبیریؒ

”اکابر علماء دیوبند“ کی تعارفی ضمانت کے لئے یہی کافی ہے کہ پیش لفظ لکھنے والے مفتی اعظم پاکستان اور تقریظ لکھنے والے شیخ الحدیث ہیں۔ یہ کتاب اکابر کے حالات و خدمات کا جامع مرقع ہے۔ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب نے خوب محنت سے اکابر کے حالات و سوانح و کوائف جمع فرمائے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف کا اکابر سے خوب تعلق ہے اور متعدد تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ بہت سے مقالات و مضامین مختلف جرائد و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سعادتِ دارین سے نوازے۔ آمین !

فیقہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور زرنڈیؒ

(مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا)

اسلام کے قرنِ اول اور زمانہ سلف صالحین سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ علمائے دین اور اکابرینِ سلف کے سوانح اور تذکروں کو شائع کیا جا رہا ہے۔ بہت سے علماء و صلحاء اور اولیاء کے حالات و واقعات لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں، اور حضراتِ علماء کرام و مشائخِ عظام اپنے مستفیدین اور طالبینِ راہِ سلوک کو ہمیشہ سے ایسے تذکروں اور سوانح کے پڑھنے اور سننے کی تاکید فرماتے رہے ہیں۔ علماء و صلحاء کے حالات اور سیرت و کردار کے مطالعہ میں اصلاح و اخلاق اور عزم و استقلال کی پختگی اور ثباتِ قلوب کی خاصیت رکھی گئی ہے۔ اور قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے قصص و حالات کے بیان کرنے کی یہی حکمت بیان فرمائی گئی ہے۔

اسی معمولِ سلف کے مطابق دورِ حاضر میں ہمارے عزیز مکرّم حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہ نے علماء و اُمت کے حالات و کمالات اور تذکرہ نگاری کا معمول اپنایا ہوا ہے۔ اور یہ آں عزیز کا خاص موضوع اور محبوب مشغلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آں موصوف کو سیرت نگاری اور سوانحِ حیات کے لکھنے کا خصوصی ذوق اور ملکہ عطا فرمایا ہے۔ علماء و مشائخ کے ساتھ حد درجہ عشق و محبت اور خصوصی نسبت کی بنا پر وہ اس سلسلہ میں ہر طرح کی محنت و مشقت اور عرقِ زہری کو خوشی خوشی برداشت کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

عزیز موصوف حضرت اقدس مفتی اعظم پاکستان سیدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کے آخری دور کے متوسلین میں سے ہیں اور حضرت سے انتہا درجہ عشق و تعلق قائم رہا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ”اکابر علماء دیوبند“ عزیز موصوف کا قابلِ صد تحسین و آفرین کا نامہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد

تصانیف منظر عام پر آئی ہیں۔ حق تعالیٰ عزیز موصوف کی اس خدمت کو شرف قبولیت بخشیں اور اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین !

محقق العصر، شیخ الاسلام حضرت علامہ

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

ہمارے محترم دوست جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری کو اللہ تعالیٰ نے تمام علمائے کرام سے والہانہ عقیدت و محبت کا تعلق عطا فرمایا ہے۔ ان کو حضرات علماء کے سوانح و حالات و خدمات جمع کرنے کا خاص ذوق ہے اور اس موضوع پر ان کی متعدد تصانیف سامنے آئی ہیں اور ملک کے تقریباً ہر سالے اور جریدے میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ علمی و دینی حلقوں میں ان کا نام یقیناً محتاج تعارف نہیں ہے۔

زیر نظر کتاب ”اکابر علماء دیوبند“ میں حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند سے لے کر موجودہ دور تک کے جید علماء کرام کا تذکرہ اختصار مگر جامعیت اور خوش اسلوبی کے ساتھ جمع فرمایا ہے جس کے مطالعہ سے ان علمائے کرام کے حالات و خدمات کا ایک اجمالی خاکہ سامنے آجاتا ہے۔

حافظ صاحب موصوف نے یہ کتاب مرتب کر کے بڑی مفید خدمت انجام دی ہے۔ امید ہے علمی و ادبی حلقوں میں اس کی قدر دانی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور اسے مقبول عام فرمائے۔ آمین !

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

قصبہ نانوتہ، کاندھلہ، دیوبند، گنگوہ اور تھانہ بھون مشہور علمی مراکز ہیں یہاں خاندان شیوخ، فاروقی عثمانی، صدیقی اور انصاری آباد تھے اور یہ قصبہ ہمیشہ سے بزرگوں اور مشائخ کے مسکن رہا ہے۔ حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مولد اور وطن عزیز قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور ہے جو دیوبند سے بارہ میل مغرباً واقع ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب تینا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کا تاریخی نام نور شید حسین اور تاتہ رخ پیدائش شعبان یا رمضان ۱۲۲۸ھ ہے والد صاحب کا نام شیخ اسد علی بن غلام شاہ ہے جو نہایت پرہیزگار اور صوم و صلوة کے پابند تھے۔

آپ بچپن سے ہی ذہین، طباع، مخنتی اور سعادت مند تھے، تعلیم کے دوران ہمیشہ اپنے ساتھیوں میں نمایاں رہے بہت چھوٹی عمر میں قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ آپ نے قصبہ دیوبند میں نارس، عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مولانا ملوک علی صاحب کے ہمراہ ۱۲۶۰ھ میں دہلی پہنچے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی سے علوم حدیث کی تکمیل کی فراغت تعلیم کے بعد آپ نے کتابت کا کام شروع کیا اور سب سے پہلے مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کی بخاری شریف کی تصحیح اور کتابت فرمائی اور کافی عرصہ میرٹھ اور دہلی میں کتابت کا کام کرتے رہے اس کے ساتھ ساتھ تدریس و درس کا سلسلہ بھی آپ نے شروع کر دیا تھا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن دیوبندی

حضرت مولانا احمد حسن صاحب امر وہی حضرت مولانا حکیم محمد صدیق مراد آبادی اور حضرت مولانا فیض الحسن صاحب گنگوہی کو آپ نے میرٹھ اور دہلی کے زمانہ کتابت میں حدیث پر صفائی ہے، اسی دوران آپ نے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر کی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلوک و تصوف کے منازل طے کرنے کے بعد خلعتِ خلافت سے نوازے گئے، آپ نے جوانی ہی میں اپنے آپ کو نیکی اور تقویٰ کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور اپنی زندگی کو ایک خاص منہج پر استوار کر لیا تھا۔ آپ کے مرشد حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ:-

”وایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے نہیں ہوتے۔“

ایک مرید کے لئے مرشد کا یہ خزانِ تحسین کچھ کم نہیں ہے، آپ خوش مزاج اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے اور حد درجہ منکسر المزاج بھی تھے، ثمرت سے گریزاں بڑائی سے نفور اور ریا سے کوسوں دور تھے، سگند خود کبھی نہ بتاتے، کسی کے حوالے سے بیان کرتے، فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر لگانا آپ کو ناپسند تھے، امامت سے گھبراتے اور ہمیشہ مقتدی بن کر نماز ادا کرتے تھے، علم و عمل زہد و تقویٰ کے پہاڑ تھے بہت بڑے مناظر، مجاہد اور جفاکش تھے باطل فرقوں کے پادریوں سے بہت سے مناظر کئے اور ہمیشہ کامیاب رہے۔ جب سے انگریز نے ہندوستان میں قدم جمائے اور مختلف ہتھکنڈوں سے دوسرے مذاہب کو پامال کرنے اور عیسائیت کو پھیلانے کے لئے کوششیں شروع کیں تو اس کی مدافعت اور مزاحمت کے لئے مسلمانوں کی ایک انقلابی جماعت تیار کی گئی۔ اس جماعت میں باقاعدہ امامت کا نظام تھا، تیسرے امام شاہ عبدالغنی دہلوی مقرر ہوئے ان کے انتقال کے بعد ۱۸۴۶ء میں حاجی امداد اللہ مہاجر کی امام مقرر ہوئے اور جب ۱۸۵۷ء کی ابتداء ہوئی تو انقلابی

جماعت بھی حرکت میں آگئی، حضرت حاجی صاحب کے رفقاء نے کار میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا شیخ محمد تھانوی اور حافظ ضامن تھانوی شہید شامل تھے جہادِ حریت کے سلسلے میں تبادلہ خیال ہوا تو مولانا شیخ محمد محدث تھانوی نے بے سرو سامانی کا ذکر کر کے جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لینے سے گریز کی تجویز پیش کی تو مولانا نانوتوی نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ کیا ہم اصحاب بدر سے بھی زیادہ بے ہمت سامان ہیں؟

حضرت حاجی صاحب نے یہ فقرہ سنا تو ٹرپ اٹھے اور فرمایا کہ:-

”الحمد للہ النشراح ہو گیا، اور جہاد کی تیاری شروع کر دی گئی، حاجی امداد اللہ امر مولانا نانوتوی سپہ سالار، مولانا گنگوہی قاضی مقرر ہوئے اور قصبہ تھانہ بھون دارالاسلام قرار پایا۔ میرٹھ کے بعد دہلی اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر جنگ چھڑ چکی تھی۔ آپ نے اپنے امیر کی قیادت میں جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تھانہ بھون بھی اس شدید جنگ کی لپیٹ میں تھا، قتل و غارت کا بازار گرم تھا، مکانات پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی غرض دیکھتے ہی دیکھتے قصبہ تھانہ بھون خاکستر کا ڈھیر بن گیا۔“

آپ اور آپ کے رفقاء نے کار پر الزام تھا کہ تھانہ بھون کے نساہ میں آپ اور آپ کے رفقاء پیش پیش تھے اس بناء پر آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے گئے اور اس طرح آپ نے راہِ حق میں سنتِ یوسفی کو زندہ کیا۔

اس دور میں مسلمانوں پر جو جو مظالم توڑے گئے ان کا تصور آج بھی لزرہ طاری کر دیتا ہے، علماء کو تختہ دار پر لٹکوانا، بدن پر گرم استریاں پھیرنا، سرگرم کارکنوں کی جبری جلاوطنی، عورتوں کی عصمت دری بچوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک اور بوڑھوں کو جگر پاشن تشدد، یہ سب کچھ آج بھی ہماری تاریخ کا حصہ ہے اور ناقابلِ تردید ہے

ظلم و ستم کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کو خنزیر کی کھالوں میں سی دیایا اور قتل کرنے سے پہلے ان کے بدن پر خنزیر کی چربی ملی گئی اور انہیں جلادیا گیا۔

ان شدائد و مصائب کا مقصد مسلمانوں کا خاتمہ اور انہیں بزور عیسائیت میں داخل کرنا تھا لیکن نتیجہ صفر ہوا اور کسی بھی طرح انگریز مسلمانوں کی حمیت دینی پست نہ کر سکا اور نہ ہی ان کے ایمان و عقیدہ کے ایران میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کر سکا جب یہ چال بُری طرح ناکام ہو گئی تو پھر دوسرے طریقے آزمانے شروع کر دیئے، ذہنوں کی تبدیلی، سوچ اور فکر کی تبدیلی اور اس کے لئے علمی اور نفسیاتی حربے، تاتاریخ شاہد ہے کہ ایسے حربے اکثر مؤثر اور بیشتر کارگر ثابت ہوئے ہیں، اس خطرے کا احساس کرتے ہوئے انتہائی نازک اور نامساعد حالات میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نتیجہ میں دفاع اور سیلاب کی طرح بقیار دل نے فیصلہ کیا کہ اس حربے کا توڑ بھی ایسا ہونا چاہیے چنانچہ یہ احساس محرک بنا اور ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا جو اسلام کا محفوظ قلعہ اور مسلمانوں کا ناقابل شکست حصہ ثابت ہوا۔ دارالعلوم دیوبند آپ کا زندہ جاوید کارنامہ ہے اور حدتہ جاریہ ہے جو انشاء اللہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا اور جس نے آپ کی شخصیت کو بھی لازوال بنا دیا، جب مدرسہ کے افتتاح کی خبر آپ کے مرشد حاجی امجد اللہ صاحب کو مکہ مکرمہ میں پہنچی اور کہا گیا کہ حضرت! ہم نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ”سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقاتِ سحر میں سر بسجود ہو کر گڑ گڑاتی ہیں کہ خداوند! ہندوستان میں بقاء اسلام اور تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمر ہے“

بلاشبہ دیوبند اسلام کا احصار اور بقائے اسلام کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوا ہے دارالعلوم دیوبند

نے جو خدمات اسلام اور تحفظ اسلام، علوم قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت، مسلمانوں کی عملی تربیت کے سلسلہ میں سرانجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جو ائمہ فہم کے لئے باعثِ فخر ہے اور اس سے علم و عمل کی دنیا میں روشنی نظر آتی ہے، دارالعلوم سے منسلک افراد اپنے دور کے یگانہ روزگار عالم، محدث، مفسر، محقق، فقہیہ اور مصنف ہیں اور اپنے اپنے دور کے ممتاز علماء مانے گئے ہیں، دارالعلوم کے سرپرستوں میں آپ کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالرحیم راپوریؒ شامل ہیں۔ اور دارالعلوم کے فضلاء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے ہزاروں مشاہیر علماء شامل ہیں جن کے علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی مثالیں اب نہیں ملتی۔ بہر حال حضرت نانوتویؒ اپنے دور کے عظیم محدث اور محقق تھے اور سچے عاشقِ رسولؐ تھے تواضع و انکساری اور فنائیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ مولوی صاحب کہہ کر پکارتے مگر آپ نہ بولتے۔ کوئی نام لے کر پکارتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور عزت و احترام سے بولتے تھے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت مولانا نانوتویؒ کی شان عالمانہ تھی نہ درویشانہ تھی بلکہ عاشقانہ شان تھی اور آپ کی مجلسِ درستانہ ہوتی تھی گاہے گاہے کے کپڑے پہنتے تھے ایک مرتبہ دیوبند سے نانوتیؒ تشریف لے جاتے ہوئے ایک جولاہے نے بوجہ سادگی کے اپنا ہم قوم سمجھ کر پوچھا کہ سوت کا آج کیا بھاؤ ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا۔“ (قصص الاکابر)

آپ کو سرزمینِ عرب سے ایسا تعلق تھا کہ جس کی مثال اس دور میں ملنی مشکل ہے چنانچہ جب

آپ حج کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنا ہوتا اتار لیتے تھے اور عرب کی حدوں میں پہنچتے پاؤں پھرتے رہتے تھے فرماتے تھے کہ:-

”جس زمین اور گلی کو چوں میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہوں وہاں میں جوئے پہن کہ چلوں۔“

کیا محبت و عشق ہے اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ بہر حال آپ روحانیت و علمیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد کے علاوہ آپ نے متعدد تصانیف لکھی ہیں جو اپنے مرتبہ کی آپ ہی ہیں حضرت حکیم الامت تھانویؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کر دیا جائے اور نام نہ بتایا جائے تو یہی کہا جائیگا کہ یہ کتابیں امام رازیؒ یا امام غزالیؒ کی لکھی ہوئی ہیں آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں،

تقریر و پذیر، تحذیر الناس، آب حیات، انتصار الاسلام، تصفیۃ العقائد، حجت الاسلام، قبلہ نما، تحفۃ الحمید، مباحثہ شام بجمان پور، جمال قاسمی، توثیق الکلام اور احمد ہاربعین وغیرہ اگرچہ مذکورہ کتابیں اردو زبان میں ہیں لیکن ان کا سمجھنا عوام تو عوام بعض علماء کے بس کا بھی نہیں ہے۔ الفاظ اور زبان نہایت سہل ہے مگر علوم نہایت عالمانہ اور مشکل مذکور ہیں۔

آپ نے دو حج کئے پہلا حج مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی میعت میں ۱۲۷۷ھ میں کیا دوسرا حج ۱۲۹۲ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دوسرے اکابرین امت کے ساتھ کیا اور آخر کار علم و عمل کا یہ آفتاب ہر جہاد الاول ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و پریدا (تفصیل کے لئے پڑھیے انوار قاسمیؒ مؤلف پر فیس الزوار الحسن شیر کوٹی)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

گنگوہ ضلع سہارنپور کا قدیم قصبہ ہے، عرصہ قدیم سے بڑے بڑے اولیاء اللہ کا مولد اور مدفن ہے، سہارنپور سے تقریباً سولہ میل اور تھانہ بھون سے تیرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وراثت باسعادت قصبہ گنگوہ محاصرے متصل خانقاہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ، مولانا ہدایت احمد صاحب کے گھر میں ۶ رذی قعدہ ۱۲۴۲ھ بروز شنبہ بوقت چاشت ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام مولانا ہدایت احمد صاحب بن قاضی نیر بخش صاحب ہے۔ اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم گنگوہ کے ایک میاں جی صاحب سے حاصل کی پھر عربی و فارسی مولانا عنایت صاحب اور مولانا محمد تقی صاحب سے پڑھی بعد ازاں ۱۲۶۱ھ میں تحصیل علم کے لئے دہلی کا سفر کیا اور چند دنوں قاضی احمد الدین پنجابی سے کچھ کتابیں پڑھیں اور پھر اسی سال حضرت مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں درجہ بی سے پڑھنا شروع کیا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ۱۲۶۰ھ میں دہلی پہنچ چکے تھے اور شروع سے مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں رہتے تھے تھوڑے دنوں بعد علم و فضل کے یہ دونوں شمس و قمر ایک ساتھ ہو گئے اور تا حیات ساتھ رہے، یہ دونوں شمس و قمر مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں عرصہ تک پڑھتے رہے، معقولات کی مشکل اور اونچنی کتابیں صدر الشمس بازغہ، میرزا ہد قاضی وغیرہ ایسے پڑھا کرتے تھے۔ جیسے حافظ منزل ہر ماکرتا ہے، ذکاوت و ذہانت میں یہ دونوں حضرات دہلی میں مشہور ہو گئے تھے اسی وجہ

سے اساتذہ خصوصاً مولانا ملک علی صاحب کوان و دونوں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اگر طبیعت ناساز ہوتی تو عبادت فرماتے اور قیام گاہ پر جا کر ان حضرات کو پڑھاتے تھے علم حدیث آپ نے ہندوستان میں خاندان ولی اللہی کے آخری چشم و چراغ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی سے حاصل کیا ہے شاہ صاحب علم ظاہر و باطن میں سرور آفاق ہیں۔ الحاصل حضرت گنگوہی ۲۱ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون سے مکمل ہو گئے اور واپس وطن تشریف لے گئے اسی سال آپ کا نکاح آپ کے بڑے ماموں مولانا محمد تقی صاحب کی صاحبزادی سے ہوا جو آپ کے استاد بھی تھے اور بڑے پاکباز بزرگ تھے حضرت گنگوہی جب دہلی سے واپس تشریف لائے اور وطن عزیز میں قیام پذیر ہوئے تو بمقتضائے طبیعت آپ کو شوق ہو کہ کوئی طالب علم دین مل جاتا تو اس کو پڑھانا ہی شروع کر دیتے اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کیا اور ایک صاحب سید مومن علی صاحب کو بھیج دیا ان ہی آیام میں ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کی تحریر دربارہ مسئلہ وضع اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں جو جگہ ایک قبر کے لئے اقتداء ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے شیخ صاحب نے حکم لگایا تھا کہ یہ امر قطعی ہے اور اس کا منکر ایسا ہے ویسا ہے، یہ تحریر کسی نے حضرت گنگوہی کی خدمت میں پیش کر دی آپ نے اس پر تحریر فرمایا کہ سارا ثبوت باحادیث اخبار احاد ہے اس لئے اس سے علم ظنی حاصل ہوگا، قطعیت کا ثبوت دشوار ہے۔

یہ جواب جس وقت حضرت شیخ صاحب کی نظر سے گزرا تو جوش و غضب میں بھر گئے اور پھر کیا تھا طریقین سے سوال و جواب شروع ہو گئے۔ بالآخر مولانا گنگوہی نے بغرض مناظر ایک بارات کے ساتھ تھانہ بھون کا سفر اختیار کیا اور بارات کے متعلق امور نکاح وغیرہ سے نارغ ہو کر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد استفسار آنے کا منشاء ظاہر کیا تو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے یہ کہہ کر کہ وہ ہمارے بڑے ہیں۔ مناظرے سے منع فرمایا۔ چنانچہ آپ نے حضرت حاجی صاحب کی بات مان لی اور

مناظرے سے باز آئے اور اپنا ارادہ بیعت ظاہر کیا تب حضرت حاجی صاحب نے باصرار و بسفارش حضرت حافظ ضامن شہید بیعت کر لیا۔ بیعت ہونے کے بعد آپ نے بموجب ارشاد حضرت حاجی صاحب ذکر و شغل شروع کیا اور بقول خود ”کہ پھر تو میں مر مٹا۔“ چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے آنکھیں دن فرمایا۔

”میاں رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دیدی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے“ جب آپ کو بیالیس دن رہتے ہوئے ہو گئے تب آپ نے وطن عزیز رخصت ہونے کی اجازت چاہی، حضرت حاجی صاحب نے گنگوہ کے لئے رخصت کرتے وقت خلافت اور اجازت بیعت ان الفاظ کے ساتھ عنایت فرمائی۔

”اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو بیعت کر لینا“

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے حال

کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

اس خدائی نعمت کو (جس کے لئے در در کی خاک چھانی جاتی ہے) پا کر جب آپ گنگوہ تشریف لائے تو خانقاہ شاہ عبدالقدوس گنگوہی کو جو تین سو سال سے ویران اور خراب و خستہ پڑی تھی مرمت کر کے آباد کیا اور رات دن ذکر و فکر الہی میں مشغول رہتے، راتوں کو روپا کرتے تھے اور جو لمحات آپ اڑھا کرتے تھے باران اشک سے وادار ہو گیا تھا، شب وصل بھی کیسی شب ہے الہی نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

غرضیکہ ذکر الہی کی خوشبودن نے جب گنگوہ کے کوچہ و بازار اور خانہ و صحرا کو معطر کرنا شروع کیا تو ایک نیک سخت خاتون نے حضرت گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی لیکن آپ نے انکار فرمادیا، اتفاق سے چند دن بعد حضرت حاجی صاحب تشریف لے

گئے اور خاتون موصوفہ نے موقع کو غنیمت جان کر توبہ سبط حضرت حاجی صاحب پھر درجہ بہت
کی بالا آخر حضرت حاجی صاحب کی تعمیل حکم میں آپ نے بیعت فرمایا بسلسلہ بیعت
میں داخل ہوئے والی یہ سب سے پہلی خاتون تھیں۔

معمولات پر مداومت اور استقامت مشائخ دیوبند کی خصوصی شان ہے اور
حقیقتہً یہی کمال ولایت اور علامت عہدیت ہے چنانچہ ان مشائخ کے یہاں جو چیز
روز اول معمولات میں داخل ہوئی اس کو ہمیشگی اور دوام حاصل رہا ان حضرات نے
احب الاعمال عند اللہ اور مہاکو دل نشین کر کے اعمال میں شان محبوبیت پیدا کی اور
تقرب و ولایت کے اعلیٰ منازل کو طے کیا چنانچہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مجاہد اور
ریاضات کا پیرانہ سال میں یہ عالم تھا کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا تھا۔ دن بھر صائم رہتے
اور بعد مغرب ۴ رکعت نوافل کی بجائے بیس رکعت صلوٰۃ الادابین پڑھا کرتے تھے
جس میں تقریباً دو پارے قرآن شریف تلاوت فرماتے تھے، نماز سے فارغ ہو کر
جب دولت کدہ برائے تناول طعام تشریف لے جاتے تو اشارہ اور
گھر ٹہرنے کے وقفہ میں کئی کئی پارہ تلاوت فرما لیتے تھے اور بعد نماز عشاء تھوڑی
دیر تک استراحت فرماتے اور دو سبجے تھوڑے کے لئے کھڑے ہو جاتے، بعض نے
آپ کو ایک سبجے بھی دھوکرتے دیکھا ہے، اور ڈھائی تین گھنٹے صلوٰۃ اللیل میں مشغول
رہتے اور صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ڈاک و جوابات استفتاء میں مصروف ہوتے اور
دوپہر کو تیلوہ فرما کر بعد نماز ظہر تا عصر تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے، رمضان
شریف میں تو آپ کے یہاں دن رات مسادہ ہوتے تھے۔

آپ اپنے وقت کے فقہ و حدیث کے امام تھے اور تمام علوم کے بحر و ذخار
تھے لیکن حدیث و فقہ سے آپ کو بہت زیادہ شغف تھا، آپ نے چودہ مرتبہ سے زباً
ملا یہ کوڑ پڑھا ہے اور تقریباً صحاح ستہ کی تمام کتابیں آپ نے پڑھائی ہیں۔ غریب

آپ کے علمی و روحانی کمالات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے صرف اتنا عرض کر دینا کافی
ہے کہ آپ کے فیض صحبت اور کشف برداری سے شیخ الہند مولانا محمود الحسن حضرت مولانا
خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا عبدالرحیم راپوری اور حضرت مولانا حسین احمد
مدنی جیسے حضرات فلک ہند کے نیر اعظم ہوئے ہیں آپ کے علمی و روحانی
کمالات کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ ماہر مہتمی آپ کے شیخ طریقت کا خراج
عقیدت ہی کافی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

”جو آدمی اس فقیر امداد اللہ سے محبت و عقیدت و
ارادت رکھتا ہے وہ مولوی رشید احمد سلمہ اور
مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو جو تمام کمالات علوم
ظاہری اور باطنی کے جامع ہیں، بجائے میرے بلکہ
مجھ سے بھی بڑھ کر شمار کرے اگر معاملہ برعکس ہے
وہ بجائے میرے اور میں بجائے ان کے ہوتا، ان
کی صحبت غنیمت جانی چاہیے کہ ان جیسے آدمی اس
زمانہ میں نایاب ہیں۔“ (ضیاء القلوب)

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا ایک ملفوظ ہے کہ:-

”اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ
کیا لے کر آیا تو میں مولوی رشید احمد صاحب اور
مولوی محمد قاسم صاحب کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے
کر حاضر ہوا ہوں۔“ (تذکرۃ الرشید)

جب ۱۸۵۷ء کا ہولناک حادثہ ختم ہوا تو حکومت برطانیہ نے ہر اس آدمی کو تختہ دار
پر لٹکا دیا یا گولی کا نشانہ بنادیا جس کے متعلق ذرا بھی شبہ تھا، چنانچہ حضرت

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کئے گئے، حضرت حاجی صاحب مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے، مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا گنگوہیؒ روپوش رہے لیکن غنیمت کی خبر سانی سے آپ کو گرفتار کیا گیا اور سہارنپور جیل کی کال کو ٹھٹھی میں رکھا گیا بالآخر جب حکومت کو کوئی ثبوت آپ کے متعلق نہ ملا تو رہا کر دیا گیا۔

چونکہ اللہ نے آپ سے دین کا کام لینا تھا اس لئے حکومت آپ کا ہال بھی بیکانہ کر سکی، آپ نے زندگی میں تین دفعہ حج کی سعادت حاصل کی اور تمام عمر دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ فتاویٰ رشیدیہ آپ کا علمی شاہکار ہے اس کے علاوہ کئی تصانیف لکھی ہیں اور ہزاروں علماء و مشائخ آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفید ہوئے ہیں۔

۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء کو داخل بحق ہو گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

آئے عشاق گئے وعدہ فرواے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رُخ زیبائے کر

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے "تذکرۃ الرشید" مؤلفہ مولانا عاشق الہی میرٹھی)

● دنیا اہل اللہ کو بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی مگر اتنا فرق ہے کہ اہل اللہ کو عزت کے ساتھ ملتی ہے اور ان کو ذلت کے ساتھ، مگر اس استغناء کا حاصل اپنی عزت کی حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر کیونکہ کسی کی تحقیر بہت بری بات ہے۔ (حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

آپ کا اسم گرامی مولانا محمد یعقوب صاحب اور تاریخی نام منظور احمد ہے آپ کی ولادت ۱۳ صفر ۱۲۲۹ھ کو مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ کے گھر ہوئی آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور آپ کی عمر میں صرف چھ یا سات ماہ کا فرق تھا، مولانا محمد قاسم صاحب آپ سے چھ یا سات ماہ بڑے تھے اور دونوں حضرات ہم زلف تھے۔

ابتدائی تعلیم دونوں نے نانوتہ کے مکتب میں حاصل کی ہے اس کے بعد مولانا مملوک علی صاحب ۱۲۵۹ھ میں دونوں حضرات کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو کافیہ شروع کرائی اور آپ کو گلستان اور میزان الصرف شروع کرائی، حضرت مولانا مملوک علی صاحب استاذ المشائخ ہیں، دہلی کے عربی کالج میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر اکابرین ہند کے استاذ ہیں مفتی صدر الدین آزادؒ اور شاہ عبدالغنی دہلویؒ کے معاصرین ہیں سے ہیں عربی فارسی اور اردو کے بہترین ادیب اور شاعر تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ دہلی میں خواجہ میر دردؒ، مولانا غالبؒ اور ذوقؒ وغیرہ اساتذہ سخن کی مجالس شعر گرم رہتی تھی آپ بھی ان میں شرکت فرماتے تھے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب نے حدیث شریف شاہ عبدالغنی دہلویؒ سے پڑھی ہے اور معقولات و منقولات وغیرہ تمام علوم و فنون میں آپ اپنے دونوں ساتھیوں یعنی مولانا

قاسم نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ سے کم نہ تھے، ذکاوت اور ذہانت اللہ تعالیٰ نے بدرجہ اتم عنایت فرمائی تھی اس پر طرہ یہ کہ طلب علم کا بے انتہا شوق تھا آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”میں اگر گالیوں کی کتاب بھی ہو تو اس کو بھی دیکھ لینا چاہیئے اور کچھ نہیں تو دو چار گالیاں ہی یاد ہو جائیں گی“

(قصص الاکابر صفحہ ۳۲)

آپ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کو منہسی مذاق میں حل فرمادیتے تھے چنانچہ کسی صاحب نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ حضرت ہمدردؒ کو اس کی لاش جلانے سے کیا تکلیف ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا جی ہاں ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسی تمہیں اپنی رضائی جلنے سے ہوتی ہے۔ ”ادب شعر و شاعری کا بھی آپ کو شوق تھا اور بڑے اچھے شعر کہتے تھے تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ اجیر شریف میں روپیہ ماہوار پر مدرس ہو کر تشریف لے گئے اجیر کے پرنسپل نے آپ کی ذکاوت و ذہانت دیکھ کر آپ کے لئے ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ منظور کرایا لیکن آپ نے انکار کر دیا، بعد ازاں سود و پیہ ماہوار پر آپ کو بنارس بھیج دیا گیا وہاں سے پھر ڈپٹی سود و پیہ ماہوار ڈپٹی انسپکٹری کے عہدہ پر ضلع سہارنپور تشریف لائے، کچھ عرصہ بعد ۱۸۵۷ء کا انقلاب بڑا تو آپ گھر ہی پر موجود تھے، اسی ہنگامہ میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے اشتباہ میں پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا تو آپ نے فرمایا کہ منجانب اللہ مجھے متنبہ کیا گیا ہے کہ تو شریک کیوں نہیں ہوا بالآخر آپ کو چھوڑ دیا گیا۔ ایام غدر کی چھ ماہ کی تلخواہ آپ کو پیش کی گئی تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب میں نے کام نہیں کیا تو تلخواہ کیوں لوں جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو چالیس روپے مشاہرہ پر دارالعلوم کے صدر مدرس آپ ہی مقرر ہوئے، مفتی اعظم ہند مولانا غازی الرحمن عثمانی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور محدث وقت مولانا خلیل احمد سہارنپوری وغیرہ آپ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے ہیں۔ مختلف

مضامین کے علاوہ سوانح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ مرید خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہیں۔ حالات جذب آپ پر بہت زیادہ طاری رہتی تھی اسی وجہ سے اپنے زمانہ کے مجذوب و سالک مشہور تھے، آپ کو کشف بہت زیادہ ہوتا تھا اور اس کو بلا درین بیان فرمادیا کرتے تھے۔

جس زمانہ میں ملکہ کی تاجپوشی کا جلسہ ہوا اس زمانہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب دلی میں تھے اور اکثر غائب رہتے تھے کسی نے دریافت کیا حضرت آپ کہاں غائب رہتے ہیں فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ دلی میں جس جس جگہ تمہارا قدم جائے گا اس جگہ کو آباد کر دیں گے اس لئے شہر اور حوالی شہر میں گشت کیا کرتا ہوں تاکہ ویران مقامات آباد ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جہاں جہاں آپ کا قدم گیا دلی آباد ہو گئی۔ (امیر الروایات)

جس زمانہ میں مولانا احمد حسن صاحب امر وی مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھاتے تھے آپ امتحان کے لئے تشریف لے گئے، ایک عورت اپنے تانہا بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا حضرت اس کو اچھا کر دیجئے آپ نے فرمایا نعوذ باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں جو اندھوں کو بینا اور مہر و صوں کو تندرست کر دوں اور چل ویسے تھوڑی دیر چلے تھے کہ آپ کو الہام ہوا کہ تو کون عیسیٰ کون اور موسیٰ کون جا اور اس کے منہ پر ہاتھ پھیر دے مایکیم مایکیم پس آپ واپس ہوئے اور مایکیم مایکیم کہتے جاتے تھے اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ فوراً ہی بچہ سوا نکلا ہو گیا (امیر الروایات)

جس وقت دیوبند کے مدرسہ پر چھپر پڑے ہوئے تھے آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں مکان کچے ہیں اور ان پر چھپر پڑے ہوئے ہیں جب بیدار ہوئے تو فرمایا کہ الحمد للہ مدرسہ کے یہ مکانات مقبول ہیں۔

باد جودان کمال مکشوفات و کرامات کے آپ غایت درجہ متواضع تھے ایک مرتبہ آپ گنگوہ تشریف لے گئے تو پا جامہ میں مکر بندگی بجائے بان ڈال رکھا تھا، حضرت گنگوہیؒ

نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہوا؟ ارشاد فرمایا کہ جلد ہی کی وجہ سے کربند ہاتھ نہ آیا تھا اس وجہ سے اس کو ڈال لیا تھا۔ غرضیکہ بڑے صاحب کمال جاہ و جلال اور ہمہ صفت موصوف بزرگ تھے، طبیعت میں بہت زیادہ جاہ و جلال تھا ریاضت سے جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی آپ کے سینکڑوں مرید ہندوستان، کابل اور بخارا میں تھے غرضیکہ آپ کے اخلاق و عادات اور کشف و کرامات کے متعدد واقعات مشائخ دیوبند کی زبانی منقول ہیں جو کہ اکابرین دیوبند کی تصانیف میں بکثرت پائے جاتے ہیں، امیر الودایات اور قصص اکابر میں بکثرت حکایات آپ کے متعلق موجود ہیں۔

آپ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہم عصر اور قریبی ساتھی ہمیشہ ان کے ساتھ رہے اور جموں میں بھی شریک رہے، ۱۳۰۲ھ یکم ربیع الاول کو شب شنبہ میں آپ ہیفنہ میں مبتلا ہوئے اور شب دو شنبہ کو تقریباً ایک سبجہ و نات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
نانوتہ میں باغ نوبیں لب سڑک آپ کا مزار مقدس ہے اللہ تعالیٰ شبانہ روز آپ کے مراتب علیہ میں ترقی فرمائے اور قبر مبارک کو نور سے منور کرے۔ آمین۔

(تفصیل کے لئے پڑھیے "سیرت یعقوب و ملوک" مؤلفہ پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی مرحوم)

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ

آپ دارالعلوم دیوبند کے دوسرے مہتمم تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا فرید الدین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک جید عالم دین تھے۔ آپ عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہ سے بیعت تھے اور ان ہی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مدنی قدس سرہ سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے بلند پایہ خلیفہ مجاز تھے۔ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی فرماتے ہیں کہ :-

”حضرت حاجی عابد حسین دیوبندی کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ رفیع الدینؒ

دیوبندی عمدہ اہتمام پر فائز ہوئے۔ آپ طریقت و حقیقت کے ایک بلند پایہ شیخ اور حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی کے ارشد خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ صاحب آپ پر فخر کیا کرتے تھے۔ موصوف بہت سے اکابر دارالعلوم دیوبند مثل مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن عثمانیؒ اور مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری کے شیخ طریقت تھے۔

دارالعلوم کی معنوی ترقیات میں حضرت ممدوح کی تربیت و صرف ہمت کا ہی طرح حصہ ہے جس طرح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا تھا۔ آپ اولاً شعبان ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۸ء تا ۱۲۸۵ھ، ۱۸۶۹ء اور ثانیاً

ذی قعدہ ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۲ء تا ۱۳۰۶ھ، ۱۸۸۹ء دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے اور ۱۳۰۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین !

(تاریخ دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا محمد منظر نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا محمد منظر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بن حافظ لطف علی بن محمد حسن صدیقی حنفی نانوتوی فقہ و حدیث کے اکابر علماء میں سے تھے۔ آپ ۱۸۲۳ء میں نانوتہ ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و حفظ قرآن اپنے والد ماجد سے کیا۔ پھر تحصیل علم کے لئے دہلی کا سفر کیا۔ مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ صدر الدین، شیخ رشید الدین اور حدیث کی بعض اہم کتابیں شیخ اجل حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں تحصیل علم کے بعد اجیر کالج میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر اگرہ کالج میں استاذ رہے۔

جب ۱۲۸۳ھ میں مولانا سعادت علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدرسہ سہارن پور میں جاری کیا تو آپ ہی سب سے پہلے اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور آپ ہی کے نام پر اس مدرسہ کا تادیجی نام ”مظاہر العلوم“ لکھا۔ پھر آخر عمر تک آپ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ہی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پور کے رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۷ھ میں پہلا حج حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے ہمراہ کیا۔ پھر ۱۲۹۵ھ میں دوسرا حج کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

”حضرت مولانا محمد منظر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے، حضرت مولانا

محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے گو عمر میں بڑے تھے لیکن حضرت گنگوہی کے خلق اور محبوب خدام میں سے تھے، بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانثار اور عاشق جاناڑے تھے۔ فقہ و حدیث میں بڑا ادراک رکھتے تھے۔ نہایت متقی، پرہیزگار، منکسر المزاج اور نیک نفس بزرگ تھے۔“

آپ نے ۲۴ رذی الحجہ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۵ء کو رحلت فرمائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

(تاریخ مظاہر العلوم)

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری

آپ ۱۲۲۵ھ میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ لطف اللہ بن شیخ محمد جمیل تھا۔ حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں مولانا سعادت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عربی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر دہلی جا کر مولانا مملوک علی نانوتوی، مولانا وحی الدین اور مولانا شیخ وجیہ الدین سہارنپوری سے درایات کی اعلیٰ کتب پڑھیں۔ دورہ حدیث حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے پڑھا۔ تحصیل علم کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ بعد ازاں دہلی میں اپنا ”مطبع احمدی“ قائم کیا۔ اور متعدد حدیث کی کتب شائع کیں۔ بخاری شریف کا حاشیہ لکھا لیکن آخری پانچ پاروں کا حاشیہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھوایا۔ کئی رسالے لکھے۔ ہنگامہ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد آپ سہارنپور آ گئے اور ۱۸۶۷ء کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں درس حدیث دینے میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے بلا معاوضہ درس دیا اور مدرسہ کی سرپرستی فرمائی۔ طلباء کا کھانا آپ کے ہاں مقرر تھا۔ سالانہ جلسہ انعامی میں بخاری شریف کے کبھی پانچ نسخے، کبھی تین اور کبھی دو نسخے طلباء کو مرحمت فرماتے تھے۔ مدرسے کی اعانت خود بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتے تھے۔

بہر حال آپ ساری زندگی درس حدیث اور دینی اشاعت میں مصروف رہے اور بالآخر ۶ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز شنبہ کو رحلت فرمائی اور اپنے جدی قبرستان متصل عید گاہ میں تدفین ہوئی۔

(تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور)

حضرت مولانا محمد الحسن دیوبندی

شیخ الہند حضرت مولانا محمد الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء کو بریلی میں پیدا ہوئے کیونکہ ان ایام میں آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحب بریلی میں انسپکٹر مدارس تھے وہ ایک جید عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ اور باقبال بزرگ تھے۔ حضرت شیخ الہند کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کی تعلیم کا آغاز چھ سال کی عمر میں ہوا، قرآن مجید کا کچھ حصہ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبداللطیف سے پڑھیں۔ ابھی آپ قدردی تہذیب وغیرہ پڑھ رہے تھے کہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند میں ایک مدرسہ ۱۵۱۵ھ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو قائم کیا اس مدرسہ کا آغاز دیوبند کی مشہور مسجد چھتر میں ہوا، آپ اس مدرسہ کے پہلے طالب علم تھے۔ ۱۲۸۴ھ میں آپ نے کنز، مختصر معانی کا امتحان دیا آئندہ سال مشکوٰۃ ہدایہ پڑھیں اور ۱۲۸۶ھ میں کتب صحاح ستہ کی تکمیل کی اور فارغ التحصیل ہوئے، ۱۹۱۰ھ یقینہ ۱۲۹۰ھ میں آپ کے دستار فضیلت باندھی گئی حدیث میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے علاوہ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا شاہ عبدالغنی دہلوی سے بھی اجازت حاصل ہے۔

آپ جامع شریعت اور طریقت تھے علم میں بقول حضرت گنگوہی ”علم کا کھٹلہ تھے حکیم لا مولانا شرف علی تھانوی آپ کو شیخ العالم کہتے تھے مولانا عاشق علی میرٹھی آپ کو شریعت و طریقت کا بادشاہ کہتے تھے اور مولانا سید حسین احمد مدنی اور علامہ شبیر احمد عثمانی، علم شریعت

اور طریقت کا ناپید کنار سمندر کہتے تھے۔ بہر حال آپ کو فارغ التحصیل ہونے سے پہلے ہی ۱۲۸۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کا معین مدرس بنادیا گیا تھا اس وقت آپ کے سپرد ابتدائی تعلیم پڑھانے کا کام کیا گیا لیکن رفتہ رفتہ آپ کی علمی استعداد اور ذہانت ظاہر ہونے لگی اور اُد پر کی کتابیں بھی پڑھانے کے مواقع ملنے لگے ۱۲۹۳ھ میں آپ نے ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ وغیرہ کی تدریس دینا شروع کی پھر ۱۲۹۵ھ میں مسم شریف اور بخاری شریف بھی پڑھانے لگے۔ آپ کا حلقہ مدرس نہایت مہذب اور شائستہ ہوتا تھا دوسرے مدارس کے فارغ شدہ اور بڑے بڑے ذہین طالب علم نہایت مؤدب طریقہ سے حاضر خدمت رہتے اور آپ کمال عزت و وقار سے درس دیتے، حلقہ درس دیکھ کر سلف صالحین و اکابر محدثین کے حلقہ تحدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا حاصل آپ نے چالیس سال تک مسلسل دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا اور زمانہ اسیری مالٹا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی درس دیا اس طرح آپ کا زمانہ تدریس چالیس سال سے زائد ہوتا ہے اس عرصہ میں اطراف و اکناف عالم میں آپ کے تلامذہ جھیل گئے جن کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کرتی ہے آپ کے ممتاز تلامذہ میں مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ محمد انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا اصغر حسین دیوبندی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا اعجاز علی دیوبندی، مولانا حبیب الرحمن عثمانی اور مولانا عبدالسمیع دیوبندی جیسے مشاہیر علم و فضل شامل ہیں۔

بہر حال آپ کا مقام بہت بلند ہے اور آپ شروع ہی سے نیک طینت اور نیک فطرت تھے اس کے ساتھ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی محبت اور صحبت اور مولانا رشید احمد گنگوہی کی توجہات نے روحانیت کے عرش پر آپ کو بٹھادیا تھا شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے آپ کے کمالات علمیہ و روحانیہ سے خوش ہو کر دستار خلافت اور اجازت نامہ بیعت غایت فرمایا اور پھر دوبار رشیدی سے بھی

آپ کو یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی اور حاصل یہ کہ آپ علم نبوت، شریعت، طریقت اور روحانیت کے مجمع البحرین ہی نہیں بلکہ مجمع البحار تھے آپ اگرچہ اکثر اوقات تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے لیکن اوراد و وظائف ذکر و مراقبہ اور صلوٰۃ القلیل پر بھی ہر حالت، سفر و حضر حتیٰ کہ مالٹا کی طوفانی برف باری میں بھی آپ کے معمولات میں فرق نہیں آتا تھا، کتمان حال کا یہ عالم تھا کہ اگر رات کو یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی آدمی نے دیکھ لیا تو نماز پڑھتے پڑھتے لیٹ جاتے تاکہ دیکھنے والے کو یہ معلوم ہو کہ آپ سو رہے ہیں۔ مولانا محمد جلیل صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ”جب میں بچہ تھا اور شیخ الہند کے زمانہ خانے میں آتا تھا تو ایک دن میں نے حضرت کے کمرہ کے کواڑوں کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کے جسم کے تمام اعضاء سرد و صحر علیحدہ علیحدہ پڑے ہیں میں یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور بھاگ آیا اور باہر آکر مولانا سید حسین احمد مدنی سے بیان کیا تو مولانا نے فرمایا خاموش رہو کسی سے نہ کہنا کوئی فکر کی بات نہیں ہے“

(بحوالہ تذکرہ مشائخ دیوبند)

آپ ہر جمعرات کو سبق پڑھا کر گنگوہ تشریف لے جاتے تھے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے پیرو مرشد کی صحبت سے فیضیاب ہو کر دیوبند تشریف لاتے آپ نے اپنے استاذ کی اس قدر خدمت کی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ایک مرتبہ بیمار ہوئے، برسات کا موسم تھا شفیق استاذ نے دیوبند آنے کی خواہش ظاہر کی آپ نے استاذ کی کمر کو سہارا دیا اور دیوبند تک چودہ میل کا سفر اسی حالت سے پورا کر دیا یہ ہے مشائخ دیوبند کا سلوک و تصوف، لنگوڑ دھاری تصوف دینا داروں اور نفس

پرستوں کا ہوتا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ مکتب سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جب تک آپ کے مرشد حضرت گنگوہی حیات ہے آپ نے کسی کو بیعت نہیں کیا کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بڑوں کی موجودگی میں اس قسم کا سلسلہ جاری کرنا سوءادب اور گستاخی ہے۔ بہر حال آپ کی علمی و روحانی خدمات بہت ہیں اس کے علاوہ سیاسی خدمات بھی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں، انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں شروع کی گئی تحریک آزادی کے مشن کو آپ نے کافی بڑھایا آپ نے تحریک کا مرکز کابل کو بنایا اور آپ کی تحریک ریشمی رومال کے نام سے مشہور ہے آپ بھی کئی دوسرے مسلم اکابرین کی طرح عسکری بنیادوں پر مسلمانوں کو منظم کر کے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتے تھے لیکن اپنیوں کی سازشوں اور ریشمہ دانیوں سے انگریزوں کے خلاف یہ تحریک بھی کامیاب نہ ہو سکی لیکن اس نے ہندو پاک کے مسلمانوں میں بیداری کی نئی روح پھونک دی۔ اس سلسلے میں آپ نے ۱۳۳۳ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا ۱۳۳۴ھ تک وہاں رہے ۱۳۳۵ھ کے آغاز میں آپ کو گرفتار کر کے مالٹا پہنچا دیا گیا۔ ۱۳۳۸ھ کو وہاں سے رہا ہوئے اور ہندوستان پہنچے ان دنوں ہندوستان میں تحریک خلافت کا زور تھا آپ نے عمر کی زیادتی نہایت اور بیماری کے باوجود بھرپور حصہ لیا۔ مالٹا کی اسیری کے دوران ہی آپ زیادہ بیمار ہو گئے وطن داپسی پر بیماری میں افاقہ نہ ہو، بیماری کے باوجود تحریک خلافت میں آپ کی بھرپور جہد و مشقت سے صحت پر کافی اثر پڑا اور ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دیوبند میں رحلت فرمائی آپ نے درس و تدریس اور مشاغل سیاسی کے باوجود کئی کتب تصانیف فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

(تفصیل کے لئے حیات شیخ اُکھنڈ پڑھیے)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری

آپ کا آبائی وطن صوبہ یوپی کا سب سے زیادہ مشہور ضلع سہارنپور کا ایک قصبہ انبیطہ ہے جو حضرت شاہ ابوالعالیؒ کا مسکن اور قیام گاہ تھی، آپ قصبہ انبیطہ کے مشہور و ممتاز خاندان الیوبی کے ایک نمایاں فرد تھے، آپ کا سلسلہ نسب دسویں پشت پر اپنے روحانی باپ و مرشد قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے نانہالی نسب سے جا ملتا ہے، آپ اواخر صفر ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء میں اپنے نانہالی قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی حقیقی بہن اور استاذ اکمل مولانا ملوک علی صاحبؒ کی صاحبزادی تھیں آپ کے والد ماجد شاہ حمید علی صاحب ملازمت ریاست کی بناء پر برسوں میں وطن تشریف لائے تھے اس لئے آپ کی رضاعت اور ابتدائی تربیت زیادہ تر آپ کے نانہال میں ہوئی۔ عمر شریف کے باپچیس سال آپ کے نانا مولانا ملوک علی صاحبؒ نے بہ نفس نفیس آپ کو بسم اللہ شریف پڑھا کر قاعدہ شروع کرا دیا، آپ فطرۃً ذکی اور فرہین تھے اس لئے غاظرہ قرآن شریف جلد ختم کر لیا اور اردو پڑھنا شروع کر دیا مولانا نے قرآن مجید اور ابتدائی کتب اردو فارسی کی تعلیم انبیطہ اور نانوتہ میں مختلف اساتذہ سے پائی پھر جب ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کے قیام کی خبر سنی اور یہ معلوم ہوا کہ دارالعلوم میں صدر مدرس آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ قرار پائے ہیں تو آپ والدین سے اجازت لے کر دیوبند تشریف لے گئے اور خانہ کی جماعت میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے آپ کو ٹریک

کر دیا۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے چھ ماہ بعد سہارنپور شہر میں مدرسہ مظاہر العلوم کا افتتاح ہوا اور مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی صدر مدرس بجوڑ ہوئے، اگرچہ آپ اپنے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب کے زیر سایہ بہتر نظم کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہے تھے مگر قدرت کو منظور تھا کہ جس ذات گرامی کے ہاتھوں مظاہر العلوم کو منازل ترقی ملے کرنا ہے وہ اپنی تعلیم کے سلسلہ میں مظاہر العلوم ہی کا مہیون منت اور احسانمند ہو، اس کے باوجود کہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے آپ کی رشتہ داری زائد قریب تھی مگر دیوبند میں آپ کا دل نہ لگا اور آخر کار آپ مظاہر العلوم تشریف لے آئے اور قلی سکون و اطمینان سے اپنے مقصد کے حصول کے لئے مشغول رہے اور حدیث و تفسیر اور فقہ کی اکثر کتب مولانا محمد مظہر صاحب سے پڑھیں اور منطق و فلسفہ ہیئت اور ریاضی کی کتابیں مدرسہ کے دیگر مدرسین سے پڑھیں اس طرح ۱۲۸۸ھ میں انیس سال کی عمر میں آپ نے درس نظامی سے فراغت پائی بعد ازاں علوم ادبیہ میں مہارت کا شوق آپ کو مشہور ادیب اور ٹیل کالج لاہور کے پروفیسر اور علوم شرقیہ کے استاذ اعظم مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی خدمت میں لاہور لے گیا اور آپ نے خاطر خواہ علوم ادبیہ کی تکمیل فرمائی اگرچہ آپ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے مگر طبع مبارک کو جو انس اور مناسبت فقرہ اور حدیث سے تھی وہ خود اپنی مثال ہے چنانچہ آپ کے فتویٰ کی چار جلدیں اور آخر عمر کا دریں کا درنامہ "بذل الجہنم فی حل آبی وادو" اسی کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ بذل الجہنم کے سلسلہ میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ابو داؤد شریف کی شرح "منہل" جو مصر کے ایک مشہور عالم علامہ الاف ہر ابو محمد محمود کی شہرہ آفاق ہے اور مصر میں طبع ہوئی ہے یہی نہیں کہ بذل الجہنم سے ماخوذ ہے بلکہ اکثر و بیشتر نصف صفحہ کی پوری پوری عبارتیں بغیر تبدیلی الفاظ نقل کی گئی ہیں اور پوری کتاب میں صرف ایک جگہ ہی بذل الجہنم کا حوالہ دیا گیا ہے۔

آپ کا تعلیمی سلسلہ استاد حجتہ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہنچا ہے علاوہ انہیں آپ نے اپنے پہلے حج کے زمانہ میں مکر مکر میں شیخ المشائخ مولانا الشیخ احمد دعلان مفتی شافعیہ سے اجازت حدیث حاصل کی اور مدینہ منورہ میں شاہ عبدالغنی صاحب المجدوی النقشبندی سے اجازت حدیث حاصل کی ہے۔

۱۲۸۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر انیس سال کی تھی اور آپ تعلیم و بیانات سے فارغ ہو کر علوم ادبیہ کی تحصیل کے لئے لاہور تشریف لے گئے تھے اسی وقت آپ کو مظاہر العلوم میں معین المدرسین بنا دیا گیا تھا، بعد ازاں آپ کو آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب نے دس روپیہ ماہوار پر تاقوس کا ترجمہ کرنے کے لئے منصوبی پہاڑ پہنچ دیا تھا ابھی منصوبہ میں چند ماہ قیام ہوا تھا کہ منگور کے عربی مدرسہ میں مدرس کی ضرورت پیش آئی اور آپ بحیثیت صدر مدرس وہاں تشریف لے گئے اس کے بعد آپ بھوپال، بہاولپور، بریلی اور دہلی محکم دیوبند میں مدرس رہے، آخر ۱۳۲۴ھ میں آپ کی عمر تشریف پینتالیس سال تھی کہ چالیس روپیہ ماہوار مشاہرہ پر صدر مدرس ہو کر مظاہر العلوم تشریف لے گئے یہاں آپ نے اپنے استاذ محترم مولانا محمد مظہر صاحب کے رگائے ہوئے بانچہ کو تمام تر موانع کے باوجود اس جانفشانی اور تندہی سے سیکھا کہ جس کا اظہار مظاہر العلوم کا ہر طاق و مخاب اور ہر در و دیوار اور عظیم و منتخب نادر و کمیاب کتب سے بھر پور خزانہ علمی کتب خانہ زبان حال سے کر رہا ہے۔

اس کے باوجود کہ آپ درس نظامی سے فارغ ہو کر علوم ادبیہ کی تکمیل خاطر خواہ فرما چکے تھے مگر آپ کی فطرت سلیم اس معرفت اکلیہ کی جستجو میں تھی جو قال کو حال اور علم کو مرتاپا عمل بنا دیتی ہے چنانچہ اس مقصود کے حصول کے لئے آپ لی نظار انتخاب قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا شہید احمد گنگوہی قدس سرہ پڑی، حضرت گنگوہی کی طرف کی کوشش اور جذبہ کے لئے یہ چیز بھی سبب ہوئی کہ آپ کے استاد حضرت مولانا محمد مظہر صاحب

نا توئی تمام تر کلمات قدسیہ اور تبحر علمی کے باوجود نیز عمر میں بھی بڑے ہونے کے باوجود وقیفہ
مندانہ حاضر خدمت اقدس ہوا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے اس مقصد عظیم کے حصول کے
لئے اپنے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نا توئی سے سفارشی خط حضرت گنگوہی کے
نام لکھوایا کہ حضرت گنگوہی مولانا محمد یعقوب صاحب کا استاد زادہ ہونے کی بناء پر بہت
زیادہ احترام فرمایا کرتے تھے آپ وہ خط لے کر آستانہ رشیدیہ پر حاضر ہوئے، حضرت
قطب الارشاد مولانا گنگوہی کی طبع عینور چونکہ اس بات پر جمی ہوئی تھی کہ جب تک طالب کے
دل میں سچی طلب نہ ہو اس وقت تک رسمی بیعت بے سود ہے اس لئے استاد زادہ کا خط
پڑھ کر اس طرح رکھ دیا کہ جیسے کوئی بات ہی نہیں ہے اور فرمایا کہ میاں تم خود پر زادہ ہو تمہیں
کسی کے مرید ہونے کی کیا ضرورت؟ مگر آپ نے اپنی حدود اربعہ کی بلایت کا مظاہرہ کرتے ہوئے
جواباً عرض کیا:-

”حضرت کیسی پرزادگی میں تو اس دربار کے کتوں کے برابر بھی
نہیں ہوں، میں بیعت کا حاجت مند ہی نہیں بلکہ سراپا اقتیاج
ہوں اور چھاتی سے لگائیے یا دھکے دیجئے میں تو حضرت کا
غلام بن چکا۔“

ادھر آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ادھر حضرت پروم شد نے فرمایا بس بس! بہت
اچھا اور فوراً بیعت فرمایا چنانچہ اس کے بعد آپ ایک لطیف روح کے ساتھ آستانہ
رشیدیہ سے واپس ہوئے، اوقات درس و تدریس کے علاوہ ذکر و ادکار اور اپنے مولیٰ کے
ساتھ راز و نیاز میں مشغول رہا کرتے، ادائیگی معمولات میں آپ جس غریمت و استقامت کی
طبیعت رکھتے تھے اس کی نظیر شاید یہ شکل ہی سے مل سکے، سفر ہو یا حضر، بیٹی یا بیٹے کے
انتقال کا وقت ہو یا کسی اور حادثہ جانکاہ آپ کے معمولات میں کبھی کمی نہ آئی تھی، بہتر سال کی
مرتب تمام جسمانی کمزوریوں کے باوجود رات کو صبح میں قرآن پاک خود سناتے رہے۔ اللہ تعالیٰ

بتر جانتے ہیں کہ آپ نے راہ سلوک کو کس ترتیب سے طے کیا، شیخ کی طرف سے کیا تعلیم ہوئی۔
اور راہ طریقت کے سفر میں کیا کیا مناظر پیش آئے البتہ آپ نے صرف ایک مرتبہ فرمایا:-

”مجھے نہ زیادہ واردات پیش آئے اور نہ آخر تک میں سمجھا کہ
نسبت سلسلہ کیا چیز ہے بس ایک حالت تھی جو گزر رہی تھی“
حتیٰ کہ جب آپ دوسرے حج کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو حضرت امام ربانی مولانا گنگوہی
نے اپنے پیر و مرشد شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مابرجہ منگی قدس سرہ کی خدمت
اقدس میں تحریر فرمایا ”مولوی خلیل احمد حاضر خدمت ہوئے ہیں حضرت ان کی حالت پر مطلع ہو
کر مسرور ہوں گے چنانچہ جب آپ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت حاجی صاحب آپ کی کیفیت
باطنی کے مشاہدہ سے نہایت خوش ہوئے اور جب آپ رخصت ہوئے تو چھاتی سے لگایا:-

اور اپنی دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی اور حضرت گنگوہی کے نام
مبارکباد کا خط اور آپ کے نام خلافت نامہ مزین بھر آپ کو عطا فرما کر رخصت کیا، آپ نے
اس عطیہ شہابی کو نہایت احترام سے قبول فرمایا اور دستار مبارک کی اس بندش کو جو اعلیٰ
حضرت کی باندھی ہوئی تھی جگہ جگہ سے سی لیا تاکہ اس کے بل کھل نہ جائیں، ہندوستان واپس
آکر گنگوہ حاضر ہوئے اور امام ربانی کی خدمت میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا گرامی نامہ پیش
فرما کر دونوں عطیات سامی بھی خدمت اقدس میں پیش کر دیئے۔

سبحان اللہ! کیا ادب اور تواضع تھی، حضرت گنگوہی نے فرمایا:-

”مبارک ہو، یہ تو اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے“

آپ نے جواب میں فرمایا:-

”بندہ تو اس لائق نہیں یہ حضور کی بندہ نوازی ہے اور میرے

لئے تو وہی مبارک ہے جو آنحضرت کی طرف سے عطا ہوئے

نیز یہ بھی عرض کیا:- ”اجازت نامہ“ درحقیقت شہادت ہے کسی مسلمان کے ایمان کی۔ لہذا وہ

مقبول شہادتیں ثابت ہوں گی تو ہر شخص کے نفسی نفسی پرکارنے کے وقت بارگاہِ خلدی
میں پیش کر سکوں گا۔

حضرت گنگوہیؒ اس حسنِ ادب سے بے انتہا مسرور ہوئے اور خلافت نامہ پر
دستخط فرما کر مع دستار آپ کے حوالے فرمادیا۔ ۱۶ شوال المکرم ۱۳۴۲ھ کو آپ
ڈیڑھ سال کی رخصت بوضع تنخواہ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے آپ کی معیت
میں حجاز مقدس جانے والوں کا بہت بڑا قافلہ تھا، آپ نے یہاں سے روانگی کے
وقت ایک دم نہیں بلکہ ایک عرصہ کے بعد ہجرت کا غم فرمایا، اس کی تصدیق ان واقعات
سے ہوئی ہے کہ آپ نے ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ کو سرپرستانِ مدرسہ مظاہر العلوم کو
تحریر فرمایا تھا کہ جب میں سہارنپور سے رخصت ہوا تھا تو میں نے ہجرت کی نیت نہیں کی
تھی اور نہ اب تک ہجرت کی نیت کی ہے کیونکہ مجھے معلوم نہیں حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک
میں اس مقدس ارض کے قابل ہوں یا نہیں؟ اگر حق تعالیٰ شانہ کو میرے جیسے ناکارہ
کا قیام اس مقدس سرزمین میں منظور نہ ہوا تو اپنے سیاہ اعمال کے ساتھ واپس ہو
جاؤں گا لیکن ابھی تک مجھ کو بھلا اللہ یہاں دل بستگی ہے اور یہاں سے واپسی کے لئے
مفسط نہیں ہوا ہوں لہذا یہاں کے قیام سے کسی طرح برداشتہ خاطر نہیں ہوا ہوں اگر خدا نخواستہ
یہاں نہ ٹھہرا گیا اور واپسی ہوئی تو بھی میں اس قابل نہیں رہا ہوں کہ مدرسہ کی کوئی خدمت
بعوض تنخواہ بجالا سکوں اس لئے جو انتظامات مدرسہ کے عارضی کئے گئے تھے ان سب
کو مستقل کیا جائے مگر اس کے چند ماہ بعد جب آپ اپنے رفقاء کو ہندوستان بھیج
چکے تو ہجرت کی نیت پختہ کر لی اور ایک دن گھر میں تشریف لاکر متعلقین سے فرمایا کہ اب
مجھے اپنے قیام کا یقین ہو گیا ہے لہذا میں تو ہجرت کی نیت کر چکا ہوں پھر بقیہ ایام بچنے
بھی گزرے وہ مہاجرانہ اقامت کے گزرے۔ اسی زمانہ میں آپ بعض علماء مدینہ کے
امراء پر ابو داؤد شریف پڑھانا شروع کر دی جس میں مولانا سید احمد صاحب برادر حضرت مولانا

سید حسین احمد مدنی قاری بنے اور مولانا عمری صاحب مدرس حرم شریف سامع، مگر
مدرس علوم شرعیہ میں درس کا یہ سلسلہ صرف دو روز رہا، کیونکہ درس کا یہ آغاز آپ کی وفات
سے چار پانچ یوم قبل ہی ہوا تھا۔ بذل المجہود کی تالیف کا سلسلہ مدینہ منورہ میں بھی جاری
تھا چنانچہ جب بذل کی تالیف سے فراغت پائی تو آپ نے فرمایا: کہ
حق تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی تھیں، دو قبول ہو چکیں ایک
باقی ہے۔

(۱) مکہ مکرمہ میں پر امن حکومت اسلامی شرعیہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔

(۲) بذل المجہود کی تالیف مکمل ہو جائے۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن ہونا نصیب ہو جائے۔

بجہد اللہ وہ مقبول ہو چکیں، پر امن حکومت اسلامیہ شرعیہ مکہ مکرمہ میں قائم ہو چکی، بذل المجہود
کی فراغت سے ٹھیک سات ماہ اور چوبیس دن بعد ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ یوم جہار شنبہ
کو بعد عصر وصال فرمایا اور قبہ اہل بیت کے متصل دفن ہوئے، ایک عجیب اتفاق ہے کہ
جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ڈیڑھ سال کی حاصل کردہ رخصت ہی آپ کی حیاتِ دینیہ
کی مدت تھی کہ اس میں نہ ایک دن کم ہوا اور نہ زیادہ، یہ رخصت کا زمانہ ۱۶ ربیع الثانی۔
۱۳۴۶ھ کو ختم ہوا اور سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ بھر باقی تھا کہ آفتاب علم و عمل غروب
اور جامعہ مظاہر العلوم کا چراغ ایک دم گل ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

اسی طرح یہ آپ کی تیسری دعا جو ارنبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وفات پانے اور دفن ہونے
کی بھی مقبول ہوئی علاوہ ازیں صد ہا دعائیں آپ کی مقبول ہوئیں جن کا تجربہ آپ کے متوسلین
بارہا کر چکے ہیں جب کوئی پریشانی لاحق ہوئی خدمتِ والا میں عرض کیا آپ نے دعا فرمائی اور
خدا مقرر قبول کا مشاہدہ کرتے۔ اور آپ کے کمالات و مقامات کا اندازہ اسی سے لگایا جا
سکتا ہے کہ شیخ العرب والجمہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی نے اپنے ایک مکتوب میں آپ کو تحریر فرمایا کہ

”تم میرے سلسلہ کے فخر ہو مجھے تم سے بہت خوشی اور مسرت ہے“
اللہ اکبر خیر سلسلہ کا یہ ارشاد کتنا وزن رکھتا ہے کہ جس کا ادراک ہم جیسوں سے ناممکن ہے۔
شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ:-

”پانچویں حج میں آپ طواف قدوم کے لئے حرم شریف میں داخل ہوئے تو مولانا
محب الدین صاحب خلیفہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا: ”دیکھو حرم میں کون آیا
کہ پورا حرم منور ہو رہا ہے، جب آپ طواف سے فارغ ہو کر ان کے پاس گئے
تو مولانا محب الدین صاحب نے فرمایا: ”آپ ہی تھے کہ جن کی وجہ سے پورا
حرم منور تھا۔“ (تذکرۃ الخلیل)

بہر حال آپ وقت کے عظیم محدث، فقیہ اور شیخ کامل تھے آپ کے خلفاء اور تلامذہ میں
فضائل و کمالات کی حامل ہستیاں ہوئی ہیں حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبد اللہ
گنگوہیؒ، مولانا فیض الحسن گنگوہیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ
مولانا حافظ فخر الدین صاحبؒ، مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اور
مولانا محمد زکریا کاندھلوی جیسی عظیم شخصیتیں آپ کے خلفاء و تلامذہ میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ
ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
وہ جو نیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

(تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے ”تذکرۃ الخلیل“ مؤلفہ عاشق الہی میرٹھیؒ)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ

آپ قصبہ دیوبند کے خاندان عثمانی کے چشم و چراغ تھے اور آپ کے والد ماجد مولانا فضل الرحمن
عثمانیؒ اپنے زمانہ کے عالم و فاضل، اردو ادب کے ماہر اور مڑھی انسپکٹر مدارس تھے۔ اور
حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے قریبی اصحاب اور دوستوں میں سے تھے اور دارالعلوم
دیوبند کے بانیوں میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ امام الفقہاء حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ
رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ تماریحی نام طفر الدین رکھا گیا تھا اور آپ کے
دوسرے بھائیوں میں فخر العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ، مولانا مطلوب الرحمن عثمانیؒ
سعید الرحمن عثمانیؒ، بابو فضل حق عثمانیؒ، ارشیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہیں اور مولانا فضل الرحمن
عثمانیؒ کی براہ راست اولاد میں مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ اور علامہ
شبیر احمد عثمانیؒ اپنے اپنے وقت میں علم و دین کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چلے ہیں۔
حضرت مفتی صاحبؒ کی تعلیم و تربیت اکابرین دیوبند کی آغوش میں ہوئی اور حضرت
مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے بیشتر کتابیں
پڑھیں اور ۱۲۹۸ھ میں تمام علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہو گئے جن حضرات کے ساتھ
دارالعلوم دیوبند میں آپ کی دستار بندی ہوئی ان میں مولانا احمد سکندر پوری، مولوی محمد اسحاق
فرخ آبادی، مولوی منفعت علی دیوبندی، مفتی وحیم بخش شیرکوٹی اور مولوی سراج الحق صاحب
دیوبندی شامل ہیں۔ ۱۲۹۹ھ میں دارالعلوم دیوبند میں آپ اور مولانا حافظ محمد احمد قاسمی بلگرامی
مدس مقرر ہوئے اس کے بعد آپ بسلسلہ تعلیم و تدریس مدرسہ عالیہ رام پور تشریف لے گئے

اور ۱۳۰۹ھ تک آپ وہاں بمشاورہ دس روپیہ ماہوار پر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے وہاں کافی حضرات آپ کے فیوض علمی و روحانی سے مستفید ہوئے پھر ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند کی طلب پر آپ دوبارہ دیوبند تشریف لائے اور نیابت اہتمام کا منصب آپ کے سپرد کیا گیا۔

دارالعلوم دیوبند کی شہرت و مقبولیت چونکہ عام تھی اس وجہ سے دور دراز کے مقامات سے استفتاء بکثرت آتے تھے اور درمیں دارالعلوم کو کارِ تعلیم سے اس قدر فرصت نہیں ہوتی تھی کہ بلا حرج تعلیم ان کے جوابات دے سکے اور دارالعلوم جس مقصد کے لئے قائم ہوا تھا اس کی بناء پر اس کے فرائض میں یہ بات بھی داخل تھی کہ بعنوان افتاء بھی عوام کی خدمت کی جائے گی اس لئے ابتدائی سالوں میں اساتذہ دارالعلوم بالخصوص عارف باللہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی صاحب ضرورت و موقع فتاویٰ تحریر کرتے رہے لیکن کام کی ذمہ داری نوعیت و اہمیت نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ کسی صاحب شخصیت کو باقاعدہ مفتی نامزد کر کے دارالافتاء کو مستقل حیثیت میں قائم کیا جائے لہذا ۱۳۱۰ھ میں قطب الارشاد حضرت مولانا ارشد احمد گنگوہی قدس سرہ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس عظیم منصب اور اہم ذمہ داری کے لئے منتخب فرمایا پھر اس وقت سے ۱۳۲۶ھ یعنی ۳۶ سال تک بدستور بحیثیت صدر مفتی دارالعلوم دیوبند بلکہ مفتی اعظم ہند خدمت افتاء انجام دیتے رہے لیکن ان سوس یہ ہے کہ اٹھارہ سال تک افتاء کی نقل نویسی نہ ہوئی اور ۱۳۲۹ھ سے طلباء نے نقل شروع کی پھر ۱۳۳۳ھ میں مولانا قاضی مسعود احمد صاحب کا تقرر آپ کے معاون کی حیثیت سے ہوا، اس وقت سے رجسٹریں مستفتی کے سوالات اور ان کے جوابات کی نقل موجود ہے جن کی تعداد مجموعی طور پر پڑتیس ہزار سے زائد بنتی ہے علاوہ ازیں کچھ ایسے حضرات بھی ہوں گے جن کے فتاویٰ مجلت کی وجہ سے رجسٹریں درج نہ ہوئے ہوں نیز ایک مستفتی کئی کئی سوالات ایک کاغذ میں لکھتے ہیں کہ اگر اوسطاً تین سوالات مان لئے جائیں

تو فتاویٰ کی مجموعی تعداد تقریباً سو لاکھ ہوتی ہے اور یہ تعداد بھی ان فتاویٰ کی ہے جو رجسٹریں درج ہوئے اس سے پہلے کی جب کہ نقل افتاء کا انتظام نہیں تھا اتنی ہی تعداد فرض کر لی جائے تو اس طرح حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے فتوے کم دہشت ڈھائی لاکھ ہوتے ہیں۔ ان فتاویٰ کا یہ بے نظیر مجموعہ اور مسائل فقہیہ کا یہ بے مثال ذخیرہ عام نظروں سے اوجھل تھا اس لئے سب سے پہلے آپ کے علمی جانشین اور شاگرد رشید مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا الشیخ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے فتاویٰ بنام "عزیز الفتاویٰ" شائع کئے تھے جو بہت مختصر اور غالباً ایک دو سال کے فتاویٰ کا مجموعہ تھا چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب تاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے آپ کے تمام فتاویٰ کو جدید ترتیب سے شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور اس کام کے لئے مولانا ظفر الدین صاحب کو مامور کیا انہوں نے غیر معمولی جانفشانی اور تندرستی سے ترتیب فتاویٰ کا کام حسن اسلوب سے انجام دیا جن کی نو دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور ابھی کام جاری ہے غرضیکہ آپ کی علمی اور فقہی خدمات بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ بہت مشکل ہے آپ کو فن افتاء سے اس قدر مہارت تھی کہ مشکل ترین سوالات پر بھی برہستہ فتاویٰ تحریر فرما دیتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کا علمی و روحانی مقام بہت بلند ہے اور بڑے بڑے علماء و مشائخ نے آپ کی جامع شخصیت اور علمی مقام کا اعتراف کیا ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی جنہیں آج دنیا اس صدی کے مجدد اعظم کی حیثیت سے جانتی ہے اور جنہوں نے ڈیڑھ ہزار سے زائد تصانیف ورثے میں چھوڑی ہیں اور جن کا ہر حلیفہ حجاز ایک آفتاب اور ماہتاب بن کر چمکا ہے وہ بھی آپ کے فتاویٰ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔

”قطب الارشاد حضرت گنگوہی بھی آپ کی علمی شان کے معترف تھے اور اسی لئے آپ کی نظر انتخاب بعدہ صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی صاحب پری پڑی امام العصر علامہ محمد انور کشمیری حضرت مفتی صاحب کے بارے میں ارشاد فرمایا

کرتے تھے کہ آپ سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقہیہ النفس علماء کی جماعت میں نظر نہیں آتا۔

شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب دیوبندی فرماتے ہیں کہ:-

بعض وقت میں کنز الدقائق کے حاشیہ سے فارغ ہوا تو مستودہ بغرض اصلاح حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا، حضرت مفتی صاحب نے تمام حاشیہ کو نشان لگا کر رنگین کر دیا اور فرمایا کہ اس جگہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ کی فلاں عبارت درج ہونی چاہیے بلاشبہ حضرت مفتی صاحب کی رگ رگ میں فخر چھا ہوا تھا اگر وہ زمانہ سابق میں ہوتے تو فقہ میں صاحب مسلک ہوتے لیکن باوجود فقہیہ النفس ہونے کے امام اعظم کی تقلید کا قلاوہ گردن میں ڈالے ہوئے تھے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

(تذکرۃ مشائخ دیوبند)

حضرت مفتی صاحب کو جس طرح علوم ظاہری پر درک تھا اسی طرح روحانیت و تصوف اور اخلاق باطنی میں بھی بلند مقام حاصل تھا۔ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم اول دارالعلوم دیوبند سے بیعت و خلافت حاصل تھی، کرامات و تصرفات کے بہت سے واقعات آپ کی طرف منسوب ہیں جن کے جانتے اور دیکھنے والے آج بھی بحمد اللہ پاک دہندہ ہیں موجود ہیں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب پر چونکہ نقشبندیہ کا غلبہ تھا اس وجہ سے آپ کے فریاد خصوصاً حضرت مفتی صاحب پر بھی نقشبندیہ کا غلبہ تھا، آپ کے خلفاء اور مریدین کا حلقہ وسیع ہے خاص طور پر مولانا قاری محمد اسحاق میرٹھی جو بہت معروف تھے جن کے خلیفہ مجاز مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی ہیں۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا

مناظر حسن گیلانی، مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی، مولانا حفظ الرحمن سیوہادی مولانا حفظ الرحمن سیوہادی اور مولانا قادی محمد طیب صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کے مزاج میں بے حد سادگی تھی، تواضع انکساری اور نہ ہر تقویٰ میں آپ کو کمال حاصل تھا، تواضع اس قدر کہ باوجود تلامذہ کے اور خدام کی موجودگی کے اپنے گھر کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، اپنا اور پڑوسیوں کا سامان بازار سے خرید کر واپس میں لایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی طرز عمل تھا چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی قدس سرہ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ آج ان کی تصنیف ”عزیز الفتاویٰ“ عہد حاضر کے تمام مفتیوں کے لئے ناخدا بنی ہوئی ہے۔ اور فتویٰ کے ساتھ شغف کا یہ حال تھا کہ وفات کے وقت بھی ایک استفتاء ہاتھ میں تھا جسے موت ہی نے ہاتھ سے چھڑا کر سینے پر ڈال دیا تھا، لیکن سادگی و تواضع اور خدمت خلق کا یہ مقام تھا کہ یہ کوئی کیسے سمجھے کہ یہ بھی کوئی بڑے عالم یا صاحب کرامت صوفی اور حنا نسب شیخ ہیں جب کہ غایت تواضع کا یہ عالم ہو کہ بازار سے سودا سلف نہ صرف اپنے گھر کا بلکہ محلے کی بیواؤں اور ضرورت مندوں کا خود لاتے، بوجھ زیادہ ہو جاتا تو بغل میں گھڑی دبا لیتے اور پھر ہر ایک کے گھر کے سودا مع حساب کے اس کے گھر پہنچاتے تھے، کبھی تو اس سودا سلف لانے میں ایسا بھی ہوتا کہ جب آپ کسی عورت کو سودا دینے کے لئے جاتے تو وہ دیکھ کر کہتی کہ مولوی صاحب یہ تو سودا آپ غلط ہے آٹے میں نے تو یہ چیز انی نہیں اتنی منگائی تھی چنانچہ یہ فرشتہ صفت انسان دوبارہ بازار جاتا اور اس عورت کی شکایت دہر کرتا۔“

(مقدمہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

اسی طرح باوجود تجربہ علمی اور فقہیہ النفس ہونے کے نہ ہر تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ نماز و صلوٰۃ کے مسائل کتاب دیکھ کر بتلا پڑتے اور فرماتے تھے کہ یہ طریقہ اس وجہ سے

اختیار کئے ہوئے ہوں کہ ممکن ہے کبھی مجھ سے ملو ہو جائے اور مسئلہ دھوکے میں غلط بنادوں، لیکن کتاب دیکھ کر تباہی میں ذمہ داری میرے اوپر سے اٹھ جاتی ہے اور کتاب داسے پر یہ ذمہ داری آجاتی ہے۔“

اسی طرح ظاہری و باطنی شکوک و شبہات میں آپ ہمیشہ حضرت گنگوہیؒ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ کے قول کو قول فیصل جانتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ کو۔
”لیس الانسان الا ماسعی“ آیت کے متعلق ایک شبہ ہوا کہ جب انسان کو اس کی سعی کا اجر ملتا ہے تو ایصال ثواب بعد مرنے کے دوسروں کی سعی ہے یہ مردے کو کیوں پہنچتا ہے تمام دن اسی کشمکش میں گزر گیا رات ہو گئی مگر اشکال رفع نہ ہوا دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر آج رات انتقال ہو گیا تو قرآن پاک کی ایک آیت کے متعلق دل میں ایک شک لے کر جاؤں گا بس پھر کیا تھارت ہی کو پیادہ پا عازم گنگوہ ہوئے، صبح ہوتے ہی آستانہ رشیدیہ پر موجود تھے اس وقت حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ و عنو فرما رہے تھے پوچھا کون صاحب ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا: ”عزیز الرحمن“ اس کے بعد اپنا اشکال پیش کیا تو حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: کہ:-

”یہاں سعی سے مراد سعی ایمانی ہے، یعنی کسی کا ایمان کسی کے کام نہ آئے گا باقی ایصال ثواب ایک دوسرے کے مزدور کام آئیں گے۔“

اس واقعہ سے حضرت مفتی صاحبؒ کے بہت سے کمالات باطنیہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے ایک مرتبہ اسی طرح حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولانا مراد آبادیؒ نے آپ کو بہت زیادہ عنایت سے نوازا تھا مہر حال حضرت مفتی صاحبؒ قدس سرہ اپنے ظاہری و باطنی علمی و روحانی کمالات میں اپنی نظیر آپ تھے ساری زندگی درس و تالیس اور خدمت افتاء میں مصروف رہے، ۷۴ سالہ میں آپ دارالعلوم

دیوبند سے مستعفی ہو کر ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں کچھ دن قیام فرما کر واپس دیوبند تشریف لے آئے اور تھوڑے عرصہ بعد ارجحادی الثانی ۱۳۴۷ھ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور قبرستان تاسمی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

آپ کی اولاد میں مولانا مفتی عتیق الرحمن رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند اور مولانا قاری جلیل الرحمن صاحب استاذ تجرید دارالعلوم دیوبند قابل فخر فرزند ہیں اور اس دور کے مجید علماء میں شمار ہوتے ہیں مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانیؒ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے قابل فخر فرزند اور دارالعلوم دیوبند کے ہونہار فاضل ہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، درسیات سے فراغت کے بعد دارالعلوم کے درس و تدریس کے سلسلے میں لے گئے تھے پھر دارالافتاء میں اپنے والد مکرم کی زیر تربیت افتاء نویسی کی مشق کی اور دارالافتاء میں بحیثیت نائب مفتی کام شروع کیا اور فتویٰ نویسی میں مہارت حاصل کی۔ ایک عرصہ تک حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی معیت میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس کی حیثیت سے کام کیا پھر ایک عرصہ دراز تک کلکتہ میں مقیم رہے اور وہاں کے لوگوں کو علم اور دین سے مستفید کیا اس کے بعد دہلی آکر ادارہ مدوۃ المصطفیٰ قائم کیا جو وقت کا ایک بہترین معیاری ادارہ ہے جس نے علوم و فنون کی بہت سی قابل قدر تصانیف و کتب کے سامنے پیش کیا۔ آپ اس وقت دہلی کے مشاہیر علم و فضل میں شمار کئے جاتے ہیں بہت سے علمی و دینی اداروں کے ممبر ہیں اور مرکزی جمع کمیٹی کے صدر ہیں گورنمنٹ ہندوستان آپ سے بہت متاثر ہے اور قومی کاموں میں آپ کا خاص حصہ ہے۔ تحریک آزادی ہند کے سپاہیوں میں سے ہیں اور جمہوریت علمائے ہند کے صدر ہیں۔ اور دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے مؤثر ممبروں میں سے ہیں۔ جبری اور شیردل مقرر ہیں، بیرونی ممالک میں بھی آپ کی آمد و رفت رہی ہے اور مجموعی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے آمین۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی - ۱۲۸ھ میں ہوئی خاندانی اعتبار سے آپ فاروقی النسل شیخ ہیں اور ایک بہت بڑے رئیس شیخ عبدالحق صاحب تھانوی کے حشیم و چراغ ہیں آپ کی پرورش نہایت ہی ناز و نعم میں ہوئی اور قدرت نے آپ کو عجیب و غریب مزاج سے نوازا تھا عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد صاحب سے تھانہ بھون رہ کر پڑھیں اور ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں آپ بغرض تحصیل تکمیل علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے آپ کے مرتبی اور شفیق اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا محمد فاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور مولانا سید احمد صاحب وغیرہ ہیں۔ قرأت کی مشق آپ نے حضرت قاری محمد عبد اللہ صاحب مہاجر مکی کے سامنے مکہ معظمہ رہ کر فرمائی آپ کی دستار بندی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دست مبارک سے ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ اخیر صفر ۱۳۰۱ھ میں باجارت والد ماجد اور اساتذہ کانپور تشریف لے گئے اور مدرسہ فیض عام میں پڑھانا شروع کر دیا اور چودہ سال تک کانپور میں درس و تدریس و افتاء اور تبلیغ و دعوت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۱۵ھ میں آپ کانپور چھوڑ کر وطن یعنی تھانہ بھون تشریف لائے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خانقاہ کو آباد کیا اور ایک مدرسہ اشرفیہ قائم کیا جہاں آخر دم تک دینی علمی اور روحانی خدمات انجام دیتے رہے

حضرت حکیم الامت کی پوری زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف دین کے لئے پیدا کیا تھا اس لئے پیدا ہونے سے قبل ہی اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہوا کہ جس سے صاف کہا جاسکتا ہے کہ آپ بہت بڑے ولی اللہ اور مجدد و اعظم تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کے استاذ مکرم مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی پیشین گوئی تھی کہ تم جہاں جاؤ گے تم ہی تم نظر آؤ گے۔ واقعی ایسا ہی ہوا اور علوم ظاہر سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے دل میں تزکیہ باطن کی ٹرپ پیدا ہوئی اور ابتداء میں حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہونا چاہتے تھے مگر جب آپ کے والد ماجد حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے اور مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت شیخ العرب والعمم حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی قدس سرہ کے خدام میں داخل ہو گئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور حکیم الامتؒ، حضرت حاجی صاحب کے میکہ میں داخل ہو کر پورے چھوڑ منجانہ نکلے۔ غرضیکہ ۱۳۱۰ھ میں آپ پھر دوبارہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور تقریباً چھ ماہ آپ نے قیام کیا اور ذکر و فکر میں مشغول رہے اس قیام میں حضرت حاجی صاحب کو آپ پر مکمل اعتماد تھا اور فرماتے تھے کہ ”میاں اشرف علی بس پورے پورے میرے طریق پر ہے۔“ اور جب حضرت حکیم الامتؒ کی کوئی تحریر دیکھنے یا تقریر سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہو کر فرماتے کہ ”جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی“

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ نے ایک دفعہ یہ بشارت دی کہ تم کو تفسیر اور اور تصوف سے خاص مناسبت ہوگی، پہنچنے آپ کی ان دونوں سے مناسبت تاملہ ظہر من الشمس ہے۔ بہر حال حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنی ذات میں علم و معرفت کا ایک جہان تھے اور جس طرح شریعت کے متجہ عالم تھے طریقت و سلوک میں بھی اسی طرح مقام ارفع پر فائز تھے آپ کی ذات علوم ظاہری و باطنی کا مخزن تھی۔

یوں تو چشم فلک نے بڑی بڑی عالم فاضل ہستیاں، بڑے بڑے عابد و زاہد انسان اور بڑے بڑے متقی و تہجد گزار بندے اسی خطہ ارضی پر دیکھے ہوں گے مگر مشرعیّت و

طریقیت کا ایک ایسا حسین امتزاج شاید ہی کسی نے دیکھا ہوگا، کوئی صرف عالم ہوتا ہے اور طریقیت سے کورا، کوئی محض صوفی ہوتا ہے اور علوم شرعیہ سے نا آشنا مگر حضرت حکیم الامتؒ ایک ہی وقت میں صوفی بھی تھے، عالم بے بدل بھی، رومی عصر بھی تھے اور رازی وقت بھی، آپ نے جس طرح شریعت ظاہرہ کو جہالت و ضلالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا کام کیا اسی طرح طریقیت باطنہ کو بھی افراط تفریط کی بھول بھلیوں سے نجات دلائی۔ آپ نے طریقیت کو جو ایک زمانہ میں صرف رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گئی تھی، زوائد و حواشی سے پاک و صاف کر کے قدما و سلف صالحین کے مسلک پر لاکھڑا کیا، آپ نے پورے تشدد و مد کے ساتھ اس حقیقت کو ظاہر کیا کہ طریقیت میں شریعت ہے، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں، حضرت حکیم الامتؒ تھا نوی کے یہاں طریقیت کا خلاصہ یہ تھا کہ۔

”مسلمانوں میں صحابہؓ کا سا ذوق پیدا ہو جائے“

آپ نے اس مقصد عظیم کے لئے سیرت ساری کا ایک ایسا صحیح طرز اختیار کیا کہ جس سے جو کیا نہ صوفیت اور راہبانہ تربیت روحانی کے پردے تار تار ہو گئے اور اسلامی روحانیت کا صحیح مفہوم لوگوں کی سمجھ میں آ گیا۔ آپ نے دانشگاہ الفاظ میں واضح فرمادیا کہ:-

شریعت ہی ساری دینی، اخروی، ظاہری و باطنی سعادتوں کی کفیل ہے۔“

حضرت حکیم الامتؒ تھا نوی چاروں سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، اور قادریہ میں بیعت فرماتے تھے مگر اسی کے ساتھ ہی نہ تو اصلاح باطن اور تربیت اخلاق کے لئے بیعت کو لازم و ضروری خیال کرتے بلکہ طالب کے ذہن میں اول ہی مرحلہ میں یہ بات ذہن نشین کر دیتے کہ اصلاح باطن اور تزکیہ نفس بیعت پر موقوف نہیں ہے یہ

بیعت کے بھی ہو سکتی ہے اور عوام و خواص کے ذہنوں میں جو یہ بات بٹھادی گئی ہے۔ کہ بیعت ہوئے اور بغیر ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تربیت اور حصول الہی نہیں ہو سکتا اس کے دور کرنے کی کوشش کرتے چنانچہ بعض حضرات کو خلافت عطا فرمانے کے بعد بیعت فرمایا اور وہ بھی ان کی درخواست پر، اسی سلسلہ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا عبدالباری ندویؒ کی مثالیں موجود ہیں اور نہ ہی وہاں پر کسی سلسلہ کی کوئی روایات تھیں، نہ رسوم، نہ تعلیم و تربیت کے وہ کورانہ تقلید کے انداز تھے، روایتی حلقے تو جبہ اور مراقبہ کچھ نہ تھے، بس اہتمام تھا تو شریعت کے احکام کو بجا آوری کا اور دھن تھی تو ہر انداز زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے اتباع کی فکر تھی تو نفس و شیطان کے مکائد سے بچنے کی اور اپنے متوسلین کو تاکید تھی تو صرف یہ کہ اپنے ظاہر و باطن کو بھی پاک و صاف رکھو اور اپنے باطن کو بھی ظاہر طیب بناؤ۔ اکثر فرماتے تھے:-

”دین متین ہی کے ظاہر و باطن کا نام شریعت و طریقیت

ہے، جس طرح ظاہری اعمال کے لئے احکامات الہیہ

فرائض و واجبات ہیں اسی طرح باطنی اعمال کے لئے بھی

ہیں اور ہم دونوں کے ادا کرنے کے پابند ہیں۔“

اور فرماتے ہیں کہ:-

”اس کے ساتھ ساتھ اور اسی طرح ضروری و لائمی حقوق العباد

ہیں تم پر اپنے والدین کے، اپنے بیوی بچوں کے، اپنے

احباب کے اور کاروباری تعلق رکھنے والوں کے حقوق بھی

کما حقہ ادا کرنا فرض ہے ان میں ذرہ برابر بھی کوتاہی کرو گے

تو تعلق مع اللہ کی تم کو ہو ہوا تمکا جھگگے گی، چاہے عمر بھر

ہی کیوں نہ مردہ رسمی تقویٰ کے مجاہدوں نوافل و وظائف میں

سر بارو، خدا کی مخلوق کو ناراض کرتے ہوئے بھی خدا کو راضی کر لو۔“ ایں خیال است محال است بہنوں“
 دراصل حضرت تھانوی قدس سرہ کے یہاں طریقت کا خلاصہ ہی یہ تھا کہ انسان بتو آدمیت سیکھو، پہنچانچہ آپ بار بار فرماتے ہیں کہ:-
 ”بھائی میں تو اپنی مجلس کو بزرگوں کی مجلس نہیں بنانا چاہتا ہوں، آدمیوں کی مجلس بنانا چاہتا ہوں۔“

یہی وجہ ہے کہ آپ کے یہاں اگر کوئی بے اُصولی کی بات کرتا یا بے فکری کا ثبوت دیتا حقوق واجبہ کا تارک ہوتا، معاملات میں بد نظمی برتنایا سلیقہ اور ڈھنگ سے کام نہ کرتا تو حضرت تھانویؒ فوراً تنبیہ اور مواخذہ فرماتے اور بار بار اپنے متوسلین کو اس طرف توجہ دلاتے کہ یہ تمام چیزیں دوسروں کی اذیت کا سبب بنتی ہیں اور کسی شخص کو اذیت نہ پہنچانا واجب ہے اور فرماتے کہ:-

جن لوگوں کا مجھ سے اصلاح کا تعلق ہے ان کی معمولی کوتاہی پر بھی میری نظر رہتی ہے، ان کی کسی حالت سے بھی کسی محبوب یا منکریات کا صادر ہونا مجھے سخت ناگوار ہوتا ہے اور اس معاملہ پر سخت وارد ہو کر کرتا ہوں، خواہ کتنا ہی قوی تعلق محبت کا مجھ سے ہو ہرگز مروت سے کام نہیں لیتا لیکن جن لوگوں سے ایسا تعلق نہیں بحمد اللہ میری نظر ان کے کسی عیب پر نہیں پڑتی بلکہ تعلق بنانے کے لئے ان کی خوبیاں ہی میرے سامنے رہتی ہیں۔“

حضرت تھانویؒ کے یہاں کیفیات و مکاشفات و واقعات و کرامات پرتناز و رہنمائی تھا

جتنا کہ عقائد عبادات، معاملات، معاشرت، سیاست اور طریقت کی درستگی پر تھا اور آپ صفات و ذائل کی تشریح پر زیادہ زور دیتے اعمال ظاہرہ و باطنہ میں اختیاری و غیر اختیاری، مقصود و غیر مقصود کی حدیں قائم کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے، آدمی زندگی اور آداب انسانیت کی تعلیم ہی آپ ہی کی نظر میں تربیت روحانی کی اصل بنیاد تھی اکثر فرماتے کہ:-

”میں تو کہتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان ہے، ملک التجار بننا آسان بزرگ بننا آسان، قطب بننا آسان مگر انسان بننا مشکل، اور یہ بھی کہتا ہوں کہ بزرگ بننا ہمو، ولی بننا ہمو، قطب بننا ہمو تو کہیں اور جاؤ اگر انسان بننا ہمو تو میرے پاس آؤ، میں انسان بناتا ہوں۔“

حضرت تھانویؒ کا آستانہ مبارک بڑے بڑے ارباب ثروت و دولت اور اصحاب علم و فضل کی عقیدت گاہ تھی، آپ کی خانقاہ معرفت و روحانیت کا ایک ایسا چشمہ صافی تھی جس کی طرف دن رات سینکڑوں تشنہ کام آتے ہیں اور سیراب ہو کر لوٹ جاتے، آپ کی ہمہ گیر تربیت کے زیر اثر ہزاروں معصیت کو شش اور عصیاں آلود روحیں پاک و صاف ہو کر اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر لوٹیں۔ آپ کا فیضان عام تھا اس سے بڑے بڑے علماء بھی مستفید ہوئے صلحاء بھی، عوام بھی، خواص بھی، امیر و غریب، عورتیں مرد بچے بوڑھے سب ہی اپنی اپنی استعداد کے موافق اس بحر علم و معرفت سے سیراب ہوتے رہے، آپ کے حلقہ ارادت میں علماء و فضلاء مفسرین، محدثین، فقیہ، تارخ دان، سیاست دان، فلاسفر، صحافی، ادیب اور خطیب ہر قسم کے لوگ نظر آئیں گے اور ان ہی کی صفوں میں عام آدمی دیہاتی غریب، اور متوسط طبقہ کے افراد بھی کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر ان لوگوں میں سے حضرت تھانویؒ نے نہ کسی کی دولت ختم کرائی نہ کسی کو گوشہ نشین بنایا نہ کسی سے بیوی بچے چھڑائے نہ اعزہ و اقارب کے چھوڑنے کو کہا بلکہ اس میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی حیثیت پر قائم رکھتے ہوئے دلی اور

اور صرف دلی ہی نہیں بلکہ دلی گر بنایا۔ حضرت تھانویؒ اپنی خانقاہ کے تربیت یافتہ لوگوں کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ:-

دیکھو! سرکاری ملازمین میں میرے تربیت یافتہ لوگ ملیں گے، علماء صوفیاء اور مدرسین میں میرے مجازین ملیں گے اطباء و ڈاکٹروں میں تاجروں میں، وکیلوں میں، انجینیئروں میں میرے اجازت یافتہ ملیں گے، فقیروں میں، زمینداروں میں اور فوالبوں میں میرے خلفاء ملیں گے، تمہارے لئے اس دور سے زیادہ فتنہ والا دور اور کیا ہوگا، بس دیکھو! دین کے بارے میں ان کی مثالیں سامنے رکھنا ان کا دامن پکڑے رکھنا، دیکھو دین کتنا آسان ہے یہ سب تمہارے لئے آسان ہے سب اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں کوئی چیز ان کے لئے دین سے مانع نہیں خارج نہیں دین دار ہوتے ہوئے سب اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں تحصیل معاش میں مصروف ہیں کوئی دشواری نہیں اب تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہونا چاہیے تم کو صاف محسوس ہوگا کہ دین کتنا آسان ہے اور ہر شعبہ زندگی میں قابل عمل ہے۔

وراثت نبوت یا جذبہ مجروریت سے جو شفقت علی الخلق اور اصلاح مسلمین کی فکر آپ پر ہمہ وقت مستطرت تھی اسی کی وجہ سے آپ کا سونا جاگنا، رفتار، گفتار، آرام و راحت سب کا سب اسی کے مشغلہ کی نذر تھی جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئی ہو اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس دورِ فتن میں ایسے جذبہ رکھنے والے کو چین و آرام کہاں، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ خود اس قدر بار بار دیکھا کہ جب کوئی فتنہ مسلمانوں میں ہو جس سے ان کی دینی یا دنیوی تباہی کا خطرہ تھا تو حضرت تھانویؒ کا نظام ہی کام آتا۔ ایک ایسے فتنوں کے

زمانہ میں خود فرمایا کہ:-

”مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے نتائج کا تصور اگر رکھنے سے پہلے آجاتا ہے تو جھوک اڑ جاتی ہے اور سونے سے پہلے آجاتا ہے تو نیند اڑ جاتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانویؒ کو اس دورِ حاضر کے مجدد کے منصب پر فائز فرمایا تھا اس لئے حضرت تھانویؒ نے مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی میں بڑھتی ہوئی تباہیوں اور بربادیوں کو محسوس فرما کر جہاں سینکڑوں اور ہزاروں میل کے سفر طے کر کے اپنے مواعظ حسنہ ملفوظات اور عام مجالس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کیا وہاں آپ نے اپنی عظیم تصانیف کے ذریعے عوام و خواص کی رہبری فرمائی اور ان کو صحیح دین سے آشنا کیا، رسوم و بدعات کی تارکیبوں سے نکالا، اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کے لئے عجیب عجیب نسخے تیار کئے۔

نشر و اشاعت کے اس دور میں حضرت تھانویؒ کا یہ عظیم اور امتیازی کارنامہ ہے۔ کہ ڈیڑھ ہزار سے زائد تصانیف کو جن کی صرف فہرست ہی سو صفحات سے زائد ہے آپ کے قلم و حقیقت رقم سے نکلی ہیں ہر علم و فن پر تصانیف و تالیفات اس قدر فرمائی کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ متقدمین و متاخرین میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے مسلمانوں کے لئے دین و دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی سیر حاصل مستند و معتبر تصانیف و مواعظ اور ملفوظات نہ ہوں۔ نصائح و صایا کا بھی نہایت جامع و نافع مکمل دستور العمل بھی مرتب فرما کر دیا ہے خود بھی بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ الحمد للہ بفضلہ تعالیٰ سب ضروری کام ہو گیا ہے ہدیوں تک کے لئے دین کا راستہ بے غبار ہو گیا اور آئندہ نسلوں کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ میری ہی تصانیف ملفوظات و مواعظ سے ضروری کام چلتا رہے گا یہ سب حضرت املا اللہ ما جرمیؒ کا فیض و برکت ہے۔

اجتماعی اصلاح امت کے سلسلہ میں آپ کا دوسرا عظیم کارنامہ ایک ایسے نظام

عمل مرتب کر جانا ہے کہ اگر سب مسلمان مل کر اس نظام کو اجتماعی شکل پر اپنائیں تو جتنے مصائب اُس سے ہیں وہ سب دور ہو جائیں اور یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جب کبھی مسلمانوں پر مصائب اور پریشانیوں کی اطلاع آتی تو آپ مابھی بے آب کی طرح سخت پریشان ہوتے ایک دن آپ اس فکر میں مبتلا تھے کہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ کی نماز صبح میں آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوا کہ بعض اعمال خاصہ ہیں ان کو خالصتاً یہ ہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر اور ان کا التزام کرانے سے مسلمانوں کے مصائب دور ہو سکتے ہیں چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں پچیس اصول حیات "حیات المسلمین" کے نام سے جمع فرما کر شائع فرمائے۔ آپ کو کم و بیش ڈیڑھ ہزار تصانیف لکھنے کا شرف حاصل ہوا مگر آپ کا قول مبارک ہے کہ :-

"مجھ کو اپنی کسی تصنیف کے متعلق یہ خیال نہیں ہے کہ میرے لئے یہ برائی نجات ہے البتہ حیوۃ المسلمین کے متعلق میرا غالب خیال ہے کہ اس سے میری نجات ہو جائے گی اس کو میں اپنی ساری عمر کی کمائی اور ساری عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں۔"

اسی حیات المسلمین میں درج شدہ پچیس اصول وسیع پیمانہ پر عمل ترویج کے لئے ایک نظام عمل صیانتہ المسلمین کے نام سے تجویز فرما کر ۱۹۳۰ء میں جاری فرمایا۔ مجلس صیانتہ المسلمین کا مقصد اسلام کے بنیادی اصول عقائد عبادات، معاملات معاشرت تربیت اخلاق کی صحیح طور پر انفرادی و اجتماعی طور پر عملی ترویج ہے تاکہ مسلمان کامل اور مکمل مسلمان بن کر ترقی کریں۔ مجلس صیانتہ المسلمین کی اہمیت اور اس کی عظمت کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کا ارشاد ہے جو آپ نے کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ حضرت! وہ کون سا عمل اور کون سے اسباب ہیں کہ جنہیں اختیار کرنے سے مسلمان موجودہ پستی اور تنہائی سے نجات حاصل کر کے ترقی کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا

کہ :- بفضلہ تعالیٰ ایسی تدابیر موجود ہیں اور ان کو ضبط کر کے رفاہ عامہ کے لئے شائع بھی کر دیا گیا ہے چنانچہ ابھی کچھ عرصہ ہوا کہ مسلمانوں کی موجودہ تباہی اور بربادی سے متاثر ہو کر دو کتابیں حیوۃ المسلمین اور صیانتہ المسلمین تصنیف کی ہیں ان دونوں کتابوں کے اندر میں نے ان مصائب کو جو اس وقت مسلمانوں پر آرہے ہیں پورا پورا علاج بتلادیا ہے تمام مسلمان پہلے ان ہی دونوں کتابوں پر عمل کر کے دیکھ لیں کہ کتنا نفع ہوتا ہے اور ایک دفعہ فرمایا کہ :-

"ہماری حالت تو یہ ہے کہ دو مسلمان مل کر اتفاق سے

کوئی کام کر ہی نہیں سکتے پھر اس پر ایسے بلند خیالات۔ کیا ایسی قوم کبھی فلاح پا سکتی ہے۔ اگر مسلمانوں میں اہلیت ہوتی تو حیوۃ المسلمین اور صیانتہ المسلمین

ہی ان کے دستور العمل کے لئے کافی دانی ہیں۔"

قیام پاکستان سے قبل کانگریس اور مسلم لیگ کے اختلافی دور میں جب مسلم لیگ نے دہلی میں ایک عام اجلاس منعقد کیا تو اس میں حضرت تھانویؒ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی اور اس میں درخواست کی تھی کہ اس موقع پر جناب والا تشریف لا کر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایات دیں لیکن اگر حضور والا خود تشریف نہ لا سکیں تو اپنا نمائندہ بھیج کر مشکور فرمائیں۔

آپ چونکہ اس وقت بیمار اور کمزور تھے اس لئے آپ دہلی تشریف نہیں لے جا سکے مگر آپ نے اپنے جوابی گرامی نامے کے اندر ارکان مسلم لیگ کو مجلس صیانتہ المسلمین کی طرف توجہ دلائی اور تحریر فرمایا کہ اگر مسلم لیگ کے ارکان صیانتہ المسلمین اور حیوۃ المسلمین پر عمل پیرا ہو کر حکومت حاصل کریں تو اسلام کے تباہ ہوئے تقویٰ پر حکومت چلا سکیں گے جس کا نتیجہ کامیابی ہی کامیابی ہے۔ "چنانچہ اس کی اہمیت

اور اذیت کے پیش نظر حضرت تھانویؒ کے ایک خلیفہ اہل اور شیروان کے چشمہ و چراغ حضرت مولانا جلیل احمد شروانیؒ کے مبارک ہاتھوں اور ان کی سپہم سنی اور کوششوں کے بعد پاکستان میں اس کی نشاۃ ثانیہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امجدؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے زیر سرپرستی ہوئی اور آج تک بفضلہ تعالیٰ جناب مولانا سید محمد نجف الحسن تھانوی کے زیر نگرانی یہ چشمہ فیض جاری ہے اور ہندو پاک کے تمام علماء کرام اس کے معاون ہیں اور کراچی سے پشاور تک اس کی متعدد شاخیں قائم ہیں۔ اور اس وقت اس مجلس کے روح رواں جناب مولانا مشرف علی صاحب تھانویؒ ہیں جو اس مشن مقدس کو زندہ کئے ہوئے ہیں اس کے علاوہ صرف یہ نہیں کہ آپ نے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لئے کتابیں تصنیف کر دی ہیں۔ اور عیسائے المسلمین کا نظام عمل پیش کر دیا ہو بلکہ آپ نے اپنے بعد کے لئے ایسے تربیت یافتگان کی ایک عظیم جماعت بھی چھوڑی ہے جو حضرت تھانویؒ کے ان دونوں کاموں کو اپنی اپنی جگہ کا حق ادا کر رہے ہیں۔ یوں تو حضرت تھانویؒ قدس سرہ کے متوسلین کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے مگر آپ نے ان میں سے ۱۲۹ حضرات کو اپنا خلیفہ اور مجاز بنایا ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت مولانا جلیل احمد شروانی بانی مجلس عیسائے المسلمین پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امجدؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ بانی خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ بانی دارالعلوم کراچی، حضرت مولانا اطہر علی صاحبؒ سلمی بانی جامعہ امدادیہ کشور گنج مشرقی پاکستان، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند انڈیا، حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ، حضرت مولانا شفاق الرحمن کاندھلویؒ، حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانیؒ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ اور حضرت حاجی محمد شریف صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں اور اپنی اپنی ذات ہر شخص ایک انجمن کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا طبعی میلان یکسوئی کے ساتھ تصنیف و تالیف، تعلیم و تربیت اور اصلاح امت و ہدایت خلق کی طرف تھا اس لئے عملی طور پر سیاسی اور ملکی تحریکوں میں براہ راست حصہ لینے کی نوبت نہ آئی اور نہ آپ کبھی کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوئے البتہ جب کبھی ملک میں کوئی سیاسی تحریک شروع ہوئی اس کے بارے میں ایک ماہر شریعت عالم دین ہونے کی حیثیت سے اس کی شرعی حیثیت پر فقہیانہ نظر بصیرت ڈال کر نتائج و عواقب واضح کرنے اور ملت کی علمی و روحانی رہنمائی کا فریضہ ادا کرنے میں کبھی دریغ نہ فرمایا چنانچہ جب کانگریس میں مسلمانوں کے بلاخراط داخلے سے خطرناک نتائج و عواقب تقریباً سامنے آ گئے تو حضرت تھانویؒ نے مسلم لیگ کی حمایت اور شرکت کی رائے دی، آپ کا فتویٰ بامنتظم المسلمین شائع ہوا۔ آپ کا فتویٰ شائع ہونے کے بعد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور آپ کے تمام متوسلین و خلفاء نے مسلم لیگ کی حمایت و اعانت میں سرگرم حصہ لیا اور ان تمام حضرات نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں عملی طور پر کارنامے انجام دیئے۔ اور پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور جگہ جگہ ان حضرات کی کوششوں سے مسلم لیگ کامیاب ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم بھی حضرت تھانویؒ کی اس حمایت پر بڑے مطمئن اور شکر گزار تھے اور آپ کے متوسلین ان کوششوں کو ہمیشہ سراہتے رہتے تھے کہ ڈھاکہ اور کراچی میں پاکستانی پرچم کی نقاب کشائی کے سلسلہ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو تجویز فرمایا اور ان ہی کے مبارک ہاتھوں نقاب کشائی کرائی اور آج بھی حضرت تھانویؒ کے تمام متوسلین اور خلفاء پاکستان کے وجود اور بقا کے لئے حق المقدور کوشاں ہیں۔

بہر حال آپ کی پوری زندگی خدمت اسلام میں گزری اور نہایت لطیف مزاج کے مالک تھے متقدمین میں سے مزاج کے اعتبار سے آپ کو مرزا مظہر جان جاناں ثانی کہا جاسکتا ہے آپ نہایت مترتب المزاج اور اصول و ضوابط کے پابند تھے اور حقیقت یہ کہ اگر آپ مترتب المزاج

اور اصول و ضوابط کے پابند نہ ہوتے تو اتنے عظیم کارنامے اور ہزاروں تصنیف و تالیف کا کام ہرگز پتہ تکمیل کو نہ پہنچتا بلاشبہ آپ حکیم الامت اور مجدد ملت تھے اور پورے عالم اسلام کے عظیم مذہبی و روحانی پیشوا تھے آخر ۸۳ سال ۲ ماہ گیارہ دن دنیا کو اپنے وجود مسعود سے متبرک اور منور فرمانے کے بعد ۱۴ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ یعنی ۱۹/۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب میں رحلت فرما گئے۔

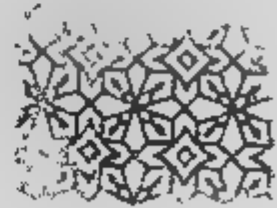
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

سماز جنازہ مولانا طہر احمد عثمانی نے پڑھائی، تھانہ بھون کے قبرستان عشق بازار میں آپ کا مزار مقدس ہے، ذوالوصفین تاریخ وصال ہے۔

۱۳۶۲ھ

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستان
بدل دیتا ہے جو گڑا ہوا دستورے خانہ

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے "سیرت اشرف"، مولفہ منشی عبدالرحمن خان صاحب ثانی)



حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم اپوری

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب راپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے جید عالم دین اور عارف کامل تھے آپ کے والد ماجد کا نام راڈ اشرف علی خان ہے اور مسلمان راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، موضع تگڑی ضلع انبالہ مشرقی پنجاب آپ کا وطن ولادت ہے والد ماجد ایک بڑے زمیندار تھے اور راپور کو اپنا مستقل وطن بنایا جو سہارنپور سے تقریباً بیس میل ایک بڑا گاؤں ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے تگڑی رہ کر حاصل کی پھر باقی عمر فارسی کی تعلیم راپور اور مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی اور کچھ کتابیں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بھی پڑھی ہیں۔

ابتداء سے ہی طبیعت سلوک و تصوف کی طرف مائل تھی، شیر مادر کے ساتھ اکابرین اور مشائخ کی محبت اور ان کی توجہات کے گھونٹ بھی نوش کی گئی تھے جس وقت اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مکیؒ مکتبہ مظہر کے لئے ہجرت فرما رہے تھے اس وقت آپ کی عمر تین سال کی تھی اور راڈ اشرف علی خان حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے جانشین خدام میں سے تھے۔ چنانچہ مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی فرماتے ہیں کہ:- "آپ کی ذات جامع کمالات ہے جو قلب ابتداء ولادت سے حضرت گنگوہیؒ کی محبت کا تخم اپنے اندر لئے ہوئے تھا وہ میرے علم میں صرف آپ کا قلب ہے لہذا غدا اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی روپوشی کے زمانہ میں جبکہ حضرت گنگوہیؒ بیچ لاسہ جاتے ہوئے تگڑی میں ٹھہرے

تو آپ کے والد ماجد راؤ اشرف علی خان صاحب کے مہمان بنے تھے مولانا محدوح اس وقت طفل سہ سالہ تھے حضرت نے پیار کیا اور سر پر ہاتھ دکھ کر دعادی، اسی وقت سے آپ کو حضرت گنگوہیؒ کے ساتھ تعلق تھا۔ جوں جوں ہوش سنبھالا باپ کی زبان سے حضرت گنگوہیؒ کے مناقب سن کر گویا حضرت ہی کی محبت میں نشوونما پایا جس قلب میں قطب الارشاد کی بدعتیہ گئی کا کبھی دوسرہ بھی نہ گزرا ہو اس کے مراتب علیہ کی کنہ کوئی کس طرح ادراک کرے، آپ نے طفولیت ہی میں گنگوہ کی آمد و رفت شروع کر دی تھی اور حضرت کے مربیانہ فیضان سے مستفید ہونے لگے تھے اور آخر کار حضرت نے آپ کو بیعت کیا اور بیعت کے ساتھ ساتھ مجاز طریقت بھی بنایا۔ (تذکرۃ الرشید)

جب ۱۲۲۰ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور کے بعض جاہ طلب بحران سے ہڑبونگ پجایا اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے نام برطرفی کا نوٹس دے دیا تو ان دنوں میں آپ بہ حکم حضرت گنگوہیؒ ہر تفسیر سے روز بیل گاڑی میں بیٹھ کر سہارنپور جاتے اور حضرت گنگوہیؒ کو حالات سے باخبر کرتے رہے اس طرح آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور کے حالات کو بگڑنے نہ دیا اور حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت حکیم الامتؒ تھا نوئی کے ساتھ آپ کو بھی مدرسہ مظاہر العلوم کا سرپرست بنا دیا گیا اور آخر وقت تک آپ نے کارہائے متعلقہ کو بڑی جواہر دی اور اخلاص سے انجام دیا، دوسرا بڑا کام آپ نے ریشمی خطوط کے سلسلہ میں کیا ہے جس کی تفصیل نقش حیات میں ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن شریف اور اس کی تعلیم سے آپ کو عشق تھا بچوں کو صحیح صاف اور سادہ لہجہ میں قرآن شریف پڑھتا ہوا دیکھ کر آپ بہت خوش ہوتے تھے، خود آپ نے اپنے باغیچہ میں ایک مدرسہ قائم کیا جو توکل کا مجسمہ تھا چندہ کا سوال تھا نہ کوئی وقف جائیداد

تھی یہیں پر ایک خام مسجد تھی مدرسہ اور مسجد دیکھ کر عہد نبوت کے سادہ دور کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا تھا۔ دیہات کے چھوٹے چھوٹے بچے تعلیم پاتے تھے یہاں ہی سے ان کی خورد و نوش کا انتظام ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ لکڑیاں اور آٹا ختم ہو گیا نگران مدرسہ نے آپ کو اطلاع دی آپ نے فرمایا خدا رازق ہے۔ وہی انتظام کرے گا۔ پچنانچہ یہ فرما کر خاموش ہو گئے، صبح نہ ہوئی تھی کہ طالب علم جو نہانے کے لئے ندی پہ گئے تھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا حضرت ہندی میں تو لکڑیاں بھی چلی آ رہی ہیں، خوشی کے مارے آپ کا چہرہ دکنے لگا اور آپ نے فرمایا کریم رزاق نے تمہاری روزی کا سامان بھیجا ہے جاؤ جتنی چاہو سمیٹ لاؤ پچنانچہ سارے طلباء دوڑ پڑے اور روک لگا کر لکڑیاں لانا شروع کر دیں کہ دو گھنٹے میں آٹا اور نچاڑھیر لگ گیا جس سے زیادہ کی گنجائش بھی نہ تھی، لکڑیاں کی آمد بھی بند ہو گئی اور اب آٹے کی ضرورت رہ گئی دو گھنٹہ کے بعد ڈالیا آیا اور ڈیڑھ سو روپیہ کا منی آرڈر پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ مدرسہ القرآن کے لئے بھیجا ہوں اس کو خرچ میں لائیے۔

غرضیکہ اسی متوکلانہ شان سے یہ دینی مدرسہ اپنے فرائض منصبی انجام دیتا رہا۔ آخری سفر حج کے لئے جب آپ روانہ ہوئے تو ستر اسی نفر آپ کے ساتھ تھے بمبئی پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ جہاز میں صرف بارہ سیٹ باقی ہیں اس لئے آپ نے رفقاء میں سے بارہ حضرات کو ٹکٹ خرید دیئے اور آپ معہ فرزند ہو اور دیگر رفقاء کے پندرہ دن تک مقیم رہے بعد ۱۵ دن کے بمبئی سے دوسرے جہاز کے ذریعہ روانہ ہوئے راستہ میں فرزند عبدالرشید مرحوم کو سچپیش ہو گئی اور مرض یہاں تک بڑھا کہ مرحوم سے حرکت کرنا دشوار ہو گیا اسی حالت میں جوں جوں کر کے ارکان حج پورے کیئے باوجودیکہ اکلوتا لڑکا فرزند ارجمند جان بلب تھا لیکن اپنی اور فرزند کی تکلیف کا کچھ خیال نہ آیا، بہر وقت رفقاء سفر کے آرام و راحت میں مصروف رہتے تھے اسی حالت میں سفر مدینہ اختیار کیا وہاں سے فارغ ہونے کے بعد

جب ہندوستان واپس ہوئے تو راہ میں عدن کے قریب عبدالرشید کا انتقال ہو گیا جہاں ہی میں نماز جنازہ ادا کی اور فرزند کی نعش کو سپرد بحر کر دیا۔ ضبط و تخیل و صبر و رضا کا یہ عالم کہ بالکل ظاہر نہ ہونے دیا کہ فرزند کا انتقال ہو گیا ہے لوگ تمنائیں کرتے کہ حضرت فرزند مرحوم کا تذکرہ کریں گے مگر کیا مجال کہ زبان یا چہرے سے کسی قسم کا اظہار ہو جائے۔

آپ عین کتمان حال و ضبط و تحمل بہت زیادہ تھا بڑی سے بڑی تکلیف کو چھپاتے تھے ایک مرتبہ ران میں ڈبل نکل کسی کو پتہ نہ چل سکا باوجود تکلیف شدید کے برابر مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے جاتے رہے ایک دن جب پھوٹا پھوٹ گیا اور انداز پرپ و خون سے تر ہو گیا تب خدام کو معلوم ہوا کہ نہ معلوم کتنے دنوں سے ڈبل تھا۔ اسی طرح کتنی ہی دفعہ طبیعت خراب ہوئی اور دوا کی نوبت ہی نہ آئی اس وجہ سے کہ کسی کو خبر نہ ہوئی کہ کب طبیعت خراب ہوئی اور کب آرام ہو گیا جیسے حالت صحت میں خوش و خرم رہتے ایسے ہی مرض کی حالت میں رہتے۔ آخری زمانہ میں مستقل بخار رہنے لگا لیکن باوجود اس کے مجاہدات کا وہی عالم رہا بہر حال آپ ہمیشہ اور ہر وقت اتباع سنت اور احیائے سنت کا خیال رکھتے تھے اور عشق نبوی سے سرشار تھے۔ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا عبدالقادر راپوری فرماتے ہیں کہ ”حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب نہایت اعلیٰ و ارفع و کامل و مکمل بزرگ تھے اور دلی با صفا اور صاحب حال اکابرین میں سے تھے کشف بہت زیادہ ہوتا تھا لیکن کتمان حال کا یہ عالم کسی کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔“

۱۹۱۹ء میں راپور میں فوت ہوئے اور جس باغ میں آپ رہتے تھے اسی باغ میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا آپ کا مزار مقدس آج بھی منج فیض و برکات بنا ہوا ہے۔
اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا احمد حسن امروہی

آپ کا تعلق خاندان سادات حسینیہ سے ہے اور امروہ کے مشہور بزرگ حضرت سید شاہ ابن قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں والد بزرگوار کا نام سید اکبر حسین ہے اور آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۶۷ھ ہے۔

آپ نے فارسی و عربی کی تعلیم امروہہ کے مشہور عالم مولانا سید رافت علی صاحب مولانا کریم بخش صاحب مولانا محمد حسین صاحب جعفری سے حاصل کی اور طب کی تعلیم امروہہ کے مشہور طبیب حکیم امجد علی خان اثنا عشری سے پائی۔ پھر حجت الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کی خدمت میں دیوبند، نانوتہ اور میرٹھ میں رہ کر تمام علوم و فنون کی تکمیل کی اور اپنے استاد کے کمالات علمیہ کے مکمل آئینہ بن گئے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ اپنے اس حلیل القدر طبیب کا کس قدر احترام کرتے تھے ہمیشہ میر صاحب کہہ کر پکارتے تھے اور حضرت نانوتوی اپنے اس عزیز شاگرد کی وجہ سے چند مرتبہ امروہہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ حضرت نانوتوی کے علاوہ مولانا مولانا احمد علی سنہار پوری قاری عبدالرحمن پانی پتی مولانا عبدالقیوم بھوپالی اور شاہ عبدالغنی حواجر مدنی سے بھی حدیث کی اجازت حاصل کی ہے اپنے استاد محترم مولانا محمد قاسم نانوتوی کی طرح آپ کو بھی علم دین کی نشر و اشاعت کا شوق ہی نہیں بلکہ عشق تھا چنانچہ جس وقت آپ فارغ التحصیل ہوئے تو نوجوان تھے۔ خود تشریف لے گئے خواجہ کے بعد سنبھل اور دہلی کے مدارس میں مختلف اوقات میں مدرسہ کے عہدے پر فائز رہے اور سیم دین کی نشر و اشاعت فرماتے رہے جس

وقت ۱۲۹۶ھ میں حضرت نانوتویؒ کے ایام پر درستہ الغریاء عرف مدرسہ شاہی مراد آباد قائم ہوا تو اس کے پہلے صدر مدرس آپ ہی تھے، ۱۳۰۳ھ تک یعنی سات آٹھ برس آپ کا اس مدرسہ سے تعلق رہا۔ ۱۳۰۳ھ میں آپ مستعفی ہو کر وطن عزیز امر وہ تشریف لے آئے اور یہاں علوم دین کی نشر و اشاعت شروع کی اور جامع مسجد میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ کی تشکیل جدید کی اپنی بنیاد کے اعتبار سے یہ مدرسہ حضرت نانوتویؒ کا قائم کیا ہوا ہے جو ایک مکتب کی حیثیت سے چل رہا تھا آپ نے اسی کو جامع مسجد میں اعلیٰ پیمانہ پر چلانا شروع کیا اور مختلف فنون مثلاً طب، منطق، فلسفہ، حدیث، تفسیر اور فقہ وغیرہ کے ماہرین کو جمع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں مدرسہ دور و نزدیک شہرت پا گیا اور خدمت دین کرنے لگا چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر تکی نے مدرسہ کے حق میں دعا فرمائی کہ:-

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کے مدرسہ کی امداد و اعانت فرمائے۔ آمین

مدرسہ امردہ کے قیام کے چند سال بعد بطبعی مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند مدرسہ عربیہ دارالعلوم دیوبند میں بھی آپ نے چند ماہ درس دیا ہے بیضاوی، شمس بازغہ، صدر آپ کے سپرد کی گئیں اور آپ کو اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کو ایک ہی درجہ میں رکھا گیا البتہ آپ کی تنخواہ حضرت شیخ الہند سے کچھ زیادہ تھی، کچھ عرصہ بعد آپ کو مدرسہ امردہ کے ذمہ دار حضرات یہ کہہ کر کہ ”ہمارا باغ اجڑنے کا اندیشہ ہے“ لے آئے اور پھر آپ نے مدرسہ امردہ میں سلسلہ درس شروع کر دیا آپ کے علمی و روحانی مقام کے بارے میں حضرت نانوتویؒ کے تمام کمالات کا آئینہ اور نمونہ آپ کو کہا جائے تو بجا ہے چنانچہ خود حضرت نانوتویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

”ان کا ذہن چاندی ہے اور میرا ذہن سونا ہے مزاج کے اعتبار سے وہ مجھ

(تقصص الاکابر)

سے زیادہ قریب ہے۔

حضرت نانوتویؒ کے اس ارشاد کے بعد فضل و کمال کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے تاہم دارالعلوم دیوبند کی مدرسہ اور اور حضرت شیخ الہندؒ کے برابر مرتبہ اور تنخواہ میں تفاضل ایک ایسی روشن دلیل ہے جس سے آپ کا فضل و کمال بوضاحت ثابت ہوتا ہے۔ تقریر تحریر میں حضرت نانوتویؒ کا رنگ غالب ہے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ:-

فضل و کمال قاسمی کی صحیح جانشینی اگر کسی نے کی ہے تو

وہ صرف حضرت امردیؒ کی ذات ہے۔

تو اس میں مبالغہ ہرگز نہ ہوگا۔ حضرت امردیؒ کی تقریر نہایت جامع اور شستہ اور پرم ہوئی تھی تقریر میں وہ اپنے استاد کا کامل نمونہ تھے اور مناظرہ میں بھی آپ اپنے استاد محترم کی طرح بد طولی حاصل کئے ہوئے تھے چونکہ حضرت نانوتویؒ کے ہمراہ متعدد مناظرہ میں شریک رہ چکے تھے اس لئے آپ کے مناظروں میں بھی قاسمی رنگ غالب رہتا تھا ۱۳۲۲ھ میں نگینہ ضلع بجنور میں آریوں کے ساتھ مناظرہ ہوا اور جس میں حضرت محدث امردیؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ نے وکالت فرمائی اور ایسی زوردار تلقا فرمائی کہ آریوں کے پھٹکے چھوٹ گئے، غرضیکہ آپ عظیم محدث، محقق، مدیر، مقرر اور مناظر تھے اور علمی مقام بہت بلند تھا۔ سرک و تصوف میں آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر تکی سے بیعت ہیں اور اجازت و خلافت حضرت حاجی صاحب اور حضرت نانوتویؒ سے حاصل ہے۔ استاد محترم حضرت نانوتویؒ کی طرح آپ میں بھی اتنا سے زیادہ انصاف حال تھا اس وجہ سے اکثر و بیشتر علمی لائن سے ہی آپ کا تعلق رہا حالانکہ اپنے زمانہ میں تصوف کے اونچے مقام پر نائز تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں اپنا سلام اور حاضر نہ ہونے کی معذوری کہلا کر بھیجی تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ:-

ہماری یہ ٹوپی ان کو دے دینا اور یہ کہنا کہ جو کام تم امر
 میں رہ کر انجام دے رہے ہو وہ یہاں کی حاضری سے بہتر ہے۔
 بہر حال علمی و روحانی مقام میں اپنی نظر آپ تھے۔ نہایت خوش لباس، خوش اخلاق
 اور حسین و جمیل بزرگ تھے۔ ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں گزارنے
 کے بعد ۲۸ دسمبر ۱۳۳۰ھ میں داخل بحق ہوئے اور پسماندگان میں تین صاحبزادیاں
 اور ایک صاحبزادہ مولانا سید محمد رفیع صاحب چھوڑے جو امر دہہ کے مدرسہ اسلامیہ
 سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں مولانا عبدالرحمن امر دہی، مولانا قاری
 ضیاء الدین الہ آبادی اور مولانا مختیار احمد صاحب امر دہی شامل ہیں۔
 آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے



● آدمی کامل وہ ہے کہ اپنے عیوب پر اس کو عبرت اور نظر ہو، اور اپنی
 معصیت پر ندامت، ورنہ وہ کون ہے جو غفلت اور عصیان سے خالی
 ہو، اپنے اپنے درجہ کے سب عاصی ہیں۔
 ● دنیا میں کوئی آدمی رنج و غم سے بچنا چاہے تو اس کے سوا کوئی راستہ
 نہیں کہ کسی سے کسی نفع کی توقع نہ رکھے،
 اُمید و بیم کا تعلق صرف ایک ذات حق تعالیٰ سے وابستہ کرنا
 چاہیے۔
 (قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی)



حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی

آپ ۱۲۷۹ھ میں قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے اور حجتہ الاسلام حضرت مولانا
 قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے آپ کی عمر جب مکتب
 کے قابل ہوئی تو قصبہ رام پور کے جو نانوتہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر بجانب
 ایک قصبہ ہے حافظ نور محمد صاحب کے پاس پڑھنے بٹھادیائیں سال آپ نے
 مجید حفظ کر لیا پھر تحصیل علوم کے لئے بیرونی مدارس میں روانہ فرما دیا گیا اور گلاؤں
 بلند شہر میں جو مدرسہ خود حضرت حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے
 کیا تھا وہاں آپ کو داخل کر دیا گیا اسی کے بعد ادنیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ قاسم الع
 مراد آباد بھیجا گیا یہ مدرسہ بھی حضرت نانوتوی نے قائم فرمایا تھا اور اس مدرسہ کے
 مدرس حضرت مولانا احمد حسن صاحب امر دہی تھے آپ نے مختلف علوم و فنون کی
 کتابیں حضرت امر دہی کے اسی مدرسہ شاہی مراد آباد میں رہ کر پڑھیں اسی دوران
 حضرت نانوتوی کو اپنے صاحبزادے کو خود ہی تعلیم دینے کا خیال پیدا ہوا
 نے مراد آباد سے حضرت حافظ صاحب کو دیوبند بلا لیا۔ لیکن حضرت نانوتوی کی
 کا زمانہ قریب آچکا تھا سفر حج کی تیاریاں تھیں اور اسی سفر میں مرض وفات ش
 ہوا اس لئے جس خصوصی تعلیم کے لئے صاحبزادہ کو بلایا تھا وہ نہ ہو سکی اور
 حافظ صاحب نے مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں اپنی بقیہ تعلیم پوری کی، متعدد کت
 اور بالخصوص معقولات و عربیت کی ادنیٰ کتابیں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود
 دیوبندی سے پڑھیں اور سب سے آخر میں دورہ حدیث گنگوہ سنیچر قطب

سرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے حلقہ درس میں پورا کیا اور وہیں سے
 حدیث حاصل کی۔ ۱۲۹۸ھ میں حضرت نانوتویؒ کی وفات ہو گئی تو حضرت حافظ
 صاحبؒ تھانہ بھون کے عربی مدرسہ میں جو حضرت نانوتویؒ کا ہی قائم فرمودہ تھا،
 شریف لے گئے اور عرصہ تک وہاں پڑھاتے رہے، وہاں سے پھر دیوبند بلائے
 گئے اور ۱۳۰۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر کئے گئے، عموماً تمام فنون
 درس دیتے تھے لیکن خصوصیت سے مشکوٰۃ شریف، مختصر المعانی، جلالین شریف
 میرزاہد وغیرہ کتابیں زیر درس رہیں۔ اُس زمانہ تدریس میں دارالعلوم دیوبند کے
 علم حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہ تھے ان کی ہجرت مکہ مکرمہ
 بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ، سرپرست دارالعلوم دیوبند نے
 ۱۳۰۲ھ میں حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کو دارالعلوم دیوبند کا مہتمم مقرر
 کیا، آپ نے اپنے طبعی جوہروں کے ساتھ دارالعلوم کا اہتمام پوری قوت و جاہت
 برائے استقلال کے ساتھ چلایا جس کے نمایاں اثرات تاریخ دارالعلوم دیوبند
 محفوظ ہیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دارالعلوم کا ترقیاتی دور حضرت حافظ
 صاحبؒ ہی کا چالیس سالہ دور اہتمام ہے اس دور میں جماعت دیوبند کے تمام اکابر
 و حتیٰ کہ حضرت حافظ صاحبؒ کے اساتذہ بھی ان کی نسبت کی وجہ سے ان کے
 منہ بھکتے تھے، حضرت شیخ الہندؒ باوجودیکہ حضرت حافظ صاحبؒ کے استاد
 تھے اور حضرت حافظ صاحبؒ کا قلب بھی ان کی استاذی عظمت سے بھرپور
 لیکن جب کبھی حضرت حافظ صاحبؒ اپنی صاحبزادی اور مخدوم زادگی کے رنگ
 ہوتے اور حضرت شیخ الہندؒ آجاتے تو ادھر سے ناز اور ادھر سے نیاز قابل دید
 مانتھا بعض اوقات تو نہایت نیاز مندی سے حافظ صاحبؒ کے سامنے ہاتھ جوڑ
 یادیں تک پکڑ لیتے تھے اور حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ :-

”حافظ احمد کا میرے دل میں اتنا احترام ہے کہ اگر
 وہ پاخانہ کی کوئی ٹوکری اٹھانے کو بھی مجھ سے کہیں
 گئے تو میں اس کی تعمیل کو اپنی عزت سمجھوں گا“
 اللہ اکبر، دیکھئے حضرت شیخ الہندؒ اپنے اس شاگرد کا کتنا احترام کرتے ہیں
 صرف حضرت نانوتویؒ کی نسبت تھی، غرض حضرت شیخ الہندؒ اس شفقت
 ساتھ جو نیاز مندی کے رنگ میں ہوتی تھی حضرت حافظ صاحبؒ کی پشت پر
 فرماتے اور وجاہت و جرات ان کی کام کرتی تھی، حضرت حافظ صاحبؒ کے
 اوصاف بھی بہت بلند تھے آپ جب چلتے تو عموماً نیچی لگاہ کر کے چلتے تھے
 میں وقار و امتانت تھی ان کے سامنے پہنچ کر ایک ہیٹ محسوس ہوتی تھی صاف
 اور ظاہر و باطن کی یکسانی معروف و ممتاز تھی ہر ایک سے بات نہایت صاف
 اور بے جھجک فرماتے تھے، سر ریح العضب تھے، غصہ آتا تو ایک دم آجاتا
 ایک دم با کھری کھری فرماتے تھے اور دوسرے کی صفائی پیش کر دینے
 مجلس میں ایک دم فرو ہو جاتا اور اس معسوب پر بے حد مہربان ہو جاتے اور غرض
 شفقت فرماتے، غرض طلبہ اور مدرسین سب پر ان کی وجاہت کے اثرات تھے
 کو چار چاند حضرت شیخ الہندؒ کے نیاز مندانہ رنگ کی باطنی توجہات و تصرفات اور
 قوت و بہت نے اور ادھر حضرت گنگوہیؒ کی سرپرستی اور روحانی اعانت نے لگا کر
 آتا نکم اس دور میں مدرسہ سے ولدالعلوم دیوبند بنا اور اس نے مالی اور علمی حیثیت
 نمایاں ترقیاں کیں، عمارت کی وسعت، شعبہ جات کا پھیلاؤ، شاندار اجتماعات ملک
 دارالعلوم کی عمومی روشناسی، قوم اور حکومت دونوں کا اس سے تاثر وغیرہ اس دور
 پیداوار ہیں جس سے دارالعلوم بہت ترقی کرتا ہی چلا گیا۔ کام کے بڑھ جانے پر حضرت
 حافظ صاحبؒ کی نگاہ انتخاب اپنی نیابت کے لئے حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ

بیب و دران مانے ہوئے مدبر، بزرگ عالم ربانی، محدث، ادیب اور با فراست بزرگ
 نفع ان کے تدبیر نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا، اب تدبیر و سیاست حضرت مولانا حبیب الرحمن
 صاحب کی تھی اور وجاہت و جرأت اور قوت حضرت حافظ صاحب کی اور بہت باطنی اور
 نیت پناہی حضرت شیخ الہند کی تھی۔ ان تینوں سردوں کے جڑنے سے دارالعلوم نے
 ترقی کی وہ زمین سے اٹھ کر آسمان تک پہنچ گیا، سخاوت اور فراخ دلی مثالی تھی، مہماندار
 رہا نوازی میں شغف تھا، روزانہ دو چار دس بیس مہمان دسترخوان پر ہوتے تھے جس
 کی کوئی مہمان نہ ہوتا تو مدرسہ کی چھٹی ہونے پر دروازہ مدرسہ پر کچھ دیر رک جاتے اور
 ماتہ میں سے جو گزرتا اسے گھر ساتھ لے آتے اور کھانے میں شریک فرماتے حضرت
 مولانا عبید اللہ سندھی اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کو دس سال تک اپنے سے
 نہیں ہونے دیا، اپنے ساتھ ہی کھانا کھلاتے اخلاص اور اعتماد علی اللہ میں راسخ القدام
 سے اور دوسری ممتاز اخلاقی قوتیں آپ کی شیوہ ہو گئی تھیں۔

بہر حال آپ تمام ضروریات و تدبیریں تبلیغ و ارشاد اور دارالعلوم کی ترقی کے لئے
 کرتے رہے اور ۳۴ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ کو دارالعلوم ہی کی خدمات کے سلسلہ میں
 دارالعلوم پر شہر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہزاروں افراد نے نماز جنازہ ادا کی اور ۳۴ جمادی الاول، ۱۳۴۷ھ کو دفن کر دیا گیا۔
 آپ کی اولاد صالح میں حضرت مولانا قاری محمد طاہر قاسمی مرحوم اور حضرت مولانا قاری محمد طیب
 صاحب قاسمی بذللہ مشہور زمانہ علماء میں سے ہیں اور آپ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے
 اور حضرت قاری محمد طیب صاحب بذللہ، تو ایک بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ ان
 مذکورہ آگے پڑھئے۔

خدا رحمت کنند این عاشقان پاک طینت را

حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن امروہوی

آپ ۱۲۷۷ھ کو مولانا عنایت اللہ سندھلوی کے گھر پیدا ہوئے، سلسلہ
 نسب شیخ شہاب الدین سہروردی سے متصل ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ تک پہنچتا ہے آپ پانچ سال کے تھے کہ اپنی بہن کے ہمراہ مکہ معظمہ چلے
 اور وہاں اپنے بہنوئی کے پاس رہے مکہ مکرمہ میں ایک حافظ عبدالرحمن تھے
 سے قرآن مجید حفظ کیا حفظ قرآن کے بعد پہلی محراب مسجد الحرام میں سنائی۔ ۹۰
 میں وہاں سے واپس بمبئی آ گئے، ۱۲۹۲ھ تا ۱۲۹۷ھ تک دارالعلوم دیوبند
 تعلیم حاصل کرتے رہے، ترمذی شریف مولانا محمد قاسم نانوتوی سے ان کے
 دور میں پڑھی، حضرت مولانا نانوتوی اُس کے وصال کے بعد دیوبند سے مراد
 آ گئے۔ اور یہاں مولانا احمد حسن امروہی سے ۱۳۰۱ھ میں سند الفرائض
 کی، پھر گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بھی حدیث پڑھی،
 حافظ محمد احمد قاسمی اور مولانا حبیب الرحمن عثمانی گنگوہ میں آپ کے
 تھے بھوپال میں قاضی محمد الوب اور علامہ حسین بن محسن یمنی خزرچی سے جو
 واسطہ علامہ شوکانی کے شاگرد تھے آپ نے سند حدیث حاصل کی۔

فراغت کے بعد مدرسہ شاہی مراد آباد میں چند سال تدریس کی پھر مدرسہ
 جامع مسجد امروہہ سے تعلق ہو گیا۔ اور اپنے استاد حضرت مولانا احمد حسن
 کے وصال کے بعد ۱۳۳۳ھ سے مستقل طور پر مدرسہ، شیخ الحدیث و
 کے منصب پر فائز ہوئے۔ درمیان میں چند ماہ ریاست میٹھ ہوئی، پھر

اسلامیہ ڈا بھیل اور دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیتے رہے۔ پھر امر وہمہ آ گئے۔ اور آخر وقت تک باوجود پیرانہ سالی و ضعیفی کے درس قرآن و حدیث دیتے رہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی فرماتے ہیں کہ: حضرت مولانا عبدالرحمن امر وہمی، حضرت مولانا احمد حسن امر وہمی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ تفسیر کے بعض اسباق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے بھی پڑھے تھے۔ ان دونوں کے فیوض سے آپ کے ادب حدیث، فقہ اور تفسیر و غیرہ کے اسباق میں مکملانہ رنگ غالب تھا۔ جگہ جگہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم کا حوالہ بھی دیتے تھے۔ اور انہیں وضاحت کے ساتھ بیان بھی فرماتے تھے۔ امر وہمہ میں ایک عرصہ تک درس دیا۔ اور آخر میں کچھ عرصہ جب کہ ۱۳۶۲ھ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ گرفتار کر لئے گئے تو دیوبند میں بھی بعدہ صدر رسی درس حدیث دیا ہے۔ آپ نے تقریباً ساٹھ سال علوم دینیہ کی خدمت کی اور ہندوستان میں آپ کے فیض یافتگان کی ایک کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ مطول، نصر المعانی اور بیہادوی شریف کامل کے حواشی آپ کے علمی آثار ہیں۔ اتنے مفضل کے ساتھ منکسر المزاج اور متواضع طبیعت کے مالک تھے۔ آخرت تک کوئی مکان تعمیر نہیں کرایا۔ اور عمر کے آخری چند سال مدرسہ امر وہمہ چیار دیواری میں گزارے، سلوک و تصوف کے منازل حضرت حاجی امجد اللہ بھر مکیؒ سے طے کئے اور خلافت حاصل کی۔ ۲۳ جمادی الثانی، ۱۳۶۷ھ کی صبح آفتاب علم و عرفان اپنی پوری پوری تابانیوں اور منو نشانیوں کے بعد غروب ہو گیا، صحن مسجد امر وہمہ کے جنوبی گوشے میں حضرت مولانا احمد حسن محدث امر وہمیؒ کے بالکل قریب پائی۔ آپ کی اولاد صالحہ میں مولانا عبد القیم شفیق مرحوم، مولانا عبدالحی، مولانا عبد القدوس، مولانا عبد السلام اور مولانا عبد المؤمن قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین

(ماخوذ از تاریخ دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا حافظ محمد حسین دیوبند

آپ ۱۲۸۲ھ کو دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ تازہ بنی نام افتخار صاحب کا نام تحسین علی اور دادا کا نام میاں جی امام علی تھا۔ سلسلہ نسب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ تحصیل علم کے لئے آپ نے دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا اور درسیات کی تکمیل کر کے ۱۳۰۱ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے دورہ حدیث پڑھا کر سند الفراغ حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں شیخ الہدیٰ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت ملا محمودؒ اور مولانا سید احمد دہلویؒ کے بھی نام فرانت کے بعد اتفاقاً دارالعلوم میں مدرس فارسی کی جگہ خالی ہوئی جس کے زمرہ عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھانا بھی شامل تھا اس جگہ پر آپ کا تقرر ہوا۔ اس ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۵۳ھ تک آپ نے اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ مولانا رشید گنگوہیؒ کے خاص مریدین میں سے تھے۔ اور منازل سلوک طے کیں۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ فرماتے ہیں: مگر حضرت یسین صاحب مرحوم دیوبند کے نہایت اہل علم اور باعزت خاندان کے فرزند آپ کے آباء و اجداد علمی مشاغل میں مصروف اور اہل شہر کے معتمد علیہ حضرت حضرت مرحوم نے قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد فارسی کی درسیات انجام دے ماجداد اکابر خاندان سے حاصل فرما کر اعلیٰ قابلیت فارسی کی تعلیم حاصل اور پھر دارالعلوم دیوبند میں اکابر مشیوخ و اساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب

در حضرت مولانا تاجد صاحب و غیرہ حضرات سے علوم محقول و منقول حاصل فرمائے
 و بعد فراغ تحصیل بلا قید ملازمت محض شوق تعلیم اور حصول ثواب کی وجہ سے تعلیم و
 ریاضات مختلف طلباء کو شروع فرمائی۔ پھر آپ باضابطہ مدرس فارسی مقرر کر دیئے
 گئے اس کے ساتھ ساتھ عربی کی بھی بلند پایہ کتب زیر درس رہیں۔ فارسی درس
 انتہائی کتابیں حضرت ممدوح نہایت شوق اور جانفشانی اور کامل تحقیق سے
 دھاتے تھے علاوہ اہل شہر اور دیگر طلباء کے بعض عربی تعلیم یافتہ اور نازع لائقین
 علماء بھی شریک ہوتے تھے اور عالمانہ بحث و اشکال پیش کرتے تھے۔

حضرت مرحوم و ممدوح کی ایک نمایاں خصوصیت یا اثر صحبت یا برکت یہ بھی تھا
 طالعلم کے قلب میں ابتداء ہی سے حق تعالیٰ اور اس کے مقدس انبیاء علیہم السلام
 محبت اور بزرگان دین کی عقیدت جاگزیں موجبات تھی جس کا پایدار اثر اس کی
 بنی اور دنیوی اصلاح حال کے لئے آخری زمانہ تک مفید ہوتا تھا۔ اور حضرت مولانا
 پابندی شریعت اور رعایت آداب طریقت اور واسطے اعمال و عبادات مستفیدین
 متفہمین کے لئے ایک بہترین نمونہ پیش نظر رہتا تھا۔ غرض یہ کہ آپ ایک عالم
 دل اور شیخ کامل تھے۔ نہایت متواضع، خندہ جبیں اور عارف بزرگ تھے۔ آپ
 کوئی مفید رسالے تحریر فرمائے۔ اور ساری عمر درس و تدریس اور اصلاح و تربیت
 گزری۔ آخر ۹ صفر المظفر ۱۲۵۵ھ بروز جمعہ المبارک دیوبند میں رحلت فرمائی
 آپ کی اولاد صالحہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
 ہندی رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مشہور زمانہ علماء میں
 گزرے ہیں جن کے حالات آگے آ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین۔
 (ماخوذ میرے والد ماجد از مفتی محمد شفیع)

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی

آپ دارالعلوم دیوبند کے قدیم ممتاز فضلا و اور دارالعلوم کے منتظمین میں سے ہیں
 آپ کا علم و فضل اور تقویٰ و طہارت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے ہیں آپ دیوبند میں
 پیدا ہوئے اور آپ کا شجرہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔
 آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی ایک جمید عالم اور صاحب نسبت
 بزرگ تھے بنائے دارالعلوم دیوبند میں حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
 قدس سرہ کے رفیق اور معاون تھے مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن
 اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی آپ کے حقیقی بھائی تھے، تعلیم و تربیت
 دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمد الحسن دیوبندی کے زیر سایہ حاصل کی
 اور سند فراغ حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی مہتمم دارالعلوم
 دیوبند کی وفات کے بعد جماد الثانی ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم مقرر
 ہوئے اس سے قبل آپ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں مولانا محمد احمد صاحب کی نیابت
 میں رکھے گئے تھے۔ آپ اپنی دانش و بینش اور فہم و فراست میں یگانہ ہند تسلیم کئے جاتے
 تھے، آپ نے اپنے خداداد تدبیر سے دارالعلوم دیوبند کے انتظامات کو نہایت اعلیٰ
 پیمانے پر منظم کیا اور تقسیم کار کے ذریعے مخلوط امور کو شعبوں میں تقسیم کیا۔ اور
 دارالعلوم کو حقیقی معنی میں مرکزی حیثیت دی اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد احمد قاسمی
 کے دست راست اور ان کے چالیس سالہ دور اہتمام کی خدمات کے روح رواں نیابت

کی صورت میں حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ ہی رہے ہیں آخر دم تک دارالعلوم دیوبند میں دینی، علمی اور تدریسی خدمات کے علاوہ لقیغی میدان میں ان کی مشہور و معروف تالیف ”اشاعت اسلام“ ان کی وسعت معلومات اور تدقیق نظر کی کافی شہادت ہے، اس کے علاوہ ”اسلام میں مشورہ کی اہمیت“ قرآنی آیات احادیث نبویؐ اور علماء و فقہاء کے اقوال کی روشنی میں مشورہ کی اہمیت اور فضیلت پر ایک مدلل تالیف ہے آپ عربی زبان کے بہترین ادیب اور شاعر تھے، قصیدہ و لائیت العجزات اور متعدد قصائد آپ کے طبع ہو چکے ہیں۔ سلوک و تصوف کے منازل آپ نے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے طے کئے اور ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور خلافت و اجاز سے نوازے گئے۔ آپ کا فیض علمی و روحانی بہت پھیلا اور بڑے بڑے علماء آپ کے فیض علمی سے سیراب و شاداب ہوئے آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد الیس کا ندھلویؒ، مولانا سید بدر عالم میرٹھی صاحب مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمن سیوہادی اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی فرماتے ہیں :- کہ

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ دیوبند میں دارالعلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم تھے حق تعالیٰ نے آپ کو دین کا خاص فہم عطا فرمایا تھا، آپ کی دانش و تدبیر مشہور زمانہ تھی ادبیات کے ماہر تھے، عربی نظم و نثر دونوں پر کمال قدرت رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے نظم و نسق نے آپ کے تدبیر و دانش سے عظیم استفادہ کیا، آپ کی اس دانش بینش اور عظیم علمی شخصیت کی بناء پر حکومت حیدرآباد دکن کا عہدہ افتاء حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ کے بعد آپ ہی کو تفویض کیا گیا تھا، آپ کا حلم و تواضع، مروت اور نخل مشہور زمانہ تھا، آپ حضرت گنگوہیؒ کے متوسل اور طریقت کے معمولات کے نہایت پابند تھے، وفات کے

کے دن مجھ سے حسرت کے ساتھ فرمایا کہ میرا بارہ ہزار اسم ذات افسوس کہ آج پورا نہیں ہو گیا شب بیدار اور ہمہ وقت مشغول کار رہتے تھے آپ کی مجلس پر شکوہ اور مورت طمانیت ہوتی تھی، کئی عربی قصیدے اور کئی مفید ترین تصانیف آپ کا ترکہ ہے جو امت کو ملا، اس میں ”اشاعت اسلام“ ایک معرکہ الارقاء تھیں ہے جو بہت مقبول خواص عام ہے، حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین (تاریخ دارالعلوم دیوبند)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ جو آپ کے مشاہیر تلامذہ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں اور آپ سے ایک خاص انس اور تعلق تھا، تھادہ اپنے مفصل تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کا اسم گرامی ہمارے بزرگوں میں بہت نمایاں ہے، آپ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے اگرچہ انتظامی مصروفیت کی بنا پر آپ کا علمی اور عملی مقام لوگوں پر واضح نہ ہو سکا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ علمی اور عملی دونوں حیثیتوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجیب کمالات عطا فرمائے تھے، آپ کو عربی ادب کا بڑا مستفاد و تھادہ اور آپ کی عربی تحریریں پڑھی چست اور ادیبانہ ہوتی تھیں، آج کل دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کو جو سند دی جاتی ہے اسی کا پورا مضمون حضرت مولانا ہی کا مرتب فرمایا ہو ہے۔ اور جب ہم لوگوں نے حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی سرپرستی میں عربی نظم و نثر کی مشق کے لئے نادیتہ الادب، قائم کی تو حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قدس سرہ اس میں بڑی دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا کرتے تھے اور مجھے تصنیف و تالیف اور مضمون نگاری کی طرف متوجہ کرنے میں حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کا بڑا حصہ ہے، مولانا کی مادہ یہ تھی کہ وہ انتظامی کاموں میں مصروف رہنے کے باوجود دارالعلوم کے طلباء پر خاص نظر رکھتے تھے اور جس طالب علم میں کوئی صلاحیت دیکھتے اس کی ہمت افزائی فرما کر اس کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش فرماتے، میں بھی دارالعلوم میں پڑھتا ہی تھا کہ مولانا کی خاص

نظر عنایت مجھ پر مبذول ہو گئی، بار بار ایسا ہوا کہ جب میں امتحان گاہ میں بیٹھا ہوا پرچہ لکھ رہا تھا تو حضرت مولانا میرے ہاں تشریف لا کر میرے لکھے ہوئے جوابات دیکھتے اور بعض اوقات اتنے مسرور ہوتے کہ دوسرے اساتذہ کو جا کر اطلاع دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی اخبار یا رسالے میں کوئی مضمون شائع ہوا جس میں امت کے کسی اجماعی مسئلے کے خلاف رائے ظاہر کی گئی تھی، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نے احقر کو حکم دیا کہ اس کا جواب لکھو، میں نے تعمیل حکم کی اور یہ میرا پہلا مضمون تھا میں نے جب یہ مضمون لکھ کر حضرت متمم صاحب کو دکھایا تو وہ خوشی سے پھوٹے نہ سمائے اور اسی وقت مجھے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری صاحب اللہ شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب اور دوسرے اساتذہ کے پاس ملے اور ان کو میرا لکھا ہوا یہ مضمون دکھایا۔ وہ میرا پڑھنے کا زمانہ تھا اور میں نے پہلا مضمون لکھا تھا اس لئے اس میں یقیناً بہت سی خامیاں ہوں گی لیکن حضرت مولانا نے جو معاملہ میرے ساتھ فرمایا، اس نے میری ایسی ہمت افزائی کی کہ تحریری کام کا ایک شوق پیدا ہو گیا، اس کے بعد ”القاسم“ کے نام سے دارالعلوم دیوبند کا جو رسالہ حضرت مولانا کی ادارت میں نکلتا تھا میں نے اس میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ حالات ایسے رہے کہ مجھے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دینے کا موقع نہ مل سکا، اس لئے حضرت مولانا اس زمانہ میں مجھ سے کچھ شاکمی رہے اس کے بعد جب میں نے وہ دین رسالے لکھ کر انہیں دکھائے تو وہ کھل اُٹھے اور فرمایا۔

”یہی تو وہ کام ہے جس میں تمہیں مشغول دیکھنا چاہتا ہوں“

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قدس سرہ کو انتظامی صلاحیت اور سیاسی سوچ بوجھ اس قدر عظیم معمولی عطا فرمائی تھی کہ درحقیقت وہ وزیر بننے کے لائق انسان تھے، دارالعلوم دیوبند پر سخت سے سخت وقت آئے بڑی بڑی شورشیں اٹھیں لیکن میں نے اس بندہ خدا کو کبھی ہراساں یا پریشان نہیں دیکھا۔ سنگین سے سنگین حالات میں بھی اُز

کے اطمینان اور خود اعتمادی میں کبھی فرق نہیں آتا دیکھا۔ انہوں نے دارالعلوم میں خلاف معمول باتوں کو کبھی بد و اثرت نہیں کیا اور اپنے حسن تدبیر سے دوسرے کو بڑے بڑے تقصیر سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کی جس کا ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ حضرت مولانا کو انڈیا نے شمالی صوبہ و بنگال عطا فرمایا تھا، دارالعلوم دیوبند کی زمین سے متصل کسی دیوبند کے رئیس کی زمین تھی اس کا کچھ حصہ دارالعلوم کے لئے خرید لیا گیا تھا۔ اس زمین کے انتقال کے بعد اس کے ایک وارث نے ایک روز دارالعلوم کے صحن میں پہنچ کر اس زمین کے حق داری کا دعویٰ کیا اور حضرت مولانا کو خطاب کر کے باوازی بلند بہت برا بھلا کہنا شروع کیا، اس کا انداز گفتگو اس قدر اشتعال انگیز تھا کہ مولانا کے بعض خدام کو بھی فطری طور پر اشتعال ہوا۔ اور انہوں نے بھی اس کی اسی کی زبان میں جواب دیئے کارا وہ کیا لیکن مولانا نے اُن کو روکا اور ان صاحب سے فرمایا کہ: ”شیخ صاحب، آپ فضول ناراض ہو گئے ذرا اندر تشریف لائیے، اطمینان سے بات کریں گے“

مگر وہ صاحب بدستور غیظ و غضب کا اظہار کرتے رہے۔ مولانا نے ان کو کچھ دیر بعد پھر فرمایا ”اندر چل کر بیٹھئے تو سہی، وہاں بات کریں گے“

اور پھر انہیں زبردستی دفترِ اہتمام میں لے گئے۔ ان کی خاطر تواضع کی اور جب وہ دفترِ ٹھنڈے ہو گئے تو مولانا اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ سے اُٹھے، ایک ہماری کھولی اس میں سے کچھ کاغذات لے کر آئے اور ان صاحب کے سامنے پھیلا دیئے۔ دیکھیے یہ زمین آپ کے مورث نے فلاں تانہ کچ کو دارالعلوم کے ہاتھ فروخت کر دیا تھی اور اس کی رجسٹری بھی ہو چکی ہے۔“

ان صاحب نے کاغذات دیکھے تو بے حد شرمندہ ہوئے اور مولانا نے صبر و ضبط اور تحمل کا مظاہرہ کیا اس سے بے حد متاثر ہو کر گئے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قدس سرہ کے زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کا کام بہت میل گیا تھا بہت سے شعبے قائم ہو چکے تھے اور سینکڑوں طلباء دارالافتاء میں رہتے تھے اس لئے مولانا شب دروز انتظامی کاموں میں مصروف ہوتے تھے اس کے باوجود ان کی اعلیٰ اور تلاوت وغیرہ کے علاوہ روزانہ سوالا کھ مرتبہ ذکر اسم ذات کا معمول کبھی قصا میں ہوا۔

ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ کے خلاف ایک شدید طوفان کھڑا ہوا جس میں بعض لوگ حضرت مولانا کی جان تک کے دشمن ہو گئے، ان حالات میں بھی مولانا جان تک کے دشمن ہو گئے، ان حالات میں بھی مولانا کھلی چھت پر تنہا سوتے تھے، میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت! ایسے حالات میں آپ کا اس طرح سونا مناسب معلوم نہیں ہوتا، آپ کم از کم کمرے کے اندر ہی سو جایا کریں، لیکن مولانا نے یہ بے نیازی کے ساتھ منس کر فرمایا۔

”میں تو اس باب یعنی سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کا بیٹا ہوں جس کے جنازے کو چار اٹھانے والے بھی میسر نہ آئے اور جسے رات کے اندھیرے میں بقیع کی نذر کیا گیا لہذا مجھے موت کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔“

(ماخوذ ماہنامہ البلاغ مفتی اعظم نمبر)

حال آپ ایک جلیل ترین عالم، محدث، فقہیہ، ادیب، شاعر اور بہترین مدیر و منتظم دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر استاذ اور مایہ ناز فاضل تھے ساری زندگی درس لیس اور دارالعلوم کی خدمت میں مصروف رہے اور ۱۹۲۰ء میں رحلت فرمائی حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

انہیں کے نقش قدم پر ہوائے خدا جینا!

مرحم اللہ عبد ا قال آہنا،

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری

امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ مسعود نردری کشمیری سے ملتا ہے جن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا وہاں سے ملتان آئے لاہور منتقل ہوئے پھر کشمیر میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے خود اپنا سلسلہ نسب اپنی تصانیف میں تحریر فرمایا ہے جو آگے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ملحق ہو جاتا ہے، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہ بڑے عالم ربانی، زاہد عابد کشمیر کے نہایت مشہور خاندانی پیر و مرشد تھے آپ ۲۷ شوال الحکم ۱۲۹۲ھ بروز شنبہ بوقت صبح اپنے نخیال بمقام دودھواں و علاقہ لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ چار پانچ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد مولانا معظم شاہ صاحب سے قرآن پاک شروع کیا اور چھ برس کی عمر تک قرآن کے علاوہ فارسی کے متعدد مسائل بھی ختم کر لئے۔ پھر مولانا غلام محمد صاحب سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی۔ اور ابھی آپ کی عمر ۱۳-۱۴ سال کی تھی۔ ۱۳۰۵ھ میں شوق تعلیم نے لولاب کے مرغزار دل اور سبزہ زاروں پر غریب الوطنی کی علمی زندگی کو ترجیح دی، حضرت علامہ ہونہار بروہے کے چکنے چکنے پات کے مصداق بچپن ہی میں بے حد ذہین، ذکی اور فطین تھے ہمیں سال تک آپ ہزارہ و سرحد کے متعدد علماء و صلحاء کی خدمت میں رہ کر علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے پھر جب علوم و فنون کی پیاس وہاں بھی بجھتی نظر نہ آئی تو ہندوستان کے مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کی شہرت سن کر آپ ۱۳۰۷ھ یا ۱۳۰۸ھ میں ہزارہ سے دیوبند آ گئے، دیوبند میں آپ نے

چار سال رہ کر وہاں کے مشاہیر وقت ویکتا نے روزگار علماء سے فیوض علمیہ و عملیہ و باطنیہ کا بدرجہ اتم استفادہ کیا اور بیس اکیس سال کی عمر میں نمایاں شہرت و عزت کے ساتھ سند فراغ ۱۲۱۲ھ میں حاصل کی جن علماء سے آپ کو شرف تلمذ رہا ہے ان میں سے یہ چند حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا محمد اسحاق امرتسری مہاجر مدنی، اور مولانا غلام رسول ہزاروی، دیوبند سے فارغ ہو کر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں گنگوہ تشریف لے گئے اور وہاں سے سند حدیث کے علاوہ فیوض باطنی بھی حاصل کئے اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور تین چار سال تک مدرسہ ایضیہ کے مدرس اول رہے دہلی میں کئی سال قیام کے بعد بعض ضرورتوں اور مجبوری کے باعث آپ کشمیر تشریف لے گئے اور ۱۲۲۳ھ میں آپ بعض مشاہیر کشمیر کی رفاقت میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے، سفر حجاج میں طرابلس، بصرہ اور مصر و شام کے حلیل القدر علماء نے آپ کی بہت عزت کی اور سب نے آپ کی خداداد و بے نظریات دانندہ دیکھ کر سندت حدیث عطا فرمائی جن میں آپ کا نام الفاضل الشیخ محمد انور بن مولانا محمد معظم شاہ کشمیری لکھا گیا ہے۔ سفر حجاج سے واپس آ کر خواجگان قصبہ بارہ مولے و کشمیر کا ایک مشہور مقام محصوراً خواجہ عبدالصمد گرو دریس اعظم کے اصرار پر آپ نے اسی قصبہ میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد ڈالی اور تقریباً تین سال تک آپ وہاں خلق اللہ کو فیض یاب فراتے رہے اسی اثناء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کے مشہور جلسہ و تہذیب ہندی میں مدعو کیا گیا اور آپ دیوبند تشریف لے گئے، دارالعلوم دیوبند میں آپ نے استفادہ علوم و فنون کیا تھا اور وہیں سے سند فراغ حاصل کی تھی اب اسی دارالعلوم میں مدرس مقرر ہو گئے سنن ابوداؤد تشریف آوہ صحیح مسلم تشریف کا درس سالہا سال تک بغیر کسی تنخواہ کے دیتے رہے۔ چند سال کے بعد آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کی وجہ سے پھر کشمیر جانا پڑا لیکن دارالعلوم کی طرف سے شدید

تقاضا ہوا اس لئے آپ جلد ہی واپس تشریف لے آئے اور اطمینان کے ساتھ دارالعلوم میں مسند نشین درس ہو کر علمی افادات میں مشغول ہو گئے آپ دارالعلوم سے کوئی معاون نہیں لیتے تھے آخر مولانا حافظ محمد احمد قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اصرار کے اس بات پر راضی کیا کہ وہ ان کے ساتھ کھانا کھایا کریں اور یہ صورت دس برس قائم رہی، مولانا محمد احمد قاسمی، مولانا حبیب الرحمن عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانی، عبداللہ سندھی اور حضرت علامہ کشمیری، یہ تمام حضرات مل کر کھانا کھاتے اور علمی اور تحقیقی باتیں ہوتیں رہتیں۔ نکاح اور اولاد ہونے کے بعد احباب کو موقع ملا کہ صاحب کو دارالعلوم سے کچھ مشاہیرہ دلو میں چنانچہ کافی اصرار پر آپ راضی ہوئے اسی دوران شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی نے حجاز مقدس کا قصد فرمایا اور ان کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت علامہ کشمیری نے قائم مقام صدر مدرس کی جگہ سے بخاری تشریف اور تہذیب ہندی تشریف کا درس سنبھال لیا۔ شاہ صاحب کے درس میں ایسی امتیازی خصوصیات تھیں جو عام طور پر دوسرے حلقوں میں نہیں تھیں بہر حال اب تک آپ دارالعلوم دیوبند میں صدر مدرس کی حیثیت سے درس حدیث دیتے رہے اس کے بعد بعض تنظیمیں سے اختلاف ہوا تو دارالعلوم سے قطع تعلق فرما کر آپ، مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سراج احمد اور سید بدر عالم میرٹھی اور دیگر علماء بہت سے طلباء کی ایک جماعت کے ساتھ جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے اور ۱۲۵۱ھ تک جامعہ میں درس حدیث رہا اور ۱۲۵۲ھ کو شب کے آخری حصہ میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں دیوبند میں داعی لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و عملی کمالات میں سے جو چیزیں اقران و اعیان میں سب سے زیادہ ممتاز کرتی تھی وہ آپ کی جامعیت و تجربہ علم

علوم عقلیہ و شرعیہ میں سے ایک بھی ایسا علم نہیں ہے جس میں آپ کو مہارت تامہ حاصل نہ ہو۔
اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ علماء و متقدمین میں بھی ہر حیثیت سے ایسی جامع علوم عقلیہ
و نقلیہ بستیاں نادر و نادر ہی ملتی ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اس ارشاد سے آپ
کی جامع شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ:-

میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا
اقتل مستحکم میں وجود ہے اگر دین اسلام میں کسی قسم کی بھی کمی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام
سے کنارہ کش ہو جاتے۔ (حیات انوار)

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علامہ کشمیری کی وفات پر جامعہ اسلامیہ
ڈابھیل کے ایک جلسہ میں فرمایا:- مجھ سے اگر مصر و شام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ کیا تم نے
حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین ابن دینق العسید اور شیخ عزیز الدین بن عبد السلام
کو دیکھا ہے تو میں یہ کہہ سکتا تھا کہ ہاں دیکھا ہے کیونکہ صرف زمانہ کا تقدم و تاخر ہے۔
اور نہ اگر علامہ انور شاہ صاحب بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو اسی طرح آپ کے
مناقب و احوال و اوراق تاریخ کا گراں قدر سرمایہ ہوتے، میں محسوس کر رہا ہوں کہ حافظ ابن
حجر، شیخ تقی الدین اور شیخ عزیز الدین کا انتقال آج ہوا ہے (حیات انوار)
مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ:- ”واقعی حضرت شاہ صاحب
آیت من آیات اللہ تھے۔“

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا:- کہ میں نے ہندوستان، حجاز، عراق، مصر اور
شام کے علماء و فضلاء سے ملاقات کی اور مسائل علمیہ میں ان سے گفتگو کی لیکن تبجو علمی،
وسعت معلومات، جامعیت اور علوم نقلیہ و عقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر
نہیں پایا۔ مصر کے ممتاز عالم دین علامہ سید رشید رضاؒ نے دیوبند میں ایک مرتبہ فرمایا خدا
کی قسم میں نے ان جلیسا آدمی ہرگز نہیں دیکھا۔ (حیات انوار)

امیر ترویج سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے:- کہ
صحابہ کرام کا قافلہ جا رہا تھا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ تھے
وہ گئے تھے۔

آپ کی ذہانت قوت حافظہ کے سلسلہ میں مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی تحقیق
ذکر ہے کہ مجموعی طور سے حضرت شاہ صاحبؒ کو کم سے کم چالیس پچاس
کے اشعار یاد تھے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ:-
”حضرت شاہ صاحب کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ دیکھ لیا
جو ایک مرتبہ سن لیا وہ ضائع ہونے سے محفوظ اور مامون ہو گیا گو یہ
زمانہ کے امام نہ رہی تھے۔“

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم فرمایا کرتے تھے، کہ
”اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب
نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔“

مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ آپ کو چلتا پھرتا کتب خانہ فرمایا کرتے تھے بہر
کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی اور علمی اشغال میں غیر معمولی انہماک
کے باوجود عمل یا کتاب و السنۃ اور اتباع سلف کے اہتمام میں ذرہ بھر
نہیں ہوتی تھی، ملنے والے بہت سی سنتوں کو شاہ صاحب کے عمل کو دیکھ کر
کریا کرتے تھے، سنت نبویؐ کے مطابق کھانا اکرٹوں بیٹھ کر کھاتے
کھانے میں ہمیشہ تین انگلیاں استعمال کرتے اور دونوں ہاتھ مشغول
تھے بائیں ہاتھ میں روٹی اور دائیں ہاتھ سے اسے توڑ توڑ کر استعمال کر
لقمے ہمیشہ چھوٹے چھوٹے استعمال کرتے تھے۔ زہد و تقویٰ حضرت محمد

روشن اور کھلے ہوئے چہرے پر ہرستا تھا ایک غیر مسلم شخص نے کسی موقع پر آپ
 رنج و سفید رنگ کشادہ پیشانی اور سنس لکھ چہرہ نیز چہرہ کی مجموعی عظمت و وجاہت
 پر کہا تھا کہ ”اسلام کے حق ہونے کی ایک مستقل دلیل یہ چہرہ بھی ہے“
 جمعہ کے لئے جاتے تو فاسمحوالی ذکر اللہ کا منظر سب کو نظر آتا۔ حسبنا اللہ تکیہ
 تھا، اٹھتے بیٹھتے اکثر و بیشتر حسبنا اللہ فرماتے اور ایسے ہی موقعہ ہوتے اللہ جل
 تے رہتے تھے، درس میں بعض اوقات غایت خشیت سے آنکھوں میں نمی آجاتی،
 غنبط کرنے کی کوشش کرتے، انشاء و قصائد اور وعظ میں خوف و خشیت کے
 اکثر تر آنکھوں کے ساتھ پڑھتے جس سے چہرہ منظر خشیت الہی نظر آتا تھا۔
 معین کی آنکھیں تر ہو جاتی تھیں، ٹھیک طریقہ نبویؐ کے مطابق کن آنکھوں سے
 تے اور جدھر متوجہ ہوتے پورے متوجہ ہوتے تھے باوجود تبحر علمی کے ادب
 رنج و اکابر کا یہ عالم تھا کہ ان کے سامنے کبھی آنکھ اٹھا کر یا مل کر گفتگو نہ فرماتے
 صاحب اپنے باطنی کمالات کو ہمیشہ چھپائے رکھتے تھے اور یہی بات ہے
 کمالات حضرت کے ساتھ ایسے خیرہ کن تھے اور علم کا حضرت شاہ صاحب پر
 غلبہ تھا کہ مجسمہ علم معلوم ہوتے۔ لیکن قرآن پاک اللہ یخشی اللہ من عبادہ العظام
 صحیح معنوں میں خدا ترس انسان تھے۔ مگر علمی کمال کا آپ پر اتنا غلبہ تھا کہ دوسرے
 کمالات زندگی اس کے بالکل نیچے دیے ہوئے تھے چنانچہ آپ کی زندگی کا وہ
 بین پہلو بھی جس کو سلوک و تصوف سے تعبیر کرنا چاہیے اس علمی کمال اور شغف علمی سے
 رہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دولت سے بھی حصہ وافر عطا فرمایا تھا اور
 جتنا آراستہ باطن اصحاب احسان میں سے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ سے مجاز تھے
 اس لائق کی باتیں کرنے کی عادت نہ تھی۔
 حضرت علامہ اپنی جلالت قدر اور رفیع منزلت کے باوجود اکابر و دیوبند کے متعلق

کی خیال رکھتے تھے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے :- ایک دفعہ فرمایا ہم یہاں آئے
 کشمیر سے ہندوستان تو دین حضرت گنگوہیؒ کے یہاں دیکھا اس کے بعد حضرت
 شیخ الہند اور حضرت رابپوریؒ کے یہاں دیکھا۔ اور اب جو دیکھنا ہے تو وہ حکیم
 مولانا اشرف علی تھانویؒ کے یہاں دیکھئے۔ اندازہ کیجئے جن حضرات کی تعریف
 تو صیغہ علامہ الزم شاہ جیسے محدث و فقیہ کی زبان سے ہو رہی ہو ان کا مقام
 ہو گا اس کا ہم جیسے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت مولانا عبد القادر راء
 فرماتے ہیں :- کہ

میں ایک دفعہ سنہری مسجد مدرسہ امینیہ میں گیا تو دیکھا کہ حضرت
 شاہ صاحب ایک حجرے میں دروازہ بند کئے ذکر و صغریٰ
 جہر کے ساتھ کہ رہے ہیں، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ دیر تک
 اسم ذات کرتے رہے جس وقت شاہ صاحب بازار نکلتے تو
 پر رومال ڈال کر آنکھوں کے سامنے پردہ کر کے نکلتے
 مبادا کسی عورت پر نظر پڑ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اخلاق و شمائل کتب احادیث میں روایت
 ہیں ان میں ایک عادت مبارکہ یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ آپؐ بہت زیادہ خاموش
 تھے گویا بلا ضرورت بولتے ہی نہ تھے حضرت شاہ صاحب اس عادت مبارکہ کا کمال
 تھے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو صرف علمی و دینی استفادہ و افادہ کے لئے اور ناگزیر
 باتوں ہی کے لئے زبان دی گئی ہے۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت
 میں صحابہ کرامؓ ذکر فرماتے ہیں کہ مسکرانے کی تو بہت زیادہ عادت تھی مگر کھکھکا
 ہوئے کبھی نہیں دیکھا، یہی حال حضرت شاہ صاحبؒ کا تھا۔ حضرت مولانا محمد ادریس
 فرماتے ہیں کہ :- شاہ صاحب کے نور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جو شخص بھی دیکھتا

میں یقین کر لیتا کہ یہ خدا کا کوئی نیک بندہ ہے شاہ صاحب اگر کسی مجلس میں تشریف لایا ہونے اور باہر سے کوئی اجنبی مجلس میں داخل ہوتا تو دیکھتے ہی سمجھ لیتا تھا کہ اس مجلس میں سب سے بڑا عالم اور متقی یہی شخص ہے۔

مرد حق کی پیشانی کا نور

کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

ہ صاحب کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ان کی تربیت سے ایسے متبحر عالم اور عظیم محدث، مفسر، فقہیہ، ادیب، خطیب، مؤرخ، شاعر، مصنف اور عارف پیدا ہوئے کہ جن کی نظیر کم از کم اس پورے برصغیر میں ملنا مشکل ہے دارالعلوم کے تقریباً اٹھارہ قیام میں کم از کم دو ہزار طلباء شاہ صاحب سے بلا واسطہ مستفید ہوئے۔ ان کی مکمل تربیت کے لئے بھی ایک دفتر درکار ہے۔ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو گوشہ کنائی دین کی خدمت میں مصروف رہے اور وہ بھی جو علم کے آفتاب درماہتاب بن چکے۔ جن میں چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شاہ عبدالقادر راپوری، مولانا مفتی محمد شفیع ہندوی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا سید عالم میرٹھی مہاجر مدنی، مولانا حفیظ الرحمن سیوہادی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا اطہر علی سلمٹی، اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی وغیرہ۔ رات شامل ہیں آپ نے دینی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کے علاوہ تصنیف و تالیف میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ چند مایہ ناز تصانیف یہ ہیں: خاتم النبیین، عقیدۃ الاسلام، حیات عیسیٰ علیہ السلام، التفریح بما تواتر فی نزول المیسج، فضل الخطاب فی مسکد ام الکتاب، لبرہ ان کتابوں کے علاوہ حضرت علامہ کی دو تقریریں جو درس کے وقت اِلاء کرتے اور جن کو اجلہ تلامذہ نے تحریر کیا ہے۔ ان میں مشہور ترین تقریر فیض الباری شرح بخاری

کے نام سے مولانا سید بدر عالم میرٹھی نے تحریر کی ہے چار جلدوں میں چھپ چکی ہے مسلم کی اطلاعی شرح منضبط کردہ مولانا سید مناظر احسن گیلانی اور حاشیہ سنن ابی داؤد کردہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی وغیرہ مطبوعہ ہیں اردو میں شرح بخاری بنام انوار الباری صاحب کے افادیت ۳۲ حصوں میں ساڑھے چھ ہزار صفحات پر شائع ہو رہے ہیں، مولانا یوسف بنوری نے آپ کی حیات طیبہ پر ایک کتاب بنام لفحۃ الصبر عربی میں لکھی ہے قابل مطالعہ ہے آپ کے اخلاف رشید میں مولانا محمد انظر شاہ کشمیری اور مولانا محمد شاہ کشمیری زیادہ معروف ہیں جو دارالعلوم دیوبند میں استاذ ہیں۔ اور دونوں فاضل محقق اور مصنف ہیں۔ دوسری دینی خدمات کے علاوہ آپ کی تحریک نعت نبوت بھی بہت زیادہ ہیں۔ بہر حال آپ کی کس کس خوبی اور خدمت دین کا ذکر کیا جائے تو نالائے ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین

تجربہ شاہد ہے کہ بیشتر نزاعات و مناقشات خود بخود اُپ اور غرض پرستی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی راہوں اور غرضوں کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بلند معیار مانتے ہوئے اس کے تابع کر دیں اس کا آخری انجام یقینی طور پر دین کی سرخروئی اور کامیابی ہے

(شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آسمان شریعت اسلامیہ
درخشندہ آفتاب تھے، آپ ایک بہت بڑے محدث، جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبہ
علم، رفیع الشان نقیب، بہترین مقرر، اعلیٰ درجے کے انشاعیہ واد اور بلند پایہ استاد
آپ کی ذات گرامی علم و عمل کا سرچشمہ تھی اور آپ کی تمام زندگی خدمت اسلام، خدمت
مسلمین اور خدمت ملک و ملت میں گزری، آپ کے قلم اور زبان سے شریعت کے
آرا آشکار ہوئے اور آپ کے کردار نے مسلمانوں میں زندگی کی روح دوڑادی۔
مجاہد اسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-
اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو ایسے وقت دنیا میں بھیجتا ہے جب
امت میں کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ
شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ان ہی لوگوں میں سے
ایک تھے حضرت علامہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے
علماء زمان، محقق دوراں اور دنیاۓ اسلام کا درخشندہ آفتاب
بنایا ہے ان کی بے مثل ذکاوت، بے مثل تقریر، عجیب و غریب
حافظہ، عجیب و غریب تبحر کمالاتِ عملیہ ایسے نمایاں اوصاف ہیں
کہ کوئی شخص منصف مزاج انکار نہیں کر سکتا (تجلیات عثمانی)
علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ:-

علامہ عثمانی اپنے وقت کے زبردست متکلم، نہایت خوش تقریر
مقرر، محدث و مفسر اور محقق تھے حلقہ علماء میں ایسا قادر الکلام
مقرر اور ایسا بلیغ البیان خطیب شاید اب تک بیسر نہ ہوا۔
جو گا جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا
کہ علم و کمال کا سمندر موجیں مار رہا ہے اور علم و عرفان کی ستویں
رہ رہ کر ابل رہی ہیں وہ تحریر و تقریر میں اپنے وقت کے
امام تھے۔ (الوار عثمانی)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:-

مولانا عثمانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، پاکباز محدث، بہترین مفسر، اور خوش
بیان مقرر تھے ان کی تقریر کے ایک ایک لفظ میں علم و عرفان کا سمندر موجزن تھا۔
اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے
ہیں کہ:- جماعت علماء میں حضرت علامہ عثمانیؒ نہ صرف ایک بہترین عالم ہی تھے بلکہ ایک
صاحب الائے مفکر بھی تھے، آپ کا فہم و فراست اور نقہ نفس بے نظیر تھا آپ اس علمی
ذوق کے امین تھے جو اکابر دارالعلوم سے بطور وراثت آپ کو ملا تھا۔ حضرت مولانا محمد قائم
صاحب نانوتویؒ قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند کے مخصوص علوم پر آپ کی گہری نظر
تھی اور دوسروں میں آپ کے علوم کی بہترین تفہیم کے ساتھ تقریر فرماتے تھے۔ علوم میں نظر
نہایت گہری اور عمیق تھی، علمی لائٹوں میں آپ کا درس و تدریس اور مختلف مدارس عربیہ
مدرسہ فتح پوری و ملی، دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ہزار باطلیاء و کرم
بعد دیگرے افادہ ایک امتیازی شان رکھتا ہے، تقنیفی لائٹوں میں آپ کی متعدد تصانیف
اور قرآن حکیم کی تفسیر بصورت فوائد اور مسلم شریف کی عربی بشرح یادگار زمانہ رہیں گی۔ جو
پوری دنیاۓ اسلام میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے۔ سیاسی لائٹوں میں

آپ نے تقسیم ملک سے پہلے اپنی تہذیب و سیاسی قابلیت سے ریاست حیدر آباد کو ایسے وقت میں بعض مملکت مذہبی فتنوں سے بچانے کی سعی جمیل فرمائی جب کہ اس کے معاملات بہت زیادہ خطرے میں تھے۔ آزادٹی وطن کی حقیقت سے لاکھوں باشندگان کو آگاہ کیا اور آزادی ملک کی جدوجہد میں آپ نے کافی حصہ لیا اور آپ کی فصیح و بلیغ تقریروں سے لاکھوں باشندگان وطن آزادی وطن کی حقیقت سے آگاہ ہوئے تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستان کو اپنا مستقل وطن بنایا اور کہ جی میں مقیم رہ کر پاکستان کی بہت سی دینی سیاسی اور ملی خدمات انجام دیں۔ پاکستان کا ارباب حکومت پر آپ کی علمی اور سیاسی خدمات کا خاص اثر تھا اور یہاں کی گورنمنٹ کے ہائی کمان میں آپ کی عالمانہ اور مفکرانہ حیثیت سے نہایت عظیم حاصل تھی، آپ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے رکن اور مذہبی قانون کمیٹی کے صدر تھے بلاشبہ حکومت پاکستان نے آپ کے ساتھ حیات اور ممات کا جو معاملہ کیا وہ ایک قدر شناس حکومت کو اپنے نخلص خیر خواہ اور ملک کے ایک ممتاز عالم دین کے ساتھ ہی کرنا چاہیے تھا“ (الوار عثمانی ص ۲۷)

علامہ عثمانی ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۵ء کو پردہ عدم سے ظہور میں آئے، آپ کی ولادت ضلع بجنور میں ہوئی جہاں ان دنوں حضرت علامہ کے والد محترم مولانا فضل الرحمن عثمانی سرکاری ملازمت کے ڈپٹی فیکٹر تھے، مولانا فضل الرحمن عثمانی دہلی کالج کے تعلیم یافتہ تھے بڑے فاضل اور اردو فارسی کے بہترین ادیب اور شاعر تھے اور حضرت علامہ عثمانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بنائے ہوئے دارالعلوم دیوبند میں رقیق تھے۔

حضرت علامہ عثمانی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور ان کے صحیح علمی و سیاسی جانشین تھے۔ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں دیوبند سے فارغ ہوئے، دورۂ حدیث میں تمام طلباء

سے فرسٹ آئے، ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ میں آپ کی شادی ہوئی لیکن آخر وقت تک اولاد سے قطعاً محروم رہے۔ آپ دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ درجہ کے اساتذہ میں سے تھے لیکن ساری زندگی فی سبیل اللہ پڑھاتے رہے، متوسط کتابوں سے لے کر مسلم شریف اور بخاری شریف تک کی تعلیم دی، تمام علوم معقولہ اور منقولہ، منطق و فلسفہ ریاضی، فقہ، حدیث اور تفسیر میں مہارت رکھتے تھے، عہد طالب علمی ہی میں جو کتاب پڑھتے دوسرے پندرسوں کو پڑھاتے، طلباء کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے مدت تک دارالعلوم دیوبند میں خدمت درس و تدریس کے بعد مدرسہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس بن کر تشریف لے گئے، ۱۳۳۸ھ میں آپ نے فریضہ حج ادا کیا۔ اور ۱۳۴۲ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر جمعیت علمائے ہند کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے اور وہاں عربی میں زبردست تقریریں کیں اور شاہ سعود اور دوسرے علمائے ممالک سے علمی، فقہی مکالمے اور مباحثے کئے ۱۳۴۸ھ میں آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں تشریف لے گئے اور وہاں تفسیر و حدیث پڑھاتے رہے۔ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں پرنسپل اور صدر مہتمم کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے جہاں آپ نے دارالعلوم کی ترقی میں نمایاں کوشش فرمائی اور ہزاروں تشنگانِ علوم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ اور پھر خود بھی جو بڑے محدث، مفسر، فقیہ اور شیخ وقت ثابت ہوئے۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا اظہار علی سلمی، مولانا سید محمد یوسف بنوری اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کی ساری عمر دین اسلام کی خدمت میں گزری، آپ کی تصانیف میں سے قرآن

کریم کی تفسیر عثمانی اور مسلم شریف کی شرح فتح الملہم زبردست علمی شاہکار ہیں آپ کی تفسیر کے متعلق امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ :-

علامہ عثمانی نے تفسیر قرآن کریم لکھ کر دنیا کے اسلام پر عظیم احسان کیا ہے ۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں کہ :-

میں نے ایسی تفسیر ابھی تک نہیں دیکھی ۔ اس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کی روح کار فرما ہے ۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ :-

”مولانا عثمانی نے بہت سی ضخیم ضخیم کتابوں کو مختصر کر کے سندھ کو کوزے میں بند کر کے بھر دیا ہے ۔ اس تفسیر کے علاوہ شرح مسلم شریف ، اعجاز القرآن ، اسلام کے بنیادی عقائد ، العقل والنقل ، فضل الباری شرح صحیح بخاری ، الشہاب اور مجموعہ رسائل ثلاثہ آپ کے علمی شاہکار ہیں ۔“

علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ :-

”وہ حضرت علامہ عثمانی کے تصنیفی و علمی کارناموں اور کمال علمی کا نمونہ اردو زبان میں ان کی تفسیر قرآن کریم ہے ۔“

اور مولانا طغری خان مرحوم فرماتے ہیں کہ :-

”علامہ عثمانی ان علماء کرام میں سے تھے جو کلام اللہ کے حقائق اور معارف پر بالغانہ نظر رکھتے تھے جن میں شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن کے بعد قرآن دانی اور قرآن فہمی کی پوری صلاحیتیں تھیں ۔“ (ماخوذ تجلیات عثمانی)

حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی مٹی اور ملکی خدمات کا آغاز جنگ بلقان سے ہوا ، پھر آپ نے تحریک خلافت میں زبردست حصہ لیا آپ جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کے زبردست رکن تھے ، ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۵ء تک اس میں شریک رہے پھر آپ نے مسلم لیگ میں شریک ہو کر تحریک پاکستان کو تقویت بخشی اور تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل ایک جماعت ”جمعیت علماء اسلام“ کے نام سے تشکیل دی جس کے پہلے صدر آپ منتخب ہوئے اور نائب صدر مولانا ظفر احمد عثمانی کو مقرر کیا گیا اور حقیقت یہ ہے کہ قائد اعظم کے بعد پاکستان کا وجود ان دونوں حضرات کا متعین منت ہے اور اگر یہ حضرات مسلم لیگ میں شرکت کر کے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سواہ اعظم کی رہبری نہ کرتے تو مسلم لیگ کی طرف ہوا کے رخ کو موڑنا اور در نظر یہ پاکستان کی طرف سیاست کے دھارے کا منہ پھیرنا ناممکن نہیں تو دشوار بہت تھا ۔ علامہ عثمانی نے اس سلسلہ میں جمعیت علماء اسلام کے صدر کی حیثیت سے ملک کے دورے کئے ۔ اور سرحد کے ریفرنڈم میں کامیابی آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھی اس کے علاوہ آپ نے کشمیر کی جدوجہد آزادی میں بھی نمایاں حصہ لیا پاکستان کی قومی اسمبلی کے ممبر ہونے کے باعث آپ نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں قانون اسلامی کی تجویز قرار داد مقاصد کے نام سے پاس کرائی ، غرضیکہ تحریک پاکستان میں اگر ایک طرف دنیاوی حیثیت سے قائد اعظم کی خدمات ہیں تو دوسری طرف اتنی ہی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی دینی خدمات ہیں ، اس لئے پاکستان کو دونوں رہنماؤں کی مشترکہ کوششوں کا ثمرہ خیال کرنا چاہیئے ، پاکستان کی یہ کوشش اور جدوجہد اور یہ تگ و دو محض اس مقصد کے لئے کی گئی تھی کہ اس خطہ زمین میں پاکستانی مسلمان قرآن و سنت کے قوانین نافذ کریں گے اور اپنی تہذیب اپنی ثقافت اپنے علوم و فنون اور اپنی زبان اردو کو فروغ دینے کے لئے کسی کے تابع اور محتاج نہیں رہیں گے ۔ علامہ

عثمانی کے اس عظیم مقصد کو پورا کرنے کے لئے علماء دیوبند نے بڑی قربانیاں دی ہیں اور علامہ عثمانی نے صرف عظیم مقصد کی خاطر اپنی زندگی کے آخری سال قربان کئے۔ آپ کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ پاکستان میں اسلامی احکام اور قوانین کا اجراء اپنی آنکھوں سے دیکھوں مگر قدرت نے جس سے جتنا کام لینا مقرر کیا ہے اسی قدر اس سے کام لے کر اس کی زندگی کا پیمانہ بربز کرتی ہے تاہم اعظم کی زندگی کا مشن پاکستان کا وجود تھا اور حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی کی زندگی کا مطمح نظر قدرت کے نزدیک قرار دے دو مقاصد کی تجویز کا پاس کرانا تھا کہ پاکستان کا آئین قرآن و سنت پر رکھا جائے، بہر حال حضرت علامہ عثمانی کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور لقب حضرت مولانا محمد اویس کا نذر ملوی کہ:-

”علامہ عثمانی؟ اس دور کے رازی اور غزالی تھے۔“

الغرض پاکستان بننے پر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۶ء کی دوپہر کو دیوبند سے افتتاح پاکستان کی تقریب میں حصہ لینے کے لئے کراچی تشریف لائے اور ۱۴ اگست کو کراچی میں جشن آزادی میں شرکت فرمائی اور اپنے دست مبارک سے پاکستانی پرچم لہرایا اور مستقل یہیں مقیم ہو گئے، ۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کی شب کو بخار ہوا، صبح طبیعت ٹھیک ہو گئی ۸ بجے صبح پھر سینہ میں تکلیف ہوئی اور سانس میں رکاوٹ ہونے لگی اور بالآخر ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۶۹ء کو گیارہ بج کر چالیس منٹ پر بروز منگل ۶۴ سال کی عمر میں یہ آفتاب علم و عمل ہمیشہ کے لئے نروب ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

یہ خیر بجلی کی طرح سارے عالم اسلام میں پھیل گئی اور دنیا بھر میں ایک کرام مچ گیا، سرکاری دفاتر اور کاروباری ادارے بند کر دیئے گئے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین اور وزیر اعظم لیاقت علی خان نے اپنے دورے منسوخ کر دیئے، عوام و خواص اور ممالک اسلامیہ

میں گھرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا، میت بغداد الجدید بہاؤ پور سے کراچی پہنچائی گئی۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی نے آپ کو غسل دیا اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دولاکھ سے زائد مسلمانوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور آپ کا جسد خاکی اسلامیہ کالج جمشید روڈ کراچی میں سپرد خاک کیا گیا، آپ کے برابر علامہ سید سلیمان ندوی کا مزار ہے۔ آپ کی رحلت تمام عالم اسلام کے لئے سانحہ عظیم تھی اس لئے مشاہیر علماء کرام نے آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ:-

”حضرت علامہ عثمانی؟ کا یکایک ہم سے جدا ہو جانا ایک ایسا صبر آزما سانحہ ہے جس میں چشم ماتم گسار خدا جانے کب تک اٹک بار رہے گی، علماء کرام کی صف میں علامہ عثمانی اپنی علمی فضیلت اور کردار کی بلندی دونوں اعتبار سے اتنا بلند مقام رکھتے تھے کہ پاکستان تو درکنار تمام روئے زمین میں بھی آپ کے پائے کی کوئی ہستی نہ تھی۔“

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ:-

”موت کے ظالم ہاتھوں نے ایک ایسی ہستی کو ہم سے جدا کر دیا جس سے ملک کے تمام مذہبی رہنما ہدایت حاصل کرتے تھے۔“

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند فرماتے ہیں:- کہ

”علامہ عثمانی کی ذات ہمارے لئے ایک نعمت عظمیٰ تھی۔“



حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

آپ کی تاریخ ولادت باسعادت ۱۲۹۶ھ ہے آبائی وطن موضع اہلاد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے۔ آپ بانگر ضلع ٹانڈہ میں پیدا ہوئے اس زمانے میں آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ صاحب بانگر میں مدرس تھے آپ کا تاریخی نام چراغ محمد ہے۔ آپ حسینی تید ہیں اور والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے خلیفہ خاص تھے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کی زیر نگرانی ہوئی آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے پانچ پارے قرآن شریف کے پڑھے۔ اور بقیہ پارے والد صاحب سے پڑھے، جب آپ کی عمر شریف ۱۲ سال ہوئی تو آپ ۱۳۰۹ھ میں دیوبند تشریف لائے اور اپنے بڑے بھائی مولانا صدیق احمد صاحب اور شفیق استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمد الحسن صاحب کی زیر نگرانی دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پاتے رہے۔ باوجودیکہ حضرت شیخ الہند دورہ حدیث کی بڑی کتابیں پڑھا سکتے تھے لیکن آپ کو ہونہار پاکر ابتدائی کتابیں بھی خود ہی پڑھا لیں۔ اور توجہات خصوصیہ سے نوازا۔ آثار سعادت اور جذبہ خدمت آپ میں پہلے ہی سے موجود تھا اس پر حضرت شیخ الہند کی توجہات نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا لہذا ۱۷ فنون پر مشتمل درس نظامی کی ۶ کتابیں آپ نے ساڑھے چھ سال کی مدت میں ختم کر ڈالیں اور علم نبوت کے نیر اعظم بن کر دارالعلوم کے در دیوار کو منور کرنے لگے ہر ایک استاذ کی نظر شفقت آپ پر پڑنے لگی اساتذہ غایت شفقت اور محبت کی وجہ سے و نیز کم عمر ہونے کے باعث

آپ کو مستوراتی منشی کہہ کر پکارا کرتے تھے، اساتذہ کی چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی بڑی خدمت کرنے میں آپ نے کبھی عار محسوس نہیں کیا۔ ایک مرتبہ شیخ الہند کے یہاں سے کسی نے بھنگی کی فرمائش کی کہ بھنگی سے نا صاف کر دو، بھنگی نہیں ملا۔ مگر نالی صاف ہو کر دھل بھی گئی معلوم ہوا کہ اس نالی کا کچھ حسین احمد نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا تھا۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت شیخ الہند کے یہاں بہت زیادہ عہد آگئے تھے بیت الخلا صرف ایک ہی تھا لہذا دن بھر کی گندگی سے پرہیز ہو جاتا تھا لیکن تعجب تھا روزانہ صبح صادق سے پہلے ہی صاف ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دن اس راز کو معلوم کرنا چاہا تو دیکھا گیا کہ رات کے دو بجے آپ ٹوکر لے کر باخانہ میں داخل ہوئے اور باخانہ ٹوکرے میں بھر کر جھنڈل کا رنج کیا، سبحان اللہ یہ تھی تواضع اور خاکسار جس نے آپ کو قنایت کے درجہ پر پہنچایا ہوا تھا۔

بہر حال جب آپ ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تو آپ کی چند خارج از درس طب ادب ہیئت میں کتابیں باقی رہ گئی تھیں کہ آپ کے والد ماجد نے غم بھرت کیا تو آپ بھی مع والدین و برادران وغیرہ مدینہ منورہ کے روانہ ہو گئے اور ادبیات میں باقی کتابیں مدینہ منورہ کے معمر اور مشہور ادیب مولانا شیخ آفندی عبد الجلیل برادر سے پڑھیں۔ آپ کو حدیث میں علاوہ حضرت شیخ الہند کے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا عبد العلی صاحب، مولانا صاحب اللہ شافعی المنکی اور مولانا سید احمد رزوی سے بھی حاصل کیا ہے۔

جس وقت آپ کے استاذ مکرم حضرت شیخ الہند آپ کو مدینہ منورہ پر مقرر رہے تھے تو راستہ میں ارشاد فرمایا کہ:-
”پڑھانا ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے ایک دو ہی طالب علم ہوں“

بتا چھ آپ نے اپنے اُستاد کی اس نصیحت کو ایسا گروہ میں باندھا کہ آخر دم تک پڑھاتے رہے، مدینہ منورہ کی فاقہ کشی کی زندگی، ہندوستان کی قید و بند کی زندگی میں برابر اس نصیحت پر عمل پیرا رہے اور اشتغال بالعلم رکھا اور علم کے دریا بہا دیئے اور مرکزِ علم مدینہ منورہ میں وہ خصوصیت حاصل کی کہ عرب کی حدود سے نکل کر آپ ممالکِ غیر میں بھی شیخِ حرمِ نبویؐ مشہور ہو گئے اور عرصہ دراز تک حرمِ نبویؐ میں پڑھانے کے بعد ۱۳۲۲ھ میں آپ ہندوستان واپس تشریف لائے اور حضرت شیخ الہندؒ کے حلقہٴ درس میں شرکت فرمائی۔ اور بابِ اہتمام و شوریٰ نے آپ کو معقول تنخواہ پر دارالعلوم دیوبند میں مدرس رکھ لیا۔ اس کے بعد ۱۳۲۹ھ میں آپ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسارتِ مالٹا کے زمانہ تک برابر درس و تدریس میں مشغول رہے، مالٹا واپسی کے بعد آپ نے کچھ دنوں امرتسر کے مدرسہ جامع مسجد میں بھی تعلیم دی۔ پھر وہاں سے حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو اپنی خدمت میں بلایا کچھ دنوں کے بعد کلکتہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے مدرسہ عالیہ کی صدر مدرس کی لئے حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں عرض بھیجا تو حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر آپ کلکتہ تشریف لے گئے، ۱۳۲۹ھ میں جب حضرت شیخ الہندؒ کا انتقال ہوا تو چند دنوں کے لئے دیوبند تشریف لے گئے اور پھر کلکتہ جا کر پڑھانے لگے اس کے بعد کراچی کے مشہور مقدمہ میں آپ کلکتہ میں رہے بعد میں آپ اس کی مدرسہ سے بوجہ گرفتاری و جیل جلیں ہو گئے ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۸ء تک تقریباً چھ سال بنگال رہے اور پھر سلوٹ کے جامعہ اسلامیہ میں الخدیث کی حیثیت سے آخری دم یعنی ۱۳۷۷ھ تک پڑھاتے رہے اس ۲۱ سالہ نہ قدریس میں ہزاروں افراد آپ کے فیضِ علمی سے مستفید ہوئے۔

سلوک و تصوف میں بھی آپ کامل شیخ تھے، ۱۳۱۶ھ میں آپ آستانہ عالیہ رشیدیہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہ سے

بیعت ہوئے اس وقت آپ کا ارادہ مکہ معظمہ جانے کا تھا اس وجہ سے حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ :-

”میں نے تو تمہیں بیعت کر لیا ہے اب تم مکہ معظمہ جا رہے ہو وہاں شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ موجود ہیں ان سے عرض کرنا وہ تمہیں ذکر کی تلقین فرما دیں گے“

غرضیکہ آپ مکہ معظمہ پہنچ کر بارگاہ امدادیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت گنگوہیؒ نے ہم کو بیعت تو کر لیا تھا مگر یہ فرمایا تھا کہ تلقین ذکر حضرت سے کر لینا۔ اس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے آپ کو تلقین ذکر فرمائی اور فرمایا کہ صبح آکر یہاں بیٹھا کرو اس ذکر کو کرتے رہو۔ ان توجہات باطنیہ کے ساتھ آپ کی تربیت روحانی ہوتی رہی اور جب آپ مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اس کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے تو عرصہ دراز تک حرمِ نبویؐ میں نبوت محمدیہ کی نشر و اشاعت کرتے رہے اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہے جس کی وجہ سے متعدد رویائے صالحہ اور بشارات آپ کو حاصل ہوئیں۔ ۱۳۱۸ھ میں حضرت گنگوہیؒ کا والد نامہ ربائے طیبی مدینہ منورہ پہنچا اور آپ حسب الارشاد آستانہ عالیہ گنگوہ حاضر ہوئے۔ اور کچھ دنوں کے بعد بارگاہ رشیدیہ سے آپ کو اجازتِ ہجرت حاصل ہوئی اور حضرت گنگوہیؒ نے دستِ خلافت اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر باندھی اور اس طرح آپ کمالاتِ رشیدیہ و امدادیہ کے مجمع البحرین ہو گئے۔ بہر حال آپ کا علمیہ اور روحانیہ میں اپنی نظر اور مشیل نہیں رکھتے تھے اور اس کا اندازہ حضرت شیخ الہندؒ اس ملاحظہ فرمائی سے ہو سکتا ہے جس کو حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندؒ نے اس بیان فرمایا ہے :- کہ

مولانا حسین احمد صاحب جو اس زمانہ میں ہر کہ خدمت کرداد مخدوم شد کے صحیح مصداق ہو گئے ہیں۔ ہمیشہ سفرد حضرت میں خدمت کر کے آپ حضرت شیخ الہندؒ کو راحت پہنچاتے رہتے تھے ایک دن حسب عادت پاؤں دبانے لگے اور خاکسار محروم الخدمت کو بھی حرص آئی اور دوسرا پاؤں دبانا شروع کیا اور نہیں کر میں نے مولانا حسین احمد صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب آج تو ہم بھی آپ کے برابر ہو گئے اس پر حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا بھائی تم کہاں کہاں ان کی برابری کرو گے؟ (حیات شیخ الاسلام ص ۱۹۸)

ان بزرگانہ توجہات کے باعث آپ کو وہ مقام حاصل ہوا کہ حضرت مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ جیسے عارف و محدث کو بھی لکھنا پڑا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تمام تلامذہ میں یہ خصوصیت اور کمال کسی کو حاصل نہیں تھا جو حضرت مدنیؒ کو حاصل تھا۔ "مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت مدنیؒ اس زمانے میں اولیاء اللہ کے امام تھے۔"

لغرض تدریسی اور روحانی خدمات کی مصروفیت کے باوجود آپ اسلام کے سیاسی رنج سے بھی غافل نہ تھے اور بڑی تندہی سے سیاسی میدان میں بھی خدمات انجام دیتے رہے، جمعیت علمائے ہند کے صدر اور قائد کی حیثیت سے آپ نے ایک بلند مقام حاصل کیا۔ اور ہندوستان کی تحریک آزادی کے سلسلہ میں کئی بار قید و بند کی صعوبتیں اٹھاتے رہے اور بالآخر ملک کو آزاد کرالیا۔ اور تمام عمر آزادی ہند کی خاطر اپنی جانی اور مالی قربانیوں سے بھی دریغ نہیں کیا۔ کانگریس میں شریک ہو کر ملکی آزادی کے لئے سیاسی جدوجہد میں سر دھڑکی بازی کا دی، جیلوں میں سختیاں جھیلیں اور فرنگی تشدد ان کے پائے استقلال کو ذرا بھی لغزش نہ لاسکا اور ہمیشہ فرنگی حکومت کو پائے استحقار سے ٹھکراتے رہے ان کا نظریہ یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان دونوں مل کر ہندوستان کو آزاد کرالیں اور پھر مسلمان ممالک کو ہندوستان پر یکجہ لانے کی دعوت دیں۔ آپ کے کارناموں میں زبردست کارنامہ وہ ہے جو ۱۹۴۷ء میں ہندوستان نے اس وقت انجام دیا جبکہ بھارت میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا اور چاروں طرف ہندو اور

سکھوں کے سفاک ہاتھوں نے مسلمانوں کے قتل سے ہاتھ نہ لگیں کر کے سرزمین ہند کو لادنا اور بادیاتھا۔ اس وقت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا حفظ الرحمن سیوہادی گولیوں کی بوچھاڑ میں جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و ناموس کی خاطر دہلی، سہارنپور، مراد آباد اور میرٹھ کے گلی کوچوں میں پھر رہے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی قیادت کا سہرا آپ کے سر تھا اور پاکستان کی قیادت کا سہرا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے سر تھا یہ دونوں حضرات ایک ہی مادر علمی کے فرزند تھے اور ایک ہی مکتب فکر کے سر بلند عالم تھے اور دونوں ایک ہی استاد شیخ الہند مولانا محمد علی دیوبندیؒ کے شاگرد تھے۔ مگر ایک نے اپنے غور و فکر اور علمی اجتہاد سے کانگریس کا ساتھ دیا اور دوسرے نے مسلم لیگ کے ساتھ رہنا اپنے اجتہاد کا ثمرہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی قبروں پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے اور یہیں ان کے متعلق قسم کی بدگمانی سے بچائے۔ آمین۔

الحاصل آپ ساری زندگی ملک و ملت کی خدمت میں مصروف رہے اور بالآخر ملک دیوبند کی اس عظیم نشانی نے ۱۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر داء اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

آپ کے وصال کی خبر ہوا کی طرح پھیل گئی اور دور دور سے ہزاروں اشخاص کا زنجیر میں شرکت کیلئے آئے اور نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا مدحیہ منظوم نے پڑھائی، آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا سید محمد اسعد مدنیؒ کے جانشین مقرر ہوئے جو اس وقت جمعیت علماء ہند کے صدر ہیں اور ہندوستان میں ملک و ملت کی خدمات میں مصروف ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے نقش قدم پر چلائے آمین۔

(تفصیل حالات ان کی خودنوشت سوانح "نقش حیات" میں ملاحظہ فرمائیے)

حضرت مولانا محمد سید یحییٰ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ محترم ۱۲۸۸ھ، ۲۳ مارچ ۱۸۷۱ء یوم شنبہ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا محمد اسماعیل کاندھلویؒ ایک جتید عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ دورہ حدیث کے لئے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سہارن پوریؒ نے حضرت اقدس مولانا گنگوہیؒ سے درخواست کی کہ ”میری خاطر مولویؒ کی کو حدیث پڑھا دیجئے۔“

چنانچہ حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ نے مکرر دورہ حدیث پڑھایا۔ پھر تقریباً ۱۲ سال آپ حضرت مولانا گنگوہیؒ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت گنگوہیؒ آپ کو اپنے بڑھاپے کی لاشیٰ اور نابینا کی آنکھیں فرمایا کرتے تھے۔

آپ حضرت گنگوہیؒ رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر کو دورانِ درس ضبطِ تحریر میں لاتے ترمذی شریف کی شرح ”کواکب الدری“ اور بخاری شریف کی شرح ”امع الدری“ جو شائع ہو چکی ہیں، آپ ہی کی ضبط کردہ ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کے ماں کے بعد بھی آپ تین سال تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر دینی و علمی اہتمام دیتے رہے۔

آخر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کے ارشاد پر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ کو مظاہر العلوم سہارن پور میں حبسہ الشہ تدریس پر مامور ہوئے اور چھ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ آپ کو خلافت سے نوازا اور وہ عمامہ جو ان کو حضرت گنگوہیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے

دست مبارک سے عطا ہوا تھا، وہ آپ کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ :-
”آپ اس کے مستحق ہو۔“

آپ نے ۱۰ رذی قعدہ ۱۳۳۲ھ کو رحلت فرمائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

آپ کے فرزند گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ تذکرہ آگے آ رہے ہیں کی تدریسی، تصنیفی اور روحانی خدمات کا ایک زمانہ معترف اور ان دنوں حجاز مقدس میں ہجرت فرما گئے ہیں۔

(بحوالہ تذکرہ الخلیلؒ مؤلفہ عاشق الہی میرٹھیؒ)

حضرت مولانا سید مرسی حسن چاند پوری

آپ ۱۲۸۵ھ کو قصبہ چاند پور ضلع بجنور میں پیدا ہوئے، آپ کے والد حکیم سید بنیاد صاحب ضلع بجنور کے مشہور اور حاذق طبیب تھے، آپ کے اجداد میں عارف باللہ شیخ طریقت اور صاحب کرامات بزرگ حضرت سید عارف علی شاہ صاحب تھے جن کا سلسلہ ب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے، آپ درس نظامی کی بل کے لئے ۱۲۹۷ھ میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور علمی امتیازی شان سے سند فراغت تعلیم حاصل کی، آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، سب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی سے طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت گنگوہی سے دورہ حدیث کے ساتھ فیض روحانی بھی حاصل کیا، چونکہ آپ کو فن معقولات سے خاص دلچسپی تھی اس لئے اس فن میں تحصیل کمال و فن سے معقولات کے نامور اور ماہر استاد حضرت مولانا احمد حسن امروہی کی خدمت کا پورہ حاضر ہوئے اور معقولات کی اعلیٰ کتب پڑھ کر اس فن میں کمال و مہارت تامہ حاصل کی تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے وطن چاند پور واپس آ گئے اور اپنے مدرسہ کے مطب میں مشغول ہو کر کتب نفیسہ امراض و تجویز نسخہ جات و فن دوا سازی میں بدرجہ عبور حاصل کیا اور ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر حاذق طبیب بھی بن گئے زمانہ میں مولانا منور علی صاحب خلیفہ حضرت شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ صاحب برکتی

قدس سرہ نے درمہنگہ کے قریب مدرسہ امدادیہ قائم کیا اور حکیم الاقمت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر آپ طبی شغل چھوڑ کر درمہنگہ تشریف لے گئے اور وہاں تعلیم و تدریس میں مصروف ہو گئے اور ایک زمانہ تک وہیں صدر مدرس کی حیثیت سے علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر کچھ عرصہ مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں صدر مدرس رہے، اسی دوران میں آپ نے آریہ سماج کے رد میں متعدد رسائل تحریر فرمائے اور بابورام چندر سے مشہور تاریخی مناظرہ کیا پھر ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی نے مالٹا جیل سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند میں واپس آنے کا حکم دیا اور حافظ مولانا محمد احمد قاسمی مہتمم دارالعلوم اور مولانا حبیب الرحمن عثمانی نے غیر معمولی اصرار فرمایا چنانچہ آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، جہاں آپ کو ناظم تعلیمات مقرر کیا گیا ساتھ ہی سلسلہ تدریس بھی جاری رہا اس دور میں آپ نے قادیانیت کے رد میں بکثرت رسائل تحریر فرمائے جو خصوصیت کے ساتھ پنجاب و صوبہ سرحد میں بہت مقبول اور پسندیدہ ہوئے چونکہ عوارضات ضعف پیری عیاں ہو چکے تھے اس لئے تقریباً نصف صدی سے زائد اپنے وطن سے باہر رہ کر واپس چاند پور آ گئے اور یہاں صرف ذکر و عبادت اور اولاد کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے، آپ کے علمی شغف کا یہ حال تھا کہ آپ کی عمر کا ذخیرہ تقریباً آٹھ دس ہزار کتب منتخبہ کی صورت میں موجود ہے۔

تحریک ختم نبوت اور تحریک پاکستان میں آپ نے زبردست حصہ لیا اور پورے برصغیر کا دورہ فرماتے رہے تحریک پاکستان میں اپنے رفقاء علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا طفر احمد عثمانی، مفتی عبدالکریم گمٹھوی اور مولانا شبیر علی تھانوی کے شانہ بشانہ کام کیا اور قائد اعظم اور دوسرے مسلم علماء کو حکیم الاقمت مولانا تھانوی کے نقطہ نظر سے آگاہ فرماتے رہے، قادیانیت کے خلاف ملک کے کونے کونے کا دورہ

کیا اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا بدیع عالم میرٹھیؒ کے ہمراہ پنجاب کے مختلف علاقوں میں مزاریت کے خلاف تقریری اور مناظرے کرتے رہے۔ بہر حال حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرح اس دور کے مشہور مقرر و اعظا اور مناظر تھے، ملک کے اطراف و اکناف کا کوئی بھی حصہ ایسا نہ ہوگا جو آپ کے مواظط حسنہ سے مستفید نہ ہوا ہو۔ آپ کو فن تقریر میں ملکہ تامہ حاصل تھا، آپ فرمایا کرتے تھے: ”کہ وعظ سے قبل دل میں کوئی مضمون نہیں ہوتا ہے، خطبہ پڑھنے کے بعد جو بھی مضمون اس وقت ذہن میں آتا ہے اسی پر حق تعالیٰ کی امداد سے تقریر شروع کر دیتا ہوں۔“

آپ کی تقریر پند و نصائح کے ساتھ لطائف علمیہ و رکات حکمیہ معرفت عبادات قصص و حکایات سے پُر ہوتی تھی۔ آپ کو فن مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ابتداء میں مولانا احمد رضا خان دیوبندی کی تردید میں بکثرت رسائل تصنیف فرمائے اور آپ کے زمانہ قیام مراد آباد میں آریہ سماج مراد آباد کی جانب سے بنام اہل مراد آباد متعدد سوالات شائع کئے گئے تھے آپ نے ان کے بے مثال جوابی رسائل تحریر فرمائے اسی زمانہ میں آریہ سماج کے مشہور و معروف مقرر نڈت رام چندر سے امر دہ میں مناظرہ ہوا اور نڈت کو لاجواب ہو کر دہلی واپس جانا پڑا، فراغتِ تعلیم کے بعد جب آپ اپنے والد کے پاس طبی مشغلہ میں مصروف تھے اسی زمانہ میں حکیم بنیاد علی صاحب اپنے دونوں صاحبزادوں کو ہمراہ لے کر حج کے لئے روانہ ہو گئے اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب بقید حیات تھے حکیم صاحب کو حضرت حاجی صاحب سے بے حد عقیدت تھی اور حضرت حاجی صاحب کو بھی ان سے خصوصی تعلق تھا حکیم صاحب نے مع اپنے فرزند مولانا چاند پوریؒ حج کی سعادت حاصل کی اور ساتھ ہی حضرت حاجی صاحب کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے رہے، بعد فراغت حج حکیم صاحب کا مدینہ منورہ میں ہی انتقال ہو گیا صاحبزادگان کو حکیم صاحب کی جدائی کا بے حد صدمہ ہوا حضرت

حاجی صاحب نے دونوں صاحبزادوں کی سرپرستی فرمائی اور ان کو تسلی و شغی دیتے رہے دوسری مرتبہ جب مولانا چاند پوریؒ حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں سے علمیہ کا کافی ذخیرہ خرید کر لائے تھے، تیسری مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے علاوہ حضرت شیخ الہند مولانا محمد الحسن دیوبندیؒ کی رفاقت میں حج کیا اس سفر میں صرف مخصوص رفق شامل تھے، جب فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد سب لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو کچھ عرصہ قمر کے بعد مولانا تلعنٰی حسن صاحب اور دیگر فقہاء کو حضرت شیخ الہندؒ نے واپسی وطن کا حکم چنانچہ آپ ہندوستان تشریف لائے، آپ تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا رفیع الدین صاحب سے بیعت ہوئے اور شاہ صاحب کی صحبت میں رہ کر تعلیم و تربیت کی اور زمانہ قیام مکہ معظمہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں رہ کر استفادہ فرمایا پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہ سے بیعت کی اور زمرہ حدیث پڑھی اور ایک تک تعلیم و ارشاد سے مستفیض ہوتے رہے حضرت گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد آپ نے راپٹوری سے تعلق قائم کیا ان کے بعد آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سب ہی بزرگ اور مرشد اللہ کو پیار سے ہو گئے بڑا بد نصیب ہے وہ شخص جس کا کوئی بزرگ و سرپرست نہیں، اب تو میں نے اپنا بزرگ و سرپرست حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو بنالیا ہے اللہ تعالیٰ تھانویؒ کے فیوض جاریہ سے مجھ کو بھی مستفید فرمائے۔“

اس کے بعد حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے دستِ حق پر بیعت کی اور خلافت سے گئے، حضرت تھانویؒ سے آپ کو تعلق و عقیدت اس قدر تھی کہ کوئی کام ان کے مشورہ سے کرتے تھے اسی طرح حضرت تھانویؒ کو بھی آپ سے محبت تھی چنانچہ جب کبھی آپ تھانوی تشریف لے گئے حضرت تھانویؒ نے آپ کو اپنا مہربان اور خصوصی مہمان بنایا اور بعد نظر محبت و ارشاد میں حضرت تھانویؒ نے آپ کے لئے اپنے قریب مخصوص جگہ مقرر فرمادی تھی اسی جگہ نشست فرماتے تھے، حضرت تھانویؒ کی مجلس ارشاد میں کسی کو یوں لے کر جرات نہ

صرف مولانا چاند پوریؒ اس سے مستثنیٰ ہے اور آپ اکثر علمی سوالات کیا کرتے، ایک مرتبہ زمانہ
پیام تھانہ بھون میں آپ کے دو صاحبزادوں اور قریبی عزیزوں کو مولانا تھانویؒ نے مدعو کیا
مولانا چاند پوریؒ نے حضرت تھانویؒ قدس سرہ سے درخواست کی کہ آپ ان چاروں کو بیعت فرما
یں، حضرت تھانویؒ نے درخواست منظور فرماتے ہوئے کہا کہ آپ کے ساتھ یہ خصوصیت ہے اور
یہ خصوصیت کی بناء پر آپ کے صرف ایک مرتبہ کہنے پر ان چاروں لڑکوں کو بیعت کرنا ہوں، مولانا
چاند پوری ہدایت فرمایا کرتے کہ۔

”حضرت تھانویؒ کے ملفوظات و مواعظ کا مطالعہ کرتے رہو کہ یہ

علم و تقویٰ میں ترقی کا باعث ہوں گے“

بغرض ساری زندگی خدمت اسلام میں مصروف رہے، ۱۹۵۱ء دسمبر میں آپ کو مشاء کی نماز کے
بعد غیر معمولی سردی معلوم ہوئی کچھ دیر بعد حمارت ہو گئی اور حالت غشی پیدا ہو گئی اس حالت میں
بھی زبان متحرک اور مصروف ذکر رہی کچھ ہوش آنے پر ذکر میں آواز بلند ہو جاتی تھی تقریباً ایک
ہفتہ یہی حالت رہی ذکر کے سوا زبان سے کچھ نہ نکلتا تھا اس عرصہ میں توجہ الی اللہ کے ساتھ
رکرتے رہے اور ۱۹ دسمبر ۱۹۵۱ء بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے
پروردی۔ اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آسمان تری محمد پر شبنم افشانی کرے
مہر نور ستارے در کی در بانی کرے



حضرت مولانا عبید اللہ سندھی

آپ ۲۸ مارچ ۱۸۷۲ء مطابق ۱۲ محرم الحرام ۱۲۸۹ھ کو ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں
چیلانوالی کے ایک سکھ خاندان میں پیدا ہوئے ان کے والد رام سنگھ زرگر تھے وہ آپ کی ولادت
سے چار ماہ قبل ہی انتقال کر گئے، اوزار زندہ تھے انہوں نے پرورش کرنا شروع کی لیکن دوسرا
بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا والدہ انہیں ساتھ لے کر نکھیاں چلی آئیں یہ ایک خاص سکھ خاندان
تھا اناناک دوات کے بعد آپ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان میں ماموں کے پاس چلے گئے
اردو مڈل تک وہیں تعلیم پائی، ۱۸۸۴ء میں آپ نے اپنے ایک ہم جماعت سے مولانا عبید اللہ
پاٹلی کی کتاب ”تحفۃ الہند“ لے کر پڑھی، اس کے بعد مولانا شاہ اسماعیل شہید کی کتاب
”تقویت الایمان“ پڑھنے کا موقع ملا اور یوں اسلام سے رغبت کی ابتداء ہوئی، انہوں نے نہایت
ہی تحفۃ الہند کے مصنف کے نام پر اپنا نام عبید اللہ رکھا اور نماز سیکھ لی، ۱۵ اگست
۱۸۸۷ء کو انہوں نے اسلام کی محبت میں گھر بار کو نیرباد کیا، اس وقت ان کی عمر پندرہ برس
تھی، وہ ایک مسلمان دوست کے ساتھ کوئٹہ جیم شاہ (منظر گڑھ) پہنچے اور ۲۹ اگست
۱۸۸۷ء کو شرف برسم ہوئے یہاں سے سندھ کا رخ کیا اور پھر چوڑی تشریف کے حوالہ
محمد صدیق کے پاس فروکش ہوئے اس کے بعد ستمبر ۱۸۸۸ء میں دیوبند گئے اور دارالعلوم
میں داخلہ لے لیا وہاں آپ کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب سے کسب فیض کا موقع ملا
اور جلد ہی عربی زبان پر عبور حاصل کیا اور تفسیر و حدیث، فقہ و منطق اور فلسفہ کی تعلیم کی
دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر واپس سندھ آ گئے اور امرٹ ضلع سکھر میں اسلام آباد

سکول کے مدرس مولوی عظیم اللہ خان یوسف زئی کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی ۱۹۰۱ء کو ٹھہر پیر جھنڈا میں دارالارشاد قائم کیا اور سات برس تک تبلیغ اسلام میں منہمک رہے، ۱۹۰۹ء شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ارشاد کی تعمیل میں دیوبند گئے اور وہاں طلباء کی تنظیم جمعیت الانصار کے سلسلہ میں اہم خدمات انجام دیں مگر حکومت کے دباؤ کے باعث دیوبند میں زیادہ عرصہ قیام کر سکے اور وہاں سے دہلی منتقل ہو گئے، جہاں حکیم اجل خاں اور ڈاکٹر انصاری کے ساتھ کام کرتے رہے ۱۹۱۲ء میں آپ نے دہلی نقادۃ المعارف کے نام سے ایک مدرسہ جاری کیا جس نے اسلامی تعلیمات کی اشاعت میں بڑا کام کیا، ۱۹۱۵ء میں آپ شیخ الہند کے کہنے پر ہجرت کر کے افغانستان چلے گئے اور سات برس تک کابل میں مقیم رہے، امیر امان اللہ خان انگریزوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کا سہرا مولانا سندھی بھی کے سر پہ چنانچہ اسی سلسلہ میں انہیں یہاں سے بھی نقل مکانی کرنی پڑی اور روس چلے گئے وہاں سات ماہ قیام فرمایا، پھر ترکی پہنچے اور وہاں ۱۹۲۲ء میں اپنی ذمہ داری پر تحریک دلی اللہ کے تیسرے دور کا آغاز کیا موقوفہ پر آپ نے آزادی ہند کا منشور استنبول سے شائع کیا، ۱۹۲۷ء میں مولانا عبید اللہ سندھی ترکی سے حجاز پہنچے اور ۱۹۲۹ء تک مکہ معظمہ میں رہے اسی عرصہ میں انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق اور دینی مسائل کو تحریروں اور تقریروں کے ذریعے عوام تک پہنچایا۔ اور زندگی بھر شعار رسولؐ اور سیاست کاملہ کی تبلیغ کرتے رہے انہوں نے قید و بند کی صورت میں بھی خلافتِ مسند سے زبان کو بغاوت نہیں کرنے دی اور ذلت و خواری کے اندھیروں میں اعمال کی روشنیاں لٹے پھرتے رہے اور روحانی تجلیوں سے اپنی مشعلوں کے دونوں سروں کو روشن رکھا، انہوں نے ہر آدمی کے کان تک یہ پیغام پہنچا دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اطاعت خداوند تعالیٰ کی اطاعت ہے اور یہی بات حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ خداوند تعالیٰ پیغمبر کے بعد علماء میں سے خاص خاص عالموں کو حقوق کی ہدایت کے لئے متعین فرماتا ہے اور وہ اللہ جل شانہ کے احکام و رضا سے دنیا کو باخبر کرتے رہتے ہیں، اور غالباً یہی سبب ہے کہ مسلمان آج تک

مادیات کے سامنے سر بسجود نہیں ہوئے،

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی فرماتے ہیں کہ:-

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شیخ الہند کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، غیر معمولی ذکاوت، ذہانت اور حافظہ کے مالک تھے دماغ خلقی طور پر سیاسی تھا، سیاست میں گہری نظر تھی، ابتداً طبعی اور علمی انداز میں، اور بعد میں مشاہداتی انداز میں یورپ اور ایشیاء کے بہت سے انقلابات آپ کے سامنے گزرے اس لئے سیاسی اسکیموں کی ساخت و پرداخت میں آپ کو خاص بلکہ خاص تھا، آپ نے حضرت شیخ الہند کی تحریک، ریشمی رومال میں سرگرم حصہ لیا۔ افغانستان کی آزادی کی اسکیم آپ ہی نے مرتب فرمائی تھی، ۲۵ سال تک جلاوطن رہے واپس تشریف لا کر فلسفہ دلی اللہ سے ملک کو روشناس کرایا، سندھ ساگر اکادمی اور محمد قاسم دلی اللہ سوسائٹی قائم کی، جس نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شاہ دلی اللہ محدث دہلویؒ کے علوم و معارف کی کافی خدمت کی، افغانستان میں آپ نے انڈین نیشنل کانگریس کی ایک باضابطہ شاخ قائم کر کے افغانستان کے حق میں ہندوستان کی ہمدردیاں حاصل کیں، دارالعلوم دیوبند میں آپ نے جمعیت الانصار قائم کی جس کے بڑے بڑے دواجلہ اسسٹنٹ مراد آباد اور میرٹھ میں ہوئے اور اس کے حلقہ اثر میں وسعت اور قوت پیدا ہوئی۔ آپ دارالعلوم کو ایک علمی انداز سے قلمی تنظیم کا مرکز بنانا چاہتے تھے جس کا نقش اول جمعیت الانصار کا قیام تھا۔ بہر حال آپ ساری زندگی تائید حریت کی حیثیت سے اسلامی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے اور ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کو آپ نے دین پور میں رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے،

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ -

(مفضل تذکرہ کے لئے "بیس بڑے مسلمان ملاحظہ فرمائیے")

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی

آپ شاہجہانپوری کے محلہ ذئی میں ۱۲۹۲ھ کو پیدا ہوئے، آپ کے والد محترم شیخ عنایت اللہ صاحب نہایت شریف و نیک اور پرہیزگار بزرگ تھے، آپ نے پانچ سال کی عمر میں حافظہ برکت اللہ صاحب کے مدرسہ شاہجہانپور میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور اسی مدرسہ میں ناظرہ قرآن کریم ختم کیا اس کے بعد اردو، فارسی حافظ نسیم اللہ صاحب سے پڑھی پھر مولوی اعجاز حسن خان صاحب کے مدرسہ اعزازیہ میں داخل ہوئے، اور فارسی نصاب کی اعلیٰ ادبی کتاب سکندر نامہ اور عربی کی ابتدائی کتب یہیں سے پڑھیں اس کے بعد آپ کے ایک اور استاد مولانا عبیدالحق صاحب کے کہنے پر مدرسہ شاہی مراد آباد میں زیر تعلیم رہے، پھر ۱۳۱۲ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے اور مولوی منصف علی صاحب مولانا غلام رسول صاحب، مولانا خلیل احمد صاحب اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبند سے تعلیم مکمل کی، آپ بلا کے زمین تھے اور ہر امتحان میں اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوئے اور بائیس سال کی عمر میں ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے استاد مولانا عبیدالحق صاحب کے مدرسہ ”عین العلم“ میں مدرس مقرر ہوئے اور ناظم منتخب ہوئے اس مدرسہ کے زمانہ قیام میں آپ نے، فتنہ قادیانیت، کی تردید میں ایک ماہوار رسالہ ”البرہان“ جاری کیا جس کے آپ خود مدیر تھے اس مدرسہ میں تقریباً پانچ سال تک آپ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۱۵ھ کو منہری چاندنی چوک میں جب مولانا امین الدین صاحب نے

اسلامی علوم کی ایک درسگاہ ”مدرسہ امینیہ دہلی“ کے نام سے قائم کی جس کے پہلے مدرس علامہ محمد انور شاہ کشمیری تھے ۱۳۲۰ھ میں علامہ کشمیری اپنے وطن چلے گئے تو صدر مدرس کی جگہ مولانا امین الدین صاحب نے حضرت مفتی صاحب کو اپنے مدرسہ میں بلا لیا اور نظامت وغیرہ سب آپ کو سونپ دی، ۱۳۲۸ھ میں آپ نے ایک مجلس طلبہ و مدرسین کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے ”انجمن اصلاح الکلام“ کے نام سے قائم کی جس نے اصلاح تدریس و طلبہ کے لئے بڑا کام کیا، الغرض آپ عرصہ دراز تک تدریسی اور علمی خدمات انجام دیتے رہے، اسی دوران کئی مفید کتابیں بھی لکھیں جن میں ”تصیہ عربی“، ”روضہ الرياضین“، ”المبریٰ اور المصطفیٰ اور تعلیم الاسلام وغیرہ مشہور تصانیف ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے تدریسی اور علمی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی ملی خدمات بھی انجام دیں ہیں آپ نے باقاعدہ ۱۹۱۷ء سے سیاسی زندگی کا آغاز آپ ایک بڑے سیاستدان اور فہم انسان تھے اور سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کر کے مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے، ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں جو مولانا فضل حق کے زیر صدارت ہوا تھا، اس میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور دوسرے علماء ساتھ آپ بھی شریک ہوئے، ۱۹۱۹ء میں دہلی میں خلافت کانفرنس میں آپ نے بے حد کوشش کی اور بائیکاٹ کرنے کی تجویز پیش کی، جمعیت علمائے ہند کے قائم ہونے پر آپ کو جمعیت علماء ہند کا پہلا صدر منتخب کیا گیا اور ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۸ء تک مسلسل ۱۹ برس صدر رہے مختصر یہ کہ برصغیر کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا کئی جیل گئے مسلمانوں اور ملکی خدمات کے لئے حجاز اور دوسرے اسلامی ممالک بھی کرتے رہے، اور سیاسی اور اسلامی خدمات انجام دیتے رہے، آپ ایک سچے اور غصہ تھے، نہایت، باوقار اور سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے، منبع سنت اور عاشق

کے ہر کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے آپ کے اخلاق و اوصاف ان حضرات نے بیان
کئے ہیں جو سفر حج اور سفر مصر میں آپ کے ساتھ تھے یا جو گجرات جیل میں آپ کے ساتھ
رہے تھے، یہاں آپ کے چند ہم عصر علماء کے تاثرات بیان کئے جاتے ہیں جو آپ کے
ہر مقام کو جانتے تھے۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں: کہ

”حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب حضرت شیخ الہند کے مخصوص تلامذہ
سے تھے، مفتی صاحب ابتداء ہی سے نہایت ذکی سمجھدار تھے، مستقل
روح، عالی حوصلہ، اور معاملہ فہم واقع ہوئے تھے، آپ کو علوم عقلیہ و
شرعیہ سے طبعی مناسبت تھی، تقریر و تحریر کے میدانوں میں آپ ہمیشہ
پیش رہے اور دوسروں کے مقابلہ میں باری نے گئے اخلاق
مسلک میں خداوند عالم نے کمال عطا فرمایا تھا، دریائے سیاست کے
میں تھاندر تھے، تدبیر و تفکر کے انمول موتیوں سے آپ کا دامن
رہتا تھا ہر معاملہ کی گہرائی اور آخری تہ تک پہنچا آپ کی ذکاوت
ہمیشہ شاہکار رہا ہے۔“

ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں کہ:-

”مولانا مفتی کفایت اللہ مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن کی زندگی
عظیم مقصد دینی علم اور ملک کی خدمت کرنا تھا وہ ایک مستند عالم
اس لئے قدرتی طور پر ان کا فرض تھا کہ وہ دینی خدمات کرتے
چنانچہ تمام زندگی انہوں نے اس مقصد کے لئے گزار دی۔“
مولانا عبدالماحب دریا آبادی فرماتے ہیں: کہ

حضرت مفتی صاحب زندگی بھر مسلمانوں کے مکرم و محترم رہے

سالہا سال جمعیت علمائے ہند کے صدر رہے ایک بڑی درس گاہ
روح رواں اور مجلس خلافت کے اہم رکن تھے۔
مولانا قادی محمد طیب قاسمی فرماتے ہیں کہ:-

آپ اپنے زمانہ کے مشہور و مسلم مفتی اور فقیہ تھے نکتہ رس
میں سے تھے، تدریس و افتاء کے ساتھ سیاسی لائن میں بھی نمایا
کام انجام دیا، جمعیت علماء ہند اور کانگریس کی تحریکوں میں قائدانہ
لیا، کئی مرتبہ جیل گئے آپ کا علم و فہم علماء میں تسلیم شدہ تھا۔
حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی قدس سرہ جیسی مردم شناسی ہستی نے
میں مولانا مفتی کفایت اللہ کے تدبیر اور مولانا حسین احمد صاحب
کے جوش و عمل کا معتقد ہوں، مجموعی طور پر آپ فقیہ، محدث،
مجادد، اور نکتہ سنج علماء دیوبند میں سے تھے۔

بہر حال حضرت مفتی صاحب ایک جید عالم دین، تدبیر و مفکر اور ایک بہتر
فقیہ تھے، ساری زندگی دینی علمی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے اور آخر کار
مرد حق ۲۱ دسمبر مطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ بروز جمعرات عازم ملک بقاء ہوئے
دوسرے دن دہلی کے ایک لاکھ مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور حضرت خواجہ
قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دہلی میں آپ کو دفن کیا گیا، اللہ تعالیٰ
ان کی قبر پر رحمت کی بارش فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی

آپ کا تاریخی نام مختار احمد عرفی نام میم شاہ اصل نام اصغر حسین اور نانا صاحب عبد اللہ شاہ عرف منشاہ صاحب کا تجویز کردہ نام فرج میر ہے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۹۲ھ ہے اور آپ کے والد ماجد کا نام محمد حسن شاہ صاحب ہے، خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی لیسیم اللہ آپ کے نانا میاں جی شاہ صاحب نے کرائی، فارسی کی تعلیم آپ نے اپنے والد صاحب سے حاصل کی اور دارالعلوم دیوبند میں داخل مولانا محمد حسین صاحب دیوبندی اور مولانا منظور احمد صاحب سے فارسی کی تکمیل کی۔ ۱۳۱۰ھ میں فارسی سے فارغ ہو کر دارالعلوم کے شعبہ عربی میں داخل ہوئے، اور تکمیل درس کی، آپ کے مشہور اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت مولانا عزیز الرحمن عثمانی، حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی اور حضرت مولانا حبیب الرحمن وغیرہم ہیں۔

۱۳۲۰ھ میں علوم عربیہ کی تکمیل سے فارغ ہو کر آپ دارالعلوم دیوبند میں ایک سال مائتہ تک دفتری کام کرتے رہے اس کے بعد ۱۳۲۱ھ میں آپ کو جوہنپور مدرسہ مسجد کا صدر مدرس بنا کر بھیج دیا گیا اور وہاں ۱۳۲۷ھ تک برابر دینی و تدریسی خدمات میں دیتے رہے پھر ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہند کی طلبی پر دوبارہ دیوبند تشریف لے گئے اور مدرسہ تدریس کے ساتھ، ماہنامہ القاسم کی ایڈیٹری بھی فرماتے رہے، اسباق پابندی اوقات آپ کی بلند پایہ خصوصیات میں سے ہے چنانچہ ۱۳۵۲ھ میں آپ کی

جوان العمر صاحبزادی کا انتقال ہوا اور آپ نے نہایت صبر و شکر کے ساتھ انا اللہ کریم جوت پڑھا اور نماز فجر پڑھ کر تجویز تکفین کا کام اپنے صاحبزادوں کے سپرد سبق پڑھانے کے لئے تشریف لائے اور حسب دستور وقت مقررہ تک سبق پڑھ سبق کے بعد طلباء سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کرائی اور جنازہ تیار ہونے جنازہ ہو گئے اور جنازے کی نماز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے پڑھوائی۔ آپ بیعت حضرت شاہ عبداللہ عرف میاں جی شاہ صاحب سے ہیں منشاہ صاحب آپ کے والد جناب سید محمود حسن صاحب کے حقیقی ماموں ہیں اپنے زمانہ کے کا ہیں چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا صاحب نافو توئی سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھنے کا سلسلہ آیا تو حضرت مولانا نافو توئی نے ارشاد فرمایا کہ پہلی اینٹ وہ رکھنے کے دل میں کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہ ہوا ہو اور فوراً ہی حضرت شاہ منشاہ صاحب کا دیا، جس کو سب نے پسند کیا۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب کی دوسری روایت ہے شاہ صاحب پر اس قدر استغراق رہتا تھا کہ عزیزوں کو شناخت بھی نہ کر پاتے چنانچہ آپ کے ایک داماد اللہ بندہ تھے، جب وہ حضرت شاہ صاحب کے تو حضرت شاہ صاحب دریافت کرتے کہ بھائی کون ہو؟

”آپ کے داماد فرماتے حضرت میں اللہ بندہ ہوں“

حضرت شاہ صاحب فرماتے کہ:-

”اللہ بندے تو سب ہی ہیں تم اپنا نام بتاؤ۔“

وہ کہتے:- ”حضرت میں آپ کا داماد ہوں میرا نام اللہ بندہ ہی ہے

اس طرح تیسری روایت ایک اور ہے۔ حضرت شاہ صاحب اپنے

کے نوٹے میں رکھا کرتے تھے بچے جو آپ کے پاس پڑھا کرتے تھے عرض کرتے

بیٹے۔ لوٹے کو دھوپ لگا دیں کبھی پیسوں کو بھڑائی لگ جائے چنانچہ اس میں سے کچھ
نے نکال لیتے اور کہہ دیتے حضرت اتنے پیسے سو کھنے میں کم ہو گئے بہر حال حضرت
ناسید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک کے منازل ان ہی بزرگ
مجتہدین میں رہ کر طے کئے ہیں، اجازت بیعت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر
کی جانب سے بھی ہے جس کو حضرت شاہ صاحب نے حضرت حاجی صاحب سے
میرا حاصل کیا تھا۔ پھر ۱۳۱۰ھ میں حضرت مفتی شاہ صاحب نے بھی اپنے وصال سے
دن قبل آپ کو اجازت و بیعت اور خلافت عنایت فرمائی، آپ نے اپنی حیات میں
حج کئے ہیں پہلا حج ۱۲۲۰ھ میں دوسرا حج ۱۳۲۵ھ تیسرا حج ۱۳۵۰ھ میں ادا فرمایا لیکن
سنان سے کہ حتی الامکان اپنی آمدورداں کی کریمین راز میں رکھتے تھے، تصانیف میں
فی محمدیہ، دستِ غیب، اذان و اقامت، حیات خضر، فقہ الحدیث، نیک بیباں اور
شیخ الہند، آپ کے علمی شاعر ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دیوبند میں حضرت میاں صاحب
غیب سے معروف تھے دارالعلوم دیوبند کے درجہ سلیما کے استاذ تھے ان سے ابو داؤد
سے والے اب بھی تریغیر میں ہزاروں افراد ہو گئے، علوم قرآن و حدیث کے بہت بڑے
رحمہ علوم و فنون کے کامل محقق مگر بہت کم گو، حدیث کے درس میں نہایت مختصر مگر جانچ
لیسی ہوتی تھی کہ حدیث کا مفہوم دل میں اتر جائے اور شہادت خود بخود کافر ہو جائے
میں آپ کا مکان اور شہست گاہ کچی مٹی کی بنی ہوئی تھیں ہر سال برسات کے مواقع
کی لپائی پٹائی ناگزیر تھی جس میں کافی روپیہ اور وقت خرچ ہوتا تھا ایک مرتبہ ہجر
نرت سے عرض کیا کہ حضرت! جتنا خرچ سالانہ اس کی لپائی پر کرتے ہیں اگر ایک مرتبہ
ٹیوں سے بنائے میں خرچ کر ڈالیں تو دو تین سال میں یہ خرچ برابر ہو جائے اور

ہمیشہ کے لئے اس محنت سے نجات ہو۔ یہ سن کر پہلے تو فرمایا۔ ماشاء اللہ بات تو
عقل کی کہی ہے، ہم بوڑھے ہو گئے اور مردھیان ہی نہ آیا۔ پھر کچھ توقف کے
بعد حقیقت حال تھی وہ بتائی اور تب پتہ چلا کہ یہ حضرات کس مقام سے سوچتے تھے۔
میرے پڑوس میں سب غریبوں کے کچے مکان ہیں اگر میں
اپنا مکان پتکا بنالوں تو غریب پڑوسیوں کو حسرت ہوگی اور اتنی
وسعت نہیں کم سب کے سب مکان پکے ہواؤں۔

اس وقت معلوم ہوا کہ یہ حضرات جو کچھ سوچتے ہیں وہاں تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہو سکتی
چنانچہ انہوں نے اس وقت تک اپنے مکان کو بچتہ نہیں کیا جب تک پڑوسیوں کے
پکے نہیں بن گئے، اسی طرح ایک مرتبہ میں ان کے گھر حاضر ہوا تو انہوں نے آموں
تواضع کی جب آم چوس کر نارغ ہو گئے تو میں گھٹلیوں سے اور پھلکوں سے پیری
ٹو کر ہی اٹھا کر پیٹنے کے لئے چلا۔ حضرت نے دیکھا تو پوچھا: یہ ٹو کر کی کہ اس
چلے ہو، میں نے عرض کیا: چھلکے! پھینکنے جارہا ہوں۔ ارشاد ہوا: پھینکنے آئے
یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ چھلکے پھینکنا کون سا خصوصی فن ہے جسے
کی ضرورت ہو؟ فرمایا: ہاں تم اس فن سے واقف نہیں لاؤ مجھے دو، خود ٹو کر
کر پہلے چھلکے گھٹلیوں سے الگ کئے اس کے بعد باہر تشریف لائے اور سڑک کے
تھوڑے تھوڑے فاصلے سے معین جگہوں پر چھلکے رکھ دیئے اور ایک خاص جگہ
ڈال دیں۔ اس قدر کے استفسار پر ارشاد ہوا: کہ

”ہمارے مکان کے قریب قریب و جوار میں تمام غریب و مسکین
رہتے ہیں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن کو نان جوئی بھی مشکل
ہی سے میسر آتی ہے اگر وہ پھلوں کے چھلکے کجا دیکھیں گے
تو ان کو اپنی غریبی کا شدت سے احساس ہوگا اور بے مائیگی

حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی

آپ کا آبائی وطن امروہہ ہے جو مراد آباد کے مضافات میں مشہور قصبہ ہے۔
 یکم محرم ۱۳۰۱ھ مطابق ۲ نومبر ۱۸۸۲ء بروز جمعہ صلیح صاوق کے قریب ہندوستان کے
 مشہور شہر ہالیوں میں آپ کی ولادت ہوئی جہاں آپ کے والد ماجد سید ملازمت رہا کرتے تھے
 پھر کچھ عرصہ بعد آپ کے والد صاحب ہالیوں سے شاہجہان پور آ گئے وہاں آپ
 نے میاں قطب الدین صاحب کے پاس بیس پائے قرآن پاک ناظرہ پڑھے بعد میں حضرت
 شریف الدین سے قرآن پاک حفظ کیا، اردو فارسی کی معمولی تعلیم والد صاحب کے پاس
 حاصل کی پھر مقصود علی خان سے بعض کتب فارسیہ اور میزان الصنعت سے شرح جامی تک
 کتابیں پڑھیں پھر شاہجہانپور کے مدرسہ عین العلم میں داخل ہو کر مولانا بشیر احمد مراد آبادی
 مولانا عبید الحق کابلی اور مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی سے کنز الدقائق شرح وقایہ وغیرہ
 کتب درسی پڑھیں اس کے بعد مفتی کفایت اللہ صاحب کے مشورہ سے عالم اسلام کی مشہور
 اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، ہدایا ولین و میر قبطی وغیرہ سہ ماہیہ کتب
 پڑھ کر دوسرے سال اپنی ہمیشہ کے ملاقات کے لئے میرٹھ گئے وہاں مولانا عاشق الہی
 کے احار پہ چار سال وہیں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد پھر دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخل
 ہوئے، اور ہدایہ آخری، بیضاوی، ابو داؤد، ترمذی، مسلم اور سناری شریف وغیرہ کتب
 حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی سے اور فنون کی بعض کتابیں حضرت مولانا رسول
 ہزاروی سے، ادب کی کتابیں مولانا سید معز الدین صاحب سے پڑھیں، فتویٰ نویسی

لی وجہ سے حسرت ہو گئی اور اس ایذا دہی کا باعث میں نبوں گا کسی لئے متفرق کر کے ڈالتا
 ہوں اور وہ بھی ایسے مقامات پر جہاں جانوروں کے گلے گزرتے ہیں یہ چھلکے ان کے کام
 آجانتے ہیں اور گٹھلیاں ایسی جگہ رکھی ہیں جہاں بچے کھیلنے کو دتے ہیں وہ ان گٹھلیوں کو
 بھٹون کر کھا لیتے ہیں یہ چھلکے اور گٹھلیاں بھی بہر حال ایک نعمت ہیں ان کو بھی ضائع کرنا مناسب
 نہیں، یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنے کی ہے کہ حضرت تو خود شاید ہی کوئی سمجھی ام چکھتے
 ہوں، عموماً مہمانوں ہی کے لئے ہوتے تھے اور محلے کے غریب بچوں کو بلا کر کھلاتے
 تھے۔
 (نقد و تاثرات)

بہر حال آپ اپنے وقت کے عظیم محدث، فقیہ، اور عارف کامل تھے، اور ساری
 زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں گزاری، اور ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ مطابق
 ۱۹۴۵ء کو آپ کا وصال ہوا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
 آسمان تیری حمد پر شب بزم افشانی کرے



● میں اپنے احباب سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہر
 سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں اور کسی سنت کو خواہ
 وہ کتنی بھی چھوٹی سی ہو۔ معمولی نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت اللہ تعالیٰ کو محبوب
 ہے۔
 (عارف باللہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندی)

۴۴ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ستمبر ۱۳۲۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغ حاصل کی، فراغت تعلیم کے بعد مدرسہ نعمانیہ ذافات پھانگل پور میں مدرس مقرر ہوئے سات سال بعد افضل المدارس شاہجہانپور میں تین سال درس و تدریس کا مشغلہ رہا۔ ۱۳۳۰ھ میں پچیس روپیہ مشاہرہ پر دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے اور ابتداء میں علم الصیغہ، مفید الطالبین، نور الایفاح وغیرہ کتابیں زیر تدریس رہیں بعد میں بڑی کتب بھی پڑھائیں، درمیان میں ایک سال کے لئے حیدرآباد گئے پھر دارالعلوم میں ہی تشریف آوری ہوئی اور تا دم آخر یعنی ۱۳۷۴ھ تک دارالعلوم میں ہی خدمات انجام دیتے رہے تدریسی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ تصوف و سلوک کے منازل بھی طے کرتے رہے اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد کنکویؒ سے بیعت کی اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی طرف سے اجازت و خلافت عطا ہوئی۔

آپ ایک بلند پایہ عالم اور فقیہ ہونے کے باوجود مزاج میں انکساری اور تواضع ہونے کے ساتھ ساتھ بے نیازی اور توکل میں بھی حذر کماں تک پہنچے ہوئے تھے، ہندو کے مختلف مدارس اور متعدد دیوبندیوں کی طرف سے گرانقدر مشاہرہ پیش فرمانے پر بھی دارالعلوم کی قیاد تنخواہ کو ترجیح دی، کسی کے سامنے دست درازی کرنا تو درکنار اور دود کی بات تھی ہلایا و تحائف لینے میں بھی تاثر فرماتے تھے اس بارے میں شاعر کا یہ کہنا آپ پر بالکل سچ نظر آتا ہے۔

آگے کس کے کیوں کریں دست طمع دراز

وہ ہاتھ سو گیا ہے سر ہانے دھرنے کے

مزاج میں سادگی ہونے کی وجہ سے کھدر کا لمبا کرتہ و پانچامہ و دپٹی ٹوپی اور معمولی قیمت کا جو عام طور پر آپ کا لباس ہوتا تھا اور چونکہ طبیعت میں نفاست بھی تھی اور اس لئے یہ معمولی لباس پاکی و صفائی کے لحاظ سے بہت صاف اور سخرا ہوتا تھا سن سیرت کے

ساتھ ساتھ قدرت نے حسن صورت سے بھی نوازا تھا، متوسط قد و قامت صاف رنگ و روپ شاداب چہرہ آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی، چہرہ سے جلال و عظمت کے آثار ظاہر ہوتے تھے، تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے کئی کتابوں کے حاشیے تحریر فرمائے جن میں حاشیہ نور الایفاح فارسی، حاشیہ نور الایفاح عربی، حاشیہ کنز الدقائق، التبیح الفری علی المختصر القدری، حاشیہ مفید الطالبین، حاشیہ دیوان قلیتی، حاشیہ دیوان حماسہ اور حاشیہ تلخیص المفتاح شامل ہیں۔ آپ نے کم و بیش ۵۴ سال تدریسی خدمات انجام دیں اس عرصہ میں ہزاروں افراد نے آپ سے کسب فیض کیا جن میں مشہور تلامذہ یہ ہیں،

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیعؒ، مولانا حفیظ الرحمن سیوہادیؒ، مولانا قاری محمد حبیب قاسمیؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانیؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور مولانا سعید احمد ابارن وغیرہ وغیرہ۔

۵ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ:-

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب میرے ان اساتذہ میں سے ہیں جن کی تعلیم و تربیت میری تعلیم کا اصل قوام تھی میں نے عربی ادب کی کل کتابیں مفید الطالبین سے لے کر حماسہ تک آپ ہی سے پڑھی عربی ادب نظم و نثر آپ ہی سے سیکھا، عربی ادب سے آپ کو طبعی شغف اور اپنے تلامذہ کو تعلیم و تربیت دینے میں ایک خدا داد جہارت اور برکت تھی،

دارالعلوم میں درس و تدریس کی والمانہ خدمت آپ کا شب و روز کا محبوب مشغلہ تھا اس کے ساتھ ادب اور فقہ کی بہت سی کتابوں پر حواشی لکھے جو اہل علم میں نہایت مقبول ہوئے،

(نقوش و تاثرات)

بہر حال ساری زندگی درس و تدریس اور فقہ و افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے آخر وقت میں شدید تکلیف کے باوجود نمازیں پوری توجہ سے پڑھتے رہے اور ذکر واذکار میں مشغول رہے، بالآخر ۱۳ رجب المرجب ۱۳۷۴ھ بمطابق ۸ مارچ ۱۹۵۵ء بروز منگل بوقت صبح صادق صادق سفر آخرت اختیار فرمایا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی ہزاروں افراد شریک جنازہ ہوئے اور قبرستان قاسمی دیوبند میں مدفون ہوئے، آپ کے دو صاحبزادے جناب قاری احمد میاں صاحب اور مولانا حامد میاں صاحب مدرسین دارالعلوم دیوبند ہیں،

(تفصیلی حالات تذکرہ اعزاز میں پڑھیے)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی

آپ ۱۳۰۳ھ میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد مولوی محمد اسماعیل اُس زمانے میں دہلی کے نواحی بستی نظام الدین میں رہتے تھے مولوی محمد اسماعیل صاحب کے خاندان میں عرصہ دراز سے علم و فضل کی دولت چلی آئی تھی اور دین حق کی تبلیغ و اشاعت میں نہایت حریص تھے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد و شاگرد مشہور عالم مولانا مفتی الہی بخش کاندھلوی کے خاندان سے قرابتی تھی تھی مولوی محمد اسماعیل صاحب حافظ قرآن اور فارغ التحصیل عالم تھے اور ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب آزادی کے بعد سے بہادر شاہ ظفر کے سمدھی مرزا الہی بخش کے گھرانے میں ان بچوں کی تعلیم و تربیت پر مقرر تھے مولوی صاحب نہایت عابد و زاہد اور شب بیدار بزرگ تھے ذکر و عبادت ان کا مشغلہ اور کلام الہی کی تعلیم و تدریس ان کا مقصد حیات تھا، مخلوق خدا کی ہر طرح خدمت کرنے میں انھیں لطف ملتا تھا، تواضع انکساری کا پیکر تھے انھیں قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی سے خاص تعلق خاطر تھا، مولوی صاحب کی مساعی جمیلہ ہی سے انبذاعین مسیوات کے علاوے میں دین حق کی تبلیغ ہوئی ہے، ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد الیاس صاحب اور بعد ازاں ان کے بیٹے مولانا محمد یوسف صاحب نے عروج کمال پر پہنچا دیا۔

مولانا محمد الیاس صاحب نے حفظ قرآن کی دولت اپنے والد ماجد سے پائی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی اپنے والد سے پڑھیں پھر ان کے بڑے بھائی

★ ۱۔ میں نے بہت دفعہ طلباء اور عام لوگوں سے کہا ہے کہ دوباتوں پر چننے ہو جائیں۔ میں ذمہ لیتا ہوں و صول الی اللہ کا، ایک گناہوں سے بچنا، دوسرے کم ملنا، اور حقوڑی غلوٹ ذکر و فکر کے لئے۔

(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی)

★ ۲۔ عبادت اور ذکر پر مداومت، اتباع سنت و شریعت پر قیام یہی امور ہیں جن کے ہم مکلف ہیں اور جن پر استقلال سے عمل پیرا ہونا اور درجات حاصل ہونا کمال ایمان ہے، خوف خدا وندی اور رجا و دنوں کماں کی نشانیاں ہیں۔ (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی)

★ ۳۔ جو زمانہ گزر چکا وہ تو ختم ہو چکا اس کو یاد کرنا عبث ہے درآئیدہ زمانے کی طرف امید کرنا، سبب میری ہے تھا ہے اختیار میں تو وہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وقت تم پر گزر رہا ہے۔ (شیخ الادب مولانا اعجاز علی امرتساری)

مولانا محمد یحییٰ صاحب کا مدظلوی انہیں اپنے ساتھ گنگوہ لے گئے، یہ قصبہ اُس زمانے میں علماء و صلحاء کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اور قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کی ذات عالی صفات کے سبب و شہرہ ہدایت کا سرچشمہ تھا۔ مولانا محمد الیاس صاحب گنگوہ میں آٹھ نو برس رہے یہاں ان کی بہترین تربیت اخلاقی اور دینی تعلیم ہوئی، مولانا گنگوہیؒ سے آپ کو معیت کا شرف بھی حاصل ہوا، پھر ۱۲۲۶ھ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے درس میں شرکت کے لئے دیوبند پہنچے، ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی، اس کے بعد برسوں اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحب سے حدیث پڑھتے رہے، حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے سلوک کی تکمیل کی اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہو گئے ۱۲۴۲ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اگلے برس ان کے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحب کا دہلی میں انتقال ہوا اور آپ لستی نظام الدین میں مستقل قیام کے لئے دہلی آ گئے، یہاں ایک چھوٹی سی پختہ مسجد، ایک کچا مکان اور ایک حجرہ تھا درگاہ نظام الدین اولیاؒ کے جنوب میں ایک مختصر سی آبادی تھی، چند میواتی اور غیر میواتی طالب علم آپ سے پڑھا کرتے آپ تو کل علی اللہ سارے کام انجام دیتے رہے، کبھی کبھی ناگوں کی نوبت بھی آئی مگر پائے استقلال میں جنبش نہ ہوئی، جنگل میں جاتے اور گولر کھا کر پیٹ بھر لیتے، طلباء کو چھوٹے بڑے اسباق نہایت کا درش سے پڑھاتے حدیث کا درس بڑے اہتمام سے ہوتا مگر مدرسے سے زیادہ آپ کا عظیم کارنامہ تبلیغ کی تحریک کا شروع کرنا ہے اس کا آغاز میوات سے ہوا یہاں کے لوگ محض نام کے مسلمان تھے در نہ معاشرت اور تہذیب بند دوس کی سی تھی، مولانا نے ثنوب در در محنت سے اس علاقے میں بہت سے مکتب قائم کئے اور آہستہ آہستہ اصلاح و تبلیغ کا کام پھیلنے اور اثر دکھانے لگا۔ دوسرے حج سے واپس آکر مولانا محمد الیاسؒ نے عمومی دعوت و تبلیغ کا منصوبہ بنایا اور تبلیغی گشت شروع کئے، مولانا نے دوسروں کو بھی دعوت دی کہ عوام میں نکل کر دین کے اولین اصول و ارکان یعنی کلمہ توحید

اور نماز کی تبلیغ کریں، پھر انہوں نے جماعتیں بنا کر مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لئے بھیجی شروع کیں، چند برس کے اندر اندر اس کام میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ دوسرے دوسرے ایک تبلیغی جماعتیں جانے لگیں اور پورے برصغیر میں اصلاح و تبلیغ کا کام ہونے لگا مولانا سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ:-

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے نہایت خاموشی کے ساتھ صرف اپنے مخلصانہ سادہ طریق اور صحیح اصول دعوت کے ذریعے پچیس برس کی انتھک محنت میں میواتیوں کو ان خالص اور مخلص مسلمانوں کی صورت میں بدل دیا جن کے ظاہر و باطن پر خاندانی مسلمانوں کو بھی رشک آتا ہے۔
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں:-

”میوات میں رہنداری کے اثرات ظاہر ہونے لگے، دین کی رغبت پیدا ہو گئی جس علاقے میں کوسوں مسجد نظر نہیں آتی تھی وہاں گاؤں گاؤں مسجدیں بن گئیں صد ہا مکتب اور متعدد عربی کے مدرسے قائم ہو گئے، حفاظ قرآن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو گئی، ہندوانہ لباس اور وضع سے نفرت ہو گئی، سود خوری جاتی رہی، شراب نوشی ختم ہو گئی، قتل و غارت کی رادائیں کم ہو گئیں بد اخلاقیوں کا تناسب گھٹ گیا۔ بدعات و رسوم اور فسق و فجور کی باتیں اور عاداتیں خود بخود مضمحل ہونے لگیں۔“

غرض مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے حقینی توجہ، دلسوزی، انہماک، اثبات اور لگن سے یہ تحریک پلائی اتنی ہی تیزی اور دسخت سے اُسے مقبولیت نصیب ہوئی، مولانا کی زندگی بھر کی جد و جہد اور دعوت اور تحریک کی بنیاد اس امر واقعی کا ادراک تھا کہ مسلمانوں میں دین کی بنیاد تزلزل ہے اور اصل کام اس کا استحکام ہے آپ کی ساری جدوجہد کا غور و ریزی خیال

تھا آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ مسلمانوں میں ایمان و یقین رُو بہ تنزل ہیں، دین کی قدروں سے اٹھتی جا رہی ہے اور عام مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں لہذا اس وقت سب سے مقدم اور ضروری کام مسلمانوں میں اپنے مسلمان ہونے کا احساس پیدا کرنا ہے اور یہ کہ دین سیکھے بغیر نہیں آتا اور دنیاوی چیزوں سے زیادہ اس کے سیکھنے کی ضرورت ہے مسلمانوں میں دین کی طلب پیدا کی جائے، اسلام کا کلمہ طیبہ ہی اللہ کی رسی کا دھرا ہے جو ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے اس سرے کو کپڑ کر آپ اسے پورے دین کی طرف کھینچ سکتے ہیں مسلمان جب اس کلمے کا اقرار کرتا ہے اسے دین کی طرف سے آنے کا موقع باقی ہے اس کے بعد اسے نماز کی طرف لایا جائے جو اس کام میں سب سے عمومی اور سب سے مقدم ہے، نماز میں اللہ نے یہ قوت رکھی ہے کہ وہ سارے دین کی استعداد پیدا کر دیتی ہے مولانا محمد الیاس صاحب کے نزدیک اس عظیم کام کے لئے عالم اسلام میں ایک عمومی اور دائمی حرکت کی ضرورت ہے مسلمانوں نے جب سے جماعتی زندگی اور حرکت چھوٹی ہے اس وقت سے ان کا انحطاط شروع ہو گیا ہے اور وہ روحانی زوال اور اندرونی ضعف کا شکار ہو گئے ہیں بہر حال مولانا کی ساری زندگی اس تحریک کی تدریس ہو گئی اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے کامیابی سے دیکھا ہے کہ آج پورے عالم اسلام میں یہ عظیم کام ہو رہا ہے۔

اپنے مقام کے اندازہ کیلئے یہی کافی ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمد الحسن دیوبندی فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مولوی محمد الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہؓ یاد آتے ہیں۔

(تذکرہ مشائخ دیوبند)

آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور بہت ضعیف و کمزور تھے اور علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے پیکر تھے آخر عمر تک انتھک کوششوں کے ذریعے جس دعوت کو لے کر اٹھے تھے اس میں کامیاب ہوئے اور ہزاروں ایسے افراد پیدا کر دیئے جو آپ کے بعد آپ کی دعوت کو آپ کے نشان راہ پر چلا سکیں۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیام آخرت

آگیا اور ۱۳، ۱۴ جولائی ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب میں پچھلے پہر آپ اپنے محبوب حقیقی جاتے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

آپ کے بعد آپ کے سچے جانشین فرزند ارجمند مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت تبلیغ اور سالار قافلہ منتخب ہوئے۔ اور آخر دم تک پورے انہماک اور محنت سے اپنے والد مکرم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغی و اصلاحی خدمات انجام دیتے رہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے۔ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت)

- جس پر ذکر الہی کا غلبہ ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہے اور جس پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے وہ صرف ان چیزوں سے بچتا ہے جو اہل دنیا کی نظر میں معیوب ہوتی ہیں۔ (امام العصر علامہ محمد الزہد شاہ کشمیری)
- علماء ہی ہیں جن کی ثبات و استقلال میں عالم کی نجات کا راز مضمر ہے اور یہی ہیں جن کی ولایت اور لغزش سے عالم تباہ ہو جاتا ہے۔ (مختصر العلماء مولانا حبیب الرحمن عثمانی)
- دین کیا ہے؟ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے ادا کرنا تلاش کرتے ہوئے ان کا دھیان کرتے ہوئے اور اپنے نفس کو آمیزش سے بچتے ہوئے ان کی تفصیل میں لگے رہنا اور اللہ کے حکموں کی تلاش اور دھیان کے بغیر کاموں میں لگنا ہی دنیا ہے۔ (رئیس تبلیغ مولانا محمد الیاس کاندھلوی)

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا ظہور احمد دیوبندی

آپ شیوخ برادری اور عثمانی خاندان کے ممتاز چیشم و چراغ، دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر، ذی صلاحیت، ابن قدیم، درس و تدریس کے میدان کے ایک کامیاب شاہسوار اور مطلع دین و شریعت کے نجم درخشاں تھے۔ ۱۳۳۴ھ میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔

فراغت کے بعد دارالعلوم میں درس حدیث کا سلسلہ جاری کیا اور پھر پینتالیس سال کا طویل عرصہ درس و تدریس اور قرآن و سنت کی خدمت میں گزارا۔ آپ نے سہارن پور، میرٹھ، شاہ جہان پور، نگیز ضلع بجنور، اور فقیر والی ریاست ماہ پور کے مدارس میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں بھی درس دیا۔ اس کے بعد تقریباً ۱۶ سال سے زائد دارالعلوم دیوبند میں طبقہ علیا کے استاذ کی حیثیت سے خدمت تدریس انجام دیتے رہے۔ آپ کا روحانی سلسلہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ سے منسلک ہے اور انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ نے ساری زندگی بڑی خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ علمی و تدریسی خدمات انجام دیں۔ نہایت سادگی اور انکساری کا پیکر تھے۔ مع سنت اور بااخلاق تھے۔ اگست ۱۹۶۳ء کو دیوبند میں وفات پائی۔

اللہ وَاَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

”ماہنامہ دارالعلوم“ دیوبند، اکتوبر ۱۹۶۳ء میں مولانا سید ازہر شاہ صاحب روم نے آپ کی وفات پر تعزیتی نوٹ لکھا۔ جس میں آپ کی علمی خدمات کا

تعارف کراتے ہوئے لکھا کہ :-

”مولانا ظہور احمد دیوبندی دارالعلوم کے قدیم استاذ اور ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے ساری زندگی بڑی محنت، تندہی، لگن اور جذبہ کے ساتھ حدیث شریف کی اہم کتابوں کا درس دیا۔ آپ پینتالیس سال تک علم دین کی خدمت کی۔ آپ کی شرافت، متانت، نیکی اور دین و شریعت سے گہرے لگاؤ نے آپ کو ایک ممتاز محترم مقام عطا کیا تھا۔ آپ کی وفات کا سانحہ علمی و دنیا مخصوص دارالعلوم کا ایک عظیم نقصان ہے۔“

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا حسین علی دانا بکھرانوی

حضرت مولانا حسین علی بن محمد بن عبداللہ ۱۲۸۳ھ، ۶۷-۸۶۶ء میں دانا بکھراں
میانوالی کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے
والد کے قریب موضع شادیا میں حاصل کی۔ بعض کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔
۱۳۰۰ھ میں قطب اللہ شاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے سامنے
آئے تلمذ تہم کیا اور ان سے سند حدیث حاصل کی۔ کچھ عرصہ حضرت مولانا
رظہرانا نوتوی سے تفسیر قرآن کا درس لیا۔ ۱۳۰۵ھ میں مولانا احمد حسن کانپوری
بطبق و فلسفہ کی تکمیل کر کے وطن لوٹے۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس علاقے میں آنکھ کھولی تھی،
ندگی اور اسلامی تعلیمات سے علم واقفیت کے سبب شرک و بدعت کے اندھیروں
و باہوا میں رہا۔ انہوں نے اس بدعت زدہ ماحول میں برس ہا برس محنت شاقہ سے
کی شمع روشن کی۔ اس راہ میں اُس مرد درویش نے ثابت قدمی سے مشکلات
صائب کا سامنا کیا۔ انہوں نے قرآن کی تعلیم کو عام کرنا شروع کیا۔ طلباء دور دور
ن سے استفادہ کے لئے آتے۔ خود کھیتی باڑی کرتے تھے اور طلباء کے
خراجات اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔ کبھی کسی سے چندہ نہ لیتے اور
عام آمدنی طلباء پر خرچ کر دیتے تھے۔ علم حدیث، تفسیر وفقہ، تصوف و
اور منطق و فلسفہ پر گہری نظر تھی۔ توحید کی اشاعت ان کا مقصد اولین
سرکت و بدعت کے خلاف نہ صرف وعظ کئے بلکہ مناظرے، مباحثے اور
لکھنویں بھی کیں۔ وعظ و تقریر کے علاوہ تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی

شرک و بدعت کے خاتمہ کے لئے بڑا کام کیا۔ آپ نے ہر موضوع پر کتابیں لکھیں
جن میں ”بلغۃ الجران فی ربط آیات القرآن، تلبیان فی تفسیر القرآن، تلخیص الہ
تحریرات حدیث“ ”تقاریر صحیح بخاری“ ”تقاریر صحیح مسلم“ ”برہان التسلیم“
”فتح التقدر“ ”تحفہ ابراہیمیہ“ اور حواشی فوائد عثمانی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ حضرت خواجہ محمد عثمان دہلوی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔
حضرت خواجہ دامانی کے اصحاب خاص میں شمار ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد
سراج الدین کی طرف رجوع کیا اور ان ہی سے خلافت حاصل کی۔ بعد ازاں آپ
سلوک و تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے اور متعدد ممتاز علماء کو خلعتِ خدمت
سے نوازا۔ جن میں مولانا حصام الدین بہبودی ضلع اٹک، مولانا غلام رسول انہی
مولانا عبدالعزیز، مولانا نصیر الدین غورغشنوی، مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈ
مولانا قاضی شمس الدین گوترا نوالہ، مولانا محمد رفراز خاں صفدر، مولانا سید عطاء
شاہ بخاری اور مولانا محمد طاہر ساکن پنج پیر تحصیل صوابی وغیرہ شامل ہیں۔
آپ نے رجب ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۳ء میں رحلت فرمائی۔ اولادِ صالحہ
تین صاحب زادے، مولانا صدر الدین، مولانا عبدالرحمان اور مولانا عبدالرحمن
ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔

(سوانح مولانا حسین علی مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ جالندھری

آپ باہنیاں ضلع جالندھری میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم جامعہ رشیدیہ راپور کے بانی
 مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ راشد مولانا حافظ محمد صالح صاحب سے حاصل
 ہوئی۔ سہ ماہی میں قرآن مجید حفظ کیا پھر کوٹ بادل خان کے مولانا محمد صاحب سے بھی
 لے لے پھر لدھیانوی علماء سے پڑھنے کے بعد دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں کچھ عرصہ تعلیم
 لی اس دوران غزنوی حضرات سے بھی استفادہ کرتے رہے، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم
 دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں حضرت شیخ الہند
 الحسن دیوبندی قدس سرہ سے دہرہ حدیث پڑھ کر سند الفرائض حاصل کی، فراغت کے
 بعد جامعہ رشیدیہ راپور ضلع جالندھری میں تدریس کا آغاز کیا، جامعہ رشیدیہ وہ ممتاز
 رہا ہے جو راپور جالندھری پنجاب سے ساہیوال تک پون صدی سے زیادہ تعلیمات
 خدمات بطریق احسن سرانجام دیتا چلا آ رہا ہے جامعہ رشیدیہ کی اساس اول ۱۳۲۱ھ
 میں حضرت اکابر نے دارالعلوم دیوبند کے اصول و ضوابط اور اسی کے اغراض و
 کے مطابق رکھی تھی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی حیات طیبہ میں حضرت گنگوہی
 کی اجازت سے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری نے عظمتہ القرآن کے مواظف
 رشیدیہ کا افتتاح فرمایا تھا اور پھر جامعہ رشیدیہ کا آغاز حضرت گنگوہی کے
 راپوری خانوادہ کے صالح بزرگ حضرت مولانا حافظ محمد صالح صاحب کے مبارک
 اور سب سے پہلے مہتمم حضرت گنگوہی کے متوسل اور حضرت راپوری کے مجازیت

حضرت مولانا فضل احمد صاحب مقرر ہوئے، حضرت مہتمم صاحب مرحوم ہندوستان کے دینی
 مدارس میں تعلیم و تدریس کا کام کرتے رہے تھے اور حضرت مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث
 دارالعلوم دیوبند نے مدرسہ راپور میں ان سے صرف و نحو کی کتب پڑھی تھیں پھر اسی جامعہ
 رشیدیہ کے اولین تلامذہ راشدین حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب راپور سے دارالعلوم
 دیوبند تعلیم کے لئے پہنچے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی خدمت اقدس
 میں علوم دینیہ اور دہرہ حدیث کی تکمیل کی اور حضرت مولانا مفتی غزنیہ الرحمن عثمانی قدس سرہ
 سے افتاء کی تربیت حاصل کر کے واپس جامعہ رشیدیہ راپور آ کر مدرسہ کے صدر مدرس اور مفتی
 تجویز ہوئے، حضرت مفتی صاحب نے نصف صدی تک قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی
 خدمات معمولی مشاہیر پر انجام دیں، اور جامعہ رشیدیہ کی ترقی میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے
 جامعہ رشیدیہ کی تدریسی زندگی میں آپ سے جن مشاہیر علماء نے شرف تلمذ حاصل کیا ان میں
 استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا رشید احمد سلفی، حضرت مولانا حبیب الرحمن
 لدھیانوی، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا عبد الجبار البوہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت
 مولانا محمد انوری، حضرت مولانا عبد المجید نابینا اور مشہور شاعر مولانا غلامی جیسے نامور فضلا
 شامل ہیں۔

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ
 ... حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب نے ابتدائی اور متوسط کتب اپنے وطن میں
 اور مدرسہ نعمانیہ لاہور میں پڑھ کر پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور و دارالعلوم
 دیوبند میں داخلہ لیا اور تین چار سال رہ کر شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب
 سے سند فراغ حاصل کی اور حضرت شیخ الہند ہی سے بیعت کا شرف حاصل کیا
 بہت باشریعت پرہیزگار عالم دین تھے اور تلافی شفیق مہربان تھے تقریباً پچاس
 سال دین کی تعلیم و افتاء کی خدمت کی۔

حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی جالندھری فرماتے ہیں کہ:-

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے ہیں اور اخلاق و عادات میں اپنے اسلاف کا عین نمونہ تھے، مستغنی مزاج تھے، رہن سہن بالکل سادہ، مگر عالمانہ وقار اور جلال رُوح انور سے مکتنا تھا۔ آپ نے اپنے زمانہ درس میں درس نظامی کی جملہ کتب ابتداء سے لے کر انتہا تک پڑھا کتب فقہ اور علم حدیث سے زیادہ شغف رہا، سال ہا سال تک صحاح ستہ کا درس دیتے رہے اور ہزاروں تشنگان علم حدیث و فقہ نے آپ کی خدمت میں رہ کر علمی سیرابی حاصل کی، اپنی زندگی میں متعدد فقہی و علمی رسائل تصنیف فرمائے، کئی لاکھ قنادی تحریر فرمائے اور ساری عمر اللہ کے دین کی خدمت میں گزار دی ہے۔

آپ ایک عظیم محدث و فقیہ تھے، آخر وقت تک تدریسی و فقہی خدمات انجام دیتے رہے، قیام پاکستان کے بعد آپ ساہیوال اشرف لائے اور مستقل سکونت اختیار لی اور یہاں بھی جامعہ رشیدیہ کے نام سے ایک عظیم دینی درسگاہ قائم فرمادی، جو آج زبان علم کا مرجع ہے، بالآخر ساری زندگی دینی خدمات انجام دے کر ام رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۱ فروری ۱۹۹۳ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ -

جامعہ رشیدیہ ساہیوال ہی میں تدفین عمل میں آئی اور ایک سچے عاشق رسولؐ آج اسی جگہ فرما رہے ہیں، آپ ایک محدث و فقیہ ہونے کے ساتھ ایک عارف کامل اور صاحب کشف تھے آپ کی کرامت اور بزرگی کا عینی مشاہدہ اور صحیح واقعہ ساہیوال میں زبان زدِ خلایق رہا ۲۲ ماہ کے بعد آپ کی قبر مبارک کے اظہار سے جسم مبارک صحیح سالم حتیٰ کہ کفن بھی

ٹھیک ٹھاک اور قبر کی مٹی سے خوشبو آرہی تھی جبکہ حضرت مفتی صاحب کی پائنتی حاجی شیخ فتح محمد مرحوم کی قبر کھودتے ہوئے حضرت مفتی صاحب کی قبر کھل گئی تھی تقریباً متعدد افراد نے یہ ماجرا دیکھا تھا۔ آپ کے درال پر علامہ طاہر مرحوم نے قطعہ نازک لکھا ہے۔
فقہیہ و عالم حق مفتی فقیر اللہ
جو ہر خلاف شریعت پر کر گئے تھے تو بس
خدا کے خاص مقرب تھے حضرت مولانا
کہ خاص خاص سے نکلی وفات کی تاریخ

۱۴۸۲ھ

حضرت مفتی صاحب کے اخلاف رشیدیہ میں حضرت مولانا حافظ محمد عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال، حضرت مولانا قاری لطف اللہ شہید اور حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی جالندھری صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال ممتاز علماء دین شریعہ ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ ہم سب کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆ :- شریعت کے تین جز ہیں، علم، عمل، اخلاص، جب تک یہ تین جز موجود نہ ہوں شریعت کا وجود نہیں ہوتا، اور جب ان تینوں کے وجود سے شریعت عقبہ میں آگئی تو خدا کے پاک و بلند کی رضا حاصل ہوگئی۔ جو تمام دینی اور دینی نیک نیتیوں سے بھی زیادہ ہے۔

وَرِضْوَانٍ مِّنَ احْسَنِ اَكْبَرِہِ

یعنی اللہ کی خوشنودی سب سے زیادہ ہے۔

(مجدد الف ثانی)

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی بن ناظر علی بن فضل علی حنفی فاروقی
 ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ میں کاکوری میں پیدا ہوئے اور فتح پور میں نشوونما ہوئی جہاں
 کے والد حکومت کی طرف سے خراج کے محصل تھے۔ ابتدائی کتابیں مولانا نور محمد
 ری سے پڑھیں۔ پھر لکھنؤ کا سفر کیا اور تمام درسی کتابیں مولانا عین القضاۃ بن محمد
 حیدر آبادی سے ۱۳۱۰ھ تا ۱۳۱۷ھ کے دوران میں پڑھیں۔ کافی عرصہ آپ اُن
 مدت میں رہے۔ علم طب کی تحصیل حکیم عبدالولی مرحوم سے کی۔ پھر دارالعلوم
 العلماء میں تدریس پر مامور ہوئے اور ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے۔ پھر
 چلے گئے اور مرزا حیرت کے مطبع میں کام کرتے رہے۔ مرزا حیرت کی طرف سے
 مجید اور صحیح بخاری کا ترجمہ کیا۔ پھر لکھنؤ آکر اپنے استاذ کے مدرسہ فاروقیہ میں
 رہنے لگے اور ایک مدت تک پڑھاتے رہے۔

۱۳۳۳ھ میں وہاں سے علیحدگی اختیار کر کے تصنیف و تالیف اور مناظرہ
 فی متوجہ ہوئے۔ اہلسنت کے دفاع اور شیعہ کے رد میں کئی کامیاب مناظرے
 فقہ میں گہری نظر رکھتے تھے اور قرآن میں نظر نہایت وسیع تھی۔ آخری عمر میں
 بے سے عرصہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا جبکہ جیل میں تھے۔ صحابہ کرامؓ کی
 ہر صورت کرتے تھے اور کسی قانون کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کی بہترین
 ہفت میں ”علم الفقہ“ سات جلدوں میں۔ ترجمہ اسد الغابہ۔ ترجمہ تالیخ طبری
 بہ اندالۃ الحنفیۃ عن خلافت الخلفاء۔ مجموعہ تفسیر آیات الائمہ
 ملائمہ ”جو بارہ رسائل پر مشتمل ہے۔ سیرت خلفائے راشدین“ اور

سیرت نبویؐ کے موضوع پر نفخۃ الجزیرہ اور سیرت المجیب الشفیع من الکلام العزیز
 الرفیع وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے شاہ ابوالاحمد خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ کے ہاتھ پر
 بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔ آپ نے سات مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی اور
 دو مرتبہ مدح صحابہ کے سلسلہ میں قید و بند رہے۔

آپ نے لکھنؤ میں دارالمبلغین قائم کیا اور مستند علماء کو فرق باطلہ سے ٹکڑے
 لینے کے علمی انداز سکھائے۔ سینکڑوں علماء نے آپ سے تربیتِ مناظرہ
 حاصل کی۔ بالآخر ۱۳۸۱ھ کو رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا
 اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین !

(ترجمہ الخواطر۔ مطبوعہ حیدرآباد)

حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف سہارنپوری

آپ کا وطن قاضی پور ضلع مظفر نگر ہے اور آپ کی ولادت مولانا جمعیت علی صاحبؒ کے گھر ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ قرآن پاک اپنے وطن قاضی پور ہی میں ایک بگھرے کے حافظ امانت علی صاحب سے پڑھا۔ جو مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد قاضی پور میں مدرس تھے اور اب تک یہ مدرسہ اسی نام سے قائم ہے اس کے بعد ابتدائی فارسی اپنے والد مولانا جمعیت علی صاحب سے جو ٹورنٹ کا لچ بہادپور میں شعبہ عربی اور فارسی کے صدر تھے حاصل کی پھر حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی بہادپور تشریف بری کے موقع پر مولانا جمعیت علی صاحبؒ نے مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے آپ کو سپرد کیا اور حضرت مولانا سہارنپوریؒ آپ کو سہارنپور لے آئے۔ اور مدرسہ مظاہر العلوم میں ۱۳۱۵ھ میں آپ نے داخلہ لیا اور ۱۳۲۲ھ میں تمام علوم و فنون سے سند فراغت حاصل کی۔ بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف اور ابن ماجہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے اور نسائی شریف مولانا عنایت اللہ صاحبؒ سے پڑھی فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ راہپوریؒ کی تجویز پر مظاہر العلوم ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا جس زمانہ میں مظاہر میں خلفشار ہوا اس وقت آپ اپنے والد ماجد کے اصرار پر دیوبند تشریف لے گئے لیکن اب دیوبند کی موافقت کی وجہ سے وہاں زیادہ قیام نہ کر سکے اور پھر مظاہر العلوم میں واپس آکر اپنے سابقہ مشغلہ میں منہمک ہو گئے۔ ۱۳۲۳ھ اور ۱۳۲۸ھ میں دوبار حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے پھر حضرت سہارنپوریؒ جب

۱۳۳۳ھ میں حج کے لئے روانہ ہوئے تو پہلی مرتبہ آپ مدرسہ کے ناظم مقرر ہوئے ۱۳۳۹ھ میں استاد حدیث بنائے گئے اور بخاری شریف، ترمذی شریف کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۴۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے ہمراہ مدرسہ کی غریبیت کے سلسلہ میں زنگون جانا پڑا اور ۱۳۴۴ھ میں مستقل طور پر مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ ۱۳۵۰ھ میں ایک بار پھر مدرسہ کے کام کی غرض سے زنگون تشریف لے گئے اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولانا الحاج امیر احمد صاحبؒ اور مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ بھی تھے کامل انتہی سال تک درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی خدمات انتہائی محنت اور بیداری سے انجام دیتے رہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا دھلوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-
”حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحبؒ نے ابتداءً انتہاء مظاہر العلوم میں پڑھا اور بعد فراغت تعلیم ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت راہپوری قدس سرہ کی تجویز سے مظاہر العلوم ہی میں مدرسہ مقرر ہوئے اور مولانا عنایت اللہ صاحبؒ مستقل انتہام کی طرف منتقل ہوئے اور ان کے متعلقہ اسباق میں سے جلالین تو متمم صاحب ہی کے پاس رہے مگر شرح وقایہ، اصول اشاشی، تہذیب مولانا عبد اللطیف صاحبؒ کی طرف منتقل ہوئے اور اس کے بعد کتب متفرقہ ہوئی اور شوال ۱۳۳۹ھ سے مولانا موصوف کے یہاں ترمذی اور بخاری پہلی مرتبہ درس میں ہوئی میں نے حضرت مولانا موصوف سے کئی اسباق پڑھے ہیں، موصوف کا مکان قاضی پور کے محلہ تھا لیکن آپ کا دستور یہ تھا کہ گھر سے چلتے وقت ایک دن غزنی نامے پر کو آتے اور ایک دن شہر کے بیچ بازار سے آتے اور ایک دن مشرقی نالہ کی طرف سے آتے اور ان کے گھر مدرسہ تک تینوں سڑکوں پر جن جن چندہ دینے والوں کے گھر پڑتے چاہے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ہوتے

ان کے گھر جا کر بہت خوش ملازمہ میں کہتے: "بھائی تمہارا چنڈہ نہیں آیا تو وہ بہت شرمندہ ہو کر یا تو اسی وقت پیش کر دیتا یا تھوڑی دیر بعد خود لے کر مدرسہ آتا۔"

حضرت مولانا کے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے وہ مدرسہ کے ناظم اعلیٰ بھی تھے مفتی و مدرس بھی تھے اور بڑے اوصاف و کمالات کے مالک تھے، ۱۳۲۲ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رس سرہ کی ہرکابی میں حج کو تشریف لے گئے۔ صفر ۱۳۲۸ھ کو دہلی میں بضرورت مدرسہ تشریف لے گئے تھے وہاں شیخ رشید احمد صاحب کی کوٹھی پر مرض ہیفیض ہو گیا۔ سب ڈاکٹروں نے طبیعوں نے جواب دے دیا، شیخ صاحب نے سو روپے پر ایک کار کر کے حضرت ناظم صاحب کو کچھ پیسٹ پرکیوں کے سہارے لٹایا یہ ناکارہ اور چچا جان مولانا محمد ایاس صاحب رس سرہ نیچے جوتوں کی جگہ بیٹھے کسی کو امید نہ تھی کہ جہنا بھی پار کر سکیں گے، بالکل آخری حالت میں مگر جہنا کا پل پار کرنے کے بعد جب آپ کرانا تہ ہونا شروع ہوا تو قاضی پور کی سڑک پر حج کر شدت سے اصرار فرمایا کہ میں گھر ہوتا آؤں ہم نے شدت سے انکار کیا مگر اللہ کی قدرت کے کرشمے کہ میں اور چچا جان ان کو سہارا دے کر مکان پر لے گئے جو سڑک کے قریب ہے سہارا پور پہنچنے پر بھلا اللہ مرض میں بہت تخفیف تھی لیکن ضعف اور مرض کا کچھ اثر ماہ رہا اس کے بعد ۲۲ صفر ۱۳۴۲ھ کو بضرورت مدرسہ رنگون تشریف لے گئے وہاں طبیعت ناساز ہوئی۔ ۲۰ جمادی الثانی کو واپسی ہوئی اور واپسی کے بعد مرض کی شدت بڑھتی چلی گئی اور بالآخر ۲ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ دو شنبہ کی صبح ۱۰ بجے مال ہو گیا ڈھائی بجے شام کو حاجی شاہ میں اس مجسمہ اخلاق کو سپرد خاک کر دیا گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

ساری زندگی درس و تدریس اور مدرسہ مظاہر العلوم کی خدمت میں گزار دی مفید کتابیں بھی آپ نے تصنیف فرمائیں جن میں ترجیح درس نظامی، کسی صاحب درس نظامی پر کچھ اشکالات کہ اس میں ترمیم و اصلاح کا مشورہ دیا تھا۔

حضرت مولانا کی طرف سے درس نظامی کے فوائد اور اس کی وجوہ ترجیح پر یہ مکتوب لکھا گیا تھا جو بعد میں کتابی شکل اختیار کر گیا اس کے علاوہ کئی رسالے تحریر فرمائے۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا مسید بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوری، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، حضرت مولانا اسعد اللہ سہارنپوری، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

(ماخوذ تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور)

(آپ مٹی مولانا نہ کیا کاندھلوی)

●۔ کسی اچھے کی صحبت میں رہ کر دین آتا ہے، میں بہ قسم عرض کرتا ہوں کہ کتابوں سے دین نہیں آتا، ضابطہ کا دین تو کتابوں سے آ سکتا ہے مگر حقیقی دین بلا کسی کی جوتیاں سبھی کئے بلکہ جوتیاں کھائے نہیں آتا،

●۔ عسرا در تنگی انبیاء کی سنت ہے رزق جتنا مقدر میں ہوتا ہے اتنا ہی ملتا ہے اس کا کوئی خاص وظیفہ نہیں، ہاں جائز کوشش و سعی کے ساتھ دعا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سکون دے دیں گے

(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۵ھ میں موضع ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت حافظ احمد صاحب ایک نیک سیرت بزرگ تھے اور آپ کا خاندان ایک دینی و علمی خاندان تھا۔ آپ نے قرآن مجید اپنے تئیں مولانا عظیم کے پاس حفظ کیا اور فارسی کے چند رسالے بھی انہی سے پڑھے صرف و نحو کی کتابیں مولانا محمد رفیق صاحب سے پڑھیں مولانا محمد رفیق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تلمیذ تھے۔ اس کے بعد آپ تحصیل علم کے لئے ہندوستان تشریف لے گئے ہندوستان میں مختلف مدارس عربیہ میں رہ کر درس نظامی کی کتابیں پڑھتے رہے۔ پھر بانی پت، سہارنپور اور دہلی کے مقامات پر قیام کر کے درس نظامی کی تکمیل کی۔ اور منطق و فلسفہ میں مہارت حاصل کی۔ حدیث کی کتب مدرسہ عبدالرب دہلی میں مولانا عبدالعلیؒ سے پڑھیں۔ مولانا عبدالعلی مرحوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد تھے۔ دہلی کے قیام کے دوران ہی امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے درس میں حاضر ہو کر ترمذی شریف کے چند اسباق کی سماعت کی، آپ کی طبیعت بچپن ہی سے بہت قانع واقع ہوئی تھی۔ جہاں کہیں بھی رہے جو کچھ میسر آ گیا اسی پر قناعت کی۔ اساتذہ یا کسی اور دوست آشنا سے کبھی اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کیا۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ نے بڑی بڑی مشقیتیں اور تکلیفیں اٹھائیں خود فرمایا کرتے تھے۔ ”جب میں رائپور سے دہلی گیا تھا صرف ایک اکٹھی میرے پاس تھی۔ تمام راستہ پیدل طے کیا تھا۔“ مکے کے چنے لے کر چبائے تھے

اور مکہ کشتی والوں کو دے کر واپس آیا عبور کیا تھا طالب علمی کے زمانہ میں کئی کئی وقت نافہ بھی برداشت کر لیتے تھے۔ لیکن کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے منطق و فلسفہ اور فقہ و حدیث کی تکمیل کے بعد آپ نے طب یونانی کی باقاعدہ تحصیل کی اور صلیح بجنور کے ایک قصبہ افضل گڑھ میں مطب بھی کیا۔ کچھ عرصہ بریلی اور دہلی کے مقامات پر رہ کر قرآن و حدیث کا درس بھی دیا۔ لیکن آپ کی سب سے چہن طبیعت کسی حال میں بھی مطمئن نہ ہوئی۔ فرماتے تھے میرے والد ماجد چاہتے تھے کہ میں ایک بڑا مولوی اور واعظ ہوں۔ لیکن میری طبیعت اس طرف نہیں جلتی تھی اور طبیعت میں ایک خلش تھی جو کہیں چہن نہیں لینے دیتی تھی، ”آخر غایت ربانی نے دستگیری فرمائی اور دوس دن دریس کے مشاغل کو چھوڑ کر تلاش حق میں دیوانہ وار نکل کھڑے ہوئے اور ایک عرصہ تک سرگرداں رہے۔ حتیٰ کہ شیخ العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ کی خدمت میں پہنچے، اور پہلی ہی ملاقات میں اس قدر متاثر ہوئے کہ ہمیشہ کے لئے انہیں کا ہورہنے کی تمنا کا اظہار کیا اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ اس وقت حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ حیات تھے۔ حضرت اقدس رائپوریؒ نے آپ کو گنگوہ حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ لیکن آپ نے عرض کیا۔ کہ مجھے جناب ہی سے پوری مناسبت ہے۔ میں اور کہیں جانا نہیں چاہتا۔ فرمایا اچھا اتنی کیا جلدی ہے۔ استی کر کے اپنی طبیعت کا اطمینان کر لیں۔ چنانچہ ذکر و غیرہ بتلا کر آپ کو رخصت فرما دیا۔ آپ اپنے وطن تشریف لے آئے اور چند روز وطن میں قیام کر کے دوبارہ ہندو کا سفر کیا۔ خالقہ رائپور حاضر خدمت ہو گئے، اس کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ نے بیعت فرمایا اور ذکر و اذکار کی تلقین فرمائی۔ آپ فرماتے تھے۔ ایک روز میرے حضرت نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہارا پیچھے بھی کوئی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! میرے والدین ہیں۔ بھائی بہن اور

رشتہ دار موجود ہیں۔ فرمایا، ادمو! میں تو چاہتا تھا کہ زندگی کے دن اکٹھے ہی گزار دیں گے۔ عرض کیا حضرت! میں ایسے ہی ہوں۔ جیسے کسی کا کوئی نہ ہو، اگرچہ میرے سب رشتہ دار موجود ہیں لیکن میں نے سب سے یکسو ہو کر حضرتؐ کی ہی کا ہو جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ سن کر حضرتؐ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا،

اس کے بعد آپؐ زندگی بھر یاد حق اور خدمت شیخ میں مصروف رہے۔ ہمیشہ صبر و استقامت کے ساتھ ذکر و اذکار اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے اور ہر تکلیف و پریشانی کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے رہے آپ کے شیخ معظم آپؐ سے آخر دم تک راضی رہے۔ اور بوقت وصال آپؐ ہی کو اپنا خلیفہ و جانشین بنایا اور راپور قیام رکھنے کی تلقین فرمائی۔ اسی نسبت سے آپؐ راپور کا کہلائے۔ اپنے شیخ کی رحلت کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور پورے پینتالیس سال تک رونقِ تلقین و ارشاد کا باعث بنے رہے۔ اپنے عمل و اخلاص سے خلقِ محمدیؐ کو دنیا میں عام کیا اور اشاعت و ترویج میں ہر ممکن کوشش کی سینکڑوں علماء و کوردھانی منازل طے کرائیں، لاکھوں مسلمانوں کو فسق و فجور اور بدعات سے توبہ کرائی علاوہ انہیں ہر طبقہ کے لوگوں، کاروباریوں، ملازموں، ادیبوں، شاعروں، مقررین اور سیاستدانوں کو اپنے اخلاق و محبت سے اپنا گردیدہ بنائے رکھا اور ہر ایک کی استعداد کے مطابق سب کی اصلاح و تربیت فرماتے رہے۔ آپ نہایت متواضع، خوش اخلاق اور سادہ طبیعت تھے فنا بیست کا اعلیٰ مقام حاصل تھا آپ کے کسی قول و فعل سے کبھی یہ ظاہر نہیں ہوا کہ آپ اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں تمام عمر میں کبھی بھولے سے بھی اپنی کسی خوبی یا وصف کا ذکر نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ تحدیثِ نعمت کے طور پر بھی کبھی کوئی بات بیان نہیں فرمائی۔ جیسا کہ بعض بزرگ، بعض مصالح کے پیش نظر اپنے خصوصی حالات بیان فرما دیا کرتے

ہیں۔ جاننے اور پرکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ دل و دماغ کے ایک ایک گوشہ سے حُب و جاہ کو نکال کر آپؐ نے صدیقین کے مقام میں رسوخ حاصل کر لیا تھا۔

آپؐ نے ہزاروں افراد کی اصلاح و تربیت فرمائی اور بہت سے حضرات کو خلافت سے نوازا جن میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز گنگوہی، سرگودھا، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا محمد غفیل سرگودھا، حضرت مولانا محمد عبداللہ جامعہ شعیبہ ساہیوالا، حضرت مولانا عبدالعزیز راپوری، حضرت مولانا سید نور حسین نقیسی لاہور، حضرت مولانا سید عبدالمنعم البوزنجاری ملتان، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا محمد صاحب انوری فیصل آباد اور حضرت مولانا سید نیاز احمد گیلانی وغیرہ حضرات آپ کے خلفاء میں شامل ہیں۔ ساری زندگی طالبین حق کی اصلاح و تربیت اور گم گشتگانِ بادیہِ ضلال کی رہنمائی کے بعد یہ آفتابِ حکمت و ہدایت زندگی کی نوے منزلیں طے کر کے ربیع الاول ۱۳۸۲ھ کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

دھڑیاں شریف سرگودھا کی مسجد کے پہلو میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن امجدی

آپ قصبہ واہ مل پور میں ۱۸۷۸ء کے رگ بھگ پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں تاریخی مقام حسن ابدال سات میل کے فاصلہ پر ہے آپ کے والد ماجد مولانا اللہ داد صاحب اپنے وقت کے ایک معروف محدث اور صاحب نسبت بزرگ تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں ہی حاصل کی، قرآن اور ابتدائی فارسی تعلیم موضع سنگت جانی میں تاجی نور محمد سے پائی۔ عربی صرف و نحو ضلع الہک علی مدارس میں اور فلسفہ و منطق کی تعلیم ضلع ہزارہ کے معروف عالم دین مولانا محمد معصوم صاحب پائی۔ مولانا محمد معصوم صاحب امجدی کے مدرسہ غزنویہ میں جب مدرس مقرر ہوئے تو آپ کو اپنے پاس ہی بلایا گیا۔ آپ نے بقیہ علوم و فنون تفسیر و حدیث اور فقہ و کلام کی تکمیل کی۔ حدیث کی تکمیل سے ہی آپ کی طبیعت بلکہ شروع ہی سے مائل بہ تصوف تھی، امجدی مولانا مبارک غزنوی، مولانا نور احمد امجدی، اور مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی جیسے، سائزہ سے استفادہ حاصل فرمایا۔ تصوف و سلوک کے بھی اُستاد مانے جاتے تھے، مدرسہ غزنویہ امجدی سے دور کے بعد مکہ علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں امام العصر حضرت علامہ محمد ہاشم کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دورہ حدیث پڑھا اور سند فراغ حاصل کی، فنِ قرأت میں مولانا مریم بخش صاحب سے سند حاصل کی۔ فراغتِ تعلیم کے بعد امجدی مدرسہ غزنویہ کی خدمت میں داخل ہو گئے پھر آپ کو قابلیت کی بنا پر تھوڑے ہی عرصہ بعد مدرسہ غزنویہ امجدی کا صدر مدرس مقرر کیا اور کم و بیش اڑتالیس برس آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ جب تک آپ کا قیام امجدی آپ روزانہ مسجد نور میں بعد نماز فجر درس قرآن دیا کرتے تھے جس میں دور دراز سے بہ خیال

کے لوگ آپ کے درس قرآن میں شریک ہو کر روح کی تازگی حاصل کرتے یہاں تک کہ بڑے بڑے علماء اور روسا بھی آپ کے درس قرآن میں شریک ہو کر معارف قرآنیہ سے مستفید ہوتے تھے مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

کئی بار امجدی حاضری میں درس قرآن پاک سننے کا موقع پیش آیا، ترجمہ کے ضمن میں لطائف و معارف کا اس قدر انبار ہوتا تھا کہ گویا سمندر موجیں مار رہا ہے۔

ایک بار امجدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کو امجدی میں آپ کے درس قرآن میں شریک ہونے کا موقع ملا اس کے بعد انہوں نے اپنی کیفیت قلبی کا اظہار ان شعروں میں اچھو بہ بغیض و فضل مولانا حسن دیکھا؛

کہ امجدی میں ہم نے آج تک ایک تھانہ بھون دیکھا
سناوہ درس قرآن دل کی آنکھیں کھول دیں جس نے
معارف ہائے قرآنی کا دریا موجزن دیکھا!

بہر حال آپ کے درس کے اندر سامعین کی عجب کیفیت ہوتی، کسی پر گریہ کی کیفیت طاری اور کسی طرف سے چیخوں کی آواز آتی تھی اور بے حد تاثیر تھی، درس و تدریس کے علاوہ فتویٰ بھی آپ کا ایک مستقل مشغلہ تھا اس سلسلہ میں ملک دیوبند ملک سے آپ کی خدمت میں استفادہ آتے تھے جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے تھے جب تک آپ کی صحت اجازت دی اس وقت تک آپ یہ کام انجام دیتے رہے اس کے علاوہ امجدی میں آپ نے مدرسہ قائم کیا جو قرآن پاک کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تعلیمی خدمت بھی سرانجام دیتا رہا۔ مدرسہ نے تقریباً چالیس سال دینی خدمت سرانجام دی اور قیام پاکستان کے بعد اس مدرسہ اور سائزہ کو ہجرت کر کے لاہور آنا پڑا، لاہور میں نیلا گنبد کے علاقہ میں مولانا چند بھٹنگ محقق مدرسہ کے لئے الاٹ ہو گیا چنانچہ تو کلاً علی اللہ اس مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ جامعہ

م سے ۸ رذی قعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہونے لگا جو ان اشعار کا مصداق ہے۔
 درمگاہ علم دین این جامعہ ز اشرفیہ از معارف لامعہ
 یادگار مولوی معنوی : : مولوی اشرف علی تھانوی
 اے خدا این جامعہ قائم بدار : فیض اد جاری بود لیل و نہار
 سب جامعہ کی عمارت طلباء اور اساتذہ کے لئے ناکافی ہوئی تو فیروز پور روڈ لاہور
 مدرسہ کی جدید عمارت کے لئے ایک سو کمال اراضی خریدی گئی جس طرح حق تعالیٰ
 کے دارالعلوم دیوبند کو یہ شرف عطا کیا تھا کہ اس کا سنگ بنیاد جملہ متقدمین نے مل کر رکھا
 تھا اسی طرح حق تعالیٰ نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے نام اور حضرت
 قاضی صاحب کے خلوص و برکت سے اس جامعہ کے سنگ بنیاد رکھتے وقت اہل اللہ کو
 فرمادیا اس وقت جو حضرات موجود تھے ان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی
 مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا جلیل احمد شیردانی، حضرت مولانا رسول
 بھٹہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا داؤد غزنوی، حضرت مولانا
 جمیل احمد تھانوی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان
 انی شامل تھے۔ آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
 منسلک تھا اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے اجل خلفاء میں سے آپ ان ہی کے
 میں خوب رنگے ہوئے تھے، ان کے خلفاء میں ایک ممتاز حیثیت و شخصیت کے
 تھے اور اپنے مرشد تھانوی کے علوم و معارف کے خزانہ تھے، آپ کو ۱۱ رذی الحجہ ۱۳۶۶ھ
 میں طریقت کے چاروں سلسلوں میں بیعت فرمایا اور تین سال کے مختصر عرصہ
 کی محنت و ریاضت کو دیکھتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے آپ کو خلعت خلافت سے
 نہ فرمایا، پھر آپ نے ساری عمر اپنے شیخ کے تابع رکھی اور فنا فی الشیخ کا اعلیٰ مقام
 تک کیا آپ کو حضرت تھانوی قدس سرہ سے عقیدت عشق کی حد تک تھی آپ فرمایا کرتے

تھے کہ حضرت حکیم الامت کی کتابوں کے سوا کسی اور کتاب کو دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا،
 اپنے اپنی وحییت میں آپ نے اپنی اولاد کو نصیحت فرمائی کہ بہشتی زیور، جزاء الاعمال، تعلیم
 اور مواظبت و مطبوعات تھانوی کو مطالعہ میں رکھنا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حکیم الامت
 سے تعلق بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی کو بھی آپ پر بڑا اثر
 تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیا سے جانے کا کوئی فکر و خیال نہیں جب میرے بعد
 موجود ہیں، استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب
 علوم ظاہری میں کامل اور مکمل اور مقامات باطنہ میں بہت بلند مقام پر فائز تھے اور اپنے
 اوصاف و کمالات کے اعتبار سے علم و عرفان کے چمکتے ہوئے آفتاب تھے اور اپنے
 مرتبی حضرت حکیم الامت تھانوی کے علوم و معارف کا خزانہ تھے، حکیم الاسلام حضرت مولانا
 قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب ایک زبردست
 عالم باعمل اور شیخ وقت تھے اور سادگی و بزرگی میں قدیم اسلاف کی یادگار تھے۔ شیخ
 حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب
 خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے، عبودیت و تواضع اور اخلاق و کردار میں اپنے شیخ
 نمونہ تھے۔ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی فرماتے ہیں کہ: حضرت مفتی صاحب
 ایک جلیل عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔
 (البلاغ، کراچی)

بہر حال آپ اپنے علم و عمل، زہد و تقویٰ اور خشیت و تقویٰ میں اپنی نظیر آپ
 ایک سچے عاشق رسول اور خادم دین تھے ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور
 خلق میں مصروف رہے، اور بڑے بڑے علماء و صلحاء آپ کے فیض علمی و روحانی سے
 ہوئے جن میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شمس العلماء مولانا شمس
 انصاری، عارف باللہ مولانا مفتی محمد خلیل، مولانا فقیر محمد لٹپاوری، مولانا قاری فتح محمد

مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا بہاؤ الحق قاسمی، مولانا محمد اسماعیل غزنوی، مولانا عبید اللہ امرتسری اور مولانا محمد سرور خان جیسے مشاہیر علم و فضل خاص طور پر قابل ذکر ہیں،

دینی علمی اور روحانی خدمات کے علاوہ آپ نے سیاسی و قلمی خدمات بھی انجام دی ہیں تحریک پاکستان میں آپ کا سیاسی مسلک اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی ندوی سرہ کے عین موافق تھا اور بڑی سرگرمی سے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع، نقیب الامت مولانا ظفر احمد عثمانی، اور مخدوم العلماء مولانا اطہر علی اشرفی کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان میں حصہ لیتے رہے پھر قیام پاکستان کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے، قرارداد متعاضد میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی کے معاون اور مشیر رہے، ۱۹۵۱ء میں مولانا اختتام الحق تھانوی کی قیام گاہ پر ہونے والے جلس میں شریک رہے جس میں ۲۲ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ مرتب کر کے حکومت پاکستان کو پیش کیا گیا تھا، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور حصہ لیا اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر نشین رہے اور ہمیشہ ہر باطل کے سامنے علم حق بلند کرتے رہے اور آخر کار ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ مطابق یکم جون ۱۹۶۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری نے امامت کے فرائض انجام دیئے اور سوسائٹی کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی، آپ کی اولاد مالک میں مولانا محمد عبید اللہ صاحب امرتسری، مولانا صاحبزادہ عبدالرحمن اشرفی اور مولانا فضل الرحیم صاحب زیادہ معروف ہیں اور اپنے والد محرم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں حق تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتی صاحب عجیب رحمت تھے

جالین حکیم الامت تھے !!

(تفصیل حالات کے لئے پڑھیے "حسن السوانح" شائع کردہ جامعہ اثنیہ لاہور)

حضرت مولانا رسول خان ہزاروی

آپ ۱۸۷۱ء کے لگ بھگ موضع بانیاں علاقہ ٹکری نزدھیہ تحصیل بگرام ضلع میں مولانا محمود علی بن محمد گل خان صاحب کے گھر پیدا ہوئے، قومیت کے لحاظ سے آپ سواتی پٹھان تھے، ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقہ میں حاصل کی بعد ازاں آپ سوسل کالج اوکی تشریف لے گئے اور وہاں مولانا قاضی محمد عبید اللہ صاحب سے استفادہ کیا پھر احمد المدارس سکندر ہری پور نزدہ تشریف لے گئے اور وہاں دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل حضرت مولانا فاضل ہزاروی سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں، بعد ازاں آپ نے بونی گار ضلع کشمیر میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں تین سال کے عرصہ میں باقی ماندہ کتب تکمیل کر کے ۱۳۲۳ھ میں شیخ الہند حضرت محمود الحسن صاحب دیوبند سے دورہ حدیث پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں درس و تدریس پر مامور ہوئے اور ۳۲۳ھ سے ۱۳۳۲ھ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اکابر دارالعلوم دیوبند کی خواہش پر دارالعلوم تشریف لے گئے اور پہلا آزمائشی درس تشریف دیا، قایم کا ہوا جس میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر عثمانی، فخر العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی اور فخر اسلاف حضرت مولانا محمد احمد قاسمی وغیرہم اکابر و اساتذہ شریک ہوئے، اور آپ نے معرکتہ الآراء و کس دیا، اور دارالعلوم آپ کی شخصیت کی دھاک بیٹھ گئی اور ۱۳۳۳ھ سے ۱۳۵۳ھ تک دارالعلوم دیوبند ہی میں

تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس دوران تدریس میں جن بڑے ممتاز علماء اُمت نے آپ سے شاگردی کا شرف حاصل کیا ان میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، اور حضرت مولانا غلام غوث برادری جیسے جلیل القدر علماء شامل ہیں، دارالعلوم دیوبند کی تدریسی خدمات کے بعد سر محمد شفیع مرحوم کی درخواست پر آپ اور نیشنل کالج پنجاب دیوبندؒ تشریف لے آئے اور ۱۹۲۵ء سے ۱۹۵۲ء تک اور نیشنل کالج میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کو پڑھاتے رہے پھر مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن انیسری رحمۃ اللہ علیہ کی استدعا پر ۱۹۵۲ء سے ۱۹۷۱ء تک مستقل طور پر جامعہ اثنیہ لاہور میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور ہزاروں تشنگانِ علوم کو اپنے چشمہ فیض علمی سے سیراب کرتے رہے، آپ ایک عظیم محدث و مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے شیخ کامل اور عارف کامل بھی تھے، آپ اولیٰ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندؒ سے بیعت ہوئے پھر ان کے انتقال کے بعد اپنے وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے تعلق قائم ہوا اور انہی سے روحانی اسباق کی تکمیل کی، ۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی، اور زندگی بھر حضرت تھانویؒ قدس سرہ سے خوب فیض حاصل کیا اور آخر دم تک ان کے مسک و مشرب پر قائم رہے سیاسی نظریات میں بھی اپنے شیخ معظم کے تابع رہے اور ہمیشہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندؒ، حضرت مولانا حفص احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد حسن انیسریؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے نظریات کی تائید و حمایت فرماتے رہے، ایسے تو آپ کے مریدین کی تعداد دہزار سے متجاوز ہے مگر ان میں سے چند خوش نصیب حضرات کو آپ نے اجازتِ بیعت سے بھی نوازا تھا، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدرس جامعہ امدادیہ کشور گنج مشرقی پاکستان، حضرت صاحبزادہ عبدالرحمن صاحب نائب مہتمم جامعہ اثنیہ لاہور، حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب مشرقی پاکستان، حضرت مولانا مہتاب الدین صاحب، حضرت مولانا انصار الدین صاحب، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، حضرت مولانا محمود الحق صاحب، اور حضرت مولانا محمد نواز صاحب وغیرہ حضرات آپ کے مجازین میں سے ہیں، غرضیکہ آپ ساری زندگی درس تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہے اور اپنے فیض علمی و روحانی سے ملتِ اسلام کو مستفید فرماتے رہے، آپ اپنے ہم عصر علماء میں ایک بلند مقام پر فائز تھے اور پاکستان میں استاذِ اکل کی حیثیت رکھتے تھے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ: حضرت علامہ رسول خان صاحبؒ کو حق تعالیٰ نے ہر فن میں کمال عطا فرمایا تھا اور ہر انسان ان کے درس سے فن کی حقیقت کو سمجھ سکتا تھا۔

حضرت علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہری و باطنی سے نوازا تھا اور آپ کا اخلاقی معیار بہت بلند تھا اور آپ کا علم صبر، شکر و تواضع و خاکساری بے مثال تھی“

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

حضرت مولانا مرحوم میرے بے حد شفیع استاد تھے اب ایسے عمیق علم و فہم کے حامل اور علوم دینیہ و عقلیہ کے مبصر کہاں پائیں؟

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

آپ معقولات و منقولات کے سمندر اور علوم شریعت کے امام تھے علم ظاہری و باطنی کے جامع اور حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ

خاص تھے۔

بہر حال آپ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہدایت تھی آپ آخر دم تک جامعہ اشرفیہ لاہور سے وابستہ رہے اور حسب معمول شعبان کی تعطیلات گزارنے اپنے آبائی وطن اچھڑیاں تشریف لے گئے یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ کو معمولی سانحہ ہوا مگر ذکر عبادت میں مصروف رہے آخر کار ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ کو سورہ یسین پڑھ کر اور پھر یہ کلمات قرآنی قَالَتْ خَبِّئْ حَافِظًا وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ پڑھتے ہوئے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔

آپ کی وفات پر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے اپنے تاثرات میں فرمایا کہ:-

”حضرت مولانا کی وفات سے درس و تدریس کی ایسی جامع ترین شخصیت کی جگہ خالی ہو گئی جس کی آئینہ صدیوں میں پُر ہونے کی توقع نہیں اور آپ کی وفات سے ہندوپاک کی ایک صدی کی علمی تاریخ و بساط الٹ گئی اور آپ کی رحلت علم و تقویٰ، درس و تدریس، حسنِ ادا تواضع و وفا، سنجیدگی و متانت وغیرہ کمالات کی رحلت ہے۔“

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ آہ علم و حکمت بکھرنے والی زبان خاموش ہو گئی، اور برصغیر علم و عرفان کے ایک روشن آفتاب سے محروم ہو گیا اور ان کی وفات سے علم کا ایک سمندر خشک ہو گیا۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:- حضرت مولانا مرحوم اس وقت تمام علمائے دیوبند کے اسٹاذ تھے اور ان کی وفات کے ساتھ ایک پوری قرن کا خاتمہ ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کو درجات عالیہ نصیب فرمائے، اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(مقتل حالات کے لئے دیکھئے سوانح مولانا رسول خان مؤلف تاری فیوض الرحمن)

حضرت مولانا محمد اسحاق برودانی

آپ کا اصل نام محمد اسحاق ہے سلسلہ نسب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار تاقاضی لطف الہدیٰ ایک نہایت ہی باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی ولادت ربیع الاول ۱۲۸۲ھ مطابق دسمبر ۱۸۶۵ء میں اپنے نانا کے گھر ہوئی۔ ساڑھے چار برس کی عمر میں ابتدائی تعلیم شروع ہوئی۔ ۹ برس کی عمر میں گلستان بوستان، انوار سہیلی، یوسف زلیخا، پندنامہ سکندر نامہ اور دیگر فارسی کتب کے علاوہ قرآن مجید ناظرہ ختم کر ڈالا۔ پھر اپنے قصبہ کے قریب منگل کوٹ کے مشہور عالم مولانا محمد صاحبؒ اور مولانا نبیل الحق کے پاس شرف تلمذ حاصل کرنے کو تشریف لے گئے یہاں عربی کی ابتدائی کتابوں سے بے کرا فیہ کامل، شافیہ نصف اور منطق وغیرہ کی کتابیں پڑھیں اس کے بعد آپ نے آرہ (بہار) میں مولانا قاضی محمد حنیف سے شرح بہامی، قطبی اور مختصر المعانی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ یہاں دو سال کے قیام کے بعد جولانی طبیعت نے مرکز شد ہدایت یعنی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت اقدس جامع العلوم کانپور میں سعادت باریابی و تلمذ سے بہرہ یاب کر دیا۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں تمام کتابوں کا آپ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے فیض درس حاصل کیا سوائے مشکوٰۃ المصابیح اور نور الانوار کے جن کا درس مولانا عبدالغفار کانپوریؒ سے حاصل کیا۔ ۱۳۰۹ھ میں آپ کی دستار بندی ہوئی جلسہ کی صدارت علی گڑھ کے مولانا لطف اللہ صاحبؒ نے کی تھی۔ آپ کی ذہانت و متانت کا رنگ دیکھتے ہوئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اپنے زیر سایہ مدرس

دوم مقرر فرما دیا۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں نہایت اہم ذمہ داریاں یعنی تفسیر قرآن و احادیث عربی و ادب و فلسفہ کی تدریس کے ساتھ دارالافتاء کی سہرا بھی آپ ہی کے سپرد کی گئی۔ اسی دوران تدریس آپ کو حفظ و قرآن کا شوق پیدا ہوا اور آپ نے صرف سات دن بار گھنٹوں میں حفظ کلام مجید کو انجام تک پہنچایا جس سے آپ کے حافظہ و زہن پر کرامت کا مظہر ہوا۔ پھر کانپور میں پچل گئی۔ حضرت حکیم الامتؒ اپنے موانع میں ذکر فرماتے تھے کہ ہمارے ایک دوست مولانا محمد اسحاق بروانی کا انداز حفظ کلام مجید بھی معجزات کلام الہی سے ایک ہے، غرض آپ کی قابلیت و ذہانت کے دیکھتے ہوئے حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کو جامع العلوم کانپور میں اول مقرر فرمایا یہاں تک کہ بعض انتظامی امور بھی آپ کے سپرد کر دیئے۔ آپ نے جامع العلوم میں رہ کر سینکڑوں طالبان علم کو فیضیاب کیا اور مدرسہ چار چاند لگا دیئے۔ ۱۹۱۱ء میں آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ تشریف لے آئے۔ یہاں بھی بفضل عالی آپ کی جودت طبیعت اور نفرت ایمانی نے اپنا جلوہ نمایاں کیا۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم کے وقوع پر جب انگریزوں کی طرف سے خلافت عثمانیہ ترکیہ کے خلاف ہر محاذ سے حملے ہوئے تھے۔ اور خلافت عثمانیہ کو بن دینے سے انکار کرنے میں ہندوستانی مسلمانوں کو درغلا کر شرکت آمادہ کیا جا رہا تھا۔ انہی دنوں مدرسہ کے انگریز پرنسپل نے آپ کو جو از خلافت کے خلاف فتویٰ دینے کے لئے بظاہر فریالٹش کی اور پردہ زور لگایا۔ لیکن آپ نے اس مکروہ استدعا کو قلم ٹھکرا کر اس کے ہاں سے فوراً مراجعت فرمائی۔ ۱۹۱۹ء میں ڈھاکہ میں آپ کی منتقلی ہوئی یہاں آپ کے دوران قیام میں ایک مرتبہ سر عبد الرحیم ڈھاکہ مدرسہ کے معائنہ کیلئے تشریف لائے اور آپ کی لمانہ گفتگو سے متاثر ہو کر واپس جاتے ہوئے پرنسپل سے یہ کہا کہ یہ تو بڑے غیر معمولی عالم اور نہایت ہی گزیرہ ہستی معلوم ہوتے ہیں۔ انکو یہاں سے تعلیمی صیف سے علیحدہ نہ ہونے دینا چاہیئے۔ اور کلکتہ ڈاکٹر عبد الرحیم نے سرکاری طور پر آپ کے متعلق ضروری ہدایات فرمائیں۔ ۱۹۲۶ء میں آپ نے فریضہ الحج ادا کیا۔ وہاں سعودی عرب کے بہت بڑے عالم حافظ محمد وہبہ سے حرم پاک میں تعارف کرایا گیا۔

دوران گفتگو مختلف احادیث کی اسناد پر بات چلی حافظ وہبہ صاحب آپ کی قابلیت کا رنگ دیکھ کر حیران رہ گئے! اور آپ کی علمی عظمت کا اعتراف کیا، حضرت مولانا طہر احمد عثمانی قدس سرہ آپ کے تجوید علمی کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانیؒ بجا آئے جامع العلوم کانپور کے دارالعلوم دیوبند میں درس دیتے تو مولانا انور شاہ صاحبؒ کی طرح حفظ احادیث و روایات میں مشہور ہو جاتے، مولانا نے برسوں بخاری شریف کا درس اس طرح رکھا کہ روزانہ ایک پارہ تلاوت کرتے تھے۔ میں نے وہ بخاری دیکھی ہے جس پر مولانا نے اپنی ختم بخاری کی ابتداء اور انتہا کی تاریخیں ضبط کی ہیں۔ غالباً سترے اوپر ختم کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اور جو ختم اس سے پہلے کے ہیں۔ ان کی شمار معلوم نہیں، اس لئے بخاری میں جو حدیث جتنی جگہ آتی ہے مولانا بے کلفت بتلا دیتے تھے۔ سنا ہے کہ حج کے موقع پر کسی بخاری عالم نے ایک حدیث کے بارہ میں مولانا سے پوچھا کہ یہ حدیث بخاری میں کتنی جگہ ہے، فرمایا چھ جگہ ہے وہ عالم حیران رہ گئے کہ ہندی علمائے دین بھی ایسے حافظہ والے موجود ہیں۔ مولانا نے ایک زمانہ میں جب کہ جامع العلوم کانپور میں قیام کیا تھا تو موطا امام مالکؒ کی شرح لکھنا شروع کی تھی تو ایک جزو کی شرح ایک سو بیس صفحات میں مکھی تھی۔ پھر آگے نہ لکھی تھی کہ اس طرح شرح طویل ہو جائیگی۔ کون چھاپے گا۔ حضرت حکیم الامتؒ تھانویؒ سے آپ کو اجازت خلافت بھی حاصل تھی، حضرت حکیم الامتؒ فرماتے تھے کہ میں نے مولانا محمد اسحاقؒ کو اشغال صوفیاء نہیں بتلائے بلکہ تلاوت قرآن و حدیث ہی میں شغل بتلایا اسی سے ان کو مناسبت تھی۔ اور اسی سے ان کو نسبت باطنہ حاصل ہو گئی۔

آپ ساری حیات درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے ڈھاکہ یونیورسٹی مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ اور مدرسہ شرف العلوم ڈھاکہ میں درس حدیث حسبہ اللہ

دیتے رہے جس میں طالبان علم کے علاوہ اساتذہ اور دوسرے اہل ذوق حضرات بھی
شام ہوتے تھے۔ آپ اپنے زمانہ میں دینی امور میں مرجع خاص و عام تھے ہر مسلک
مذہب کے افراد کو ان ہی کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ڈھاکہ کے اہل
حدیث بھی آپ ہی سے فتویٰ لیا کرتے تھے۔ ان کو آپ پر کامل اعتماد تھا۔ کیونکہ آپ
نہیں مسلک اہل حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، آپ ہر سال اپنے شیخ و استاذ
حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہو کر رہتے تھے اور جب حضرت
حکیم الامتؒ کے یہاں حاضر ہوتے تھے تو انہیں دیکھ کر وہ بہت خوشی کا اظہار کیا کرتے
عالم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور قبل اٹھنے کے حاضرین مجلس کو خاص
تہام سے بیٹھے رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں حضرت تھانویؒ کے مواعظ
مومن ہوا کرتا تھا۔ اس لئے دوسرے لوگ بھی ان کے مواعظ کے بہت مشتاق اور مدد
ہتے اور وعظ کے بعد حضرت تھانویؒ بہت مشفقانہ انداز میں بطور تعریف فرمایا کرتے
تھے کہ ماشاء اللہ نظر بہت وسیع ہے۔

بہر حال آپ ایک عظیم محدث عارف اور جید عالم تھے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۹ء کو
ملت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی چوہدری

آپ ۱۲۹۳ھ کو اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے اپنے شیخ و مرشد حضرت حکیم الامت
مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے عمر میں تیرہ برس چھوٹے تھے، آپ ضلع اعظم
کے ایک گاؤں بھچاؤں کے رہنے والے تھے مگر چونکہ عمر کا بیشتر حصہ بھولپور میں گزرا
تھا اس لئے بھولپور کے نام سے مشہور ہو گئے، گاؤں ہی میں ایک پرائمری سکول میں داخل
ہوا۔ ابھی دو تین ہی روز گزرے تھے کہ آپ کے دادا نے آپ کی والدہ صاحبہ کو خواہ
میں ہدایت کی کہ وہ عبدالوہاب سے کہہ دیں کہ اس بچے کو دین کی تعلیم دلوائیں، آپ
دادا صاحب نسبت بزرگ تھے اور مولانا عبدالسبحان صاحب سے بیعت تھے جن کا
بیعت چار واسطوں کے بعد حضرت مرزا مظہر جانان سے حاصل ہے، آپ کے والد صاحب
نے آپ کو دینی تعلیم کے لئے جو پور مولانا ابوالخیر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا
مولانا سخاوت علی صاحب خلیفہ حضرت سید احمد شہید کے بیٹے تھے، آپ مولانا
مکی سے دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سید امین الدین نصیر آباد کی خدمت
تشریف لے گئے، اس کے بعد جامع العلوم کانپور میں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل
اسی دوران میں ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کانپور تشریف لائے تب ہی سے
کے دل میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی عقیدت اور محبت بیٹھ گئی اور تعلیم سے فرا
کے بعد آپ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے بیعت ہونے کا ارادہ کر لیا، آپ کو
معقولات کا بہت شوق تھا اس لئے مدرسہ عالیہ رامپور تشریف لے گئے جو اس زمانہ میں

فلسفہ کا مشہور اور مخصوص مرکز تھا، تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ بیتاپور میں
 مدرسہ کے لئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا پھر جنرل میں تقریباً پانچ سال تک صدر مدرس
 کے عہدہ پر فائز رہے اس زمانہ میں آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ہمراہ سرائے میراظم گڑھ
 عرف لائے جہاں حضرت کا وعظ ہوا اور عید گاہ ہی میں ۱۳۳۸ھ میں آپ نے حضرت حکیم الامت
 بیہیت کی اور خلافت سے نوازے گئے، ۱۳۳۳ھ میں آپ نے حضرت تھانویؒ سے درس
 کے مشورہ سے پھولپور میں مدرسہ روشتہ العلوم قائم کیا جس کی بنیاد حضرت تھانویؒ سے
 اپنے ہاتھ سے رکھی اور ارشاد فرمایا کہ اس مدرسہ کا نام پھولپور کی نسبت سے روشتہ العلوم
 رکھوں، ۱۳۴۹ھ میں حضرت پھولپوریؒ نے قصبہ سرائے میر میں ایک اور مدرسہ بیت العلوم
 قائم کیا اور حضرت تھانویؒ نے اس مدرسہ کی سرپرستی بھی قبول فرمائی اور اس مدرسہ کا نام
 حضرت تھانویؒ ہی کا تجویز کردہ ہے اس کا نام سرائے کی نسبت سے بیت العلوم رکھا اور ارشاد
 اللہ تعالیٰ اس کو دارالعلوم بنادیں، مولانا پھولپوریؒ اس مدرسہ کے انتظام کی خاطر اپنے
 دیپوری سے پانچ میل دور قصبہ سرائے تشریف لے جایا کرتے اور اگر کبھی وہاں پورا دن
 ہوتا تو گھر سے آٹھانک گھی لے جا کر علیحدہ پکواتے اور ناول فرماتے، آپ نے مدرسہ سے کبھی
 نہیں چلکھا اور نہ ہی کبھی تنخواہ لی، محض رضائے الہی کے لئے دس میل کا سفر اختیار کیا
 تھے، آپ کی سادگی کے متعلق خود حضرت حکیم الامت نے فرمایا :-

مولانا عبدالغنی ماشاء اللہ سپاہی آدمی ہیں بڑے مستعد ہیں، پہلوان آدمی
 علمی و عملی کمال جدا، مگر وضع سے مطلق معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بھی کچھ ہیں
 کا اثر ہے ذکر عجیب چیز ہے سب اصلاحیں اسی سے ہوتی ہیں، مولوی عبدالغنی
 سادہ ہیں کہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ پڑھے لکھے بھی ہیں، ذکر بناوٹ
 بالکل اڑا دیتا ہے، مولوی محمد عیسیٰ صاحب بہت خوش پوشاک ہیں اور
 میں کیا حرج ہے یہ تو جمال ہے اور حدیث میں ہے کہ اکاشہ جیکیل

د بخت اجمال اور یہ جب تک ہے حقیقت منکشف نہیں ہوتی اور جب حقیقت
 منکشف ہو جائے گی تو اللہ جمیل د بخت اجمال سے استدلال دکھا رہے جائے
 پھر کچھ عرصہ بعد فرمایا :- کہ اب ان کی حالت دیکھئے اچکن اور گھڑی سب بھول
 گئے ہیں، غریبوں کی سی وضع ہو گئی ہے یہ کیا ہے یہ سب کچھ ذکر کی
 برکت ہے ؟ (بزم اشرف کے چراغ)

حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو شروع ہی سے راہ خدا میں اپنی جان قربان کرنے کا
 ہر وقت بے چین رکھتا تھا اسی کیفیت کے تحت آپ نے ایک مشہور استاد کو اپنے مدرسہ پھولپور
 میں ایک معتدبہ شاہرہ پر دس برس تک رکھا اور ان سے فن سپاہ گری کے فنون کی تکمیل کی، ایک
 استاد سے کشتی بھی سیکھتے رہے اس لئے قوت جسمانی بہت ترقی تھی، تنہا بھون میں اپنے شیخ کے
 حکم سے بعض اہل علم حضرات کو آپ لاٹھی سکھاتے تھے ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ
 آپ کی فن سپاہ گری کو دیکھ کر فرمایا کہ جب آپ لاٹھی کے ہاتھ دکھا رہے تھے تو مجھے جوش آ رہا
 ایک دفعہ اور موقع پر فرمایا کہ :-

”ہمارے مولوی عبدالغنی ہزار آدمیوں کے مقابلہ کے لئے تنہا کافی
 ہیں اور اگر ہم کو کبھی فوج کی ضرورت پڑے تو ہماری فوج اعظم گڑھ
 میں ہے“

آپ کے مزاج میں خلاف دین کاموں کو دیکھ کر سخت تغیر ہوتا اور جوش غضب میں مخالفین دین کو
 ہمیشہ بے لاگ بیخ کنی فرماتے، ایک بار ایک مولوی صاحب نے حضرت تھانویؒ سے آپ
 کے نقطہ کے متعلق شکایت کی تو انہوں نے فرمایا :- کہ

”اپنے آدمیوں میں ایک گرم آدمی کی بھی ضرورت ہے ورنہ دشمن
 کھا جائیں گے“

حضرت پھولپوریؒ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ کپڑے ہمیشہ گھریں دھلوانے لگتے اگر فرشتہ

ی دھوبی کے یہاں کپڑا دیا گیا تو بعد میں دوبارہ اس کو گھر میں دھوا کر استعمال فرماتے اور یہ زیادہ تر تھے کہ میں اس عمل پر فتویٰ نہیں دیتا ہوں حق تعالیٰ سے میرا خاص معاملہ ہے کہ اگر میں اس کے خلاف کرتا ہوں تو میری زبان ذکر میں بند ہو جاتی ہے اس لئے میں اپنے نفس کے لئے یہ کام کرتا ہوں۔“

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے یہاں آپ کا جو خاص مقام تھا اس کا اندازہ اس سے لیا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ مولانا پھولپوریؒ نے تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہی، تو تھانویؒ نے تحریر فرمایا:۔ اے آمدت باعث حد ثادی ما۔“
 طرح ایک بار تحریر فرمایا:۔ اجازت چہ معنی بلکہ اشتیاق۔“

مرتبہ آپ بلا اطلاع تھانہ بھون حاضری ہوئے اس وقت حضرت تھانویؒ لیٹے ہوئے تھے۔
 اور دیکھ کر فرط مسرت سے کئی قدم چل کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا:۔ نعمت غیر مترقبہ۔“

مرتبہ حضرت شیخ الہند نے حضرت تھانویؒ سے فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھانے کے لئے آدمی بھیج دیجئے، حضرت تھانویؒ نے مولانا پھولپوریؒ سے دریافت کیا کہ میں آپ کو دیوبند بھیجتا ہوں کیا تنخواہ لیں گے، آپ نے عرض کیا کہ حضرت چنے چبا کر پڑھاؤں گا، اس پر حضرت تھانویؒ فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا ہی کریں گے، بہر حال حضرت پھولپوریؒ کا مقام بہت اعلیٰ تھا اور اپنے شیخ سے خاص لگاؤ اور عشق تھا۔ آپ نے درس دینا اور تبلیغ و اصلاح کے لئے کئی کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں ”معرفت الہیہ“ اور ”معیات الہیہ“ اپنے شیخ کے لئے کی روشنی میں لکھی ہیں۔ ”مراط مستقیم“ اللہ کی محبت پر ایک الہامی کتاب ہے۔ ”براین“ بھی حضرت کے مخطوطات ہیں حق تعالیٰ ان تالیفات کو قبول فرمائے، ۱۲ اگست ۱۹۴۳ء کو فرمائی اور پاپوش مگر کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

خلا رحمت کنند این عاشقانِ پاک طینت را

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی

آپ کا اصل نام انیس الحسن اور کنیت ابو نجیب تھی بعد میں رنگون کے ایک تاجر سید کے نام سے متاثر ہو کر آپ کے اہل خاندان نے آپ کا نام سلیمان رکھا۔ آپ نسب اعتبار سے دودھیال کی طرف سے ”حمینی“ اور نہیال کی طرف سے ”زیدی سادات“ تعلق رکھتے ہیں آپ کا وطن بہار کے ضلع پٹنہ میں دیس کا علاقہ ہے، آپ ۲۲ صفر ۱۳۰۲ھ ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء بروز جمعہ المبارک صبح کے وقت حکیم ابوالحسن صاحب ندویؒ کے گھر ہوئے آپ کے والد ماجد مولانا حکیم ابوالحسن صاحب ایک ممتاز عالم دین ایک بہترین اور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ کامل تھے ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کا آئینہ دار تھا، علامہ ندویؒ صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر ہی میں اپنے والد ماجد اور اپنے برادر بزرگ ابوجیب مجددیؒ سے حاصل کی، آپ نے اپنے بڑے بھائی کے بارے میں فرمایا کہ میں بھائی صاحب کے فیض صحبت سے اپنے قلب میں پاکی محسوس کرتا تھا۔ گویا یہ ابتداء کی تکمیل بعد میں حضرت حکیم الامتؒ مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مبارک ہاتھوں سے پائی، ابتدائی تعلیم کے بعد پھولپوری ضلع پٹنہ کی خانقاہ میں مولانا محی الدین سجادہ نشین خانقاہ پھولپوری سے کچھ اور کتابوں کی تکمیل فرمائی، پھولپوری کے بعد مدرسہ امدادیہ جھنگہ میں ایک درس نظامی کی بعض کتابیں پڑھیں اور پھر ۱۹۰۱ء میں ذہن و فکر کی آخری تربیت ”تدریۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے جہاں پانچ سال تک حصول تعلیم کے بعد ۱۹۰۶ء میں فراغ تکمیل کی سند ملی، اسی ماحول میں آپ کو حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ جیسے

ماہ ادیب، مؤرخ، متکلم، فلسفی، محقق اور مفکر کی تربیت و نگہداشت کا ماحول تیسرا آیا۔ اس دارالعلوم کے قیام کے دوران میں آپ نے جو کچھ حاصل کیا اس میں بعض دیگر اساتذہ کرام کا بھی قلم قابل ذکر ہے، اس سلسلہ میں مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی، مولانا حفیظ اللہ مفتی علیہ اللطف و مولانا عبدالحمیٰ قرنگی محل خاص طور پر قابل ذکر ہیں، حضرت علامہ کی ذہانت اور علمیت کا اندازہ واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ :- جب ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار دہی کے سلسلہ میں مارچ ۱۹۰۷ء میں لکھنؤ کے وسیع حال میں جلسہ دستار بندی منعقد ہوا، اس سے کی صدارت مولانا غلام محمد فاضل ہوشیار پوری نے کی۔ اس جلسہ میں بڑے بڑے ماہر فن و عمل شریک تھے، حضرت علامہ مرحوم کو عین وقت پر جلسہ عام میں عربی میں تقریر کرنے کے لئے کہا گیا اور خواجہ غلام الثقلین مرحوم نے موضوع تقریر ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کا کرہ ہوئی "مقرر کیا، آپ نے اس موضوع پر عربی میں اپنے خیالات ظاہر کرنے شروع کئے۔ اس سے اخصنت اور آفرین کی صدائیں بار بار بلند ہو رہی تھیں اور تمام جلسہ محو حیرت تھا۔ منظر کو دیکھ کر آپ کے استاذ مکرم علامہ شبلی مرحوم نے جوش و سرور میں اپنے سر سے علامہ علامہ ندوی کے سر پر باندھ دیا جو آپ کے واسطے ہمیشہ کے لئے طرہ افتخار بن گیا۔ شبلی نے اپنے اس مایہ ناز شاگرد کے کرشمہ علمی و لسانی کی اطلاع مولانا حبیب الرحمن فی مرحوم کو بھی دی۔ اس واقعہ سے علامہ سید سلیمان ندوی کی عظمت و فضیلت کا ایک تردید ثبوت ثابت ہوا اور اس کے بعد خود علامہ شبلی کے دل میں اپنے اس شاگرد کی صلاحیت کے لئے بہت زیادہ اعتماد و اعتراف پیدا ہو گیا، آپ کی علمی گہرائی کا اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ "زندگی کے آخری ایام میں حضرت علامہ شبلی نے علامہ ندوی سے کہا کہ "بلوایا اور فرمایا کہ "سیرت النبی" میری تمام عمر کی کمائی ہے سب کام چھوڑ کر سیرت تیار کرو۔ حضرت علامہ ندوی نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ ضرور پوری ہوگی، اللہ تعالیٰ نے اس کا سہرا حضرت علامہ قدس سرہ کے سر رکھا اور آپ نے سیرت النبی کی باقی جلدیں لکھ کر

ایک بہت بڑا فریضہ سرانجام دے دیا۔ مختلف علوم کے حصول سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ کی عمر تک حضرت علامہ مرحوم علمی، تحقیقی اور تصنیفی مشاغل میں مصروف رہے مختلف علم کی تحصیل سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ آپ کو "الندوہ" جیسے بلند پایہ خالص علمی ماہنامہ مدیر بنادیا گیا، رسالہ کی ادارت تو برائے نام تھی اصل میں یہ ایک شعبہ تصنیف و تالیف تھا۔ رسالے کا معیار اس قدر اعلیٰ تھا کہ ملک کے چیدہ چیدہ اہل قلم کے مضامین ہی اس میں تر اشاعت ہو سکتے تھے حضرت علامہ ندوی کے معاصر شہید مولانا عبدالمجید دربار آبادی نے کے بارے میں لکھا ہے کہ نگاہیں جس شوق اور بے تابی سے علامہ شبلی کی تحریروں کی منتظر تھیں اس سے کچھ کم اشتیاق حضرت سلیمان ندوی کے بھی علمی افادات کا نہیں رہتا تھا، علامہ ندوی نے اس زمانے میں جس قسم کے مضامین پر قلم کئے ان کی اہمیت وقت پر اور گونا گونی کا اندازہ آپ ان چند مضامین کے عنوانات ہی سے کر سکیں گے۔

اشتراکیت اور اسلام، علم بیت اور مسلمان، اسلمی رسد خانے، مسئلہ ارتقاء، انجیل، مکررات القرآن، طبقات ابن سعد کا تعارف، قیامت ایمان بالغیب وغیرہ حضرت ندوی کی علمی قابلیت و جامعیت کا اعتراف عظیم اہل علم اور اساتذہ نے کیا، علامہ شبلی سلسلہ میں اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے ندوۃ العلماء کے اجلاس منعقدہ ۱۹۱۲ء میں خطبہ میں بربلا فرمایا کہ: ندوہ نے کیا کیا، کچھ نہیں کیا، صرف ایک سلیمان کو پیدا کیا تو یہی اس زمانے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں جدید عربی اور علم کلام کے ایک اعلیٰ ضرورت پیش آئی، علامہ شبلی نے یہ اہم مسند درس اپنے اس جوان عمر لیکن نچتہ علم شاگرد کو دی اور وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ انتخاب بلاشبہ لا جواب تھا۔ ۱۹۱۲ء میں برصغیر میں اسلامی اتحاد کی تحریک پیدا ہوئی تو مولانا ابوالکلام آزاد کلکتہ سے اپنا شہرہ آفاق رسالہ "دارالہلال" نکال رہے تھے انہوں نے ان حالات میں حضرت علامہ صاحب کی معاونت و ضرورت محسوس کرتے ہوئے دارالہلال کے ادارہ تحریر میں شامل ہونے کے لئے زور دیا

آد کی اس خواہش و کوشش پر علامہ شبلی مرحوم نے خود تید صاحب کو یہی مشورہ دیا اور سید صاحب
موم مولانا آزاد کے ساتھ مل کر تحریر کے میدان میں علمی و ادبی اور سیاسی خدمات سر انجام دینے
لے، آج تک چار و انگ عالم میں "الاسلام" کی علمی و ادبی اور سیاسی خدمات کا جو شمار ہے
نسبہ اس میں سید سلیمان ندوی کی کوششوں کا بھی ایک بڑا حصہ ہے۔ ۱۹۱۲ء میں علامہ شبلی
وفات کے بعد آپ ہی کو ان کا علمی جانشین مقرر کیا گیا اس کے بعد آپ اعظم گڑھ تشریف
لے اور دارالمصنفین کا قیام عمل میں آیا اور آپ کی علمی شہرت کا شمار دور دراز تک پھیل گیا۔
مصنفین کے قیام کے بعد حضرت علامہ مرحوم کے روز و شب پہلے سے بھی بڑھ کر علمی مشاغل
صرف ہونے لگے اس دور میں کچھ موقعوں پر بعض قومی رہنماؤں نے ملکی سیاسی سرگرمیوں کی
دعوت دی لیکن آپ سیاست میں آنے سے اجتناب کرتے تھے باوجود ان کے سیاست
لگ تھلک رہنے سے پھر بھی اکثر ہم عصران کی سیاسی بصیرت و فراست کے قائل و معترف تھے
وہما تا کا گاندھی نے ان کے بارے میں کہا تھا: کہ

"یہ بڑا چار مولوی ہے۔"

ت ندوی نے سیاست میں باقاعدہ حصہ نہ لینے کے باوجود اپنی زندگی میں بعض ایسے کام
کی بھی انجام دیئے جن کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی، سید صاحب مرحوم نے ۱۹۳۷ء
اس علمائے بنگال کے اجلاس منعقدہ کلکتہ کی صدارت فرمائی اور اس میں انگریزی حکومت
پر تشدد کے باوجود ایسا جرأت آمیز خطبہ دیا جس سے لوگوں کے قلوب اور ذہنوں سے
کی مرعوبیت اٹھ گئی ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا عبدالباری فرنکی محل وغیرہ کے
دفتر تحریک خلافت کے ساتھ علماء ہند کے واحد نمائندہ کی حیثیت سے یورپ تشریف لے
اور وہاں انہوں نے نمائندگی کا حق ادا کر دیا،

۱۹۲۷ء میں سید صاحب نے جمعیت علماء ہند اجلاس منعقدہ کلکتہ کی صدارت کے فرائض
پہلے اس اجلاس کے شرکاء میں امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد

عثمانی جیسے جلیل القدر علماء دین بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں آپ نے جو خطبہ صدارت دیا
وہ مسلمانوں کی سیاست میں قابل یادگار ہے۔ ۱۹۲۷ء میں آپ نے انجمن حمایت اسلام کی دعوت
پر عہد رسالت میں اشاعت اسلام کے عنوان پر تقریر فرمائی، اس اجلاس میں دیگر علماء و فضلاء
کے علاوہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم ایسے مشاہیر بھی شامل تھے جنہوں نے سید صاحب کی علمی
نفسیت اور اہلیت و صلاحیت کا اعتراف فرمایا۔ ہندوستان کی آزاد اور متحدہ حکومت کی
صورت میں جو مسائل پیدا ہو سکتے تھے اور جو خدشات پیش آ سکتے تھے انہیں اپنی خدا داد بصیرت
اور فراست سے بھانپ کر انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ سوراخ قائم کرنے کے بعد مسلمانوں کے
پیشی نظر جو معاملات ہیں ان میں ایک مطالبہ یہ بھی ہو کہ آئندہ حکومت میں مسلمانوں کے خاص مذہبی
اور شخصی قوانین کے تحفظ و قری اصلاح و استحکام کے لئے علیحدہ انتظام ہو جانا چاہیئے ان چند
مثالوں سے ان کی قومی ملکی خدمات کے دائرہ کار اور ان کے فرائض و طبیعت کے مطابق اقدامات
کا اندازہ کیا جاسکتا ہے تحریک پاکستان میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی شیخ الاسلام
علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی کے ہم خیال اور
ہم مسلک تھے اور پوری طرح پاکستان کے حامی اور خواہ رہے قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں
نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی وفات کے بعد جمعیت علماء
اسلام کے صدر منتخب ہوئے اور اپنے ہم عصر علماء مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع کے شانہ
بشانہ اسلامی نظام کے قیام کے لئے کام کرتے رہے۔

۱۹۵۱ء میں برکتی فکر کے جلیل علماء کرام کے اجلاس کی صدارت فرمائی اور بائیس نکات
پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت پاکستان کو پیش کیا، علم ظاہری و علم باطنی میں بھی ایک
بلند مقام پر فائز تھے روحانی سلسلہ وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
قدس سرہ سے منسلک تھا اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے فیض صحبت سے سید صاحب کی
زندگی میں اس قدر واضح انقلاب رونما ہوا کہ وہ ایک طرح دنیا سے علم سے دنیا سے معرفت

کی طرف آگئے اور بقول مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مدبر معارف کہ علامہ سید صاحب حضرت تھانویؒ کے تعلق کے بعد صیغۃ اللہ میں بالکل رنگ گئے تھے ومن احسن من اللہ صیغۃ اور ان میں بڑا روحانی انقلاب پیدا ہو گیا تھا مگر حق حکیم الامت تھانویؒ کی بیعت و خلافت کے بعد آپ پر جو اثر ہوا اس کا انداز آپ کی تحریر و تقریر اور اشعار سے لگایا جاسکتا ہے آپ اپنے پیروکاروں میں بندہ مقام رکھتے تھے اور آپ کی جامع شخصیت کا آپ کے ہمعصر علماء نے اعتراف کیا ہے، مولانا طغرا احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ :-

”مولانا سید سلیمان ندویؒ ایک جید عالم، محدث، مدبر، محقق تھے۔“

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ :-

”وہ اپنے اوصاف و کمالات میں آئمہ اسلاف کی یادگار تھے۔“

مولانا عبد الماجد دریا آبادی فرماتے ہیں کہ سید صاحب کے فاضل اجل اور عالم بے بدل ہونے کا ایک زمانہ قائل ہے، دنیا کو مستم ہے کہ فن تازیخ میں امام وقت تھے اور سیرت نگاری میں اپنی نظر آپ تھے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں :- کہ

”آپ قرآن و حدیث فقہ و کلام و تصوف اور تازیخ اسلامی کے جس جس عنوان پر آپ نے قلم اٹھایا وہ اپنی مثال آپ تھے عربی فارسی اور اردو کے ادیب شاعر تھے۔“

بہر حال آپ ایک تازیخ ساز شخصیت ہونے کے باوجود نہایت متواضع، منکسر المزاج، ہنودہ جبین اور لطیف آردج تھے عزم استقلال کا پیکر اور حق و صداقت کے علمبردار تھے اخلاق و عادات میں اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے عین نمونہ تھے اور وقت کے شیخ کامل تھے و عارف باللہ تھے ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء مطابق ۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ بروز اتوار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ نے امامت کے فرائض انجام دیئے اور فیض الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے برابر اسلامیہ کالج کراچی میں محو آرام ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (تفصیل کے لئے، تذکرہ سلیمانؒ، ملاحظہ فرمائیے)

حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ

آپ ۱۳۰۲ھ میں مشرقی یورپی کے شہر بلیا کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کا خانہ پنجاہ کے ضلع جھنگ سے جون پور آیا اور پھر کچھ مدت کے بعد بلیا میں آباد ہو گئے، جونپور میں فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مشہور طبیب مولانا سید جمیل الدین بلیاوی سے حاصل کی اور مقبول کی کتابیں مولانا فاروق احمد چڑیا کوٹی اور مولانا ہدایت اللہ خان ٹلمیذ خاص مولانا فضل حق خیر آبادی سے پڑھیں، دینیات کی تعلیم کے لئے مولانا عبدالغفار کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا جو حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے ارشد تلامذہ ہیں تھے ۱۳۲۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر اولاہیہ اور جلالین وغیرہ کتابیں پڑھیں اور ۱۳۲۶ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے، تعلیم سے فراغت کے بعد اسی سال میں مدرسہ عالیہ فتح پوری کے مدرس دم بنائے گئے پھر عمری ضلع مراد آباد کے مدرسہ میں کچھ عرصے تک درس تدریس میں مشغول رہے ۱۳۲۷ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند میں بلا لیا گیا، ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۲۸ھ تک مدرسہ دارالعلوم موضع اعظم گڑھ اور مدرسہ امدادیہ درجہ نگہ (بہار) میں صدارت تدریس کی خدمات انجام دیں، ۱۳۲۷ھ میں آپ کو پھر دارالعلوم دیوبند میں بلا لیا گیا، ۱۳۲۷ھ میں پھر دارالعلوم سے علیحدگی اختیار کر لی، پھر اولاً جامعہ اسلامیہ ڈبھیل میں مسند صدارت کو رونق بخشی، وہاں کے بعد کچھ عرصہ تک مدرسہ عالیہ فتح پوری میں صدارت تدریس کی خدمات انجام دیں اور بعد ازاں بنگالی میں ہزاروں ضلع چانگام کے مدرسہ میں صدر مدرس رہے اور بالآخر ۱۳۲۹ھ میں پھر دارالعلوم دیوبند آگئے، ۱۳۲۹ھ میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ دارالعلوم کی مسند صدارت

تدریس پر نام نہ ہوئے اور تادم واپس اس پر متمکن رہے، آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو برصغیر کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں، حضرت مولانا بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ ہر علم و فن خصوصاً علم کلام و عقائد میں یگانہ روزگار تھے، آپ نے تفسیر و حدیث، عقائد و کلام اور دوسرے علوم کی ساریاں خدمات انجام دیں، آپ کے درس و تدریس کی مدت ۲۲ھ سے ۳۸ھ تک ساٹھ سال ہوتی ہے، طلباء آپ کے درس میں بڑے شوق اور انماک سے شریک ہوتے اور آپ کے انادات عالیہ سے مستفید ہونے کے متمنی رہتے تھے درس میں اختصار کے ساتھ بڑی جامعیت کی شان تھی، درس کا انداز نہایت باوقار ہوتا تھا لیکن اسی کے ساتھ ساتھ لطائف و ظرائف کے پیرائے میں دقیقہ سنجی اور بالغ فطری سے اہم مسائل کو حل کرنے کا خاص ملکہ اور کمال حاصل تھا، قصص و حکایات کو مسائل پر اس طرح منطبق کر دیتے تھے کہ مسئلے کے تمام پہلو واضح اور منفتح ہو جاتے تھے آپ کے درس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ تلامذہ میں فن سے گہری مناسبت پیدا ہو جاتی تھی اور ان پر علم و دانش کی راہیں کھل جاتی تھیں وہ اپنے عہد میں عقائد و کلام، منطق و فلسفہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، حدیث میں روایت سے زیادہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے علوم پر آپ کی گہری نظر تھی اور حضرت شیخ المند قدس سرہ سے تلمذ کے علاوہ بیعت کا شرف بھی حاصل تھا، آپ کے اوصاف و کمالات کے متعلق حضرت علامہ شید محمد یوسف صاحب بنوری فرماتے ہیں کہ:-

حضرت مولانا بلیاوی دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز محقق عالم اور شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، درسیات کے مشکل ترین کتابوں کے اعلیٰ ترین مدرس اور اُستاد تھے، اپنی حیات طیبہ کا بہت حصہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی تدریس و تعلیم میں ہی صرف کیا اور پورے

ساتھ برس تک تدریس علوم دینیہ کی خدمت انجام دی، ذکاوت قوت حافظہ، اور حسن تعبیر میں خصوصاً معقول و منقول کے مشکلات کے حل کرنے میں یکتائے روزگار تھے اور ہندو پاک کے تقریباً تمام علماء کے بلا واسطہ یا بالواسطہ اُستاد تھے اور اپنے علمی کمالات اور جامعیت کے اعتبار سے قدماً سلف کی یادگار تھے گام۔

بہر حال آپ کی ساری عمر درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں گزری، تدریس کے ساتھ ساتھ چند مفید رسائل بھی تالیف فرمائے جن میں رسالہ ”مصابیح“ اور رسالہ تراویح اردو میں ہیں۔ ایک رسالہ انوار الحکمتہ فارسی میں ہے یہ رسالہ منطق و فلسفہ کے مضامین پر مشتمل ہے، ”سلم العلوم“ پر آپ کا حاشیہ عربی میں ”فتاویٰ الجوامع“ ہے، آخر میں جامع ترمذی پر حاشیہ لکھ رہے تھے جس کے پورے ہونے کی نوبت نہ آ سکی اور صحت خراب ہوتی چلی گئی، آخر کار ۲۲ رمضان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۶۷ء بروز چہار شنبہ عالم آخرت کو تشریف لے گئے، قبرستان قاسمی دیوبند میں محو آرام ہیں۔
حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے، آمین۔



حضرت مولانا سعید احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۰۵ھ کو اپنے جدی مکان واقع محلہ دیوان قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ لطیف احمد عثمان بن شیخ نہال احمد مرحوم دیوبند کے رئیس تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حقیقی ماموں تھے۔ حضرت حکیم الامت نے بچپن ہی میں اپنے پاس بلا لیا اور زیر نگرانی تعلیم و تربیت کی۔ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔ پانچ سال چھوٹے تھے۔ آپ نے قرآن مجید دیوبند میں حفظ کیا۔ پھر حضرت حکیم الامت نے جامع العلوم کانپور میں اپنی نگرانی میں آپ کی تعلیمی و اخلاقی تربیت کی۔ اس وقت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جامع العلوم کانپور کے شیخ الحدیث تھے۔

۱۳۱۵ھ میں حضرت حکیم الامت نے جامع العلوم سے تعلق ختم کیا اور حضرت مولانا امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ کے ارشاد پر تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ کو رہ آباد کرنے کے لئے تشریف لائے تو آپ کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے اور نگرانی میں تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کر دیا۔ درس نظامی کی اکثر میں آپ نے اپنے ماموں حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے پڑھیں۔

۱۳۲۵ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں حضرت مولانا خلیل احمد دیوبند پوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ کرام سے دورہ حدیث پڑھ کر اول میں سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد جامع العلوم کانپور میں تدریس پر مامور ہوئے۔ درجہ اولیٰ کئی سال تک درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ پر تبیان البیان کے نام سے جو حواشی درج ہیں وہ آپ ہی کے تحریر کردہ ہیں۔ ۱۳۳۰ھ میں کیرانہ ضلع مظفر نگر کے پیر جی ظفر احمد کی منجھلی صاحبزادی کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی اور چھ ماہ بعد ہی مرض طاعون میں بروز جمعہ وفات پائی۔ آپ کی یادگار ایک صاحبزادی تھیں جو حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقد نکاح میں آئیں۔

آپ بہت ہی ذہین و ذکی تھے۔ آپ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ اگر زندہ رہتے تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل نمونہ ہوتے۔ آپ ایک بہترین مقرر، مدبر اور زیرک تھے۔ حق تعالیٰ درجہ عالیہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

(تذکرۃ النظف: مؤلفہ سید عبدالشکور ترمذی)

حضرت مولانا اشفاق الرحمن کاندھلویؒ

مولانا اشفاق الرحمن کاندھلویؒ کے والد گرامی کا نام غایت الرحمن تھا والد کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب قاضی ضیاء الدین سنائی تکت پہنچتا ہے جو دہلی کے مشہور قاضی اور خواجہ نظام الدین ادیب کے ہم عصر تھے، کاندھلہ شروع سے ایک مردم خیز قصبہ رہا ہے۔ مفتی الہی بخش کاندھلویؒ، مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ، مولانا صدیق احمد کاندھلویؒ سے لے کر مولانا محمد ایاس کاندھلویؒ، مولانا محمد ادیس کاندھلویؒ، محمد ذکریا کاندھلویؒ، مولانا محمد علی کاندھلویؒ اور مولانا محمد مالک کاندھلویؒ تک اسی قصبہ کی مابینا رہنمیاں ہیں۔

تفظ قرآن کے بعد مولانا اشفاق الرحمن صاحبؒ نے کاندھلہ ہی میں مولانا عبداللہ خلیفہ حضرت گنگوہیؒ سے فارسی و عربی کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ کے بڑے بھائی حافظ فضل الرحمن آپ کو اپنے ساتھ بھوپال لے گئے۔ جہاں آپ نے مدرسہ سلیمانیا میں داخلہ لیا۔ اور پیر ابو احمد سے چند کتابیں پڑھیں چونکہ بھوپال میں آپ کا دل نہیں لگا، اس لئے آپ کاندھلہ تشریف لے آئے۔ بھوپال سے جس چیز نے آپ کو کھینچی اور غیبی طور سے اس آفتاب رشد و ہدایت سے فیض یاب ہونا تھا جس کے وجود سے خانقاہ امدادیہ کی زینت تھی۔ آپ کی تعلیم و تربیت کا اصل دور یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہی وہ نکتہ ہے جس نے آپ کی زندگی پر نہایت ہی گہرا اثر ڈالا، بعد میں آپ کی زندگی مستقلاً اسی شمع ہدایت کے زیر اثر ہو کر رہ گئی۔ خانقاہ امدادیہ کے داخلہ کا واقعہ نہایت ہی دلچسپ ہے۔ آپ کے ماموں مولانا محمد اسماعیل جو حضرت حکیم الامت کے پیر بھائی تھے۔ آپ کو داخلہ کرانے کے لئے آئے۔ اور آپ سے فرمایا کہ میں اشفاق کو لے کر آیا ہوں، مجھے

آپ کی سب شرطیں منظور ہیں لیکن ایک شرط میری بھی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا وہ کیا، کہنے لگے کہ معمولی سی بے قاعدگی پر آپ اسے یہاں سے نہیں نکالیں گے۔ حضرت تھانویؒ نے منظور فرمایا اور یوں آپ کی زندگی کا نہایت اہم دور شروع ہوا۔ خانقاہ تھانہ بھون میں ہدایہ مشکوٰۃ کے درجہ تک کی تمام کتابیں حضرت تھانویؒ سے پڑھیں۔ پھر حضرت تھانویؒ ہی کی منشاء سے مظاہر العلوم سہارنپور میں دورہ حدیث میں داخلہ لے لیا جہاں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور مولانا محمد کبیریؒ کاندھلویؒ سے حدیث پڑھی۔ تعلیم سے فائدہ کے بعد آپ خیر جو تشریف لے گئے۔ اور کچھ زمانہ تک وہاں تدریسی خدمات انجام دینے رہے، اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم میں مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے آپ کو افتاء اور حدیث سے خاص شغف تھا۔ آپ نے اپنے فرائض کو نہایت خوب سے سرانجام دیا۔ فن طبابت قدیم زمانہ سے شرفاء کا پیشہ رہا ہے۔ کاندھلہ میں بھی بہت نامی گرامی اطباء گزرے ہیں۔ آپ نے فن طب کی تکمیل مولانا صدیق احمد کاندھلویؒ اور مولانا رضی الحسن سے کی اور جلال آباد سہارنپور میں کئی سال تک مطب چلاتے رہے۔ آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مجاز صحبت تھے۔ اور حضرت حکیم الامت سے تعلق پیدا ہونے کا اصل سبب خانقاہ امدادیہ میں داخلہ ہے۔ جہاں آپ کی ظاہر اور باطنی تربیت کا اصلی دور شروع ہوا۔ یہیں آکر آپ کے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل ہوئی۔ کیونکہ آپ نے اکثر کتابیں حضرت تھانویؒ یا آپ کے زیر تربیت حضرات سے پڑھی تھیں جس سے تعلیمی دور ہی میں آپ کو حضرت تھانویؒ سے گہری عقیدت پیدا ہو گئی۔ جس نے آپ کی زندگی کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ اور یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ آپ کی نظر میں حضرت تھانویؒ سے تعلق اور آپ کے یہاں حاضری سے بڑھ کر کوئی چیز مہتمم بالشان ہی نہیں تھی۔ بار بار حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہونا اور وہاں قیام فرمانا آپ کا شیوہ اور حضرتؒ کی منشاء کے مطابق مراحل زندگی طے کرنا آپ کا

نہ گیا۔ آپ کے اس تعلق اور جذب و کیفیت علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بناء پر آپ سے حضرت
 علانویؒ کو بھی آپ سے کافی تعلق اور شفقت پیدا ہو گئی تھی، اس تعلق کی بناء پر آپ کو حضرت
 علانویؒ نے حجاز صحبت ہونے کا شرف بخشا، آپ حضرت کی مجالس اور وعظ و تقریر
 و شرکت فرمایا کرتے اور حضرت کے مواعظ بھی قلمبند کرتے۔ چنانچہ وعظ تالیسیں
 بیان جو کاندھلہ میں اپنا مکان بنوانے پر افتتاح و برکت کے لئے کرایا تھا۔ وہ
 آپ ہی کا ضبط کردہ ہے۔ اور اسی طرح اعانتہ النافع بھی آپ نے ہی قلمبند کیا
 ہے۔ اس کے علاوہ خالقانہ میں افتاء اور دوسری متعدد نقل مواعظ کی خدمات سر انجام
 دیتے رہے۔ اس کے بعد حضرت تھانویؒ کے ایما پر مدرسہ اشرفیہ دہلی تشریف لے
 گئے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد وہی ہی کے مدرسہ عالیہ فتح پوری چلے آئے۔ اور اپنی زندگی
 اٹھارہ سال اس مدرسہ میں گزارے پھر اکتوبر ۱۹۲۶ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ
 فوت پر بھوپال تشریف لے گئے۔ جہاں جامع احمدیہ میں محدث اول کے عہدہ پر
 ہوئے۔ قیام بھوپال کے دوران میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے ساتھ آپ
 نہایت گہرے مراسم پیدا ہو گئے۔ حضرت علامہ کو بھی آپ کے ساتھ خاص الفت و
 تعلق تھا۔ جو آخر وقت تک باقی رہا، بھوپال میں شروع زمانہ میں روزانہ اور بعد میں
 ہرے روز دارالافتاء میں سلامہ کے یہاں مجلس لازمی تھی۔ اور برسات وغیرہ کے
 دن بھی ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے ہدایت المسلمین بھوپال کے زیر اہتمام پوری ریاست
 فی دہریہ دورے کئے، فرمایا کرتے تھے کہ دہلی کے قیام میں مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ
 ندید ہزار کے باوجود میں اپنے درسی اور تصانیفی مشاغل پر تبلیغ کو ترجیح نہ دے
 لیکن اب تجربے نے مجھے اس کی ہم نوائی پر مجبور کر دیا ہے۔
 انجمن ہدایت المسلمین کے رسالہ نشان منزل کی ادارت بھی آپ کے ہی سپرد تھی۔
 آپ تفسیر قرآن کریم کے زیر عنوان مسلسل مضمون تحریر فرمایا کرتے تھے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کے یہاں دارالافتاء میں درس قرآن کریم کا حلقہ ہوا کرتا تھا۔ جب
 علامہ حج کو تشریف لے جانے لگے۔ تو مولانا اشتقاق سے فرمایا کہ میرے حلقے کو سمجھا لئے
 فرمایا کہ میرے درس میں آپ کے لوگوں کو کیا لطف آئے گا۔ میں آپ جیسا درس تو نہیں
 دے سکتا، ہاں آپ کے لوگوں کو مصروف رکھوں گا۔ اور ثنوی کا درس دے دوں گا۔
 چنانچہ مسجد مشکور خان میں درس ثنوی کا حلقہ قائم ہوا۔ اور علامہ ندویؒ کی دایسی کے بعد
 بھی یہ حلقہ قائم رہا۔

بہر حال آپ زندگی بھر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے
 بعد ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم سنڈوالہ یار میں درس تدریس کا سلسلہ قائم فرمادیا۔ اور آخر
 دم تک یہی سلسلہ قائم رہا۔ تدریس کے علاوہ چند بلند پایہ کتب بھی تالیف فرمائیں۔ جن
 میں جامع ترمذی کی مفصل عربی شرح، شمائل ترمذی کی شرح، حاشیہ سنن نسائی،
 مراۃ التفسیر، احسن البیان، فی مقدمۃ القرآن، تفسیر سورۃ فاتحہ، احکام
 رمضان وغیرہ شامل ہیں۔

جنوری ۱۹۵۸ء میں آپ نے رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جات بلند فرمائیں۔ آمین

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی

حضرت مولانا گیلانیؒ ہمارے مروجہ سرزمین کے درشاہوار تھے، ۹ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو اپنی ننھیال استھانوں میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن گیلان میں اپنے چچا حکیم سید ابوالنصر مرحوم سے پائی، ۱۳۲۲ھ میں مزید تعلیم کے لئے مولانا بركات احمد صاحب مرحوم کے ہاں ٹونک گئے، مولانا بركات احمد معقولات کے ایک نامور عالم تھے سات سال تک ان سے معقولات کی چھوٹی بڑی کتابیں پڑھیں پھر مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۳۱ھ میں آپ نے دورہ حدیث میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۲ھ میں دورہ حدیث میں شریک رہ کر دارالعلوم سے کتب حدیث کی سند حاصل کی، دارالعلوم میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور دوسرے اساتذہ کے علمی اور روحانی فیضان و تربیت سے مالا مال ہوئے، مولانا گیلانیؒ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ مدت تک رسالہ ”القاسم“ اور ”الرشید“ میں معاون مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے، اس زمانے میں آپ نے اپنے علمی اور تحقیقی مضامین اور دلائل طرز نگارش سے علمی حلقوں میں نمایاں مقام حاصل کر لیا تھا ”سوانح ابوزر غفاری اور کائنات روحانی“ دونوں کتابیں ان کے اُسی دور کی یادگار ہیں۔ پھر حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کی سفارش سے مولانا گیلانیؒ کا حیدر آباد کن کے جامعہ عثمانیہ میں تقرر ہو گیا جہاں جلد ہی شعبہ دینیات کے صدر منتخب ہو گئے اور تقریباً ۲۵ برس تک حیدر آباد میں علمی خدمات انجام دیتے رہے اس دوران ہزاروں فزاد نے آپ کے درس و تربیت سے فیض حاصل کیا ”البنی الخاتم“ ”الدین القيم“ ”تذوین

حدیث، ہزار سال پہلے، نظام تعلیم و تربیت آپ کے علمی شاہکار ہیں، آپ کی سب سے آخری تصنیف ”سوانح قاسمی“ ہے جو بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کمالات پر مکمل و مفصل تالیف ہے ان کے علاوہ سینکڑوں مقالات و مضامین آپ کے قلم سے نکلے، اور ملک کے بلند پایہ رسائل و جرائد میں شائع ہوئے، آپ کا جو دالہانہ اسلوب تحریر میں پایا جاتا تھا، وہی دالہانہ رنگ تقریر میں بھی تھا، آپ اپنے علم و فضل، وسعت مطالعہ، دقت نظر، نکتہ رسی اور دقیقہ سمجھی میں نادردہ روزگار تھے،

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم مشاہیر فضلاء دارالعلوم دیوبند میں سے تھے، صاحب طرز مصنف، ذہین، ذکا اور طباعی میں منفرد تھے، تحصیل علوم سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند کے رسالہ ”القاسم“ کے ایڈیٹر اور رئیس التحریر منتخب کئے گئے اور عرصہ دراز تک علمی خدمات سے ہندوستان کے علمی حلقوں کو مستفید کرتے رہے، اس کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کن کے پرنسپل مقرر ہوئے، اس دوران میں بہت سی مفید اور علمی تصانیف آپ کے قلم سے نکلیں جس میں ”کائنات روحانی“ ”سوانح ابوزر غفاری“ ”البنی الخاتم“ اسلامی معاشیات“ رحمۃ اللعالمین“ اور امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی وغیرہ آپ کی مخصوص اور مشہور تصانیف ہیں، آخر زندگی میں احقر کی فرمائش پر ”سوانح قاسمی“ تین جلدوں میں مرتب کی جو آپ کی تصانیف میں ایک شاہکار تصنیف ہے، اس کے باسے میں جب احقر نے ان سے فرمائش کی تو بہت خوشی اور مانگ سے اسے قبول کرتے ہوئے کہا، کہ

میری علمی زندگی کی ابتداء ”القاسم“ ہی سے ہوئی تھی اور انتہا بھی شاید ”القاسم“ یعنی حضرت نانوتویؒ کی زندگی ہی پر ہوگی، چنانچہ یہی ہو کر سوانح قاسمی کی چوتھی جلد آپ نے شروع کی پانچ صفحے لکھنے پائے تھے کہ عمر ناہ نے جواب دینے دیا اور ”القاسم“ ہی پر انتہا ہو گئی۔“ لے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ آپ کے اخلاق و اوصاف کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہر اور حسن باطن سے خوب نوازا تھا، ان کی شیریں گفتاری، شگفتہ بیانی اور اس کے ساتھ ان کی نورانی صورت اور خندہ پیشانی نے ان کی شخصیت میں عجب دل آویزی اور دلکشی پیدا کر دی تھی وہ اپنے حلقہ احباب میں بڑے محبوب اور اپنے حلقہ تلامذہ میں بڑے مقبول تھے اور جو ان کی صحبت میں ایک مرتبہ بیٹھ جاتا وہ یہ کہتا ہوا اٹھتا تھا کہ ”

بہت جی لگتا ہے صحبت میں ان کی

دلانا کی قرأت میں بڑا سوز اور جلالت تھی قلب پر اس کا اثر پڑتا اور جی چاہتا کہ قرأت طویل ہو، مولانا مجلس میں بڑا انبساط تھا اور علمی و درسی اصطلاح میں متنزل بھی تھا، لطافت بھی تھی، واقعات بھی تھے اور چیدہ و منتخب اشعار بھی، وہ بھی ترنم کے ساتھ، دلفنازی اور شفقت بھی تھی اور علمی و تحقیقی شان بھی اور یہ سب اسی لطافت روح اور سبک جانی کا نتیجہ تھا جو ان کو عطا ہوئی تھی، مولانا عوام عالموں میں عالم تھے، ادیبوں میں ادیب، مورخوں میں مورخ، نقیبوں میں نقیب، محدثوں میں محدث، مفسروں میں مفسر، غرضیکہ فارسی اردو ان کا یکساں مذاق تھا اور وہ اپنی ذات میں ایک انجمن کسیت رکھتے تھے اور بلا مبالغہ وسعت نظر، وسعت مطالعہ، وسعت فی العلم اور ذکاوت میں ان کی وسعت و وسعت منی شکل ہے، والذیب عند اللہ تصنیف و تالیف کے لحاظ سے وہ عمر حاضر کے عظیم نف تھے اور حقیقت میں اسلاف کی یادگار تھے، لے

بہر حال آپ کے مقام علمی و عرفانی کے اندازہ کے لئے آپ کے شیخ و مرتبی حکیم الامت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا یہ ارشاد گرامی ہی کافی ہے کہ:-
” مناظر احسن تمے سارے مناظر احسن ہیں۔“

آپ کی ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور خدمت اسلام میں گزری تیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی طلبی پر پاکستان تشریف لائے اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا احتشام الحق تھانوی کے ساتھ مل کر اسلامی آئین کی ترتیب و تدوین میں حصہ لیا اور مسودہ آئین تیار کر کے واپس د تشریف لے گئے، اور طویل علالت کے بعد اپنے وطن گیلانی ہی میں ۲۵ شوال المکرم مطابق ۵ جون ۱۹۵۶ء کو وفات پائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین“



● - ہر گناہ سے بچنا چاہیئے یہ مسلک زہر ہے گناہ کرنا ایسا ہے جیسے سنکھیا کھانا ایک شخص ہے، پیلاڑ بھی کھاتا ہے، مرغ بھی اور دوسرے عمدہ عمدہ کھانے بھی کھاتا ہے لیکن ساتھ ہی سنکھیا بھی کھاتا ہے دوسرا شخص ہے کہ وہ صرف کئی کی خشک روٹی کھاتا ہے بغیر سالن کے لیکن سنکھیا نہیں کھاتا تو یہ دوسرا شخص پیسے سے بہت اچھا ہے اس لئے کتا بروں کہ خواہ اعمال حسنہ کم ہی کرے یعنی فرائض و واجبات کے علاوہ کچھ نہ کرے لیکن سنکھیا نہ کھائے یعنی گناہ نہ کرے، یہ اس سے اچھا ہے جو تنہا بھی پڑھتا ہے، تلاوت بھی بہت کرتا ہے ذکر وغیرہ میں بھی مصروف رہتا ہے لیکن ساتھ ہی سنکھیا بھی کھاتا ہے یعنی گناہ بھی کرتا ہے جو ان تمام اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں“ (مخدوم الامت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی

حضرت مولانا عثمانیؒ ایک بلند پایہ علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کا سلسلہ ب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ ۱۳ ازیح الاول ۱۳۱۰ھ کو قصبہ بند ضلع سہارنپور کے مشہور زمیندار اور رئیس شیخ لطیف احمد عثمانی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ داؤد شیخ بہال احمد عثمانی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند والی زمین ان ہی کی عطیہ کردہ ہے، مولانا عثمانیؒ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حقیقی بھانجے تھے اور بچپن ہی سے ان کے زیرِ تربت رہے، ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ پھر اپنے ماموں حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ کی خدمت میں چلے گئے، ان کے بعد ان ہی کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ ملا۔ شیخ وقت محمد عمر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے سامنے ڈالوئے ادب نہہ یک علمی کے ساتھ فیض روحانی بھی حاصل کیا اور جلد ہی خود بھی ایک عظیم محدث، مفسر، محقق، بیخ کمال ثابت ہوئے، فراغتِ تعلیم کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہوئے۔ سال کے بعد حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے بلانے پر تھانہ بھون چلے گئے جہاں آٹھ سات برس ریٹ وفقہ اور منطق کا درس دیتے رہے اسی دوران آپ نے اپنی معرکتہ آرا کتاب ”اعلاؤ السنن“ ضخیم جلدوں میں علم حدیث پر عربی زبان میں تالیف فرمائی، جس کے بارے میں مشاہیر علماء نے اپنے اظہارِ نظر کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابلِ غور ہے۔

مصر کے نامور محقق عالم علامہ زاید الکوثریؒ فرماتے ہیں:- کہ

اعلاؤ السنن کے مولف علامہ ظفر احمد عثمانی جو اس دور کے عظیم

محدث، مفسر، محقق، مدبر، مدق، نقیب، اور عارف کامل ہیں ان کی علمی قابلیت و مہارت کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا یہ کتاب فن حدیث پر ایک قابلِ دید کتاب اور قابلِ رشک ہے جو اسی عزت مند عالم کا کارنامہ ہے اور کسی کے بس کا کام نہیں ہے۔

محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اس عظیم تالیف کے متعلق اپنی رائے عالی کایوں اظہار کرتے ہیں کہ: ”حضرت مولانا عثمانیؒ کی تصانیف میں ”اعلاؤ السنن“ کے علاوہ اگر کوئی تصنیف نہ بھی ہوتی تو تنہا یہ کتاب ہی علمی کمالات، حدیث وفقہ و رجال کی قابلیت و مہارت اور نکت و تحقیق کے ذوق، محنت و عرق ریزی کے سلیقہ کے لئے برہانِ قاطع ہے۔ ”اعلاؤ السنن“ کے ذریعے حدیث وفقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابلِ قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے یہ کتاب ان کی تصانیف کا شاہکار اور فی و تحقیقی ذوق کا معیار ہے اور یہ وہ قابلِ قدر کارنامہ ہے جس پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے، حضرت عثمانیؒ نے اس کتاب کے ذریعے جہاں علم پر احسانِ عظیم کیا ہے وہاں علماء حنفیہ قیامت تک ان کے مہجوں منت رہیں گے۔“

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت عثمانیؒ ایسے زبردست عالمِ دین اور شیخِ کامل تھے جن کی رکِ رگ میں دین بھرا ہوا تھا اس زمانے میں ان کی مثال مشکل ہی سے ملے گی، دوسری بیشمار تصانیف کے علاوہ ان کی دو کتابیں ان کے علوم و معارف کے لئے زندہ دلیلیں ہیں، ایک احکام القرآن اول کی دو منزلیں اور ”اعلاؤ السنن“ بیس جلدوں میں تو ایسا زبردست شاہکار ہے کہ گزشتہ ہزار سال سے ایسی کتاب کی ضرورت تھی مگر اب تک وجود میں نہ آ سکی تھی۔“

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ:-

حق تعالیٰ نے حضرت عثمانیؒ کو حدیث رسول کی خدمات جلیلہ سے نوازا تھا اور پھر حضرت

حکیم الامت تھانوی قدس سرہ جیسے مرشد و ہادی کی رہنمائی میں علمی خدمات انجام دینے کا حق تعالیٰ نے موقع نصیب فرمایا، اور آپ نے اپنی ذہانت، پیچھے علمی کے بدولت حدیث مبارکہ سے غریب حنفی کی تائید و تقویت کا عظیم الشان کارنامہ ”اعلاؤ السنن“ جیسی شہرہ آفاق تالیف کی شکل میں انجام دیا۔ جس پر حنفی دنیا با محض اور تمام علمی دنیا بالعموم ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد گرامی ہے :- کہ

”اس کتاب کے علاوہ مولانا ظفر احمد صاحب کی اگر کوئی اور کتاب نہ بھی ہوتی تب بھی اپنی فضیلت و کرامت کے اعتبار سے یہی ایک ان کے علمی مقام کے لئے بڑی دلیل ہے“

بہر حال حضرت مولانا عثمانیؒ نے کم و بیش پچیس برس تک حضرت حکیم الامتؒ کی رفاقت

تصنیف و تالیف کا کام کیا اور سینکڑوں کتابیں ان کے قلم فیض رقم سے منصفہ شہور پائی ہیں۔

”اعلاؤ السنن“ کے علاوہ ”احکام القرآن“ ”تلخیص البیان“ ”القول المیسر فی تسمیل“ ”نیات

داد الاحکام“ ”القول الماضی فی نصب القاضی“ ”کشف الدجی عن وجہ المرید“ ”فتح الغفر“ ”اسباب المحرمات“

”بیان المشرع“ ”مراہم الخاص“ ”انکشاف الحقیقت“ ”القول المنصور“ ”حقیقت معرفت“ ”ظفر الجبلی

شرف العلل“ ”تحذیر المسلمین عن موالاة المشرکین“ ”تردید پر دیریت“ ”برأت عثمان“ ”فاتحہ الکلام

القرآن“ ”خلف الامام“ ”معاذ بن سفیان“ ”فضائل جہاد“ ”فضائل قرآن“ ”فضائل سید المرسلین“ ”ولادت

مذہب کاراز“ ”سوانح بشریہ اور تعلیم نبوت“ ”انجاء الوطن“ ”سفر نامہ حجاز اور انوار النظر فی آثار الظفر“

برہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کی علمی اور روحانی صلاحیتوں سے اس قدر متاثر

ہوئے تھے کہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ

”مولانا ظفر احمد عثمانیؒ جو میرے بھانجے بھی ہیں اس دور کے

امام مہملہ اور علوم دین کا سرچشمہ ہیں“

اسی طرح آپ کے استاد و مرشد حضرت مولانا خلیل احمد سوانہ پوریؒ قدس سرہ فرمایا کرتے

کہ :- مولانا ظفر احمد صاحب اس وقت علم و عمل میں بہت آگے

ہیں اور اپنے ماموں حکیم الامتؒ تھانوی کا عین نمونہ ہیں“

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ رئیس التبلیغ دہلی والوں سے فرمایا کرتے تھے :-

”جب بھی مولانا ظفر احمد صاحب دہلی تشریف لیا کہیں تو تم لوگ

ان کی شخصیت سے فائدہ اٹھایا کرو، ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر

ان سے تقریریں کرایا کرو، اور خوب خوب فائدہ اٹھایا کرو“

اسی طرح حضرت مولانا تہد حسین احمد مدنیؒ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت علامہ محمد نور

کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ جیسے اکابر

کی جامع شخصیت کے محترف تھے اور آپ کا بیجا احترام کرتے تھے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد

نے ایک دفعہ آپ کی خدمات کو دیکھ کر فرمایا کہ :-

”مولانا ظفر احمد صاحب حقیقت میں نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کا حق ادا کر رہے ہیں“

علامہ سید سلیمان ندویؒ فرمایا کرتے تھے :- کہ

”مولانا عثمانی کی تحریر سلف صالحین جیسی ہوتی ہے اور تحریر و تقریر

اور کردار و عمل سے قدیم اسلاف کی یاد تازہ کرتے ہیں“

الغرض عہد حاضر میں حضرت عثمانیؒ قدس سرہ کا شمار ان علما کے حق میں ہوتا تھا، جن پر علم

عجم ہمیشہ ناز کرتا رہا ہے گا، اور بلاشبہ آپ کا نام برصغیر کے ان مشاہیر علم و عمل کے سلسلہ میں سرفراز

آتا تھا۔ بلکہ آپ ان کے صدر نشین تھے جن کے تجربہ علمی، تقدس بزرگی، دینی علوم میں کمال جامعیت، بصیرت اور تفقہ کو علمی حلقوں میں بطور سند پیش کیا جاتا تھا۔ آپ نہ صرف یہ کہ علوم شریعت کے متبحر

تھے، بلکہ علوم طریقت اور سلوک و تصوف کے بھی کامل شیخ تھے اور آپ کی ذات گرامی، علوم ظاہر

در علوم باطنی و دونوں کا مخزن تھی اور بقول مولانا سید عبدالشکور ترمذی مدظلہ کہ علم سفینہ سے زیادہ علم بیہ مولانا عثمانی کا اصلی جوہر اور حقیقی زیور تھا، آپ کے علم و فضل، اخلاص و عمل، تقویٰ و طہارت، شہادت و شہیت، سادگی و تواضع اور دیگر اوصاف فاضلہ سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔

آپ کے علمی و روحانی مقام کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ و خلفاء میں ایسے جید علماء بھی شامل ہیں کہ جن کا نام آتے ہی احترام سے گردنیں جھک جاتی ہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، حضرت مولانا عبدالحق مل پوری، حضرت مولانا سعد اللہ سہارنپوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی دین محمد خان بنگالی، حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری، مولانا محمود دادرہ شمس مفتی، مولانا برہما، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا محمد مالک کاندھلوی، اور مولانا سید عبدالشکور ترمذی جیسے مشاہیر علم و فضل آپ کے تلامذہ اور خلفاء ہیں، ان کے علاوہ لاکھوں تلامذہ اور مریدین و بیرون ملک دینی و علمی اور اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں، غنیمت کہ آپ کا فیض افریقہ کے لئے کہ مشرق بعید تک پھیلا ہوا ہے، اور بالخصوص مشرقی پاکستان کے توجہ چاہیے کہ آپ کے جلائے ہوئے چراغ ریشتی پھیلائے ہیں، درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد آپ کا اصل مشن ہے، اور مختلف دینی مراکز میں علمی خدمات انجام دیتے رہے، مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور مدرسہ عربیہ تھانہ جہون کے علاوہ ایک طویل عرصہ تک ڈھاکہ یونیورسٹی اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے بھی وابستہ رہے اور ہزاروں تشنگانِ علوم کو سیراب کرتے رہے۔

دینی، علمی اور اصلاحی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کی سیاسی و علمی خدمات بھی ناقابلِ فراموش ہیں اور مسلم لیگ کی جدوجہد آزادی قیام پاکستان کے سلسلہ میں آپ کی خدمات جلیلہ بڑی قابلِ قدر اور قابلِ فراموش ہیں، آپ کی سیاسی جدوجہد کا آغاز ۱۹۲۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقد ہونے سے ہوا جہاں مولانا تھانوی کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے آپ نے حضرت تھانویؒ کی تاریخی پیغام پڑھ کر سنایا تھا۔ اور قائد اعظم اور دیگر اکابرین مسلم لیگ کے سامنے حضرت تھانویؒ

تدیس سرگ کے نقطہ نگاہ کی ترجمانی فرمائی تھی اس کے بعد مسلم لیگ اور کانگریس کے آخری فیصلہ کن انتخابات کے سلسلہ میں آپ نے پورے ہندوستان کا طوفانی دورہ کر کے مسلم رائے عامہ کو اس کے حق میں ہموار کیا اور جہاں جہاں کانگریس کے نظریہ متحدہ قومیت کا اثر تھا، ان مقامات پر اس کے باطل اثرات کو مٹایا اور یہ بات بلا خوف و تردد کہی جاسکتی ہے کہ اس الیشن کی کامیابی مولانا عثمانیؒ کی تدیس سرگ کے اس دورہ کا بہت بڑا دخل تھا جس کا برملا اعتراف قائد اعظم اور ملت خان دیانت علی خان مرحوم نے کیا ہے اسی طرح سلطہ ریفرنڈم کی مہم جو نہایت موثر کہ مہم تھی اس کی فتح کا سہرا بھی مولانا عثمانیؒ کے سر تھا۔

ملکی سیاسیات میں آپ شروع سے دو قومی نظریہ اور مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کے طرف حامی بلکہ داعی اور علمبردار رہے اور آپ نے کانگریس کے نظریہ متحدہ قومیت کی ہمیشہ مخالفت کی اور ہر زمانہ میں ہندو مسلم اتحاد کے دلفریب نعروں کا کھوکھلا پن واضح کرتے اور ان کے نقطہ سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں تحریک پاکستان کی حمایت میں اکابر علماء کی ایک تنظیم ”جمعیت علماء قائم کی جس کے پہلے مرکزی صدر علامہ شبیر احمد عثمانی منتخب ہوئے اور جس کے اراکین عالمہ میں مفتی محمد شفیع دیوبندی مولانا اظہر علی سلمی، مولانا محمد طاہر قاسمی، مولانا مفتی محمد حسن امرتسر، علامہ سیلیمان ندوی وغیرہ حضرات شامل تھے، آپ اس جمعیت کے نائب صدر مقرر ہوئے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کے موقع پر اپنے مبارک سے پاکستانی پریم لہرایا۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لئے انتھک جدوجہد کرتے رہے اور ۱۹۴۹ء میں قراردادِ تمامہ کے نام سے دستور اسدی کا ایک خاکہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے ساتھ مل کر قومی اسمبلی میں پیش کر دیا پھر شہاب الدین وزیر داخلہ پاکستان کے ہمراہ حکومت پاکستان کی طرف سے حکومت سعودیہ میں

لئے نیرنگی مشن میں ایک ممبر کی حیثیت سے شرکت فرمائی، اور میدانِ عزت میں سلطان ابن سعود کی درخواست پر مسلمانانِ عالم کو خطاب فرمایا، قیامِ پاکستان کے بعد اردو کو سرکاری زبان کے لئے بیچ لاکھ بنگالی مسلمانوں کے دستخطوں کے ساتھ ایک یادگار تحریری دستاویز قائدِ اعظم کی خدمت میں پیش کی جس کے بعد قائدِ اعظم نے اردو کو سرکاری زبان بنانے کا اعلان کیا۔

جب حکومتِ پاکستان کی طرف سے ملکی قوانین کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں مدون کرنے کے لئے ایک لائیکیشن قائم کیا گیا تو آپ کو ایک اعزازی رکن کی حیثیت سے شامل کیا اور آپ نے راکین لائیکیشن کی دینی رہنمائی فرمائی اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں ہرکتِ فکر کے مجتہد علماء کے اجلاس میں جو مولانا احتشام الحق تھانوی کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا اس میں شرکت فرمائی اور بائیس نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومتِ پاکستان کو پیش کیا اور سیدہ اعلائے علمۃ الحق کے لئے کام کرتے ہوئے الغرض جب بھی آپ نے یہ محسوس کیا کہ اب عملی سیاست میں حقہ اپنا مسلمانوں کے مفاد میں ہے تو دوسرے دینی مشاغلِ علمیہ کے ساتھ ملکی سیاست میں عملی طور پر حقہ لینے کے کبھی دریغ نہیں کیا۔

۱۹۶۹ء میں جب ملک میں سوشلزم اور دوسرے لادینی نظریات کا مقابلہ کرنے کے لئے ملکی سیاسیات میں عملی طور پر حصہ لینے کی ضرورت پیش آئی تو انتہائی ضعیف پیرانی سالی کے باوجود بیدار عملی میں نکل آئے اور مرکزی جمعیت علماء اسلام کے امیر اعلیٰ کی حیثیت سے ملک کے دونوں سطحوں میں مسلمانوں کو اس فتنے سے آگاہ فرماتے رہے۔

مرحال آپ ساری زندگی علمی، دینی، تبلیغی، اصلاحی، سیاسی اور ملی خدمات میں مصروف رہے اور اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی شمع نورانی سے ایک عالم کو منور کرتے رہے اور آخر کار ۲۱ دسمبر ۱۳۹۲ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا اِلَيْهِم رَاجِعُونَ -

بزرگوںِ عقیدتمندوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت فرمائی، اور مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد رفیع صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

مولانا احتشام الحق تھانوی نے اپنے تفریقِ کلمات میں فرمایا: کہ مولانا عثمانی کی وفات سے تمام دینی و علمی حلقے یتیم ہو گئے ہیں، اور پاکستان اپنے مذہبی بانی و سرپرست سے محروم ہو گیا ہے آپ کے علم و فضل، خلوص و عمل اور زہد و تقویٰ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی ان کی صحبت کی برکت سے ہزار بندگانِ خدا کو یقین و معرفت کی دولت عیسرائی تھی ساری زندگی ذکر و دعا، درس و تدریس، تبلیغ و اصلاح اور خدمتِ اسلام میں گزری، اور آخر میں ۱۹۵۴ء میں میری دعوت پر دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں بطور شیخ الحدیث تشریف لائے اور آخر عمر تک اپنے علمی و روحانی فیض سے ایک جہان کو منور کیا اور اپنے علم ظاہر اور علم باطن کے ذریعے ایک جہان کو فیض یاب کیا اللہ تعالیٰ ان کو درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ:۔ حضرت عثمانی کی رحلت سے مسندِ علم و تحقیق، مسندِ تصنیف و تالیف، مسندِ تعلیم و تدریس، مسندِ جمعیت و ارشاد بیک وقت خالی ہو گئیں، اور اب ان کو چر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا،

مولانا شمس الحق افغانی فرماتے ہیں کہ:۔ مولانا عثمانی کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوگا وہ اس وقت پورے عالم اسلام میں اسلاف کی یادگار تھے، مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ:۔ حضرت مولانا عثمانی کے سانچہ و نچال کے ساتھ ہی موجود صدی کی پوری تاریخ رخصت ہو گئی ہے حق تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اسماں تیری حمد پر شبنم افشانی کرے و سترہ نورستہ تیرے در کی درباری کرے

ترجمہ: مولانا عثمانی کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوگا وہ اس وقت پورے عالم اسلام میں اسلاف کی یادگار تھے، مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ:۔ حضرت مولانا عثمانی کے سانچہ و نچال کے ساتھ ہی موجود صدی کی پوری تاریخ رخصت ہو گئی ہے حق تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(تفصیل کے لئے تذکرہ، نظم، موقوفہ عید الشکور ترمذی اور سیرت عثمانی، مرتبہ احقر غازی غفرلہ دیکھیے)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی

مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ کا شمار ایسے علمائے حق میں ہوتا ہے جنہوں نے پوری زندگی علوم دینیہ کی خدمت اور امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے صرف فرمائی، وہ نہ صرف مفسر عمدہ مدبر عصر، عالم بے بدل، فاضل اجل، فقیہہ و درساں اور محقق اعظم تھے، بلکہ راہ سلوک و تصوف کے بے مثل امام تھے اور شیخ کامل تھے، عالموں کے عالم اور اصحاب ارشاد کے صدر نشین تھے اور حقیقت میں ہمارے عظیم اسلاف کی یادگار تھے ان کی زندگی ہم سب کے لئے مشعل راہ اور نمونہ ہدایت تھی،

آپ ۲۰ شعبان ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۷ء کی درمیانی شب میں قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، خاندانی اعتبار سے آپ عثمانی تھے آپ کے والد ماجد مولانا محمد یسین دیوبندیؒ ایک جلیل عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے، حضرت مفتی اعظمؒ نے ایک دینی ماحول میں آنکھ کھولی اور بچپن ہی سے جلیل القدر علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا پانچ سال کی عمر میں حافظ محمد عظیم صاحب کے پاس دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم کی تعلیم شروع کی، فارسی کی تمام مرد جہ کتابیں اپنے والد محترم سے دارالعلوم میں پڑھیں حساب و فنون ریاضی کی تعلیم اپنے چچا مولانا منظور احمد صاحب سے حاصل کی، سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم کے درجہ عربی میں داخل ہوئے، اور ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے جن عظیم المرتبت علمائے امت سے حضرت مفتی اعظمؒ نے شرف تلمذ حاصل کیا، ان میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن عثمانیؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، عارف باللہ

مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ، شیخ الادب مولانا اعجاز علی دیوبندیؒ، استاذ العلماء مولانا رسول خان ہزارویؒ اور فخر العلماء مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ جیسے اکابرین شامل ہیں جو اپنے اپنے شعبوں میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔

زمانہ طالب علمی میں حضرت مفتی اعظمؒ کا شمار نہایت ذہین اور محنتی طلباء میں ہوتا تھا اور امتحانات میں ہمیشہ امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوتے تھے، اسی لئے اساتذہ آپ سے بے حد شفقت اور محبت کا سلوک کرتے تھے ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ نے انہیں ابتدائی کتب کی تعلیم کے لئے استاذ مقرر فرما دیا پھر بہت جلد درجہ علم کے استاذ ہو گئے، اور تقریباً ہر علم و فن کی جماعتوں کو پڑھایا ان کا درس ہمیشہ ہر جماعت میں مقبول رہا، مگر دور حدیث کی مشہور کتاب ابو داؤد شریف اور عربی ادب کی مشہور کتاب مقامات حریریؒ درس تو ایسا ہوتا تھا کہ مختلف ملکوں کے علماء اور اساتذہ بھی شریک ہونا سعادت سمجھتے۔

دارالعلوم میں تدریس کا یہ سلسلہ ۱۳۶۲ھ تک جاری رہا۔ اس ۲۰ سال کے عرصہ میں انڈونیشیا، ملائیشیا، سنگاپور، برما، برصغیر، افغانستان، بخارا، بھارت، وغیرہ کے تقریباً پچیس ہزار طلباء نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا، ان میں سے ہزاروں اب بھی مختلف ملکوں میں دین کی خدمت میں مصروف ہیں دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے دوران مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمن عثمانیؒ نے کے سلسلہ میں آپ سے کام لینا شروع کیا وہ سوالات کے جوابات خود لکھتے اور آپ سے لکھ کر اور صریح تصدیق کے بعد یہ ردائے کریم لکھتے جاتے ۱۳۴۲ھ میں وہ مستعفی ہو گئے، ارباب دارالعلوم نے مختلف صورتوں سے دارالافتاء کا کام چلایا۔ مگر ۱۳۴۹ھ میں یہ کام مستقل آپ سپرد کر دیا گیا، آپ کو اس عظیم کام کی اہمیت کا بہت احساس تھا کیونکہ دارالعلوم میں نہ صرف ہندوؤں کے کونے سے استفسار موصول ہوتے تھے بلکہ دنیا بھر کے ملکوں سے مسلمان مختلف فقہی مسائل کے بارے میں آخری فیصلوں کے لئے دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا کرتے تھے مفتی صاحب اپنی جگہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ صدر مفتی کے منصب کا حق پوری طرح ادا نہیں کر سکیں۔

تمام حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی پرستی و داد و اعانت کے وعدے پر انہوں نے یہ عظیم منصب قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ صدر مفتی کے عظیم منصب کا حق پوری طرح ادا کرتے رہے اور قیام پاکستان تک اس عظیم منصب پر فائز رہے۔

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک و تصوف میں بھی بلند مقام پایا تھا ابتداء میں آپ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے ۱۹۲۰ء میں بیعت ہوئے پھر ان کی وفات کے بعد ۱۱ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہوئے جنہوں نے آپ کی علمی اور اصلاحی حیثیت کو دیکھ کر ۱۳۴۹ھ میں آپ کو اپنا خلیفہ اور مجاز بیعت قرار دے دیا۔ حضرت امامت تھانویؒ کے خلفاء مجازین میں حضرت مفتی اعظم کو ایک خاص مقام حاصل تھا اور حضرت امامت آپ پر خاص توجہ فرمایا کرتے تھے آپ تقریباً بیس سال تک حضرت حکیم الامت کی خدمت میں رہے اور ان کی زیر نگرانی کئی عظیم تالیفات اپنے قلم سے تصنیف فرمائیں۔ جیسے احکام القرآن، ناجزہ وغیرہ بہر حال آپ پر حضرت حکیم الامتؒ کو ایک خاص اعتماد تھا، حضرت مولانا مفتی محمد تھانویؒ مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو آپ کی علمی و فقہی بصیرت پر اس اعتماد تھا کہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی ان سے مشورہ لیتے اور فتویٰ طلب فرماتے اور اس فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مفتی محمد شفیع کی عمر و راز کرے مجھے ان کی خوشیاں ہیں ایک تو یہ ان کے ذریعے علم حاصل ہوتا رہتا ہے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ ہے کہ میرے بعد بھی کام کرنے والے موجود ہیں۔

مولانا قاری محمد طیب تاسمی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

کہ حضرت مفتی اعظمؒ ہمارے شیخ حضرت حکیم الامت کے علمی اور روحانی ترجمان اور صحیح جانشین تھے، ہمارے قدیم اسلاف کی یادگار تھے۔ فقہ و تفسیر میں امامت کا

مرتبہ حاصل تھا، ایک مایہ ناز مصنف، ادیب اور شاعر تھے، ایک شیخ کامل تھے اور عارف عارف کامل تھے، الغرض آپ کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی اور اکابرین امت کو آپ کی ذات پر مکمل اعتماد تھا، امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، اور مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ جیسے مشاہیر بھی آپ سے رائے لیتے تھے اور آپ کو رقت کا محقق، مفسر، مدبر، اور فقہیہ تسلیم کرتے تھے درس تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی آپ کا محبوب مشغلہ رہا اور آپ کے قلم فیض رقم سے تین سو سے زائد تالیفات منصفہ شہود پر آئیں جن میں اسلام کا نظام اراغی، ختم نبوت کامل اور سیرت خاتم الانبیاء، کشکول، جواہر الفقہ، مقام صحابہ و فضائل مجالس حکیم الامت، احکام القرآن، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، عزیز الفتاویٰ اور تفسیر معارف القرآن، علمی دنیا کا شاہکار ہیں۔ تفسیر معارف القرآن آٹھ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے اور اس دور کا زبردست کارنامہ ہے، جس کے متعلق شیخ الاسلام حضرت ظفر احمد عثمانیؒ کی رائے ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اس تفسیر کو لکھ کر تمام علماء اور مفسرین پر احسان عظیم کیا ہے۔

حضرت مفتی اعظمؒ نے دینی و علمی خدمات کے علاوہ سیاسی و ملی خدمات بھی انجام دی ہیں، آپ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ایماء پر تحریک پاکستان میں زبردست حصہ لیا، اور کھلم کھلا مسلم لیگ کی حمایت فرماتے رہے، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ مجدد العلوم دیوبند کے سرپرست اعلیٰ اور عمائے دیوبند کے شیخ و مرتب تھے انہوں نے اپنے متوسلین اور خلفاء کے ذریعے زعماء مسلم لیگ خصوصاً قائد اعظم محمد علی جناح کی اصلاح اور دینی تربیت کا فیصلہ کیا اور اپنے خفاء و ملائذہ میں سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مرتضیٰ احسن چاند پوریؒ، مولانا عبد الحکیم مصلویؒ، مولانا اطہر علی سیوطیؒ، علامہ تیسرے سیدان ندویؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا جلیل احمد شردانیؒ، مولانا

میر محمد جالندھری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی کو ان کی اصلاح اور تبلیغ کے لئے مقرر کیا، ان حضرات نے زعماء مسلم لیگ کی اصلاح کے لئے تبلیغ میں کا خوب حق ادا کیا جس سے قائد اعظم بہت متاثر ہوئے۔ پھر ان علمائے حق نے باقاعدہ تحریک پاکستان میں حصہ لیا اور ایک تنظیم "جمعیت علمائے اسلام" کے نام سے تشکیل دی، جس کے پہلے صدر علامہ شبیر احمد عثمانی، اور نائب صدر مولانا ظفر احمد عثمانی، منتخب ہوئے اور حضرت مفتی اعظم پاکستان اس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ حضرت مفتی اعظم نے ۱۹۴۵ء میں لیاقت علی خان مرحوم کے حلقہ انتخاب میں جہاں کانگریس کا زبردست اثر تھا، مسلم لیگ کی حمایت میں فتویٰ صادر فرمایا، جس کی بدولت ہوا کارنج بدل گیا اور لیاقت علی خان کامیاب ہوئے اور لیاقت علی خان نے کھلے الفاظ میں یہ اعتراف کیا کہ یہ کامیابی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے فتویٰ کی بدولت ہوئی ہے۔ اسی طرح سرحد ریفرنڈم میں کامیابی شیخ الاسلام علامہ میر احمد عثمانی اور مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب کے دوروں کی بدولت ہوئی اور اس کا سہرا بھی انہیں کے سر ہے، اس کا اعتراف خود قائد اعظم نے بھی کیا ہے قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ عثمانی کے حکم پر دیوبند سے کراچی کو ہجرت کی اور پھر یہاں آکر ملک میں اسلامی دستور کے نفاذ و دینی تعلیم کے لئے جدوجہد کی، قرار داد مقاصد کی ترتیب و تدوین اور اس کی منظوری میں آپ کا بڑا حصہ ہے ۱۹۴۹ء میں حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی کی وفات کے بعد جمعیت علماء اسلام کے مرکزی صدر منتخب ہوئے اور آپ کی ذمہ داریاں اور بڑے گیئیں۔ آپ دستور پر کے تعلیمات اسلامیہ بورڈ کے ایک اہم رکن تھے، بعد میں قانون کمیشن کے ممبر نامزد ہوئے ۱۹۵۳ء میں علامہ شبیر سیمیان ندوی کی وفات کے بعد تعلیمات اسلامی بورڈ کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۵۸ء میں یہ خدمت انجام دیتے رہے ۱۹۵۱ء میں مولانا احتشام الحق تھانوی کی قیام گاہ پر ہونے والے جید علماء کے اجلاس کی صدارت فرماتے رہے، اور بانیس نکات پر مشتمل ایک دستوری کہ حکومت پاکستان کو پیش کیا، اس کے ساتھ دینی تعلیم کے فروغ کا بڑا احساس رہا، ۱۳۷۰ھ

میں نہایت بے سروسامانی کے عالم میں ایک مدرسہ کراچی میں قائم کیا جو صرف چند ماہ کے ایک مرکزی دارالعلوم کی شکل اختیار کر گیا جس میں دو ہزار سے زائد طلباء تحصیل علم میں مصروف ہیں اور ملک بھر میں جس کی شاخیں موجود ہیں اور آپ کا یہ دارالعلوم پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے مقابل ہے دارالعلوم سے ایک دینی جریدہ "ماہنامہ السبیل" نکلتا ہے جو دنیا بھر میں امتیازی شان حاصل کئے ہوئے ہے آج کل دارالعلوم کراچی کے سربراہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی ہیں جو حضرت مفتی اعظم کے قریبی دوست اور پیر بھائی ہیں، دارالعلوم کی نظامت حضرت مفتی اعظم کے صاحبزادوں خصوصاً مولانا محمد رفیع عثمانی اور مولانا محمد تقی عثمانی سنبھالے ہوئے ہیں جو اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں حضرت مفتی اعظم کے صحیح طور پر وارث ہیں اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کہ مولانا محمد تقی عثمانی اس وقت حضرت مفتی اعظم کے صحیح جانشین علمی ہیں، مولانا صوف اسلامی نظریاتی کونسل میں بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں اور تمام مسودہ قانون مولانا تقی عثمانی صاحب نے ہی ترتیب دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی عمر و راز کرے اور ان سے زیادہ سے زیادہ دینی و علمی خدمات لیتا رہے آمین! بہر حال حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی خدمت اسلام اور خدمت میں مصروف رہے اور آخری دم تک درس و تدریس، فقہ و افتاء اور تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہے، اتنے بڑے عالم اور مفتی اعظم ہونے کے باوجود منکسر المزاج تھے بڑے خوش خلق و خندہ جبین اور لطیف المزاج تھے نہایت سادہ اور صاف ستھرا لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے تقریباً بڑی مہارت حاصل تھی۔ حانظہ بڑا غضب کا تھا اور عربی ادب کے فاضل اور پاکستان میں تمام علماء دیوبند کے امام تھے اور سرپرست اعلیٰ تھے۔ ۹ اور ۱۰ اشوال ۱۳۹۴ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء کی درمیانی شب کو آپ نے رحلت فرمائی ایک زائد مسلمانوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی اور حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عار نے نماز جنازہ پڑھائی، بڑے بڑے علماء و کلام نے آپ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا

یا، دینی اور حکومتی اداروں میں تعزیتی قرار وادیں منظور کی گئیں، تعزیتی جلسے منعقد کئے گئے اور
سب معصرا پاکستان دینی روحانی پیشوا کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ ممتاز عالم دین حضرت علامہ
مخدوم یوسف بنوریؒ نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا کہ:-

”آپ سے دارالعلوم دیوبند کی پوری تاریخ وابستہ تھی اور ہمارے
اسلاف کی آپ آخری یادگار تھے۔“

لانا احتشام الحق تھانویؒ نے فرمایا کہ:-

آپ کی وفات سے تمام علمائے کرام یتیم ہو گئے ہیں۔
مفتی محمد صاحب نے فرمایا کہ:-

اب ایسا جید عالم دین اور فقیہ دین مشکل ہی پیدا ہوگا۔
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فرمایا کہ:-

ان کی وفات تمام عالم اسلام کا عظیم سانحہ ہے وہ بہت بڑے
محقق، مدبر، مفسر اور فقیہ تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے
علامہ اقبالؒ نے ایسی ہی عظیم شخصیت کے لئے فرمایا تھا کہ

ہزاروں سال زکس اپنی بے نودی پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و دیدار



حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ ان علما
حق میں سے تھے جن کا علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خلوص و ولایت ایک امر مسلمہ کی حیثیت
رکھتے ہیں، آپ اپنے دور کے عظیم محدث، جلیل القدر مفسر، بہترین محقق اور بلند پایہ
دین تھے، ایک عارف کامل اور مایہ ناز مصنف تھے آپ ایک بلند پایہ علمی خاندان سے
رکھتے تھے اور سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے
کا آبائی وطن یوپی کا مروجہ علاقہ قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر ہے، آپ کے والد ماجد
محمد اسماعیل صاحب کاندھلویؒ ایک ممتاز عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے
شیخ المشائخ حضرت حاجی امجد الدین تھانویؒ صاحب قدس سرہ سے جمعیت تھے
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے
محترم محکمہ جنگلات کے آفیسر تھے، نو سال کی عمر میں آپ نے اپنے والد ماجد سے قرآن
مجید حفظ کیا پھر آپ کے والد محترم ابتدائی دینی تعلیم کے لئے حکیم الامت مجدد ملت حضرت
مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کو لے کر حاضر ہوئے اور فرما
”میں ادریس کو خانقاہ امدادیہ اشرقیہ میں داخل کرنے آیا ہوں
اور اسے آپ کے سپرد کرتا ہوں“

اس پر حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے بہجستہ فرمایا کہ:-

”یوں نہ کیئے کہ خانقاہ میں داخل کرنے آیا ہوں بلکہ یوں

نہیے کہ خانقاہ کے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کرنے آیا ہوں۔
 و سبحان اللہ! یہاں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا نور بصیرت اس حقیقت کو ظاہر کرتا
 ہے کہ مولانا حافظ اسماعیل صاحبؒ کا بیٹا خانقاہی نظام کے لئے پیدا نہیں ہوا بلکہ اس
 سے تو قدرت قرآن و سنت کے علوم کی ایسی خدمت لے گی جو صدیوں میں کسی مرد مومن کا
 نصیب ہوتی ہے۔

بہر حال حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے اس ارشاد پر آپ کو خانقاہ اشرفیہ کے
 بجائے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کر دیا گیا اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں خود حکیم الامت تھانویؒ
 نے پڑھائیں، اس کے بعد ثانوی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت حکیم الامتؒ آپ کو ساتھ
 لے کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی خدمت میں
 لے گئے جہاں حدیث و تفسیر، فقہ، کلام، منطق و فلسفہ اور دیگر علوم و عینہ کی تکمیل کی، یہاں
 کے اساتذہ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ
 حضرت مولانا ثابت علی صاحبؒ اور حضرت مولانا طہر احمد عثمانیؒ جیسے اکابر علماء سے استفادہ
 کیا۔ اور انیس برس کی عمر میں تمام علوم و فنون کی تعلیم سے فراغت حاصل کی پھر مرکز علوم
 اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، جہاں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ
 شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن عثمانیؒ، فخر العلماء مولانا
 حبیب الرحمن عثمانیؒ اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ جیسے مایہ ناز اساتذہ کے سامنے
 انوکھے ادب تہہ کئے اور دوبارہ دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی،

فراغت تعلیم کے بعد ۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا سب سے پہلے
 مدرسہ امینیہ دہلی سے تعلق قائم ہوا، مدرسہ امینیہ دہلی کا یہ دور زمانہ تھا جب مولانا کفایت اللہ
 صاحب دہلوی مدرسہ کی روح رواں تھے، مدرسہ امینیہ سے ایک سال کا تعلق رہنے کے
 بعد دارالعلوم دیوبند کی کشش آپ کو دیوبند کھینچ لائی، اور خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ شرف بخشا۔

کہ اپنے عظیم اساتذہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، اور علامہ شبیر
 عثمانیؒ جیسے اکابر کے پہلو بہ پہلو مدرسہ و تدریس پر نائز ہوئے اور تقریباً نو برس تک
 دارالعلوم دیوبند سے وابستگی رہی، اس کے بعد بعض وجوہ کی بناء پر آپ حیدر آباد دکن چلے گئے
 جہاں کم و بیش نو برس تک دارالعلوم دیوبند سے وابستگی رہی اس کے بعد بعض وجوہ کی
 بناء پر آپ حیدر آباد دکن چلے گئے جہاں کم و بیش نو برس تک ہی قیام رہا، اگرچہ نہ وہاں دارالعلوم
 سے وابستگی جیسی نعمت تھی اور نہ علامہ کشمیریؒ اور علامہ عثمانیؒ جیسے علم و حکمت کے سرچشمہ
 سے قرب حاصل تھا، مگر اس اعتبار سے حیدر آباد دکن کا زمانہ قیام آپ کی زندگی کا
 قیمتی حصہ گردانا جاسکتا ہے کہ تحقیق البصیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جیسی مایہ ناز کتاب
 تالیف کا موقع ملا اور اس کی ابتدائی چار جلدیں اس قیام کے دوران دمشق جا کر طبع کر دی گئیں
 ۱۹۳۹ء میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بلائے پر پاکستان تشریف لائے اور دوبارہ
 جامعہ عباسیہ بہاولپور میں شیخ الجامعہ کی حیثیت سے قیام فرمایا اور پھر جب لاہور میں مدرسہ
 مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ کی سعی و کوشش سے جامعہ اشرفیہ کا قیام عمل میں آیا
 تو حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ سے فرمایا کہ:-

”مولانا میں آپ کو پراٹھا اور پلاؤ چھوڑ کر سوکھی روٹی
 کی دعوت دیتا ہوں۔“

اس پر آپ نے فوراً فرمایا کہ:-

”حضرت! خدمتِ دین کی خاطر مجھے منظور ہے۔“

اس طرح حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث والحدیث
 کے عہدہ جلیلہ پر نائز ہوئے اور آخر دم تک اسی جامعہ سے وابستہ رہے اور جامعہ اشرفیہ
 آپ کی تدریس و تبلیغ کا مرکز رہا۔ ہزاروں طالبان علم اسی چشمہ علم و عمل سے سیراب و شہاد
 ہوئے، کراچی سے خیبر تک آپ نے تبلیغی دورے کئے اور اعلائے کلمۃ الحق بلند کیا، لاکھوں

مسلمانوں کی اصلاح فرمائی۔ آپ کی نورانی مجالس میں ہر قسم کے افراد شریک ہوئے اور غریب و غنی علماء طلباء علماء سب ہی آپ کے درس و مجالس میں بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے، آپ جب تقریر فرماتے تو معلوم ہوتا تھا کہ علم و عمل کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور بڑے بڑے علمی نکات چٹکیوں میں حل فرماتے تھے، سامعین پر آپ کی تقریر کا بچہ اثر ہوتا تھا بڑے سادہ اور علمی انداز میں وعظ فرماتے تھے، ایک مرتبہ مدرسہ خیر المدارس لبنان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپ خطاب فرما رہے تھے بڑے بڑے علماء اور خطباء تشریف فرما تھے سامعین بڑے ذوق و شوق سے تقریر سن رہے تھے، دوران تقریر کسی علمی نکات پر مدللہ دلیل بیان فرما رہے تھے کہ آپ کی علمی قابلیت اور دینی بصیرت سے متاثر ہو کر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ دوران تقریر مجمع کے سامنے کھڑے ہو گئے اور شدت جذبات میں فرماتے لگے کہ:- لوگو! دیکھ لو! یہ ہیں ہمارے اکابر جس کا علم و تقویٰ بے مثل

ہے لوگو! خوب دیکھ لو اور سن لو! یہ دارالعلوم دیوبند کے قابلِ فخر فرزند ہیں اور اس دور کے محدث اعظم اور محقق اعظم ہیں۔ ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب مسرت و جذبات میں جھوم رہے تھے۔ اسی طرح استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:-

مولانا محمد ادریس صاحب کا علمی مقام بہت بلند ہے وہ علم و عمل کا گرا سمندر ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:-

”مولانا ادریس صاحب صرف عالم ہی نہیں بلکہ ایک چلتا پھرتا کتب خانہ ہیں اور اپنے زمانہ کے محدث، مفسر، محقق، ادیب و مکلم ہیں۔“

آپ شیخ المحدثین والمفسرین تو تھے ہی، مگر اپنے زمانہ کے مایہ ناز مصنف بھی تھے اور آپ کے تلمیذ فیض رقم سے سینکڑوں تالیفات منصفہ شہود پر آئیں جن میں تفسیر معارف القرآن شرح

مشکوٰۃ، سیرت مصطفیٰ، شرح بخاری، عقائد اسلام، اصول اسلام، خلافت راشدہ، نغمہ نبوت اور اسلام و نصرانیت علمی شاہکار ہیں، آپ کی تالیف ”سیرت مصطفیٰ“ کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا ارشاد گرامی ہے کہ:-

”مولانا حافظ محمد ادریس صاحب جو علمی و عملی کمالات کے جامع ہیں ان کی ”سیرت مصطفیٰ“ تالیف قلب پر بے حد اثر کرتی ہے اور قلب کو سکون بخشتی ہے۔“

ایک اور مایہ ناز تصنیف تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کے بارے میں آپ کے استاد محترم علامہ محمد انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ:-

”علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی شرح مشکوٰۃ کی مانند کوئی شرح دوسرے زمین پر موجود نہیں ہے۔“

اسی طرح شیخ الاسلام علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

”مولانا محمد ادریس صاحب ایک عالم با عمل تھے اور ان کے اساتذہ کو بھی ان پر فخر ہے انہوں نے عربی میں جو شرح مشکوٰۃ لکھی ہے وہ ہمیشہ ان کا نام روشن رکھے گی۔“

آپ کے علمی مقام کے بارے میں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:-

”بھی چاہتا ہے کہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا علم پھر لوں۔“

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:-

”مولانا کاندھلوی کا مقام بہت بلند تھا وہ علماء اولیاء اور اتقیا کی صف میں بلند مقام رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری و باطنی خوبیوں سے خوب نوازا تھا وہ اپنے علمی و عملی کمالات میں بے نظیر تھے۔“

بہر حال آپ کا علمی و روحانی مقام بہت بلند تھا۔ اور وہ اپنے دور کے علماء محدثین کے امام مانے جاتے تھے، اخلاق و عادات میں سلف صالحین کا نمونہ تھے، نہایت متواضع منکسر المزاج اور مہمان نواز تھے، خفیف الجسم اور لطیف الروح تھے، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: کہ آپ دنیا کے کبھیڑوں سے بے خبر تھے مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں ہمہ وقت مستغرق رہتے تھے سائے اوقات علم و عمل اور درس و تدریس سے معمور رہتے تھے، کتابوں کے عاشق تھے جوئی کتاب شائع ہوتی فوراً خرید لیتے تھے طبع سنت اور حق و صداقت کے پکیر تھے، اہل علم کے قدردان تھے اور بڑی قابل قدر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ سے منسلک تھا اور آپ کا سیاسی مسلک بھی اپنے شیخ کے عین مطابق تھا، نظریہ پاکتان کے دل سے حامی تھے اور آئندہ پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے، تحریک ختم نبوت میں بھی بھر حصہ لیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے قادیانیت کی تردید کرتے رہے، اپنے ہم عصر علماء و اکابر کے محب و محبوب رہے، خصوصاً علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ سے گہرے تعلقات تھے اور یہ حضرات ایک دوسرے کا حد سے زیادہ احترام و اکرام فرماتے اور دینی و ملی معاملات میں ایک دوسرے سے مشورہ فرماتے رہتے تھے، غرضیکہ آپ کی ساری حیات طیبہ اسلام کی خدمت میں گزری، آپ ایک سچے عاشق رسولؐ اور ولی کامل تھے، کئی بار حج زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور ۷ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۷۵ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد مالک صاحب خانہ دہلوی جو آپ کے صحیح علمی اور روحانی جانشین ہیں اور حدیث و تفسیر کے ماہر عالم ہیں انہوں نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی، حق تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (تفصیل کے لئے ”مذکرہ ادیس“ ملاحظہ فرمائیے)۔

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجرینی

آپ کا وطن میرٹھ تھا اور آپ ایک نہایت شریف سید گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ۱۳۱۶ھ کو شہر بدایون میں آپ پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد حاجی تھوڑے عرصے صاحب محکمہ پولیس میں انسپکٹر تھے، ابتدائی تعلیم الہ آباد کے انگریزی اسکول میں پائی۔ دورانِ تعلیم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ کا ایک دغظ سننے کے بعد آپ کو علوم دینیہ کی طرف توجہ ہوئی تو والد صاحب نے ۱۳۳۰ھ میں آپ کو حضرت الشیخ مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی خدمت میں سہارنپور منظر العلوم میں داخل کر دیا، یہاں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا ثابت علی صاحبؒ، حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے تمام علوم دینیہ کی تکمیل کی اور ۱۳۳۶ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی اور پھر وہیں ۱۳۳۷ھ میں معین مدرس مقرر ہو گئے، مگر جلد ہی مدرسہ چھوڑ کر عزیمت تعلیم اور پھر دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور یہاں دورہ حدیث میں شریک ہو کر ۱۳۳۹ھ میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید اسفر حسین دیوبندیؒ جیسے اکابر علماء سے دورہ حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند فراغت تعلیم حاصل کی، پھر ۱۳۴۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں اپنے اساتذہ کے پہلو بہ پہلو مسند تدریس پر فائز ہوئے، ۱۳۷۶ھ کے وسط میں اپنے اتنا ذمہ دار علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے وہاں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ پانچ سال تک حضرت علامہ کشمیریؒ کے درس

صحیح بخاری میں پورے التزام کے ساتھ شریک ہوتے رہے، ۱۷ سال تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں علم حدیث کی تدریسی خدمات انجام دیں آخر میں صدر مدرس منتخب ہوئے پھر صحت کی خرابی کی وجہ سے ڈابھیل سے بہاولپور چلے آئے، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد آپ نے اپنے استاذ کے علوم و معارف کو "فیض الباری علی الصصحیح البخاری" کے نام سے چار جلدوں میں مرتب فرمایا جس میں اپنے استاذ حضرت علامہ کشمیری کی نادر علمی تحقیقات اور تفصیلات کو پیش کر کے آپ نے ایک عظیم الشان علمی کارنامہ انجام دیا ہے۔ ۱۳۶۲ھ میں آپ ندرۃ المصنفین سے وابستہ ہو گئے جہاں آپ کو ترجمان السنۃ کے نام سے اردو زبان میں حدیث کی ایک جامع کتاب کی ترتیب کا کام سپرد ہوا، جسے آپ نے بڑی شان سے شروع فرمایا چار جلدیں لکھ چکے تھے کہ حیاتِ مستعار کی مدت پوری ہو گئی۔ آپ نے اولاً حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کو تھاں اور آخر میں حضرت مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا ماری محمد اسحاق صاحب میرٹھی سے وابستہ ہو گئے تھے اور انہیں سے خلافت حاصل کی ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد پاکستان تشریف لے آئے، اور یہاں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے قائم کردہ دارالعلوم الاسلامیہ سندھ والہ یار میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر استاذ حدیث اور نائب مہتمم کے منصب پر فائز ہوئے، یہاں درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد کے ساتھ ساتھ نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور اپنے ہم عصر علماء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب، حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب کے شانہ بشانہ دستور اسلامی کی ترتیب و تدوین میں مصروف رہے، ۱۹۵۱ء میں بہرکت نکر کے جید علماء کرام کے اجلاس میں شریک رہے، جس میں بائیس نکات پر مشتمل دستور اسلامی کا خاکہ حکومت کو پیش کیا گیا تھا اسی طرح تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے ردِ قادیانیت فرماتے رہے۔

حدث عصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، آپ کی علمی تدریس، تصنیفی اور تبلیغی خدمات اور اوصاف و کمالات کے بارے میں اپنے تفصیلی تاثرات میں فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ ان ممتاز علماء میں سے تھے جن کی بدولت علم دین کی ساکھ قائم ہے جن سے مدرسے آباد ہیں، ممبر بارہن ہیں، موصوف قابل مدرس، فاضل مقرر، کامیاب و مقبول مصنف تھے۔ اردو، عربی کے ادیب و شاعر تھے، موثر اسلوب، شگفتہ طرز ادا کے مالک تھے، عام گفتگو میں بھی الفاظ کیا ہوتے موتی کی پردہ پوشی ہوتی رہاں ہوتی تھیں جو ان کی نوک زبان سے بکھرتی تھیں۔ موثر تعبیر و دل نشین طرز ادا ان کی خصوصیت تھی، صدق و صفا کے مجسمہ تھے، درع و تقویٰ اور استغنا کے پیکر تھے نصیحت و غیر خواہی اور حق گوئی میں ممتاز تھے نہایت زیرک و مدبر تھے اور سب سے بالاتر یہ کہ آخری عمر میں حیات میں مرشد کامل تھے، پاک و ہند اور جنوبی و مشرقی فریقہ کے سینکڑوں بندگان خدا ان کی تربیت و تزکیہ اور بیعت و ارشاد سے فیضیاب ہوئے اور شریعت کی پابندی و استقامت ان کو نصیب ہوئی، نو کی عالم تھے، صاحب فراست بزرگ تھے، مدینہ طیبہ کی سیزدہ سالہ بابرکت زندگی ان کی شریعت و طبیعت میں بہت کارگر اور موثر ثابت ہوئی، مدینہ کے انوار و برکات نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا، ان کے فطری جوہر کھلے، گرم گسٹری، مہمانداری، مروت، مروت، جوانمردی اور اپنے مخلصین کے مخلصانہ ادائیگی وہ سب سے زیادہ حیرت انگیز جوہر تھے جو نمودار ہوئے ابتدائی درجہ طالب علمی میں مظاہر العلوم سہاگہ پور کے برکات سے بہرہ اندوز ہوئے، اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی قدس سرہ کے ارشد خلفاء عارف باللہ نقیبہ رحمت اور صوفی با صفا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہ کے مرکز توجہات واسطاف ہے اور ان کے
آغوش شفقت میں تربیت نصیب ہوئی، درمیانی عمر میں آیتہ من آیات امام العصر
حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی کے آغوش تربیت میں پہنچے، دیوبند
میں ان کے فیض اور انوار علوم و معارف سے مستفیض ہوئے اور حضرت عارف
بالہ مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی قدس سرہ سے شرف بعیت کی سعادت
نصیب ہوئی، عرصہ دراز تک ان انفاس قدسیہ اور صحبت مقدسہ کے برکت
سے مالا مال ہوتے رہے، انتہائی استقامت و استقلال کے ساتھ اذکار و
اشتغال نقشبندیہ کی مداومت نصیب ہوئی، بالآخر حضرت مفتی صاحب کے
خلیفہ ارشد حضرت مولانا قاری محمد اسحاق میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے خلعت خلافت
سے سرفراز فرمایا، الغرض اس طرح علمی و عرفانی سرچشموں سے کما حقہ سیرابی کا
موقع نصیب ہوا، اور اپنے عہد کے ممتاز اکابر کے فیوض سے پورے طور پر
فیضیاب اور ان کی ظاہری و باطنی برکات کی سعادت سے بہکنار ہوئے۔

حیات طیبہ کے آخری لمحات و انقاس میں سید الانبیاء رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حجاز مقدس میں قیام کی تمنا پوری ہو گئی، چنانچہ ۱۳۷۲ھ میں مدینہ طیبہ
ہجرت کی، خاک پاک مدینہ نے اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے
حجاز مقدس نے طبیعت میں خاص استقامت کی سعادت بخشی اور چار سالہ طویل
علاقت کے زمانہ میں صبر و شکر کے وہ قابل رشک مظاہر و آثار ظہور میں آئے کہ عقل
جبران ہے "فیض الباری" شرح بخاری چار ضخیم جلدوں میں جو حضرت شیخ امام العصر
کی تقاریر درس صحیح بخاری کا مجموعہ ہے، یہ عربی میں ہے اور "ترجمان السنہ"
اردو میں خدمت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بے نظیر شاہکار ہیں جو بہت
دنیا تک ان کی زندہ یادگار اور اہل علم و دین کے طبقہ میں منبع فیض بنے رہیں گے۔

"ہوا پر الحکم" کے نام سے احادیث نبویہ کا ایک مجموعہ جو عصر حاضر کی عوامی اصلاحی خدمت
کے طور پر انتہائی دلنشین تشریحات کے ساتھ تالیف فرمایا ہے تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے
یہ ان کی آخری تصنیف ہے اور ان کی شرح صدر کا عمدہ نمونہ ہے، ان کے علاوہ فردوس عیسیٰ
علیہ السلام، زبدۃ الناسک، آواز حق "ترجمہ الحزب الاعظم" شان حضور "تسمت کا تارہ
اور محبوب الارث وغیرہ تالیفات آپ کے قلم فیض رقم سے نکلیں۔

درسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت تحصیل علوم کے بعد دارالعلوم دیوبند پہنچے اور
حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے تلمذ کی سعادت کے ساتھ ہی ساتھ دارالعلوم
دیوبند میں منطبق تبلیغ و تدریس پر فائز رہے اور اسی زمانہ میں تبلیغ اور تقریر خصوصاً در حدیث
میں اچھی شہرت حاصل کی اور نہایت کامیاب اور مقبول مقرر ثابت ہوئے۔

۱۳۷۶ھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ صاحب کے
قافلہ کے ہم رفیق بنے اور حدیث کے اساتذہ میں تقریر ہوا، اسی دور میں دیوبند کے "مہاجرہ"
اخبار کے قابل ترین مضمون نگار رہے، ڈابھیل کے بعد بہاولپور اور بہاولنگر آپ کا مرکز فیض
اور آخر میں دارالعلوم الاسلامیہ نڈوالہ یار (سندھ) میں استاد حدیث اور نائب مہتمم کے منصب
پر فائز ہوئے، عرصہ سے مدینہ و منورہ زادہ صا اللہ نوراً کی سکونت کی آرزو دل میں موجزن
تھی اور نہایت ہی والہانہ انداز میں مدینہ کی ہجرت کا سودا و باغ میں سمایا ہوا تھا، چنانچہ البدر السامی
تعلیقات فیض الباری میں انتہائی والہانہ اور زنت انگیز انداز میں اس آرزو کا اظہار کیا،

رب العرش العظیم کی بارگاہ سے شرف قبولیت کے ساتھ سرفرازی ہوئی اور نالہ ہائے
مہوی رنگ لائے اور جوار حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنائے تصور سے بالاتر طریق
پر واقعہ کی صورت اختیار کر لی، عبادت و استقامت، ادب و سکون، ذکر و فکر کے ساتھ
مسیحی نبوی کی حاضری نصیب ہوتی رہی، یہاں تک کہ علالت نے صاحب فراش کو نبادیا، پورے
چار سال صاحب فراش رہے، اس دور میں صبر و شکر و رضا بالقضاء کے جو منازل طے کئے اور

جو نعمتیں ان کو نصیب ہوئیں قابلِ صد رشک ہیں۔

ایں سعادت بزورِ یازد نیست
تانا بخشہ خدائے بخشندہ!

ماہِ رجب المرجب کے مقدس مہینہ اور جمعہ کے مبارک دن میں حبیب رب العالمین کے وار میں حنبت البقیع کے خاک مقدس میں جس کا ایک ایک ذرہ آفتاب عالم تاب سے زیادہ نور ہے اس خادمِ علم و دین، اس باغیت و باحیثیت شخصیت نے اپنی جان کو جان آفرین کے گرد کیا، یعنی یوم جمعہ ۲ رجب ۱۳۸۵ھ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو واصلِ بحق ہو گئے، الغرض ذوق و وجدان، بصیرت و عرفان، علم و عمل، درع و تقویٰ کا یہ پیکر نوری، تقریر کے کمال کا حامل اور ظرافت و گفتگی کا منظر اپنی بات و شہادت کے ساتھ اپنے اجابہ و رد و مخلصین سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا،

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خادمِ علم و دین کو اپنی بکراں رحمت سے نوازے اور بہشت الفردوس و رضوان الہی سے سرفراز فرمائے، آمین



☆ ”ہمارے اکابر اپنے متعلقین و احباب کو یا مہدی یا قیوم بر خستہ استغیثت کی تعلیم فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی مشکل درپیش ہو تو اس دعا کو صبح و شام کم از کم سو بار پڑھا کریں اس سے زیادہ جتنی بہمت ہو۔“

(شیخ الاسلام مولانا طہر احمد عثمانی)

☆

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ان جلیل القدر علماء میں ہیں جن کا علم و فضل اور زہد و تقویٰ مسلم ہے آپ کی ولادت باسعادت اپنی ننیاں میں عمر وال بلکہ تحصیلِ نکور ضلع جالندھری میں ۱۸۹۵ء کو ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام الہی بخش اور دادا کا نام خدا بخش تھا، آپ بچپن ہی سے اپنے ماموں جناب میاں شاہ محمد صاحب زبیر بیت رہے جو قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ سے بہیت اور بے حد متقی اور صالح بزرگ تھے، قرآن بھی انہی سے پڑھا، ۱۹۱۵ء میں مدرسہ رشیدیہ نکور ضلع جالندھری میں داخلہ لیا اور دو سال تک وہاں مکتبی تعلیم حاصل کی بعد ازاں مدرسہ رشیدیہ رائے پور گجرات ضلع جالندھری میں مولانا فضل احمد صاحب اور مولانا مفتی نظام جالندھری سے صرف و نحو فقہ و اصول، فلسفہ و منطق اور ادب کی کتابیں پڑھیں، کچھ عرصہ سلطان احمد صاحب سے اکتسابِ فیض کیا بعد ازاں مدرسہ منہج علوم گلاڈی میں مولانا نبی، مولانا کریم بخش نجابی اور مولانا محی الدین سے علوم و فنون اخذ کئے پھر اعلیٰ تعلیم مولانا یسین سرہندی، مولانا سلطان احمد پشاور، مولانا سلطان احمد بریلوی اور مولانا عبدالسلطان پوری سے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں حاصل کی اور سندِ حدیث حضرت محمد یسین سرہندی سے حاصل کی، حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی مہتمم ادارہ العلوم دیوبند کے دستِ مبارک سے سندِ فراغ عطا ہوئی، سندِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد آپ کو اسی مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں اساتذہ نے تدریس پر مامور کیا، قریباً ایک

ہاں قیام رہا۔ ۱۳۳۶ھ میں مدرسہ عربیہ منڈی صادق گنج ریاست بہاولپور میں بحیثیت
 درس آپ کا تقرر ہوا، اور وہاں ایک عرصہ تک درس نظامی کی تمام کتابیں پڑھائیں
 اس اساتذہ راہپور کے ایماء سے مدرسہ عربیہ فیض محمدی جالندھر میں درس و تعلیم
 اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علماء دیوبند
 سے اہم خصوصیت ہی ان کی ظاہر و باطن کی جامعیت ہے وہ بیک وقت حال
 مجمع البحرین ہے، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اصلاح باطن کی تکمیل ان کے یہاں
 ہے اور جب تک کسی شخص میں مدرسہ و خانقاہ ہم کھانہ ہوں تب تک اس کی شخصیت
 و راہ دوری رہتی ہے۔ حضرت مولانا جالندھریؒ نے تربیت باطنی اور تکمیل سیرت کے
 تقاضا ادا دیر اشرافیہ تھانہ بھون کو منتخب کیا جہاں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا
 علی تھانوی قدس سرہ مسند اشراف پر جلوہ افروز تھے اور جہاں انسان سازی کا کام بڑی
 آسانی سے ہو رہا تھا۔ آپ کی تھانہ بھون سب سے پہلی حاضری ۱۳۴۲ھ میں
 ایک سال تک اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد آپ کی درخواست
 امت تھانوی قدس سرہ نے تبارخ ۹ رذی الحجہ ۱۳۴۳ھ بعد نماز مغرب مسجد
 اشرافیہ میں آپ کو چاروں سلسلوں میں جمعیت کیا اور خلافت سے بھی نوازا۔ اسی
 آپ کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے ایک معیاری مدرسہ کے قیام کا داعیہ ہوا، حضرت
 مولانا اشرف علی تھانویؒ سے آپ نے اس تجویز کا ذکر کیا، حضرت حکیم الامت
 کی تحسین فرمائی تو تو کلاً علی اللہ مسبح عالمگیر اٹاری بازار جالندھر میں مورخہ ۱۹
 ۱۳۴۷ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو مدرسہ کا آغاز کر دیا گیا، حضرت حکیم الامت
 نے اس کا نام مدرسہ عربیہ خیر المدارسؒ تجویز فرمایا، حضرت مولانا خیر محمد صاحب
 سرہ کے علم و فضل اخلاص و تقویٰ اور حسن انتظام اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی
 فی بدلت خیر المدارسؒ کو بہت جلد مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور پنجاب کے

طلباء کا مرجع بن گیا پھر یہ مدرسہ ۱۹۴۷ء تک جالندھر میں تعلیمی خدمات ادا
 رہا اور قیام پاکستان کے بعد آپ نے ملتان شہر کے وجود کو جو دور قدیم سے اکابر
 کا مہبط رہا ہے شرف بخشا اور ۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو گیارہ تھلہ بیرون دہلی دروازہ
 خیر المدارس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور حضرت مولانا جالندھری قدس سرہ کے علاوہ
 کا ملپوری، حضرت مولانا عبدالشکور کا ملپوری، حضرت مولانا عبدالشکور کا ملپوری
 مولانا محمد شریف کشمیری اور حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ اور دیگر اکابر علماء کی تدریس
 نے خیر المدارس کو اسم با معنی بنادیا، اور ہزاروں طالبان علم اس چشمہ فیض
 شاداب ہو کر ملک و بیرون ملک دینی علمی اور تبلیغی خدمات میں مصروف ہیں۔
 مدرسہ خیر المدارس اپنی چند منفرد خصوصیات کی بناء پر ہمیشہ اکابر امت کا مدرسہ
 ہے ذیل میں چند حضرات اکابر کی آراء گرامی ررح کی جاتی ہیں۔ جن سے مدرسہ
 کے بانی کا مقام بخوبی واضح ہو جاتا ہے، حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی
 علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ مدرسہ خیر المدارس ابتداء سے تعمیر ہی
 حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
 کی سرپرستی میں پہلی اہل حق کا ایک اچھا مرکز رہا ہے اس
 کے سالانہ جلسوں سے بھی صحیح تبلیغ کا بہت نفع پہنچا رہا ہے
 اس کے سرپرست حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور بانی و مہتمم
 مولانا خیر محمد جالندھریؒ ہمیشہ پاکستان کے حامی رہے اور اس
 پاکستان میں آنے کے بعد جہاں تک میرا علم ہے اس کے استقامت
 ملازمین پاکستان کی بقاء اور استحکام کو ایک اسلامی فریضہ
 سمجھتے ہیں۔
 حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ خیر المدارس کے متعلق فرماتے ہیں: کہ

مدرسہ بزرگوں کے طریق پر نہایت اخلاص اور خوبی کے ساتھ چلایا جا رہا ہے اور یہ مخلص حضرات کی مساعی جمیدہ ترقی کر رہا ہے۔

اناظر احمد عثمانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

مدرسہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی ذات گرامی کے اہتمام و خوبی انتظام کا بہترین ضامن ہے اور مدرسین میں علم و عمل کے انوار نمایاں ہیں۔

پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ:-

الحجرات حضرت مولانا خیر محمد صاحب کا نام نامی ہی خیر اور مضاف الیہ کی برکت سے وہ جامع الحجرات ہو گیا ان مدرسہ پہلے جالندھر اور پھر پاکستان کے شہر ملتان میں ایک مرکزی سطح کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے جہاں سے لڑوں علماء و فضلاء صلحاء اور قراء فارغ ہو کر ملک کے مختلف طبقوں میں دینی و علمی خدمات میں مشغول ہیں۔

شیخ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں کہ:-

مدرسہ خیر المدارس تقسیم ہند سے پہلے جالندھر میں حکیم الامت حضرت مولانا قادیان سرہ کی سرپرستی میں جاری تھا اور یہ نام خیر المدارس بھی حضرت امامت ہی کا تجویز کردہ ہے اور تقسیم ہند کے بعد شیخ الاسلام حضرت علامہ احمد عثمانی قادیان سرہ کی سرپرستی میں دینی و علمی خدمات انجام دیتا رہا ہے اس حضرت مولانا خیر محمد صاحب ہیں جو حضرت حکیم الامت تھانوی کے خلیفہ و طریقت کے زبردست عالم ہیں میرے علم میں اب تک پاکستان میں

اس شان کی کوئی درس گاہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس خیر کثیرہ کے چشمہ فیض کو قیامت تک جاری رکھے۔ آمین۔

بہر حال یہ مدرسہ خیر المدارس بقول حضرت مولانا قادیان محمد طیب صاحب مدظلہ کہ:-

”حضرت مولانا جالندھری کے حسن انتظام عمق علم اور حسن نیت و

اخلاص کی اساس ہے اور آپ کی محنت و مقبولیت کا ثمرہ ہے۔“

حضرت اقدس مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن خالص تعلیمی تھا اور زندگی کی تمام تر توانائیاں تعلیم و تدریس اور اصلاح و تربیت کے لئے وقف تھیں، سیاست سے علاوہ ہمیشہ بے تعلق رہے، مگر مسلمانوں کی صلاح و بہبود کے لئے ہر طرح کوشاں رہے، تحریک پاکستان میں

آپ کا موقف اپنے شیخ و مرقد حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے موافق تھا، قیام پاکستان کے بعد قرار داد مقاصد اور اسلامی نظام کے نفاذ میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے دست راست تھے،

۱۹۵۱ء میں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کی صدارت میں اسلامی دستوری خاکہ (۲۲)

نکات) مرتب کرنے کے لئے اکابر علماء کا جو اجتماع کراچی میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا اس میں شرکت فرمائی، ۱۹۵۲ء میں خواجہ ناظم الدین مرحوم کی جانب سے دستوری مسائل پر غور کرنے کے لئے جن ممتاز علماء کو دعوت دی گئی ان میں آپ بھی شامل

تھے، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور تعاون فرمایا۔ اور زندگی کے آخری لمحے تک

مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست، مشیر اور اس کی مجلس شوریٰ کے صدر نشین رہے،

اور آخر تک حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت مولانا

احتشام الحق تھانوی وغیرہ اکابر علماء کے ساتھ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے

حضرت مولانا جالندھری قدس سرہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ مختلف ذوق اور

نظریات کے حضرات آپ کے حسن تدبیر، اخلاص اور معاملہ فہمی پر کمال اعتماد کرتے تھے اس

بنام پر مختلف حلقوں کو جوڑنے اور ان کے مابین پیدا شدہ غلط فہمیاں رفع کرنے میں بڑا موثر

کردار ادا کرتے تھے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کی وفات کے بعد جب جمعیت علماء اسلام کے بزرگوں میں اختلاف پیدا ہوا تو آپ نے اتحاد و اتفاق کرانے کے لئے بڑی محنت کی اور متعدد بار لاہور و کراچی کا سفر کیا بالآخر ۱۹۵۴ء میں کراچی میں اکابر جمعیت کا اجلاس طلب کیا جس میں بالاتفاق حضرت مولانا مفتی محمد حسن امجد سہیل جمعیت کے صدر منتخب ہوئے، اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو نائب صدر منتخب کیا گیا، ۱۹۶۹ء میں پھر نا اتفاق ہوئی تو آپ نے بستر علالت پر اتفاق اتحاد کی کوششیں کیں الغرض اخلاق و اوصاف میں آپ اپنی نظیر آپ تھے، حق تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت جالندھریؒ کی شخصیت تھانہ بھون اور دیوبند سے تعلق کی وجہ سے شہر آفاق تھی جب دفاق المدارس کے اجتماعات میں اُن سے مصاحبت و ہم نشینی کے مواقع میسر آئے تو انہیں جذبات سے بالاتر اور لطیف و غضب سے پاک دیکھا، عقل و دانش اور علم و تدبیر اُن کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، خفیف الجسم اور سبک روح تھے اور بڑی قابل قدر ہستی تھی اور مولانا جالندھریؒ اپنے دور کے جید عالم دین تھے، بڑے عاقل و متین اور مدبر و منتظم تھے، علم و دتار کا مجسمہ اور خدا ترسی و لگنیت کا بہترین نمونہ تھے اُن کا مدرسہ خیر المدارس اہم بامستی ہے اور تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس و اصلاح اخلاق اور تربیت قلوب کی طرف بھی توجہ تھی، صورت کے ساتھ روح بھی تھی اور صفائی معاملات میں خصوصی امتیاز تھا۔“

الغرض آپ ایک عظیم محدث، مدبر، محقق اور عارفِ کامل تھے، تتبع سنت اور صداقت کا پیکر تھے، درس و تدریس اور وعظ و ارشاد آپ کی زندگی کا اصل محور تھا، اور تصنیف و تالیف کا شغل بہت ہی کم تھا تاہم چند مفید رسائل تالیف فرمائے ”خیر الاصول“ ”خیر التقیید فی اثبات التقلید“ ”خیر الوسیلہ“ ”تیسرے الابواب“ ”خیر المصابیہ“ ”فی اثبات الزاد“ ”نماز حنفی مترجم“ آخری عمر میں صحیح بخاری کی ایک مختصر سی شرح بھی تحریر فرمائی اور اپنے کچھ حالات بھی قلمبند کئے۔

آپ کے مقام علمی و روحانی کے متعلق حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:- حضرت مولانا خیر محمد صاحب بڑے عالم اور بزرگ تھے، علم کے پرکھنے کے لئے تو ان کی تالیفات، درس و تدریس، خیر المدارس کی بنیاد، مناظرے تبلیغ اسلام کے مواعظ، مجلس گفتگو حاضر و بعید سب کے لئے شاہدِ عدل ہیں مگر ہر فن والا ہی فن والے کے درجہ کو پہچان سکتا ہے، اس لئے اہل علم ہی ان کے علمی مرتبے کو پہچان سکتے ہیں۔ جیسے ہر فن کے ماہر کو اس کے فن والے ہی ماہر ہونا اور کس درجہ کا ماہر ہے، پہچان لیتے ہیں درندہ دلوں کے لئے تو سب یکساں ہی معلوم ہوا کرتے ہیں یہ قاعدہ سب کے نزدیک تسلیم شدہ ہے حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی علمی مہارت اہل علم میں معروف و مشہور ہے مگر بزرگی کا کیا درجہ ہوگا، اس تک ہر اہل علم بھی نہیں پہنچ سکتا ”دلی راوی می شناسد“ ایک صحیح قاعدہ ہے: ”اُن میں یاد و جہ ہے اس کو اہل باطن بزرگ ہی پہچان سکتے ہیں دوسروں کے بس کا کام نہیں ہے“ اس کے لئے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ جو زمانہ حال میں اور خصوصاً علوم باطنیہ کے مجدد تسلیم شدہ ہیں ان کا بعیت و تربیت کی اجازت نامہ اور مرض و وفات میں بن خلفاء کا انتخاب تربیت مجمع فرما کر اعلان فرما دیا

تھا جو "اشرف السوانح" میں درج ہے اس میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب کا نام نامی درج ہونا ان کے باطنی مرتبہ کی عظیم شہادت ہے۔ بلکہ ایک دفعہ فرمایا تھا کہ "انجن تو چھوٹا سا ہے مگر گاڑیاں بہت کھینچتا ہے" چونکہ حضرت مولانا کی ظاہری جسامت بہت مختصر تھی اس کی طرف اشارہ فرما کر باطنی قوت و فوقیت کو انجن کی زبردست اسٹیم سے تشبیہ دے کر باطنی مرتبہ ظاہر فرمایا ہے، حضرت حکیم الامت کی ان دو شہادتوں کے سامنے اور کسی کی تعریف و ستائش پر کتاب کی کتاب میں بھی اس پایہ کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بہر حال آپ کی عالمانہ رفعت و عظمت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے، آپ اپنے ہم عصر علماء کے محب و محبوب تھے بالخصوص علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مفتی محمد حسن امجدی، مآطرا احمد عثمانی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا سید عطاء اللہ بخاری، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا احتشام الحق تھانوی آپ کے بڑے قدر تھے اور مرتبہ شناس تھے۔

آپ کی پوری زندگی تعلیم و تربیت، اصلاح و ارشاد اور دعوت و تبلیغ میں بسر ہوئی۔ وہ افراد آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفیض ہوئے۔ اور آخر کار یہ مرد مومن ۲۰ سالانہ ۱۳۹۰ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ -

ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اور مولانا شمس الحق انصاری نے نماز جنازہ پڑھائی اور خیر المدارس کے دارالحدیث کے عقب میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ بڑے بڑے وزراء نے اظہار تعزیت کیا، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے اپنے تعزیتی خط میں فرمایا کہ:-

۱۔ مکتبہ گرامی بنام احقر بخاری عفرلہ (

"مولانا کی وفات کے بعد علماء اپنے آپ کو یتیم محسوس کر رہے ہیں وہ اس زمانہ میں علماء سلف کی یادگار تھے اور تمام علماء میں افضل اور قابل احترام تھے" حضرت علامہ سید محمد رفیع بنوری فرماتے ہیں:- کہ

"حضرت جالندھری کی موت عقل و دانش، علم و دقت، مدبر و منتظم اور مکرم اخلاق کی موت ہے ان کے وجود سے علم اور علماء کا وقار قائم تھا، خانقاہ کی عظمت باقی تھی ارشاد و نصیحت کی شمعیں روشن تھیں اور اصلاح و تربیت کی محفلیں آباد و بارونق تھیں۔"

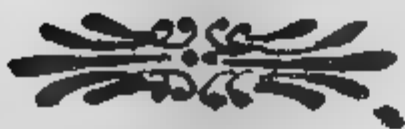
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے یہ تارخ وفات لکھی تھی:-

وفات جس کی ہے بیشک وفات علم و عمل
یہ کیسی ہستی ہے مثل کھو گئی تارخ
سرازم سے پکارا جو آج ہاتھ نے

وفات خیر محمد ہی ہو گئی تارخ ۱۱

۱۳۸۹

۱۳۹۰



حضرت مولانا عبدالرحمن کاندپوری

محدث کبیر، عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جو ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت اور تبلیغ و ارشاد میں گزارتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب مشہور افغان قبیلہ یوسف زئی سے منسلک ہے آپ کے آباء و اجداد شرافت و دیانت پاکیزگی عمل اور دنیاری میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے والد ماجد مولانا گل محمد صاحب اپنے وقت کے مشہور طبیب ایک سنجیدہ عالم دین، نہایت متقی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ آپ کی پیدائش ۲۷ اگست ۱۸۷۲ء کو ضلع کیمبل پور میں ہوئی۔ آبائی وطن کیمبل پور ہونے کی وجہ سے نسبت کامل پوری ہونی چاہیے تھی، مگر نسبت آپ کے نام سے مناسبت نہیں رکھتی تھی اس لئے کہاں تقویٰ و علم کی وجہ سے کامل پوری نسبت مشہور ہوئی، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی اور لطافت طبع مشہور ہے اس لئے آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ :-

”کامل پوری نہیں کامل پور سے ہیں۔“

آپ بچپن ہی سے خدا ترس، رحم دل، خوش اخلاق اور سنجیدہ طبیعت تھے بچپن سے تعلیم کا شوق تھا قرآن مجید اپنے وطن ہی میں پڑھا۔ پھر ابتدائی تعلیم عربی اور فارسی شمس آباد میں پڑھی، اس کے بعد مکہ تشریف لائے۔ اور مولانا قاضی عبدالرحمن صاحب سے شرح جامی اور ملاحسن تک کتابیں پڑھیں پھر آپ نے ہندوستان کا عزم کیا اور ۱۹۱۲ء میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ اس زمانے میں مظاہر العلوم میں حضرت اقدس مولانا خلیل

احمد سہارنپوری اور مولانا عبداللطیف، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا غنایت علی اور مولانا عبدالوحید جیسے اکابر مدرسین موجود تھے اور اپنے فیض علمی سے دنیا کو سیراب کر رہے تھے آپ نے مظاہر العلوم میں داخلہ لے کر مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا عبداللطیف اور مولانا ظفر احمد عثمانی، جیسے اساتذہ سے دورہ حدیث پڑھا۔ اور ۱۳۳۱ھ میں سند فراغت تعلیم حاصل کی۔ پھر کمرہ دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، علامہ محمد انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد احمد قاسمی سے کتب احادیث پڑھیں، اور مظاہر العلوم سہارنپور کی طرح دارالعلوم دیوبند سے بھی نمایاں کامیابی حاصل کی، فزاعت تعلیم کے بعد اپنے استاذ کرم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہوئے۔ اور اپنے استاذ محکم کے لگائے ہوئے باغ علم کے مستقل باغبان بنے اور قیام پاکستان تک آیاری کرتے رہے،

۱۳۴۴ھ میں مظاہر العلوم کی تاریخ میں یہ انقلاب آیا کہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نے مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مظاہر العلوم سے حضرت اقدس سہارنپوری کی روانگی واقعی بڑی حیران کن واقعہ اور ناقابل تلافی نقصان تھا۔ مگر آپ نے تلامذہ کی ایک ایسی پاکیزہ اور قابل دلائق جماعت تیار کر لی تھی کہ آپ کو یقین کامل تھا کہ میرے جانے کے بعد اس چمنستان علم کی رکھوالی اور اس گلستان چین کی شرافت کی نگہبانی کی پوری صلاحیت ان میں موجود ہے، چنانچہ آپ عازم مدینہ منورہ ہوئے، اور آپ کی جگہ آپ کے قابل دلائق شاگرد حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوری صدر مدرس مقرر ہوئے اور قیام پاکستان تک علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس عرصہ میں ہزاروں طالبان علم فیضیاب ہوئے۔ اور علوم دینیہ سے اپنے سینوں کو منور کیا، تقسیم ملک کے بعد آپ بہبودی تشریف لائے اور وہاں سے استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کی دعوت پر مدرسہ خیر المدارس ملتان تشریف لائے، جہاں تین سال قیام فرمایا اور سینکڑوں علماء آپ سے علوم حدیث کی سند حاصل کر کے خارج التحصیل ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور

کی طرف سے شیخ الفقه کے عہدہ کے لئے آپ کو دعوت دی گئی، مگر آپ نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ پھر شوال ۱۳۶۹ھ میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار کے عہدہ شیخ الحدیث کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں تین سال شعبان ۱۳۷۲ھ تک حدیث رسولؐ کے چراغ جلاتے رہے۔

آپ ایک جید عالم، قابل مدرس، محقق، محدث، اور فقیہ ہی نہ تھے بلکہ اپنے وقت کے ایک شیخ طریقت اور آسمان روحانیت کے آفتاب بھی تھے آپ نے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے دستِ حق پرستی کی، اور پھر وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مسلسل کئی برس سرک و تصوف کے منازل طے کرنے کے بعد ان کے خلیفہ مجاز مقرر ہوئے، آپ کی روحانی صلاحیتوں کو دیکھ کر حضرت حکیم الامت تھانویؒ آپ کو کامل پوری نہیں بلکہ کامل پورے فرمایا کرتے تھے۔

آپ کو اپنے شیخ سے از حد محبت تھی اور ساری زندگی ان کے تباہے موئے اصولوں پر گزار دی، اپنے ہم عصر علماء و اکابرین کا بھی بیحد احترام کرتے تھے خصوصاً مولانا طہر احمد عثمانیؒ علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، اور مولانا شمس الحق افغانیؒ کے محب و محبوب تھے مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے بھی گہرے تعلقات اور مراسم تھے اور ان حضرات کا بے حد احترام فرماتے تھے اسی طرح آپ کے ہم عصر علماء بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے، اور آپ کی شخصیت کا کھلا اعتراف کرتے تھے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک مرتبہ خیر المدارس مئمان کے قیام کے دوران فرمایا: کہ قیامت کے روز اتنا کہ دینا اپنے لئے کافی

سمجھتا ہوں کہ میں نے مولانا عبدالرحمن کا پوری کو دیکھا ہے۔
علامہ سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا کہ:۔ مولانا عبدالرحمن کی شان کا کتنا

ایک ایک خط مکاتیب عبادۃ الرحمن میں ایک ایک مقام پایا ہے۔
مولانا عبدالباوی ندویؒ فرماتے ہیں کہ:۔

مولانا کی قدر تو وہ آدمی جانے گا جسے صحابہ کرامؓ کی زندگی پسند ہو۔
مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

”حضرت تھانویؒ کے دھماکے کے بعد ہم سب میں تغیر آیا۔ اور زمانہ کے حالات سے متاثر ہوئے مگر مولانا عبدالرحمن صاحب کا کمال ہے کہ آپ میں کوئی تغیر نہیں آیا۔“

محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: کہ مولانا عبدالرحمن صاحب کا پوری علوم اسلامیہ، دینیہ اور عقلی و نقلی فنون کے جامع ترین عالم تھے۔ اضافی علم و فضل و کمال ان کی شخصیت میں مجتمع تھیں وہ عالم و عارف تھے صوفی و محقق اور فقیہ و محدث تھے علم اصول و کلام کے ایک ماہر اصول اور فاضل متکلم تھے، غرض علمی دنیا کے آفتاب ماہتاب تھے، کوہِ وقار و مہکت، پیکرِ علم و عمل، تواضع و انکساری اور اصلاح تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے، تواضع خاموشی اور کم گوئی آپ کی ایک فطری کرامت تھی، بڑے قابل قدر بزرگ تھے،

(تجلیاتِ رحمانی مؤلف سعید الرحمن)

بہر حال آپ کا مقام بہت بلند تھا، اور اپنے وقت کے عظیم محدث، فقیہ اور شیخ کامل تھے، آپ کے تلامذہ میں بڑے جلیل القدر علماء بھی شامل ہیں جن کے اسما گرامی سے آپ کی عظیم شخصیت اور علمی مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا عبد الشکور کامل پوریؒ، مولانا سعد اللہ سہارنپوریؒ، مولانا شمس الحق فرید پوریؒ، مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ،

مولانا محمد احمد تھانویؒ، اور مولانا ابرار الحق صاحبؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ تمام علم بھی اپنے اپنے وقت کے جید ترین علمائے دین شمار ہوتے ہیں،
الغرض آپ ساری زندگی، رس و تدیس اور تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہے اور آخر کار ۲۷ شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۵ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی، اور حضرت مولانا نصیر الدین نے امامت کے فرائض انجام دیئے، اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(تفصیل کے لئے "تجلیاتِ رحمان" ملاحظہ فرمائیے)



● "حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ یہ دونوں قلب کی ایسی بیماریاں ہیں جن کے باعث انسان کی دنیوی زندگی اور آخری زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسانی تاریخ میں اب تک جتنی انسانیت سوز لڑائیاں لڑی گئیں اور جو فساد برپا ہوئے اُن میں سے اکثر و بیشتر کو انہی دو بیماریوں نے جنم دیا تھا۔"

(مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ)

حضرت مولانا اطہر علی سلمیٰ

مخدوم العلماء والصلحا حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے اُن علماء و حق میں سے تھے، جنہوں نے مسلم لیگ کی حمایت میں نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر کام کیا، آپ مشرقی پاکستان میں دیوبندی مسلک کا سب سے پہلا نمونہ تھے آپ نے نصف صدی سے زائد بے غرضی اور لگن کے ساتھ اچھاوین و شریعت اور علمائے الحق کے لئے کام کیا، آپ کی زندگی جذبہ خدمت دین اور شوقِ حریت کا حسین امتزاج تھی۔

آپ ضلع سلہٹ مشرقی پاکستان کے ایک شریف، معزز اور دیندار گھرانے میں ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے، قرآن مجید اپنے والد ماجد سے پڑھا اور ابتدائی تعلیم مدرسہ مدرسین تھا نہ نیانی بازار میں حاصل کی، ثانوی تعلیم مدرسہ تاسمیہ مراد آباد میں حاصل کی، پھر مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے، اور امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، عارف باللہ حضرت مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ اور استاد العلماء حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ جیسے آفتاب علم و عمل اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا، تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ جھنگ باڑی میں مدرس ہوئے، کچھ عرصہ ضلع کلا

میں مدرسہ تاسمیہ کے صدر مدرس رہے، بحیثیت مدرس آپ کی کامیابی اور مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلہٹ میں یہ بات ضرب المثل بن گئی تھی، کہ جو شخص آپ کے درس میں بیٹھے اور پھر بھی سبق نہ سمجھے، اس کو پڑھنا ہی ترک کر دینا چاہیئے، تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ ہمیشہ تبلیغی و اصلاحی خدمات بھی انجام دیتے رہے اور اس سلسلہ میں بولائی ضلع کشور

گنج کے ایک رئیس کی درخواست پر وہاں تشریف لے گئے، اور کئی سال تک تبلیغی و اصلاحی خدمات میں مصروف رہے اور دینی سرگرمیوں کی وجہ سے جلد ہی مروج عوام و خواص بن گئے بعد میں کچھ دینی مصلحت کی وجہ سے بیہیت نگر چھوڑ کر پورن تھانہ میں مقیم ہو گئے جہاں ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد رکھی، آپ کی کوششوں اور مساعی جمیلہ کی بدولت آج اس مسجد کا شمار مشرقی پاکستان کی تعلیم مساجد میں ہوتا ہے اور اس مسجد کا پانچ منزلہ مینار دہلی کے قطب مینار کی یاد دلاتا ہے، یہاں قیام کے دوران حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حکم سے درس و تدریس کے ساتھ عقیدتمندوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح میں مصروف رہے اور حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی تحریر کردہ تنظیم المسیین اور تعلیم المسیین کی اشاعت کے بعد دعوت و تبلیغ کے کاموں میں پہلے سے زیادہ وقت گزارنے لگے، ۱۹۴۵ء میں مدرسہ امداد العلوم کے نام ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ جو کچھ عرصہ بعد عظیم الشان دینی ادارہ ”جامعہ امداد یہ کشور گنج کی شکل اختیار کر گیا جس میں اب تک ہزاروں طالبان علم حدیث حاصل کر چکے ہیں اور آپ کے ہزاروں طالبان علم اور فیض یافتہ حضرات اندرون و بیرون ملک دینی و ملی خدمات میں مصروف ہیں۔

تعلیمی و تدریسی کاموں کے علاوہ آپ نے اس وقت کے مجددِ اعظم حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ روحانی تعلق قائم رکھا، اور ان کے دستِ حق پرستی کی اور پھر اپنے شیخ کی ہدایات و احکامات پر عامل رہ کر مسلسل سلوک و تصوف کے مدارج طے کرتے رہے اور تین سال کے مختصر عرصہ میں شعبان ۱۳۲۸ھ میں خلافت و اجازت کے شرف سے مشرف ہوئے حکیم الامت سے تعلق کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے:- کہ۔

”مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جتنا بھی میں نے علم حاصل کیا تھا اور جو کچھ پڑھا تھا وہ محض زبانی تھا حضرت حکیم الامت سے تعلق کے بعد حقیقت سمجھ میں آئی اور ان پر حقیقی معنوں میں عمل کرنے کی توفیق ہوئی“

یہ حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو سلوک کے اس اصول کے تحت کہ مرید اپنے آپ کو شیخ کے حوالے اس طرح کر دے جیسے میت کو غسل کے حوالے کر دیا جاتا ہے آپ نے واقعی اپنے آپ کو حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ کے تابع کر رکھا تھا اور جیسے وہ حکم فرماتے، اسی پر عمل کرتے تھے،

علمی، دینی، تبلیغی و اصلاحی خدماتِ جلیلہ کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے استادِ محترم شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور اپنے ہم عصر علماء شیخ الحدیث حضرت مولانا طہر احمد عثمانیؒ اور مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندؒ کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان اور اس کے بعد نظام اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں بھرپور عملی حصہ لیا اور وہ خدماتِ جلیلہ انجام دیں۔ جنہیں تاریخ پاکستان کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ حضرت مولانا اطہر علی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی زندگی کا آغاز سلٹ ہی سے ہوا۔ جہاں سرحد کی طرح نے مسلم لیگ ریفرنڈم کا رہا ہی تھی اور آسام کے ساتھ یہ علاقہ کانگرس کا مضبوط اڈا تھا لیکن حضرت مولانا طہر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا اطہر علی سلطانیؒ کی دن رات کوشش اور جدوجہد سے سلٹ کا علاقہ پاکستان کی سرحد میں شامل ہو گیا، پاکستان بن جانے کے بعد تحریک پاکستان میں شامل علماء نے مشرقی و مغربی پاکستان میں یہ فیصلہ کیا کہ اب ہمیں پاکستان کو حاصل ہو گیا ہے مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ کس ملک میں نظریہ پاکستان اور قائد اعظم کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اسلامی نظام کے قیام کی کوشش تیز کر دی جائے چنانچہ اس کے لئے قومی اسمبلی کے اندر نظام اسلام کے روح رواں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ایک مضبوط بیچان بن کر کام کر رہے تھے اور ان کے رفقاء جمعیت علماء اسلام میں رہ کر پورے پاکستان میں سرگرم عمل تھے چنانچہ دائیں بازو مشرقی پاکستان میں اس تحریک کی قیادت حضرت مولانا اطہر علی صاحب، مولانا شمس الحق صاحب فرید پوری اور مولانا دین محمد وغیرہ فرما رہے تھے اور بائیں بازو مغربی پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا طہر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد حسن امجدؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور

مولانا محمد ادریس کاندھلوی اسی تحریک نظام اسلامی کو پروان چڑھا رہے تھے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی جب پاکستان بننے کے بعد ڈھاکہ جب پہلی مرتبہ جمعیت علماء اسلام کی ایک عظیم الشان کانفرنس میں شریک ہوئے۔ تو مولانا اطر علی سیٹھی مرحوم نے ہی خطبہ سقبالیہ پیش کیا جو آج بھی مطبوعہ موجود ہے جس کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کو زندگی بسر کرنے کے لئے مولانا مرحوم کے دل و دماغ میں کس قدر عزم و استقلال کی پختگی موجود تھی غرض کہ آپ ساری زندگی پاکستان میں نظام اسلام کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور اس مقصد کے لئے مشرقی پاکستان سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد قرا واد مقاصد کی ترتیب و تدوین میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کے دست راست رہے، پھر ۱۹۵۱ء کے ہر مکتبہ فکر کے جعید علماء کے اجلاس میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے اور ۲۲ نکات کی ترتیب و تدوین میں علماء کا ہاتھ بٹایا۔ پھر ۱۹۵۳ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے دستوری تجاویز میں ضروری ترامیم کے سلسلے میں جن علماء کو شرکت کی دعوت دی گئی ان میں مولانا اطر علی صاحب بھی شامل تھے اسی طرح اردو کو سرکاری زبان بنانے والی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اور مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہمراہ اس سلسلہ میں بھی قائد اعظم سے ملاقات کی۔ اور ہمیشہ آپ نے ہر جابر و ظالم کے سامنے کلمہ حق ادا کیا۔ تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۵۴ء میں سوشلزم کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ اور اس لادینی نظام کے سیلاب کو روکنے کے لئے مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کے شانہ نشانہ صنف و پیرائے سالی کے باوجود زبردست تحریک چلائی اور پاکستان کے اہم شہروں میں دورہ فرماتے رہے اور گوام کو اس لادینی فتنے سے آگاہ کرتے رہے،

الغرض حضرت مولانا مرحوم کی ذات گرامی مشرق و مغرب پاکستان میں اچھا دینی،

روحانی، اخلاقی تعلیم و تربیت اور نشر و اشاعت علوم و معارف قرآنیہ کے لئے وقف تھی آپ کی تقریر و تحریر مؤثر اور دلپذیر ہوتی تھی۔ زندگی بڑی سادہ تھی، تکلف، تعلق اور مادی آرائش و زیبائش سے نفرت تھی۔ ان خوبیوں کے علاوہ مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور اعلائے کلمۃ الحق سے کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ اس کی سزا بھی بھگتنی پڑی اور حبس الراجل کے ظالمانہ دور حکومت میں آپ کو کلمۃ الحق کی پاداش میں قیدی بنایا گیا۔ یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں آپ کے ہاتھ پاؤں توڑ دیئے گئے۔ رہائی کے بعد آپ پر فالج کا زبردست حملہ ہوا اور مہینہ سنگھ ہسپتال میں ۵ اکتوبر ۱۹۶۶ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۹۲ء کو رات میں نبی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

جامعہ امدادیہ کشور گنج میں آپ کی تدفین ہوئی جو آپ ہی کی جاری کردہ ایک عظیم الشان درسگاہ ہے، آپ کی وفات پر ملک کے ممتاز علمائے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ آپ کی علمی، دینی، روحانی اور سیاسی کارناموں کا اعتراف کیا۔ ذیل میں چند مشاہیر علماء کے مختصر تاثرات درج کئے جاتے ہیں،

مولانا محمد ادریس صاحب بنوری فرماتے ہیں کہ :-

”مولانا اطر علی صاحب سابق مشرقی پاکستان کے ممتاز ترین عالم تھے۔ علمی و سیاسی خدمات میں مشہور بزرگ تھے آپ بنگلہ دیش کے علماء و فضلاء میں جامع شخصیت تھے، وہ عالم تھے۔ فاضل تھے، صوفی تھے، درویش تھے، دیوبند کے فاضل تھے اور حکیم الامت تھانوی کے خلیفہ ارشد تھے“

مولانا جمیل احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ :-

مولانا اطر علی صاحب کی شخصیت اس دور میں چراغِ راہ

کی حیثیت رکھتی تھی۔ اُن کی زندگی سلف الصالحین کا نمونہ تھی اور اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور بے لوث خدمتِ دین کی وجہ سے عوام و خواص میں بے حد مقبول تھے، اُن کی وفات علمی حلقوں کا عظیم نقصان ہے۔“

مولانا محمد تقی عثمانی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی فرماتے ہیں کہ:-

حضرت مولانا مرحوم پوری اُمتِ مسلمہ کی گرانقدر متاع تھے۔ اُن کی وفات پوری دنیا کے اسلام کے لئے ایک سانحہ عظیم ہے۔ مولانا محمد متین خطیب صاحب فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت مولانا کی ذات بابرکات کی وفات سے پوری قوم یتیم ہو گئی ہے اور علماء کی روشن شمع بجھ گئی، کشور گنج مشرقی پاکستان میں جامعہ امدادیہ، آپ کی عظیم دینی درسگاہ ہے جس کی بنیاد پر آپ نے لاکھوں روپے خرچ کئے تھے، اس جامعہ کی عظیم آستانِ مسجد شہداء کے ممبر و محراب آج بھی آپ کے مواعظ حسہ اور ذکرِ اُٹار کی صدائیں یاد دلاتے ہیں اور آج بھی ذکرِ اُٹار کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک بلند ہوتی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین،
شیخ عالم، قطبِ ملت حضرت اطر علی
دارتِ علم نیرت ۱۲، حضرت اطر علی
جانشین تعاونی مرد حق، روشن ضمیر
ہادی رام پڈائی حق کی رحمت حضرت اطر علی

حضرت مولانا احمد علی لاہوری

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ان علمائے حق میں سے تھے جن کی زندگی کا ہر گوشہ رضائے الہی کے تابع ہوتا ہے، آپ اپنے دور کے محققِ عالم، بے مثال مفسر، مدبّر، اور عارفِ کامل تھے، آپ گوجرانوالہ میں گکھڑیلو سے اسٹیشن سے مشرق کی جانب قصبہ جلال میں ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔ ماہِ نزولِ قرآن کے دوران پیدا ہوئے، ماہِ نزولِ قرآن کے دوران پیدا ہونے والا یہ تیسرا بابا عمر بھرا سی فوراً ہایت کی ضیا پاشی کرتا رہا، آپ کے والد محترم شیخ حبیب اللہ سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے، اور صاحبِ درد بزرگ تھے، بیوٹس سنبھالتے ہیں والدہ مکرمہ نے تعلیم و تدریس شروع کر دی اس کے بعد ایک درویش صفت مرقندہ مولانا عبدالحق صاحب کے سایہِ عاطفت میں دے دیئے گئے انہوں نے کمالِ شفقت و محبت تربیت فرمائی، پھر امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی کی آغوشِ شفقت میں چلے گئے انہوں نے اپنے پیرِ طریقت مولانا غلام محمد دین پوری کے سپرد کر دیا پھر تحریکِ آزادی ہند کے جانباز سپاہی مولانا تاج محمد پوری کے جذبہ جہاد و جانبازی سے سرشار ہوئے، اس کے بعد جب مولانا عبید اللہ سندھی کی تحریک پر گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ دارالرشاد کا قیام عمل میں آیا تو حضرت لاہوری کو حضرت سندھی نے وہاں داخل کر دیا، یہاں پر آپ نے نہایت محنت و شوق سے چھ سال تک علومِ دینیہ کی تکمیل کی، ۱۹۲۷ء میں آپ فارغ التحصیل ہوئے، فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے اور حضرت سندھی نے اپنی صاحبزادی آپ کے جالہ عقد میں دے

دی آپ کو ٹھہر چھٹا میں تقریباً تین سال تک نہایت محنت و جانفشانی سے تدریس و تعلیم میں مشغول رہے پھر جب مولانا عبداللہ سندھی نے جمعیت الانصار قائم کی تو مدرسہ دارالاشاد سے مولانا لاہوری کو اپنے پاس بلایا اور نظارۃ المعارف القرآنیہ کے نام پر علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کی ایک مخلوط جماعت تیار کی جس کا مقصد حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق تبلیغی مشن چلانا تھا۔ حضرت لاہوری نے اس جماعت کی تنظیم میں حضرت سندھی کا پورا پورا ساتھ دیا، اس کے بعد حضرت سندھی کے حسب ارشاد آپ نواب شاہ کے ایک مدرسہ میں آگئے اور تدریس و تعلیم کا مشغلہ جاری رکھا، اس کے بعد مولانا سندھی کے حکم پر علی گڑھ میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر جب مولانا سندھی کو انفانتان کی طرف ہجرت کرنا پڑی تو اپنے پیچھے آپ کو جمعیت الانصار کا نگران مقرر فرمایا، اور حضرت سندھی نے کابل کے قیام کے دوران اپنی تنظیم اور سرگرمیوں کے بارے میں آپ کو کچھ خطوط ارسال کئے تھے، چونکہ چند ہم خیال حضرات کو پہنچانے تھے خطوط تو مکتوب الیم کو پہنچا دیئے گئے، لیکن بعد میں پکڑے گئے،

حکومت ہند برطانیہ نے اس تحریک کو کچلنے کا کام شروع کر دیا، اگر حضرت سندھی کی وہ تحریک کامیاب ہو جاتی جس کا مقصد اتحاد و وطن کے سوا کچھ نہ تھا تو پاکستان ۱۹۴۷ء سے کئی سال قبل معرض وجود میں آچکا ہوتا۔ ان خطوط کے پکڑے جانے کے بعد حضرت لاہوری کو بھی گرفتار کر لیا گیا، دہلی سے شملہ لایا گیا۔ اور وہاں حوالات میں بند کر دیا گیا۔ حوالات کا نگران آپ کی حسن سیرت اور محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کو اپنی بساط کے مطابق ہر طرح کی سہولتیں اور مراعات پہنچانے میں لگ گیا آپ کو نماز کے وضو کے لئے صاف پانی مہیا کرتا۔ کبھی کبھی مٹھائیوں سے تواضع کرتا اسی طرح بستر وغیرہ بھی اپنے گھر سے لایا کرتا۔ شملہ سے آپ کو لاہور لایا گیا اور پھر جالندھر وہاں پر حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری بھی پابزخیر لائے گئے ان کو بھی اسی جرم کی پاداش میں لایا گیا تھا جس جرم کی پاداش میں آپ سنت یوسفی

ادا کر رہے تھے جالندھر میں آپ کو قصبہ راہون میں نظر بند کر دیا گیا، اس کے بعد آپ کو راہون سے لاہور لایا گیا۔ سی آئی ڈی پولیس کے افسر نے ایک مسلمان افسر کے سامنے آپ سے یوں خطاب کیا کہ حکومت آپ کو صوبہ سندھ یا دہلی واپس بھیجنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ اس کا یقین ہے کہ سندھ یا دہلی میں آپ کی واپسی کسی لحاظ سے مناسب نہیں لہذا آپ کو لاہور ہی میں رہنا ہوگا لیکن آپ کو اس سلسلے میں دو ضامن پیش کرنے ہوں گے جو ہزار ہزار روپے کی ضمانتیں دیں تب گورنمنٹ آپ کو رہا کرے گی۔

آپ نے فرمایا: کہ یہاں میرا کوئی شناسا نہیں ہے اگر آپ مانیں تو میں دہلی یا سندھ سے ضامن لا دیتا ہوں۔

لیکن حکومت نہ مانی۔ بہ ہزار وقت قاضی ضیاء الدین مرحوم فاضل دیوبند ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ کا نام نامی یاد آیا جو ان دنوں لاہور میں قیام پذیر تھے ان سے ملے تو انہوں نے ملک لال خان میجر انجمن اسلامیہ گوجرانوالہ کا نام تجویز کیا چنانچہ اس طرح نہایت محنت و جانفشانی کے بعد آپ کو دو ضامن ملے۔ لاہور میں رہائش پذیر ہونے کے بعد آپ نے درس قرآن مجید شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ احباب کی امداد و اعانت پر اشاعت قرآن اور اسلام کی ترقی کے لئے انجمن خدام الدین کا قیام عمل میں لایا گیا اور انجمن کے آپ ہی امیر منتخب ہوئے بعد میں انجمن کی طرف سے خدام الدین کے نام سے ایک ہفت روزہ دینی رسالہ نکالنا شروع کیا جواب تک ملک ملت کی دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اس کے ساتھ آپ نے مدرسہ قاسم العلوم قائم کر دیا اس کی ابتدا ایک عربی مدرسہ سے ہوئی جو بعد میں قاسم العلوم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس میں عربی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء اور علماء حضرات آکر تفسیر قرآن پڑھنے لگے رفتہ رفتہ اس چشمتہ فیض میں دارالعلوم دیوبند، سماعت پور، مدرسہ امینیہ دہلی مدرسہ شاہی مراد آباد سے فارغ علماء کی جماعتیں آسنے لگیں اور یہاں پر یکم رمضان سے آخر ذیقعد تک یہ خاص کلاس مڑا کرتی تھی جو کہ آپ کے آخر دم تک جاری رہی ان کی سندت پر امام العصر علامہ محمد نور شاہ

کشمیری، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور مجاہد اسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے دستخط ہوتے تھے اب یہ مدرسہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔ مدرسہ کے اقامت پذیر طلباء کے لئے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا لیکن جگہ کی قلت کی وجہ سے ان کو سخت دقت پیش آتی تھی۔ اس کے پیش نظر انجمن نے مدرسہ کی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا اور لائن سبجان خان میں ایک قطعہ اراضی خرید کر مسجد مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا سنگ بنیاد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔ بہر حال آپ پون صدی کی داستان تحریک آزادی ہند کے امین تھے، ہر ملی معیت میں قوم کا ساتھ دیا۔ تید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اس مرد آزاد نے ہر موقع پر علامہ کلمۃ الحق کہا، قرآن مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر ہمیشہ زور دیتے رہے اور اگر ملت بیضیا میں کسی طاغوتی طاقت نے کوئی نکتہ اٹھایا۔ تو اس کا ڈٹ کر دندان شکن جواب دیتے۔ تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اگر حکومت وقت نے دین کے بارے میں کوئی خلاف شرع کام کیا تو اس پر باب اختیار کے سامنے کلمہ حق کہنے سے باز نہ آتے، اس سلسلے میں کئی بار آپ کی زبان بندی بھی ہوئی، چنانچہ ۱۹۳۱ء میں میکلیگن انجینئرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کئے آپ نے جرات و ہمت سے کام لے کر اس کے خلاف کلمہ حق بلند کیا اور آپ کو اس سلسلے میں گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن بعد میں اس باب حکومت کو اپنی ضیافت سے تائب ہونا پڑا اور آپ کو باعزت طور پر رہا کر دیا گیا۔

الغرض آپ ساری زندگی اسلام کی خدمت میں مصروف رہے اور ساری عمر تفسیر، سنت اور تزکیہ باطنی کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے قرآن پاک کا دواں دواں اردو ترجمہ کیا اس کے علاوہ چونتیس چھوٹے چھوٹے رسالے تالیف فرمائے، جن میں تذکرہ رسوم اسلامیہ، اسلام میں نکاح، بیوگان، ضرورۃ القرآن، اصلی حنفیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف، میراث میں حکم شریعت، توحید مقبول، نوٹ کا شرعی فیصلہ

مداحادیت کا مگدستہ اور فلسفہ روزہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ذیل میں آپ کے چند اقوال ورنج کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

- ۱۔ ہر کام میں حصول رفعت الہی ہونا چاہیے۔
- ۲۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی تشریح و تہلیل میں ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو عباد سے اور خلق خدا کو خدمت سے راضی رکھے۔
- ۳۔ دل کننا ہی سخت ہو مگر ذکر الہیہ کی متواتر ضربوں سے نرم ہو جاتا ہے جس طرح سخت پتھر میں پانی کے ٹپکنے سے نشیب پڑ جاتا ہے۔
- ۴۔ دین پر استقامت طلب کرو، کرامت طلب نہ کرو۔ کیونکہ استقامت کا درجہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔

۵۔ جو موتی اللہ والوں کی جوتیوں میں ملتے ہیں۔ بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتے۔ آخر کار یہ مرد درویش، اور رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ

لاکھوں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور میان قبرستان میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی۔ کافی عرصہ تک آپ کے مزار مبارک سے شمیم جنت کی خوشبو آتی رہی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نوزستہ ترے در کی درباری کرے

(تفیل کے لئے "مرد مومن" دیکھئے)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ عظمیٰ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ عظمیٰ صاحب فتح پور نرجا کے ایک گاؤں میں ۱۳۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ دس بارہ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ گھر پر عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ اور ۱۳۳۵ھ میں سند فراغ حاصل کی۔ علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، علامہ شبیر احمد عثمانی، آپ کے اساتذہ گرامی تھے۔ دوران تعلیم ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصلاح اعمال کی فکر اور ذوق عبادت عطا فرمائی تھی۔ اجتماعات سے الگ تھلک رہنے کے عادی تھے۔ خوش نصیبی سے طالب علمی کے زمانہ ہی میں آپ کو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری اور تربیت باطنی کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور انصاف تعلیم کو پورا کر کے خانقاہ تھانہ بھون کے ہو رہے۔ آپ کی فطری قابلیت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت تھانوی کی تربیت سے چار چاند لگا دیئے اور بہت جلد باطنی تربیت مکمل کر کے حضرت کے خلفاء مجانبہ میں شامل ہو گئے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کی وفات کے بعد آپ کی ذات طالبین کا مرجع بن گئی۔ فتح پور کے زمانہ قیام میں قرب و جوار کے اضلاع کے علاوہ دوسرے علاقوں کے لوگ آپ تک پہنچتے رہتے۔ اس کے بعد آپ گورکھ پور تشریف لے آئے۔ اور گورکھ پور ایک دینی اور روحانی مرکز بن گیا۔ پھر آپ نے یہاں سے اللہ آباد منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ جہاں آپ کی مقبولیت کا اس پیمانہ پر ظہور ہوا جو کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواص اولیاء کے لئے ہوتا ہے۔ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب؟ اپنے

مریدین کو تلاوت کلام پاک کے لئے سختی سے تاکید کرتے اور نفاق جیسے روحانی خبیث سے بچنے کی تلقین فرماتے، اپنا محاسبہ کرنا ان کے ہر مرید پر لازم تھا۔ آپ کے انداز تربیت میں حضرت حکیم الامت تھانوی کے اسلوب اصلاح کی جھلک پائی جاتی تھی۔ جو اپنی اصلاح کے لئے اتنا اس پر خود بھی کڑی نظر رکھتے۔ اور محاسبہ نفس کی تاکید فرماتے نخی طبعین میں دکلاء و بیر سٹرج اور اعلیٰ حکام سے لے کر غریب امیر سب موجود ہوتے۔ مگر ہر شخص کا محاسبہ اس طرح کیا جاتا تھا۔ جو اس شخص کے خاص نفسیاتی حالات کے لحاظ سے مفید ہو، فرمایا کرتے تھے کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں صرف ڈانٹتا ہی جانتا ہوں۔ بلکہ ضرورت کی بناء پر خلوص کے ساتھ اس کو اختیار کرتا ہوں۔ ورنہ اگر خلوص نہ ہوتا۔ تو کیوں کہتا اور یہ سب کیوں خاموش رہتے؟

صبح کی مجلس خاص میں مہتمی طلباء اور علماء و شریک ہوتے اور بعد نماز ظہر کی مجلس میں عام لوگوں کو شرکت کی اجازت ہوتی، متوسلین و مریدین کی اصلاح کی خاطر وصیتہ السالکین، وصیتہ الاخلاص، وصیتہ الاخلاق، توقیر العلماء جیسی معرکتہ الآراء کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کا شمار حضرت حکیم الامت تھانوی کے ممتاز خلفاء میں ہوتا ہے۔ اور حضرت حکیم الامت کی آپ پر خاص عنایات تھیں، مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ، "۱۳۶۶ھ کی پہلی حاضری تھانہ بھون میں روزانہ مجلس خاص و عام میں شرکت ہوتی تھی۔ ایک روز مجلس میں حضرت حکیم الامت تھانوی نے مولانا وصی اللہ صاحب کا تذکرہ ایک خاص محبت و عنایت اور تحسین کے انداز میں فرمایا۔ اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ تھانہ بھون کے اس قیام نے میرے قلب میں اپنے ہم سبق (شاہ وصی اللہ) کی سبقت کو قابل رشک اور اپنی تاخیر کو قابل حسرت و افسوس بنا دیا تھا۔ اس سوال پر بے ساختہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے سامنے یہ شعر نکل گیا۔

ماہ و مجنوں ہم سبق بودیم و ردیوانِ عشق
او بصیر رفت و مادر کو چہ ہمارے سوا شمیم

اس پر حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ایک خاص لطف کے انداز میں ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ ہاں یہاں ہی دستور ہے کہ کسی کو صحرادیا جاتا ہے کسی کو سہرا دیا جاتا ہے۔ ہر ایک کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس پر راضی رہنا چاہیئے، بات آئی گئی ہوگی لیکن اپنے اس صحرانورد ہم سبق دوست کے کمالات کی عظمت ہمیشہ دل میں رہی، اس وقت بھی میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ حضرت حکیم الامتؒ کے خلفاء میں ایک خاصی تعداد ایسے حضرات کی ہے جو اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہیں۔ اگر ان کی روشنی اس آفتاب عالمیاب کے سامنے ظاہر نہیں ہوتی، ان میں خصوصیت سے شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ پر نظر جاتی تھی۔ اور حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہ کی وفات کے بعد ان آنکھوں نے اس کا مشاہدہ کر لیا کہ ان بزرگوں کی مجلس ایک کیمیا تاثیر رکھتی تھی۔

آپ نے ۲۵ نومبر ۱۹۶۷ء کو رحلت فرمائی۔

بِأَمْرِ اللَّهِ وَبِإِذْنِهِ رَاجَعُونَ ۝

حضرت مولانا شبیر علی تھانویؒ

رئیس العلماء حضرت مولانا شبیر علی تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ ان علمائے حق میں سے تھے جنہوں نے تحریک پاکستان میں عملی طور پر کام کیا۔ اور جن کی جدوجہد و کاوش سے یہ ملک معرض وجود میں آیا، آپ اپنے وقت کے عالم باعمل اور تہذیب و منظم تھے، آپ ماہ رمضان ۱۳۱۲ھ میں بالنس بریلی یا شاہجہان پور میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والد محترم جناب اکبر علی صاحب مرحوم کسی بڑے سرکاری عہدے پر فائز تھے آپ نابالغ ترقی تھے۔ اور حضرت حکیم الامتؒ مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کے حقیقی چچا تھے آپ کا اصل وطن تھا بھون ضلع مظفرنگر ہے اور ایک زمیندار، دیندار اور علمی خاندان کے فرو تھے بچپن ہی سے اپنے چچا حکیم الامتؒ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون آگئے۔ اور ان ہی کی نگرانی میں آپ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا پھر حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہ کے حکم سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ یہاں دوسرے مشاہیر علماء کے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ اور حضرت مولانا الشیخ خلیل احمد سہارنپوریؒ جیسے بزرگوں سے خصوصی استفادہ کیا اور ان کے فیض علمی و روحانی سے خوب سیراب و شاداب ہوئے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی آپ پر خصوصی توجہ تھی اور بہت ہی عنایت فرماتے تھے اسی لئے فراغتِ تعلیم کی سند خود اپنے دست مبارک سے عطا کی اس کے بعد آپ مکرر درمذہب کے لئے دیوبند شریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمد الحسن دیوبندیؒ کے درسِ حدیث میں شرکت کی اور وہاں سے بھی دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ تھانہ بھون ہی میں قیام پذیر ہو گئے اور کتابوں کی تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا پھر کچھ عرصہ بعد امداد المطابع کے نام سے ایک پریس جاری کیا اور تھانہ بھون سے ایک ماہنامہ الامداد شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مٹی کی یاد میں جاری کیا پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر تفسیر بیان القرآن کا خلاصہ تخریص بیان کے نام سے شائع کیا اسی طرح حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی "تلمیذ تھانوی" کے کچھ تقایا جیسے مکمل کر کے شرح شبیری کے نام سے شائع کئے اس کے علاوہ حضرت تھانویؒ کی بہت سی تصانیف، مواظط و ملفوظات اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی شہرہ آفاق تالیف "اعلاؤ السنن" بیس ضخیم جلدوں کی کتاب اور احکام القرآن وغیرہ کتاب کی پہلی طباعت کا مکمل انتظام آپ ہی کا کارنامہ ہے۔ علاوہ ازیں حضرت تھانویؒ کے قلمی مسودات جن میں بکثرت عبارتیں قلم زد ہو کر حواشی پڑیچ در پیچ صورت میں لکھی ہوتی تھیں اور ان کو صحیح پڑھنا بھی ہر ایک کا کام نہ تھا پھر کاتب سے اس کی کاتب کرانا اور تصحیح کا انتہائی اہتمام کر کے چھپوانا صرف آپ ہی خصوصیت تھی۔ بقول مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کے حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت حکیم الامتؒ کی تصانیف و مواظط سے جو عظیم فائدہ پہنچایا ہے اس میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب کا ایک خاص حصہ ہے۔

(ماہنامہ البلاغ - کراچی)

ان دینی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ آپ نے مدرسہ امداد العلوم اشرفیہ تھانہ بھون میں تدریسی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ پھر جب مولانا احمد حسن سنبھلیؒ سے مدرسہ اور خانقاہ کا انتظام اچھا نہ چل سکا تو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے آپ کی ذہانت و قابلیت کے پیش نظر ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ اشرفیہ اور خانقاہ اشرفیہ کا انتہام و انتظام آپ کے سپرد کر دیا جسے آپ نے احسن طریقے سے انجام دیا۔ اور بقول حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کہ "برادر مولانا شبیر علی تھانوی نے خانقاہ اشرفیہ کا انتظام بہت اچھا کیا"

اس کے علاوہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور جو دارالعلوم دیوبند کے بعد ہندوستان میں سب سے بڑا علمی مرکز ہے اس کی مجلس شوریٰ نے بھی حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی وفات کے بعد جس شخصیت کو مظاہر العلوم کا سرپرست منتخب کیا وہ حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانویؒ کی ہی ذات گرامی تھی جس کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کا ملاحظہ مظلہ فرماتے ہیں کہ:-

مولانا شبیر علی صاحب ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے سرپرست مقرر ہوئے اور ثوال ۱۳۶۹ھ میں حج کو چلے گئے اور وہاں سے مستقل پاکستان چلے گئے۔ بہر حال آپ ایک عظیم مدبر، محقق اور منتظم تھے اور دینی و علمی حلقوں میں بے حد مقبول اور امتیازی شان کے حامل تھے آپ کے اخلاق و عادات نہایت اعلیٰ تھے۔ ہر کام میں اتباع سنت کا خاص خیال رکھتے تھے، نہایت سادہ، متواضع اور بادشاہ شخصیت کے مالک تھے، زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ اپنے رفیق خاص حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مظلہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ملاقات کے لئے دیوبند تشریف لے گئے، دوران قیام حضرت قاری صاحب اور آپ دفتر دارالعلوم دیوبند میں مصروف گفتگو تھے اس وقت دارالعلوم کانپکا چل رہا تھا آپ نے فوراً تھانہ بھون کی روایات کے تحت یہ غسوسی کیا کہ کئی گھنٹے سے یہ دارالعلوم کانپکا چلتا رہا ہے اور صرف ہماری وجہ سے چلتا رہا ہے۔ دارالعلوم کا کوئی کام نہیں ہے اس لئے اس کا خرچہ نہیں ادا کرنا چاہیئے۔

چنانچہ آپ نے فوراً ایک روپیہ حضرت قاری صاحب کے حوالے کیا اور کہا کہ یہ دارالعلوم کے فنڈ میں جمع کر دیا جائے۔ حالانکہ آپ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے اور حضرت مہتمم صاحب کے رفیق خاص بھی، مگر آپ کے زہد و تقویٰ نے اتنی سی بات کی بھی اجازت نہیں بلکہ خلاف شرع ہو۔

(بحوالہ ذکر محمد زکریا)

دینی، علمی اور تہذیبی خدمات کے علاوہ تحریک پاکستان میں بھی آپ کی خدمات کے علاوہ کوئی پاکستان میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ایک تنظیم ”مجلس دعوت الحق“ کے نام سے جاری کی گئی جس کے مرکزی صدر حضرت مولانا شبیر علی تھانوی منتخب ہوئے۔ انہوں نے بڑی تندرستی سے اور جانفشانی سے اس مجلس کے پروگرام کو پورے ہندوستان میں پھیلایا اس مجلس کا اصل مقصد یہ تھا کہ سرکاری ملازمین اور مسلم لیگ کے زعماء میں پاکستان کی حمایت کے ساتھ ساتھ دینی جذبات پیدا کئے جائیں۔ تاکہ آئندہ ایک اسلامی مملکت کی تشکیل اور اس کے قیام میں مہولت پیدا ہو۔ اسی پروگرام کے مطابق آپ نے جواہر کر دار ادا کیا وہ کسی ذی علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور جب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نے ارباب مسلم لیگ کو تبلیغ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور اپنے خدام اور خلقاء کو دود کی صورت میں قائد اعظم کی خدمت میں بھیجا تو آپ اکثر دود میں قیادت فرماتے تھے۔ دود میں باقی جو حضرات اکثر شریک ہوتے تھے ان میں علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا مفتی عبدالحکیم مہملوی، مولانا اطہر علی سلہٹی، اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسری وغیرہ اکابر علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سلسلہ میں مفتی عبدالرحمن خان صاحب فرماتے ہیں کہ دربار اشرفیہ کی طرف سے مولانا شبیر علی تھانوی بطور سفیر تبلیغ قائد اعظم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اور حقیقت یہ تھی کہ قائد اعظم کی تمام تر دینی تربیت حضرت حکیم الامت تھانوی کا فیضان تھا اور ان کا اسلامی شعور حضرت تھانوی ہی کی بدولت تھا مگر حضرت تھانوی کے قریب بلائے میں مولانا شبیر علی صاحب کا بڑا حصہ ہے اور قائد اعظم اتنا متاثر ہوئے کہ فرمایا تھے، کہ ”یہیں اچس مرد حق کی دعاؤں کی ضرورت ہے جو ایک

چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں مگر ان کا علم و عمل اور زہد و تقویٰ ہندوستان کے تمام علماء سے زیادہ ہے۔“ واقعی حضرت حکیم الامت تھانوی تمام عالم اسلام کے لئے سرمایہ حیات تھے اور تمام علمائے امت کے امام اور اس صدی کے مجدد اعظم تھے ان کی دعاؤں کے طفیل ہی یہ ملک معرض وجود میں آیا ورنہ بڑا مشکل تھا۔

بہر حال آپ نے تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں جس کی تفصیل ”تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی مولفہ غشی عبدالرحمن میں ملاحظہ فرمائیے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ ناظم آباد کراچی میں مقیم ہو گئے اور ایک کتب خانہ کھولا پھر ”بہشتی زیور“ مکمل و مدلل طبع کرائی اور ساری زندگی حضرت حکیم الامت کے مواظف و ملفوظات کو شائع کراتے رہے، دوسرے علماء کے ساتھ پاکستان میں نظام اسلام کے لئے بھی کوشاں رہے عمر کے آخری حصہ میں علالت و کمزوری کے باعث اکثر گھر ہی پر رہتے اور ذکر و اذکار میں ہر وقت مشغول رہتے آخر کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد ۲۸ رجب ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو بعد مغرب اپنے مکان واقع ناظم آباد کراچی میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ اس حادثہ ناجعہ سے تمام ہی علمی و دینی حلقے متاثر ہوئے اور دینی مدارس میں ختم قرآن اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی چیلو پوری اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے پہلو میں پاپوشن نگر کراچی کے قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا۔

”حضرت مولانا شبیر علی صاحب ہمارے شیخ حضرت حکیم الامت کی خاص نشانی اور ان کی بہت سی خصوصیات کے ننھا وارث تھے ان کی وفات سے تھانوی سلسلہ سے تعلق رکھنے والے حضرات آج اپنے ایک امام امیر کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔“

اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فضل علی قریشی بن فرزند علی قریشی ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء میں داؤد خیل میں پیدا ہوئے۔ مولانا قمر الدین سے کتب درسیہ کی تحصیل کی اور دورہ حدیث حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری سے پڑھا۔ بھائیوں کے ساتھ داؤد خیل سے ترک سکونت کر کے ضلع مظفر گڑھ آئے اور حکومت سے کچھ رقبہ لے کر کاشتکاری شروع کی۔ ان کی کوششوں سے جنگل ہی لہلہلاتے ہوئے کھیتوں میں نہیں بدلا بلکہ ”مسکین پور“ کے نام سے ایک بستی آباد ہو گئی۔

مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں مولانا سید لعل شاہ ساکن دندہ شاہ بلاول سے بیعت کی۔ اُن کے وصال کے بعد موسیٰ زئی شریف گئے۔ اور خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ مولانا موصوف ایک اچھے خوشنویس تھے۔ خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خط و کتابت اُن ہی کے ذمہ تھی۔

آپ اکابر علمائے دیوبند کی خدمات دینیہ کے بڑے قدردان تھے۔ ایک دفعہ دیوبند گئے تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی، علامہ شبیر احمد عثمانی، وٹاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر دیوبند نے عزت و احترام کا سلوک کیا۔ دیوبند سے دہلی آئے اور مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے۔ فرق باطلہ کے خلاف آپ نے اکابر دیوبند کے ساتھ مل کر بڑا کام کیا۔ ایک بار سید عطاء اللہ شاہ بخاری بغرض تقریر قادیان جا رہے تھے تو آپ بھی ساتھ گئے اور قادیان میں آپ ہی کی صدارت میں جلسہ ہوا جس سے ایوان

قادیان میں لرزلہ سا آگیا۔

حضرت مولانا کا ذریعہ معاش کاشتکاری تھا، خود ہل چلاتے اور فارغ اوقات میں اصلاح و ارشاد کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مہمان نواز، ایثار پیشہ اور متواضع بزرگ تھے، کوئی مہمان بے وقت آجاتا تو اپنا کھانا بھجوا دیتے اور خود صبر و شکر کمر لپیٹتے تھے۔

آپ یکم رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء کو ”مسکین پور“ میں واصل بحق ہوئے اور وہیں مزار ہے۔ آپ کے خلفاء میں مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالملک صدیقی، مولانا عبداللہ بھلوی، مولانا حسین علی قریشی اور خواجہ محمد سعید قریشی قابل ذکر ہیں۔

(بحوالہ تجلیات فضل علی)

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ یوم جمعہ بوقت سحر ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو طینہ صوبہ بہار (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام حافظ ضیاء الدین اور دادا کا نام سید نور الدین احمد تھا، آپ کا سلسلہ نسب چھتیسویں پشت میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے نانا سے حاصل کی۔ اور قرآن کریم بھی اُن ہی سے حفظ کیا، قرأت تباری سید عمر عاصم عرب سے سیکھی، پٹنہ سے پنجاب منتقل ہوئے تو راجہ وال میں قاضی عطاء محمد صاحب کے مدرسہ میں پڑھتے رہے، اس کے بعد ۱۹۱۴ء میں امرتسری گئے۔ اور وہاں مولانا نور احمد امرتسری سے قرآن پاک کی تفسیر، پڑھی فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی سے حاصل کی، اور حدیث کی تعلیم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری بانی جامعہ شرفیہ لاہور سے حاصل کی۔ آپ سب سے پہلے حضرت پیر سید مر علی شاہ صاحب گورکھ شریف والوں سے بیعت ہوئے۔ پیر صاحب نے قرآن و وظائف پڑھنے کی تلقین فرمائی، حضرت پیر صاحب کی وفات کے موقع پر جب آپ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا، حضرت، کوئی نصیحت فرمائیے، اُس وقت پیر صاحب عالم جذب میں تھے فرمایا: ”اتباع شریعت“۔

ان کے وصال کے بعد آپ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راجپوری قدس سرہ کے خلیفہ اور جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راجپوری سے دوبارہ بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے، حضرت راجپوری آپ سے بہت جنت چھاتے تھے جب شاہ جی کے اسقال کی خبر

حضرت راجپوری کو پہنچی تو بے اختیار رو پڑے اور رونے میں آواز تک نکل گئی، مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ کے الفاظ ہیں کہ

”جس کا شیخ اپنے مرید کی وفات پر چھوٹ چھوٹ کر روئے اس کی محبوبیت کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیفتگی مرید کی اعلیٰ قابلیت کا نشان ہوتی ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری بی مثال صاحب لسان خطیب ہی نہ تھے بلکہ ایک بے نظیر صاحب دل عارف بھی تھے“

آپ ہندوستان کے شعلہ بیان مقرر، عظیم مجاہد اور تحریک آزادی کے نامور کارکن تھے۔ ہندوستان و پاکستان کا کوئی شہر ہو جہاں آپ نے اپنی سحر آفرین خطابت اور ہنگامہ خیز تقریر سے سوتے ہوئے جذبات کو جگانہ دیا ہو۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب انگریزوں نے ہندوستان میں رولٹ ایکٹ نافذ کیا تو ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور اسی غم و غصہ کا نتیجہ جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی شکل میں رونما ہوا۔ ان حالات نے آپ کو سیاست کے میدان میں لا کھڑا کیا تو ایک عدم تعاون نے جب شدت اختیار کی تو آپ نے برصغیر کے کونہ کونہ میں اپنی سحر انگیز خطابت کے موتی بکھیر دیئے، اسی طرح آپ مذہبی داعی و اعظم سے سیاسی مقرر بن گئے۔ پھر حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کی تحریک پر خلافت کی تحریک میں شامل ہو گئے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے رسالہ ”الاعلان“ اور مولانا ظفر علی خان کی کتاب ”ستارہ صبح“ کے مطالعہ نے شاہ جی کے دل پر گہرا اثر کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہ جی ملک و ملت کے ایک عظیم خطیب اور قائد بن گئے شاہ جی نے چالیس برس تک تنہا شرک و بدعات، رسومات اور تمام سماجی برائیوں کے خلاف مسلسل جہاد کیا، انگریزوں کو ناک چھنے چھوٹے اور مزاحمت کو شکست فاش دی، ان کے علاوہ دریدہ دہن آریہ سماجیوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ فرنگی کے خلاف شاہ جی کی زبان

سے الفاظ نہیں شعلے برستے تھے، ان کی آنکھیں گہری سرنج ہوئیں اور سننے والے ہر لب پر صدائے تحسین اور ہر آنکھ میں آنسو ہوتے، ان کی تقریر نہ ہوتی تھی بلکہ ساجدانہ فن کاری کا مخلصانہ گہوارہ ہوتی تھی، حلقہٴ احرار کی تار تار گہرے کی جائے تو اس کی مجموعی قربانی کا نام ”سید عطاء اللہ شاہ بخاری“ ہوگا۔

بہر حال آپ بلند مرتبہ اجتماعی شان اور مقبولیت عوام کے اونچے اور نیچے معیار کے باوجود عجز و انکساری کا دامن سنبھالے در در ویشانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ اور دنیا کی کوئی تقری و لغریب کاری انہیں متاثر نہ کر سکی۔

آزادی وطن کے حصول اور ختم نبوت کی حفاظت کے لئے جو شاہراہ کارانہوں نے متعین کر لی تھی آخری سانس تک اُسے نبھاتے رہے۔ اور بالآخر یہ مرد حق ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۶۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

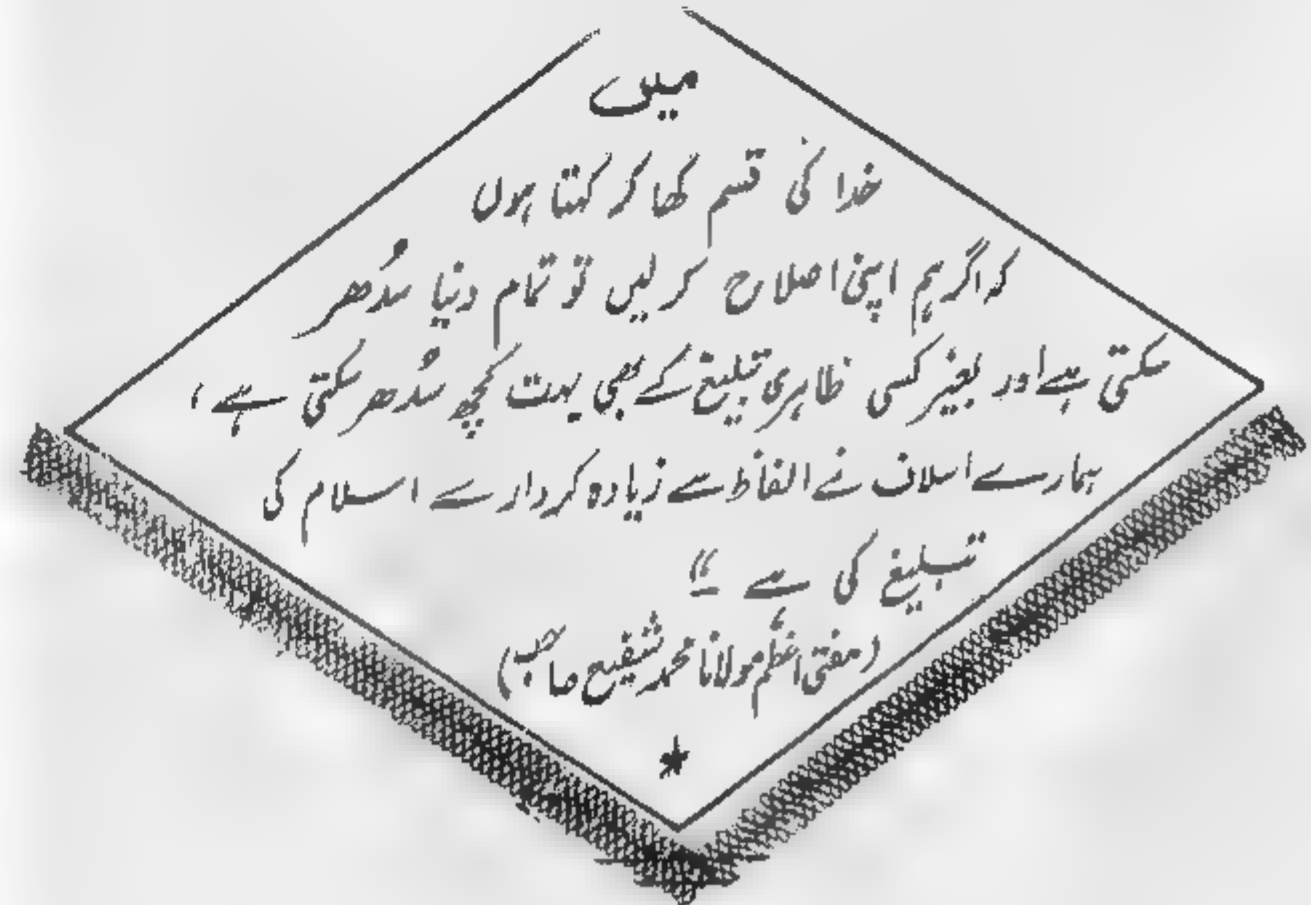
اولاد میں چار فرزند ایک دختر یادگار چھوڑیں۔ بڑے فرزند مولانا سید عطاء الرحمن بخاری آپ کے صحیح جانشین ہیں۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ۱۱ صفر ۱۳۱۰ھ کو لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم گھر کے مدرسہ لدھیانہ میں حاصل کی۔ پھر آپ کے والد مولانا محمد زکریا صاحب نے نکودہ ضلع جالندھر کے عربی مدرسہ میں داخل کر دیا جس کے مہتمم مولانا حافظ محمد صالح اور صدر مدرس مولانا محمد عبداللہ کلاڈھٹی تھے۔ دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد امرتسر میں مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ اُس وقت دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی علیہ الرحمہ اور صدر مدرس امام العصر حضرت علامہ محمد الوری کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :-

”میری دیکھ بھال اور نگرانی مولانا حبیب الرحمن عثمانی نے کچھ اس انداز سے کی جس کی وجہ سے میں انہیں اپنا پہلا سیاسی استاذ مانا ہوں، اور تعلیم کے سلسلہ میں میرے اسباق خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کے پاس تھے۔ مجھے فہم قرآن اور علم حدیث میں جو کچھ حاصل ہوا وہ سب حضرت شاہ صاحب کی خاص توفیق اور فیضان کا نتیجہ ہے۔“

آپ ۱۹۱۹ء کے شروع میں حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سیاسی جلسوں میں جانے لگے۔ اسی سال جلیانوالہ باغ کا واقعہ پیش آیا جس میں ہزاروں ہندو، سکھ



اور مسلمان بے گناہ، انگریزوں نے مشین گنوں سے بھجوں دیئے۔ اس سے سارے ہندوستان میں کھرام مچ گیا اور انگریز کے خلاف آگ بھڑک اٹھی اور زبردست تحریک چل پڑی۔ آپ نے عملی طور پر اس تحریک میں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ مگر آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔

آپ نے سیاسی خدمات کے علاوہ بہت سی دینی کتب بھی شائع کرائیں اور تقریر و تحریر کے ذریعے کلمہ حق بلند کرتے رہے اور آخر کار ۱۱ صفر ۱۳۷۶ھ کو وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

آپ کی اولاد میں مولانا غلیل الرحمن، مولانا عزیز الرحمن، مولانا انیس الرحمن، مولانا سعید الرحمن اور مولانا محمد احمد ممتاز علماء میں سے ہیں۔

(بحوالہ تذکرہ رئیس الاحرار مطبوعہ دہلی)

۶

حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ سہارنپوری

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۶ء کو قصبہ رام پور ضلع سہارنپور میں ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام معزوب اللہ اور اصلی نام اسعد اللہ رکھا گیا۔ آپ کے والد ماجد مولوی رشید اللہ بن مفتی بشارت اللہ ایک اچھے عالم دین اور متقی بزرگ تھے، قرآن شریف کی تعلیم آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی، پھر عربی کی ابتدائی تعلیم رام پور ہی میں حاصل کر کے ایک سرکاری اسکول میں کچھ عرصہ انگریزی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد ۱۳۲۹ھ کے آخر میں اپنے چچا مولانا شب محمد فضل اللہ صاحب کے ساتھ رام پور سے تھانہ بھون چلے آئے اور وہاں پہنچ کر حضرت مولانا عبداللہ گنگوہی سے عربی کی ابتدائی کتب سے توسطات تک کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف کے بھی کچھ اسباق ان ہی سے پڑھے نیز اسی زمانے میں کچھ اسباق ترجمہ قرآن پاک اور مشکوٰۃ شریف کے حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ سے پڑھے۔ اس کے بعد ۱۳۳۲ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔ اور یہاں مشکوٰۃ شریف ہدایہ الدین مختصر المعانی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا اور ۱۳۳۴ھ میں سند فراغ تعلیم حاصل کی حضرت مولانا عبداللہ گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، حضرت مولانا ثابت علی صاحب، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا عبدالوہید صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوری شامل ہیں۔ دستار فضیلت

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ کے دست مبارک سے عطا ہوئی جو آپ کے بڑے استاد تھے۔

تعلیم کی فراغت کے بعد آپ نے ایک سال کتب فنون پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم میں قائم شدہ انجمن ہدایت الرشید کے ناظم مقرر ہوئے۔ پھر ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم میں اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی معین مدرس اور شوال ۱۳۳۸ھ میں باقاعدہ مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا اور درس نظامی کی ہر کتاب کو پڑھایا اور پھر مستقل مشغلہ زندگی وعظ و تبلیغ، مناظرہ اور درس و تدریس، نیز ابتدائے ایام میں کچھ دنوں اردو، فارسی میں شعر گوئی بھی مشغلہ رہا اور ہمیشہ آخر دم تک درس حدیث پڑھاتے رہے۔ ۱۳۳۷ھ تا ۱۳۳۸ھ رنگون بحیثیت ناظم مدرسہ راندر میں قیام رہا۔ یکم صفر ۱۳۴۵ھ سے مظاہر العلوم میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ نائب ناظم مقرر ہوئے۔ اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد یکم محرم الحرام ۱۳۴۷ھ سے مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے، اور آخر وقت تک مدرسہ آپ ہی کی نظامت میں چلتا رہا۔ اس زمانے میں مظاہر العلوم نے ہر لحاظ سے ترقی کی ہے اور دارالعلوم دیوبند کے بعد ہندوستان میں واحد عظیم دینی درس گاہ ہے جس نے عالمی شہرت حاصل کی ہے، غرض یہ کہ حضرت مولانا مرحوم نے ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں گزار دی اور ہزاروں تلامذہ ایسے ہیں جو اپنے وقت کے خود بھی بڑے محدث، مفسر، فقہیہ، مصنف اور متکلم ہوئے ہیں آپ کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہرودی مدظلہ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری، حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوری، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین راجپوری، حضرت مولانا محمد احمد تھانوی، حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا نجم الحسن تھانوی شامل ہیں۔

آپ کا روحانی سلسلہ وقت کے مجدد و اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے منسلک تھا اور زمانہ طالب علمی ہی میں آپ حکیم الامت حضرت تھانوی کے دست حق پر بیعت ہو گئے تھے اور حضرت کی طرف سے بہت جلد چاروں سلسلوں میں خلافت و اجازت سے بھی نواز دیئے گئے تھے حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے تعلق کے بارے میں آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ :-

حضرت حکیم الامت سے اس طرح تعلق پیدا ہوا کہ مولانا فضل اللہ صاحب جو کہ میرے چچا اور خسر بھی تھے، انہوں نے حضرت سے ملاقات کر دائی، ان کا قیام اکثر تھا کہ بھوں ہی میں رہتا تھا۔ میں جس وقت خالقو امدادیہ کے مدرسہ میں پڑھتا تھا اور طالب علمی کے زمانہ ہی میں تھا کہ میرے چچا کی درخواست پر حضرت نے مجھے بیعت کر لیا، حالانکہ حضرت طلباء کو بیعت نہیں فرماتے تھے مگر بندے کو بیعت فرمایا تھا۔ پھر خاص توجہ فرمانے لگے۔ اور حضرت سے تعلق بڑھتا گیا اور گناہوں میں کمی ہونے لگی، حضرت کے تعلق نے بڑا کام کیا۔

الغرض حضرت حکیم الامت کے تعلق کے بعد آپ کی دنیا ہی بدل گئی، حضرت حکیم الامت نے بہت جلد خلافت سے نوازے کے بعد آپ کو رشید ہدایت کے کام پر لگا دیا تھا۔ آپ نے بھی پھر بہت سارے علماء اہل علم اور دوسرے حضرات کو بیعت کیا اور بہت سے خلعت خلافت سے نوازے گئے جن میں پاکستان میں مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ آپ کے اجل خلفاء میں سے ہیں جو اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور علم و ولایت میں اپنی مثال آپ ہیں اور فقہ و حدیث میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں، اس وقت

جامعہ اشرفیہ لاہور کے صدر مفتی ہیں اور پوزے برصغیر میں اسلاف کی عظیم یادگار ہیں بحق تعالیٰ عمر میں برکت دے اور ان کا سایہ عاطفت تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھئے آمین

درس و تدریس اور مدرسہ کے انتظام و اہتمام کی مصروفیات کے باوجود آپ نے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں جن میں سے چند تالیفات یہ ہیں :-

- * اسعاد النحر شرح نحو میرادو - کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔
- * التحفة المحققة فی نسبت سبع العشرة - اس کتاب میں ہیئت کے ایک مشہور معیشت نسبت از تفاع اعظم الجبال الی قطر الارض کا بڑے عمدہ پیرائے میں حل ہے۔
- * القطائف من اللطائف - اس رسالے میں لطائف ستہ کے متعلق مفید بحث ہے۔
- * ایک فیصلہ - حکیم الامت تھانوی کے ایک مخطوط کی شرح ہے جو بوادیر النور میں طبع ہو چکا ہے
- * رسالة المناظرة فی شرح المکالمۃ یہ امکان کذب کے متعلق ایک بحث ہے جو بوادیر میں طبع ہوئی ہے۔
- * صورت پر کچھ آئند معنی (اسباق بہفت اختی حضرت تھانوی کے چھ مواظبات اور مخطوطات جو بچپن کے لکھے ہوئے ہیں اس میں حضرت تھانوی کی اصلاحات بھی ہیں۔

- * تکمیل الایمان فی شرح حفظ الایمان * شرح التقیید فی التفسیر * تقریر طحاوی
- * حاشیہ بر طحاوی * اشکالات طحاوی کے جوابات * شرح حماسہ
- * عروض یا قافیہ یہ مفتی سعد اللہ صاحب کے رسالہ کی شرح ہے۔
- * فتہ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض یہ رسالہ شیعہ تحریک کے زمانہ میں بارہا طبع ہوا
- * صحائف اسعد یہ حضرت تسکین کے نام مکاتیب کا مجموعہ ہے جو مکاتیب جگر کے ساتھ طبع ہوا ہے۔

* کلام اسعد حصہ اول و دوم - یہ آپ کا مجموعہ کلام منظوم و غیرہ ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے مفید موضوعات پر پاک و ہند کے مختلف رسائل میں وقتاً فوقتاً شائع

ہوتے رہتے تھے جو نہایت مفید ہوتے تھے۔ آپ کا نعتیہ کلام بھی مختلف رسائل میں اکثر شائع ہوتا رہتا تھا، کیونکہ ادب اور شعر و شاعری سے آپ کو بڑی مناسبت تھی اور اردو و فارسی اور عربی کے بہت اچھے اشعار اور نعتیں و غزلیں لکھتے تھے۔ ایک سچے عاشق رسولؐ اور صاحب نسبت بزرگ تھے، کئی بار حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ اخلاق و عادات میں اپنے اسلاف کا عین نمونہ تھے اور ساری عمر اپنے اکابر کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ آپ جوانی میں مناظرہ اور تقریر میں بہت مشہور تھے اور اپنے وقت کے ممتاز محدث، مفسر، فقیہ اور عارف تھے۔ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور خندہ جمیل تھے جو بھی آپ سے ملتا اس کے حق میں دعائیں کرتے ملنے والا ان سے مل کر بہت خوش ہوتا تھا۔ اپنے اہل و عیال و ملائک و نماز کے پورے طور پر پابند تھے آپ کی زبان نہایت سلیس و شگفتہ تھی، فقہ و ادب کی ادنیٰ کتابوں کے مدرس اور مصنف تھے حدیث کا ذوق بھی بڑا عمدہ تھا۔ بڑے صاحب حال بزرگ تھے۔

درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد کے علاوہ مدرسہ کے اہتمام کی مصروفیات سے آپ کی صحت گرتی چلی گئی اور چند ماہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور عموماً غفلت سی طاری رہتی تھی، آخر میں تو سوکھ کر کاٹا ہو گئے تھے۔ مگر تعلق مع اللہ کا یہ عالم تھا کہ خادم آپ کو اٹھا کر لاتا اور جماعت کی صف میں کھڑا کر دیتا، حضرت مرحوم پوری نماز قیام و قعود اور رکوع و سجود کے ساتھ ادا فرماتے اور سلام پھیرتے ہی پھر دوسرے کے اٹھانے کے محتاج ہو جاتے۔ تھے بہر حال کئی سال صاحب فراش رہنے کے بعد ۱۵/۴/۱۳۹۹ھ - مطابق ۱۰/۱۱/۱۹۷۹ء کی درمیان شب کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

دوسرے دن ۱۱ بجے دارالطلبہ جدید میں نماز جنازہ ہوئی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی خلیفہ حکیم الامت تھانویؒ مرکز تبلیغ یعنی نظام الدین

کے حضرات کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم اور اکابر مدرسین شریک جنازہ ہوئے اور حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب سابق ناظم مظاہر العلوم سہارنپور کے قریب تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی اولاد صالحہ میں مولانا احمد اللہ صاحب، مولانا محمد اللہ صاحب، ارشد اللہ صاحب، ابو اللہ صاحب اور ابو اللہ صاحب شامل ہیں۔ ان میں اول الذکر دو حضرات ممتاز علماء دین میں شمار ہوتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی روایات کے مطابق درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کے فیض کو تاقیامت جاری رکھے آمین۔

آپ کی شخصیت علمی و دینی حلقوں میں بہت ممتاز تھی اور برصغیر کے ہزاروں علماء کے آپ استاد تھے اس لئے آپ کی رحلت تمام اہل دین اور اہل قلوب کے لئے ایک عظیم سانحہ تھی اور خصوصاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کا مذہبی مظلمہ کے لئے توڑا صدمہ ہے کیونکہ حضرت مولانا مرحوم حضرت شیخ الحدیث مظلمہ کے دست راست تھے اور معتد علیہ ساتھیوں میں سے تھے۔ ذیل میں چند مشاہیر علماء کے مختصر تاثرات درج کئے جاتے ہیں تاکہ آپ کی علمی فضیلت و قابلیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکے۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مظلمہ فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت مولانا کی رحلت سے ہماری کمر ٹوٹ گئی ہے وہ ہمارے مشفق استاد اور شیخ و مربی تھے اور اسلاف کی یادگار تھے۔“

حضرت مولانا سید عبدالشکور ترمذی مظلمہ فرماتے ہیں کہ:-

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مرحوم اپنے وقت کے عظیم محدث، مفسر، نقیب اور محقق تھے۔ تحریر و تقریر اور

مناظرے میں یدِ طولی رکھتے تھے۔“

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی دیر بنیات لکھتے ہیں کہ:-

”مولانا مرحوم کے ساتھ مظاہر العلوم کی نصف صدی سے زیادہ کی تاریخ وابستہ ہے موصوف کو فرق باطلہ کے رد اور مباحثہ و مناظرہ کا بھی خاص ذوق تھا۔ انہوں نے آریوں، قادیانیوں اور دیگر گمراہوں کے ساتھ بڑے کامیاب مناظرے کئے اور اپنے حریفوں کو ہمیشہ شکست دی۔ شہر سخن اور ادب و انشاء سے بھی مولانا کو خصوصی شغف تھا

اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں وہ برجستہ اور فی البدیہہ شعر کہا کرتے تھے۔ مزاج میں مزاج و انبساط بھی خوب تھا۔ وہ طلبہ کو لطیف اور چٹکے بھی خوب سناتے تھے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ خاص تھے اور ان کی خدمت میں حاضری کے بعد آپ کی کاپا پلٹ ہو گئی۔

اور صوفی صافی، عارف و مرشد بن گئے حق تعالیٰ شانہ حضرت مرحوم کو اپنے قرب و رضا اور درجاتِ عالیہ سے نوازے آئیں

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دیر الحق فرماتے ہیں کہ:-

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور ایک باصلاحیت متعظم، شہر کے بلند پایہ استاد، ایک عظیم شیخ طریقت اور تبحر عالم دین تھے مولانا مرحوم نے عمر بھر دین اور طلبہ دین کی خدمت کی آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مظلمہ کے

دیرینہ رفیق اور معتمد رفیق تھے حق تعالیٰ ان کے فیوضات و برکات کو جاری و ساری رکھے آمین؛

آسمان تیری حمد پر شبنم افشانی کرے، ہنر نورستہ تیرے در کی درباری کرے

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی

آپ کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں ہے آپ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فرزند ارجمند اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی بانی تبلیغی جماعت کے بھتیجے ہیں، اصل وطن کاندھلہ ہے اسی نسبت سے کاندھلوی کہلاتے ہیں، آپ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کو پیدا ہوئے اور اول تا آخر تمام تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی اور ۱۳۲۴ھ میں دورہ حدیث حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرتدہ اور اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ فراغت تعلیم کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور ہی میں آپ مدرسہ مقرر ہوئے اور بہت جلد ہی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کی وجہ سے مدرسہ میں مقرر ہوئے اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نے آپ کو ”شیخ الحدیث“ کا خطاب عطا فرمایا، آپ تا وقت تحریر اسی منصب جلیلہ پر فائز ہیں آپ نے روحانی سلسلہ بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ سے قائم فرمایا اور علم ظاہر کے ساتھ علم باطن میں بھی خوب خوب فیض حاصل کیا اور خلافت سے بھی نوازے گئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی رحلت کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی قدس سرہ سے تعلق قائم کیا اور ان سے بھی خلافت حاصل کی۔ ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں بسر کی ہے، آپ ایک بڑے عالم باعمل اور شیخ کامل ہیں۔ نتیج

سنت اور حق و صداقت کا پیکر ہیں۔ تواضع و انکساری میں اسلاف کی عظیم یادگار ہیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں بڑے بڑے علماء آپ کے تلمیذ و مرید ہیں، ایک سچے عاشق رسول ہیں اور اسی جذبہ عشق میں کئی سال ہوئے مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے ہیں اور اپنی حیات طیبہ کے آخری لمحات دیار حبیب میں گزار رہے ہیں اللہ تعالیٰ عمر مبارک میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین

آپ نے ۱۳۲۵ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں باقاعدہ تدریس زندگی کا آغاز کیا۔ اور اسی سال بذیل المجہو شرح ابی داؤد میں اپنے استاذ و شیخ مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کے ساتھ مل کر کام شروع کیا جو ۱۳۲۵ھ میں تکمیل کو پہنچا، تدریس کے ساتھ تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہا اور آپ کے قلم فیض رقم سے بہت سی کتابیں منصفہ شہر پر آئیں جن میں ”تاریخ مشائخ چشتیہ“ ”تاریخ مظاہر شرح مسلم“ ”تقاریہ مشکوٰۃ“ ”یاد آیام“ ”شرح الفیہ اردو“ ”فضائل نبویؐ شرح شمائل ترمذی“ ”شذرات الحدیث“ ”ادجز المسالك شرح موطا امام مالک“ ”فضائل قرآن“ ”فضائل رمضان“ ”فضائل تبلیغ“ ”فضائل نماز“ ”فضائل ذکر“ ”فضائل صدقات“ ”فضائل حج“ ”حکایات صحابہؓ“ ”اعتدال فی مراتب الرجال“ ”مقدمات کتب حدیث“ ”الکواکب الدری“ ”لامع الدراری علی جامع البخاری“ ”فضائل درود شریف“ ”جزء افضل الاعمال“ ”سیرت صدیق رضی“ ”حواشی اصول الشاشی“ ”حواشی کلام پاک“ ”تقریر نسائی شریف“ ”مشائخ نقیوت“ ”فتنہ مودودیت“ ”مشرق کا اسلام“ ”نظام مظاہر العلوم“ ”جامع الروایات“ ”مکتوبات تصوف“ ”اکابر کا رمضان“ ”اور تقریر بخاری شریف وغیرہ آپ کے علمی شاہکار ہیں ان کے علاوہ بہت سی کتابوں کے مسودات اور بہت سے مقالات غیر مطبوعہ صورت میں ہیں، آپ ۲۲ مئی ۱۹۸۲ء کو مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔



حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی

آپ ۱۲۱۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ نسبی طور پر سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، آپ کے والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد قاسمی صاحب چالیس سال دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور اسی دوران میں چار سال ریاست حیدر آباد دکن عدالت عالیہ کے مفتی رہے آپ کے دادا حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہا دنیا میں اسلام کے مشہور و معروف بزرگ اور رہائی عالم تھے جنہوں نے ۱۸۹۷ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جو آج ایشیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی سمجھی جاتی ہے۔

آپ کے دادا کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہزار ہا کی تعداد میں ہندو بیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں جو حلقہ دارالعلوم کہلاتا ہے اس لئے یہ خاندان پورے ملک اور بیرون ملک حلقہ اثر میں وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ۱۳۲۲ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کیا گیا اور وقت کے ممتاز اکابر کے عظیم الشان اجتماع میں کتب نشینی کی تقریب عمل میں آئی دو سال کی مدت میں قرآن شریف تجوید و قرأت کے ساتھ حفظ کیا، پانچ سال میں فارسی، ریاضی اور حساب کا کورس مکمل کیا اور آٹھ سال میں دارالعلوم سے عربی کا نصاب پورا کیا، اس طرح ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں تعلیم سے فراغت پا کر آپ نے سند فضیلت حاصل کی۔ دوران تعلیم میں دارالعلوم کے تمام اساتذہ آپ کے ساتھ پوجہ خاندانی شرف اور آبائی نسبت کے شفقت و محبت سے پیش آتے تھے اور مخصوص طریق پر تعلیم و تربیت میں حصہ لیتے رہے حدیث کی خصوصاً سند اکبر نے وقت کے مشاہیر علماء و اساتذہ سے حاصل کی اور بہت سے

بزرگوں کی ہمت اور توجہ آپ کے ساتھ تھی، آپ کے اساتذہ میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری، مفتی اعظم ہند مولانا عزیز الرحمن عثمانی، مولانا حبیب الرحمن عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانی، اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندی جیسے اکابر شامل ہیں۔

۱۳۳۹ھ میں آپ کا سلسلہ بعیت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ سے قائم ہوا جس کے پانچ ماہ بعد حضرت شیخ الہند کا وصال ہو گیا۔ پھر ۱۳۵۰ھ میں آپ کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی طرف سے خلافت سے نوازا گیا، ۱۳۴۱ھ میں دارالعلوم کی تدریسی کے زمانہ میں ہی آپ کو دارالعلوم دیوبند کا نائب مہتمم بنادیا گیا تھا پھر ۱۳۴۸ھ میں باقاعدہ طور پر آپ کو دارالعلوم کا مہتمم مقرر کیا گیا اور تاحال آپ اسی عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند نے بہت ترقی کی ہے اور آپ نے دارالعلوم کی شہرت و عظمت کو چار چاند لگا دیئے اور آج پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند کا نام روشن ہے۔

دارالعلوم کے اہتمام کے علاوہ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری ہے اور حدیث کی ادبی کتابیں زیر درس رہتی ہیں، اس کے علاوہ فن خطابت اور تقریر میں بھی آپ کو خدا داد ملکہ اور قوت گویائی حاصل ہے اور زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کی تقریریں سبک جلسوں میں شوق اور دلچسپی کے ساتھ سنی جاتی تھیں، اہم سے اہم اسلامی مسائل پر دو دو تین تین گھنٹے مسلسل اور بے تکلف تقریر کرنے اور ٹھوس علمی مواد پیش کرنے میں آپ کو کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا، حقائق و اسرار شریعت کھولنا اور تخلیق و ایجاد میں مضامین آپ کا خاص حصہ ہے جسے آپ کے اکابر و اساتذہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ غرضیکہ آپ کی تقریروں نے ملک و بیرون ملک میں ایک وسیع حلقہ پیدا کیا ہے اور اس وقت آپ ایک بہت بڑے خطیب، ادیب، محقق، مدبر، محدث، مفسر، مصنف اور شیخ کامل تسلیم کئے جاتے ہیں، آپ کے ہم عصر ساتھیوں میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی

شیخ المحدثین حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی اور محدث اکبر مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی جیسے اکابر علماء ہیں۔ آپ ایک بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں متعدد بار حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اور کئی بار پوری دنیا میں تبلیغی دورے فرما چکے ہیں اور اپنی علمی تقریروں سے اپنی علمی قابلیت کا لوہا منوا چکے ہیں، آپ کی متعدد قابل قدر تصانیف بھی ہیں جن میں "التشبیہ فی الاسلام"، "سائنس اور اسلام"، "تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام"، "مسئلہ زبان اور ہندوستان"، "دین و سیاست"، "خطبہ صدارت جمعیت العلماء مراد آباد کانفرنس"، "خطبہ صدارت سمیٹی"، "خطبہ صدارت جمعیت العلماء صوبہ سندھ کانفرنس"، "اصول دعوت اسلام"، "مشاہیرات"، "کلمات طیبات"، "تاریخ دارالعلوم دیوبند"، "اسلامی مساوات"، "مسئلہ تقدیر اور سفرنامہ افغانستان وغیرہ مشہور تالیفات ہیں۔ آپ ایک مایہ ناز مصنف ہونے کے ساتھ ایک بہترین شاعر بھی ہیں اور آپ کا مجموعہ کلام شائع بھی ہو چکا ہے اس وقت آپ کی ذات گرامی یقینہ السلف ہے اور اپنے اخلاق و عادات میں قدیم اسلاف کا عین نمونہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین۔

آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد سالم قاسمی صاحب ایک بڑے عام و فاضل ہیں۔ اور علماء محققین میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ بہر شوال المکرم ۱۴۲۳ھ میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔



حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ ایک بلند پایہ علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ اور آپ کا اصل وطن قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے اور سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ کے والد ماجد مولانا حافظ سعید احمد تھانوی علی گڑھ کالج میں ملازم تھے۔ "الاخلاق المحمدیہ چار جلدیں" سیرت صلاح الدین "نساء المؤمنین" وغیرہ کتب کے مصنف تھے اور کچھ عرصہ ہفتہ دار "اسلام" کے مدیر اور انجمن تبلیغ الاسلام کے مہتمم و ناظم بھی رہے تھے آپ کے دادا جناب حافظ امیر احمد صاحب صاحب تھانوی ۱۸۵۷ء کے قریب پشاور میں کمشنر رہے تھے آپ ۱۸۹۷ء کے لگ بھگ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر انڈیا میں پیدا ہوئے، آپ کی ننہال راجپور ضلع سہارنپور کی تھی، قرآن شریف کی ابتداء وہیں ہوئی پھر والد صاحب کی ملازمت کی وجہ سے علی گڑھ زیادہ رہنا پڑا اس لئے یہیں ناظرہ قرآن پاک ختم کر کے اسکول میں اوروں کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں آکر فارسی کتب تفسیر المبتدی سے یوسف زلیخا تک اور عربی کتب میزان الصرف سے ہدایت النجوم تک پڑھیں، جب حضرت مولانا اشفاق صاحب نے جلال آباد میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تو یہاں چلے گئے اور شرح جامی کی جماعت میں شامل کر دیئے گئے بعد ازاں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپور عاقد سہرا کے ارشاد اور توجہ دلانے سے ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور کافیہ کبریٰ، نور الایضاح اسباق تجویز ہوئے اور تمام کتب فقہ کے علوم و فنون

سے اول پوزیشن میں ۱۳۴۲ھ کو فراغت حاصل کی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ نے آپ کو ورہ حدیث کی تمام کتب میں اول پوزیشن حاصل کرنے پر کئی کتابیں اور ایک چلبی گھڑی انعام میں عنایت فرمائی۔ درجہ ابتدائی میں کل کتب کے آپ کے استاذ مولانا ظہور الحق دیوبندی تھے اور بعد میں حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب، مولانا ثابت علی صاحب، مولانا منظور احمد صاحب، مولانا عبدالرحمن کامل پوری، مولانا محمد اسعد اللہ صاحب، مولانا بدر عالم میرٹھی صاحب اور حدیث شریف میں مشکوٰۃ کے استاذ مولانا ثابت علی صاحب تربی شریف اور طحاوی شریف کے مولانا عبداللطیف صاحب، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے مولانا عبدالرحمن کامپوری، مسلم شریف و نسائی اور مطائین کے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرتدہ استاذ تھے، سند حدیث حضرت اقدس سہارنپوری رحمۃ اللہ کے دست مبارک سے عطا ہوئی اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ نے تمام کتب حدیث کی خصوصی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔

بعد فراغت کھم صلیع ونگل حیدر آباد دکن کے مدرسہ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے تدریس و غلط تبلیغ و غیرہ کے لئے تشریف لے گئے کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ نظامیہ حیدر آباد میں نائب شیخ الادب کا عہدہ آپ کو سونپا گیا تقریباً گیارہ ماہ بعد حضرت اقدس سہارنپوری کی تعمیل ارشاد میں واپس سہارنپور پہنچے۔ اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس اعلیٰ مقرر کئے گئے اور ہر علم و فن کی کتابیں پڑھاتے رہے اور ۱۳۴۸ھ تک مظاہر العلوم ہی میں مختلف علوم و فنون کی کتب عالیہ کا سلسلہ جاری رکھا اسی دوران ۱۳۴۹ھ میں سہارنپور ہی سے رسالہ "المظاہر" ۱۳۴۸ھ میں ایک دوسرا رسالہ "ماہنامہ دینار جاری فرمایا جو ایک عرصہ تک دعوت و تبلیغ کی خدمات انجام دیتے رہے ۱۳۵۶ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۳۶۰ھ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی علالت و بیمار داری کی غرض سے تھانہ بھون قیام فرمایا

چونکہ یہ قیام طویل تھا اس لئے مدرسہ سے سال بھر کی رخصت لیتے رہے اور خانقاہ اشرفیہ کے مدرسہ امداد العلوم میں فتاویٰ اور درس و تدریس کی خدمت میں مشغول رہے۔ مدرسہ مظاہر العلوم کی تدریس کے دوران ہزاروں طالبان علم نے آپ سے کسب فیض کیا جن میں رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی امیر تبلیغی جماعت انڈیا، مولانا انیس الرحمن لدھیانوی، مولانا بشیر اللہ برمی، مولانا عبید اللہ حبیبی ناظم تبلیغ، مولانا محمد عامر امپوری، مولانا مفتی منظور احمد بجنوری، مولانا شاہ ابرار الحق ہر دوی خلیفہ تھانوی، مولانا قاضی زاہد الحسنی کیمبلپوری اور مولانا فضل احمد صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی جیسے مشاہیر علماء آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

ہندوستان کے مختلف مدارس عربیہ خصوصاً مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور امداد العلوم تھانہ بھون میں ہزاروں افراد کو اپنے فیض علمی و روحانی سے مستفید کرنے کے بعد ۱۳۵۷ھ میں پاکستان کے لئے رخت سفر باندھا اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن امیر سہارنپوری بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریسی و فقہی خدمات کے لئے تشریف لے گئے یہاں ۱۳۹۱ھ تک پندرہ کتب زیر درس رہیں بعد ازاں طبعی اعذار کی وجہ سے اسباب مذکور دیئے گئے اور صرف اختاء کا کام باقی رہا ہے اور تیس برس سے جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کو ملک اور بیرون ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور پاکستان میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے بعد فتاویٰ میں آپ ہی کو اعلیٰ مقام حاصل ہے اور آپ کے فتاویٰ پر شیخ الاسلام حضرت علامہ خضر احمد شامانی، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امیر سہارنپوری، حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ اعتماد کا اظہار فرما

چکے ہیں، آپ کا روحانی سلسلہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے منسلک تھا اور دونوں حضرات اکابر سے آپ نے خوب خوب فیض علمی و روحانی حاصل کیا، حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے آپ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بیعت کروایا تھا اور خود بھی خصوصی توجہات و غیایات سے نوازتے رہے تھے تربیت و اصلاح حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب قدس سرہ مجاز بیعت حضرت حکیم الامتؒ نے فرمائی اور اجازت بیعت سے بھی نوازا، آپ ایک جید عالم دین، عظیم الشان نقیب اور بہترین شیخ کامل ہیں، متبع سنت اور عاشق رسولؐ ہیں، حق و صداقت کا پیکر اور اخلاق و عادات میں اسلاف کی یادگار ہیں، آپ اردو، عربی، فارسی کے بہترین ادیب اور قادر الکلام شاعر ہیں، بہت سی نعتیں، نظمیں، قصائد اور عربی فارسی اردو قطعات اس کا بین ثبوت ہیں۔ درس و تدریس اور خدمت افتاء کے علاوہ آپ نے بہت سی کتب در مسائل بھی تالیف فرمائے ہیں جن کا ذیل میں مختصر تعارف درج کیا جاتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:-

(۱) زکوٰۃ المحلی اور علامہ سید سلیمان ندویؒ (اردو) یہ کتاب غالباً لکھنؤ میں ۱۳۲۵ھ میں طبع ہوئی تھی۔ استعمال اور غیر استعمالی زیوروں پر زکوٰۃ کے متعلق سید صاحبؒ کی تالیف سیرت عائشہ کے ایک مضمون پر رد و تنقید ہے۔

(۲) دعوت التبلیغ (اردو) اس کتاب میں تبلیغ کے متعلق آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ پر عنوانات قائم کر کے ان کا سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۳) تفسیر المنطق حائسیہ تبسیر المنطق (اردو) موضوع نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ ایک دن اور ایک رات میں لکھا گیا تھا۔

(۴) تراجم الحماسین (عربی) حماسہ کے پہلے باب کے متفرق شعر کے احوال اس کتاب میں مذکور ہیں۔

(۵) حاشیہ تبلیغ دین (اردو) جس میں اختصار کے ساتھ احادیث کی تخریج اور مضمون کتاب کا ضروری حل موجود ہے۔

(۶) حاشیہ عربیہ معلقہ اول سبع معلقات (غیر مطبوعہ)

(۷) اطہار الطرب شرح اردو دواذ ہا العرب۔

(۸) شرح عربی از ہا العرب

(۹) دعوت التجارة (اردو) تجارت کے فضائل و فوائد پر مشتمل ہے، اولاً رسالہ خالد دیوبند میں طبع ہوا پھر کراچی میں کتابی شکل میں جمع ہو کر کفایتہ صلیع سورت میں گجراتی زبان میں طبع ہوا ہے۔

(۱۰) جمال الادبیاء (اردو) یہ کتاب یوسف بن اسماعیل بنہانی کی ”لامع علامات الادبیاء“ کا اردو ترجمہ ہے جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے حکم سے کیا گیا تھا اور ۱۳۲۹ھ میں مکمل ہوا ۱۳۵۹ھ میں پہلے تھانہ مجھون اور پھر مکتبہ مدنی گوبرہ ضلع فیصل آباد سے اور ۱۳۶۲ھ میں دوبارہ شائع ہوئی۔

(۱۱) دلائل القرآن علی مسائل نغمان (عربی) حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی خواہش یہ تھی کہ قرآن مجید سے مذہب خفییہ کے دلائل جمع کئے جائیں۔ یہ کام اولاً حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو سونپا گیا مگر مولانا کے مسلسل اسفار اور دینی مشاغل کی وجہ سے یہ کام اس طرح تقسیم کیا گیا کہ اول کی دو منزلیں خود مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے پاس رہیں اور دو منزلیں

منزلیں ۳، ۴، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب کے پاس، اور دو منزلیں ۵، ۶ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے پاس اور آخری منزل۔۔۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے سپرد ہوئی ان سب حضرات نے اپنی اپنی مصروفہ خدمات کو

بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز میں مکمل کر دیا۔ اس کے کچھ حصے طبع ہوئے اور کچھ غیر مطبوعہ حالت میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

کے ہاں دارالعلوم کراچی میں پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان تالیف کو مکمل طور پر جلدی منظر عام پر لائے۔ آمین

(۱۲) ارث الحفید (اردو) پوتے کی میراث۔ پاکستان میں یتیم پوتے کی میراث پر فرقہ واپس قرآن و منکرین حدیث کی طرف سے اسمبلی میں ایک بل پیش ہوا تھا اس کے جواب میں یہ مضمون لکھا گیا تھا پہلے یہ مضمون ماہنامہ "الصدیق" ملتان میں شائع ہوا اور پھر کتابی صورت میں لاہور سے طبع ہوا۔

(۱۳) حلیۃ اللجیۃ (اردو) جس میں قرآن و حدیث سے اور اندرونی عقل کے یکمشت دائرہ کے اثبات پر دلائل دیئے گئے ہیں یہ کتاب لاہور طبع ہوئی ہے۔

(۱۴) التحریر النادر فی حرمتہ بنش القبر الشیخ عبدالقادر۔ (اردو) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوریؒ کے جسدِ خاکی کو قبر سے نکال کر ہندوستان منتقل کرنے کی جو تحریک اسمبلی مقننہ اس کے عدم جواز و حرمت پر ایک محققانہ مضمون اور عالمانہ تحریر ہے جو ۱۳۹۱ھ میں سرگودھا سے شائع ہوا ہے۔

(۱۵) البحث والسفر عن عدم افتراض القبر بالحضر۔ (اردو) رسالہ بالا کا جواب ماہنامہ بنیات کراچی میں شائع ہوا یہ رسالہ اسی کا جواب اور رد ہے۔

(۱۶) نصاب و نظام دینی مدارس۔ اس کتاب میں دینی مدارس پر اعتراضات کے جوابات ان کی ضروریات اور نصاب کے ہر ہر جز کی وجہ پیش کی گئی ہے یہ کتاب ناشران قرآن لاہور نے طبع کرائی ہے۔

(۱۷) رسالہ ضرورت مذہب۔ یہ رسالہ اس عنوان سے اردو منظوم پر مشتمل ہے۔

(۱۸) تلموزی علاج المصائب۔ (اردو) یہ پہلے رسالہ دیندار سہارنپور میں اور پھر کتابی شکل میں طبع ہوا ہے۔

ای سینا۔ یہ اردو منظوم رسالہ ہے اس میں چالیس عقلی دلائل سے اس کی تباہی

بتلائی ہے۔

(۲۰) عظمت حدیث۔ یہ تصنیف منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات کا مجموعہ ہے۔

(۲۱) مہدس اصلاح کالج۔ موضوع نام سے ظاہر ہے یہ کتاب لاہور سے طبع ہوئی ہے۔

(۲۲) عقائد مشرقی اور تحریک خاکسار کا مقصد۔ موضوع تالیف ظاہر ہے۔

(۲۳) شرح بلوغ المرام۔ یہ کتاب اردو زبان میں لاہور سے طبع ہوئی ہے۔

(۲۴) فضائل جمعیت اردو۔ (۲۵) آٹھ تراویح بدعت ہیں؟

(۲۶) اسباب شکست۔ احرام جہد کا قضیہ اردو

(۲۸) نبی کل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اردو (۲۹) جمیل الکلام۔ یہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات ہیں

(۳۰) ہفت مسئلہ کی تشریح۔ (۳۱) الضحادی علی الطحاوی عربی۔

(۳۲) حضرت تھانویؒ کے مواعظ کی تسہیل و تشریح وغیرہ وغیرہ۔

ان کتب و رسائل کے علاوہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے بہت سے طویل طویل مضامین

ملک کے مختلف رسائل ہفت روزہ خدام الدین لاہور، ہفت روزہ صوت الاسلام لاہور ماہنامہ البلاغ کراچی، بنیات کراچی، ترجمان اسلام، پیام اسلام اور پیام مشرق لاہور میں طبع ہوئے ہیں اور مختلف موضوعات پر علمی و فقہی مسائل کثرت سے چھیپتے رہتے ہیں۔

ان کے علاوہ آپ کے عربی قصائد، منظومات اور تاریخی قطعات بھی طبع ہوئے ہیں

کیونکہ شعر و شاعری کا بھی آپ کو خدا داد ذوق حاصل ہے۔ آپ کی اولاد صالحہ میں کئی صاحبزادے

ہیں۔ جن میں بڑے صاحبزادے جناب مولانا مشرف علی تھانویؒ استاد جامعہ اشرفیہ لاہور

ہیں۔ جو واپڑا کالونی میں ایک جامع مسجد کے خطیب بھی ہیں اور مجلس صیانتہ المسلمین

پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ بھی ہیں۔ اور علم و عمل میں اپنے اکابر و اسلاف کا نمونہ

ہیں۔ اور ایک قابلِ فخر عالم و فاضل ہیں، عایت باللہ شیخ العصر المحج

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی مدظلہم خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ

تدیس سرہ کے مجاز بمعیت میں اور اس وقت جتید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ دوسرے عاجز
جناب مولانا قاری احمد میاں تھانوی جو دارالعلوم دینیہ لاہور کے پرنسپل اور صدر قاری ہیں
اور ایک نوجوان صالح کا فضل ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدظلہم کی عمر میں برکت دے۔ اور ان کے اخلاف
رشید کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔

آپ ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء کو لاہور میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

حضرت مولانا حافظ جلیل احمد شروانی

رئیس الامت حضرت مولانا حافظ الحاج جلیل احمد صاحب شروانی علی گڑھی رح
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ کے اجل خلفاء
میں سے تھے ضلع علی گڑھ کے رئیس خاندان شروانی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ۳۱۵
میں حافظ محمد مصلح الدین صاحب کے گھر پیدا ہوئے اور قرآن پاک اور تجرید کی تعلیم ایک
صاحب کمال اور صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب خراسانی سے
حاصل کی۔ جب آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تو آپ کے والد گرامی حافظ محمد مصلح الدین
صاحب نے بطور انعام آپ کے استاذ مکرم کو ایک بنگلہ عطا فرمایا۔ قرآن کریم کی تعلیم
کمل کرنے کے بعد آپ کے والد صاحب نے آپ کو دنیاوی تعلیم میں لگا دیا۔ چونکہ آپ
ایک رئیس زادے تھے اس لئے آپ کو ریٹائرڈ طور طریق سے تعلیم دلوائی گئی۔ آپ کے
لئے خاص طور پر ایک خادم مقرر تھا جو آپ کی خدمت کے لئے ساتھ رہتا تھا وغیرہ نہایت
شائمانہ انداز سے آپ نے تعلیم حاصل کی مگر اس کے باوجود آپ فطری طور پر نہایت متواضع
اور نہایت پسند تھے اور بچپن ہی سے آپ کا رجحان دین کی طرف تھا، بچپن ہی سے نماز اور
روزے کے پابند تھے۔ حلال و حرام جائز و ناجائز باتوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اس
کے ساتھ آپ کے استاذ مکرم مولانا قاری محمد صدیق صاحب کی صحبت سے دین میں اور
پختگی آگئی پھر آپ کے زمانہ تعلیم ہی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی دعوت پر جب حکیم الامت
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا مسلم یونیورسٹی میں دلفظ ہو تو آپ اس قدر متاثر

●۔ آدمی جب کامل ہوتا ہے جب اس میں بین
صفیق موجود ہوں، اس کا علم فقہاء جیسا ہو، عبادت ادبیاء
جیسی ہو اور اس کے اعتقادات تمکین جیسے ہوں۔

★

● زہد کا آخری درجہ یہ ہے کہ مال آنے پر آدمی
اتنا خوش نہ ہو کہ غور اور تکبر میں مبتلا ہو جائے
اور مال کے چلے جانے پر اتنا غم نہ ہو کہ یاس
اور ناامیدی لازم آئے۔

شیخ الحدیث

(علامہ محمد ادریس۔ کاندھلوی)

ہوئے کہ پھر ساری زندگی حکیم الامت قدس سرہ کے ہی ہونے پر گئے یہ حضرت حکیم الامتؒ کی پہلی دفعہ زیارت تھی جو آپ کو زمانہ طالب علمی میں نصیب ہونے، آپ کے والد ماجد کو بھی حضرت حکیم الامتؒ سے خاص عقیدت تھی اس لئے آپ کے والد صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے گھر پر تشریف آوری کی درخواست کی جو حضرت حکیم الامتؒ نے خوشی منظور فرمائی اور مکان پر تشریف لے گئے، حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی خداداد فراست سے آپ کو بچپن ہی کے زمانہ میں پہچان لیا اور آپ کے والد کو فرمایا کہ :-

”یہ لڑکا آپ کے کام آئے گا۔“

اس ملاقات کے بعد آپ نے حضرت حکیم الامتؒ سے باقاعدہ خط و کتابت شروع فرمادی اور اپنے استاذ قاری محمد صدیق صاحبؒ سے حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ و ملفوظات لے کر پڑھنا شروع کر دیئے اور حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہ سے اصلاح باطن اور بحیثیت کی درخواست کی جو بارگاہ اشرفی میں منظور ہوئی۔ اور حضرت حکیم الامتؒ نے باقاعدہ آپ کو بحیثیت فرمایا۔ بحیثیت کے بعد آپ کی دنیا ہی بدل گئی، ہر بات میں حضرت حکیم الامتؒ سے مشورہ طلب کرنے لگے حتیٰ کہ اپنے خانگی امور تک میں حضرتؒ سے مشورہ لیتے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ سے اتنا تعلق اور عشق ہو گیا کہ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد مستقل طور پر تھانہ بھون میں قیام کا ارادہ کر لیا تاکہ حضرت حکیم الامتؒ کے قریب رہ کر زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکے۔ آپ نے اپنے اس ارادے سے حضرت حکیم الامتؒ کو مطلع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

”اگر جائداد کی نگرانی کا خاطر خواہ انتظام ہو جائے تو بیشک اس ارادہ پر عمل کریں۔“

چونکہ بفضلہ تعالیٰ جائداد کا ایک معتد بہ حصہ وراثت میں ملا تھا اس لئے اتنی بڑی جائداد کا انتظام کرنا بھی ایک مشکل کام تھا لیکن آپ اپنے پیرو مشد حکیم الامتؒ تھا تو ہی قدس سرہ کی خدمت

اقدس میں حاضری کا مصمم ارادہ فرما چکے تھے اور ادھر حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہ بھی دعا فرماتے تھے تو منجانب اللہ ایک نگران کا انتظام ہو گیا اگرچہ بعض منطقیں حضرات نے غور و جرد بھی کی مگر آپ نے اپنے شیخ و مرئی حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضری کو ترجیح دی اور مالی نقصات کو برداشت کیا۔ تھانہ بھون میں آپ کو قیام کے لئے ایک مکان کی مستقل ضرورت بھی تھی اور چونکہ حضرت حکیم الامتؒ کو آپ کی طبیعت کا حال معلوم تھا اس لئے حضرت حکیم الامتؒ کو اس کی فکر تھی کہ ایسا مکان، جو جس میں ہر قسم کی سہولت موجود ہو چنانچہ متعدد مکانات میں رہائش رکھنے کے بعد حضرتؒ نے خود اپنا ذاتی دولت خانہ رہائش کے لئے عطا فرمادیا، آپ چودہ سال تک اس دولت کوہ میں قیام فرما رہے تھے مگر آپ کے بار بار عرض کرنے کے باوجود حضرت حکیم الامتؒ نے اس کا کوئی کرارہ نہیں لیا، قیام تھانہ بھون کے دوران آپ نے عربی نصاب کو مکمل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کے لئے عربی نصاب کی کتابیں تجویز فرمائیں اور خود حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہ آپ کو کاندھلہ لے کر گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اویس کاندھلویؒ کے والد ماجد محمد اسماعیل صاحبؒ سے کہا کہ :- ”مولوی صاحب! اس کا آپ ایسا ہی خیال رکھیں جیسے آپ میری اولاد کا رکھتے اور دیکھئے دو باتوں کا خیال رکھیے ایک تو یہ کہ رات کو تنہا نہیں سو سکتے۔ دوسرے یہ کہ اندھیرے میں ان کو نیند نہیں آتی۔“

چنانچہ آپ نے مولانا اسماعیل صاحبؒ کے اس نذر سر میں باقاعدہ دینی تعلیم حاصل کی اس کے بعد آپ تھانہ بھون واپس تشریف لے آئے اور حضرت حکیم الامتؒ کے مشورہ سے یہاں بھی حضرت مولانا طہر احمد عثمانیؒ اور چند دیگر اکابرین سے استفادہ کیا۔ حضرت حکیم الامتؒ کی دعاؤں اور دوسرے اکابر علماء کی خصوصی توجہات اور اپنی رات دن کی محنت اور شوق سے بفضلہ تعالیٰ چند ہی روز کے اندر آپ میں وہ قابلیت پیدا ہوئی جو آٹھ آٹھ دس دس سال

لگانے والوں میں بہت ہی کم پیدا ہوئی ہے اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہر کام اپنے پروردگار کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے، کتاب کا انتخاب ہو یا کسی استاد کا، ہر کام حضرت حکیم الامتؒ کے مشورہ سے کیا جاتا تھا غرضیکہ حضرت حکیم الامتؒ مولانا اثر علی تھانویؒ کی ذات بابر کا سے آپ کو ایسی دالہانہ عقیدت و محبت تھی کہ اکثر مجلسوں میں بار بار حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات ہی کا ذکر فرماتے تھے۔ اکثر جب کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو اس مسئلہ پر بطور استدلال و استنباط تو فیض حضرت حکیم الامتؒ کے ملفوظات بیان فرماتے تھے۔ جب کسی مسئلہ کو بیان فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت حکیم الامتؒ کے علوم آپ کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ سے عقیدت و محبت کی وجہ سے آپ نے اپنی کوششیں جن کا نام پہلے جلیل منزل تھا مگر حضرتؒ سے تعلق کے بعد اس کا نام تبدیل کر کے اشرف منزل رکھ لیا۔ آپ کے لئے ہر کام میں اپنے شیخ کا اتباع ضروری تھا آپ پہلے شیروانی زب تن فرماتے تھے جب یہ سنا کہ حضرت علماء کے لئے شیروانی پسند نہیں فرماتے تو آپ نے شیروانی پہننا چھوڑ دیا۔ اور حضرتؒ کے اتباع میں چھکلی والی اچکن پہننا شروع کر دی اور زندگی بھر یہی چھکلی والی اچکن زب تن فرماتے رہے اسی طرح جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الامتؒ علماء کے لئے اس بات کو پسند نہیں فرماتے کہ ہاتھ پر گھڑی باندھیں تو آپ نے بھی اسی دن سے ہاتھ پر گھڑی باندھنا چھوڑ دیا اور اس کے بعد سے جیسی گھڑی استعمال کرنا شروع کر دیا۔ مختصر یہ کہ ہر قول و فعل میں اپنے شیخ کا اتباع فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات پر خود بھی عمل کیا اور عوام و خواص کے لئے بھی حضرتؒ کے ملفوظات و ارشادات کو ضبط کر کے ایک ایسا عظیم کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ اور جس سے قیامت تک لاکھوں کروڑوں افراد استفادہ کر کے اپنی روحانی پائسں بچھاتے رہیں گے۔ آپ نے حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات کو بڑی محنت و مشق سے جمع کیا اور ”الاناضات الیومیہ“ کے نام سے سات حصوں میں ہزاروں

ملفوظات کا ذخیرہ جمع کر کے شائع کیا جس کے اندر ”القول الجلیل“ کے نام سے بھی تین چار حصے شائع ہوئے ہیں اور دو حصے ”القول الجلیل“ کے نام سے علیحدہ بھی شائع ہو چکے ہیں حق تعالیٰ کا آپ پر یہ بڑا فضل و کرم تھا اللہ تعالیٰ آپ کی اس محنت کو شرف قبولیت بخشے آمین۔ اس کے علاوہ آپ کی کئی تصانیف بھی شائع ہوئی ہیں جو ”ملفوظات النصف“ ”قرآن کا نیا معجزہ“ ”قرآن کا عجیب وعدہ“ ”آثار رحمت“ ”جمہوری نظام و غیرہ ناموں سے طبع ہوئی ہیں یہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

حضرت مولانا شروانی صاحب علی گڑھ کے ایک رئیس خاندان کے فرو تھے ہر قسم کا آدم و راحت بفضلہ تعالیٰ آپ کو نصیب تھا مگر محض دین کے تحفظ کے جذبہ سے آپ کو ترک وطن اور ہجرت پر مجبور کیا چنانچہ قیام پاکستان کے بعد آپ اپنا سب کچھ چھوڑ کر پاکستان تشریف لے آئے اور یہاں آکر سب سے پہلا کام جو آپ نے انجام دیا وہ اپنے شیخ و مرئی حضرت حکیم الامتؒ تھانویؒ کی عظیم اور ولی خواہش کو مدنظر عام پر لانا تھا۔ حضرت حکیم الامتؒ کی وہ ولی خواہش اور تمنا کیا تھی؟ وہ یہ تھی کہ یہاں پاکستان میں بھی مجلس صیانتہ المسلمین کو قائم کیا جائے اور اس کے مرتبہ قواعد و ضوابط کے تحت اصلاح و تربیت کا کام اجتماعی انداز میں کیا جائے۔ مجلس صیانتہ المسلمین کی اہمیت کا اندازہ حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات کی روشنی میں دیکھنا ہو تو مجلس صیانتہ المسلمین حضرت تھانویؒ کی نظر میں ”رسالہ ملاحظہ فرمایا جائے۔“

غرضیکہ آپ نے اپنے شیخ و مرئی حضرت حکیم الامتؒ کے ہر قول و فعل کو عام کرنے کا کام جاری رکھا اور اسی مقصد کے لئے پہلے آپ نے علی گڑھ شہر میں مجلس قائم فرمائی اور قیام پاکستان تک یہ کام علی گڑھ میں جاری رہا۔ پاکستان ہجرت فرمانے کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے تعاون سے لاہور شہر میں مجلس کا کام شروع کیا اور آج بحمد اللہ پورے پاکستان

میں یہ عظیم الشان کام بڑے ذوق و شوق سے ہو رہا ہے اور جہاں بھی حضرت حکیم الامتؒ کے متوسلین اور عقیدت مند موجود ہیں۔ مجلس صیانتہ المسلمین قائم ہے اور ایسی کون سی جگہ یا شہر ہے جہاں حضرتؒ کے چاہنے والے نہ ہوں۔

بہر حال حضرت مولانا علی گڑھویؒ کی یہی خواہش تھی کہ تمام مسلمان حضرت حکیم الامتؒ کے بتلائے ہوئے اس نظام کو خود بھی اپنائیں اور دوسروں کو بھی اس طرف دعوت دیں اور پھر سب مل کر اس نظام کے تحت انفرادی اور اجتماعی طور پر معاشرہ کی اصلاح میں لگ جائیں اس جدوجہد میں آپ نے دے، دے، دے، دے اور قدم ہر طرح کام کیا اور اپنے ہمراہ لایا ہوا کل سرمایہ بھی اسی کام کی اشاعت اور جدوجہد میں لگا دیا۔ اور جب تک آپ حیات رہے اس وقت تک اسی کی اشاعت میں مصروف رہے اور جب تک آپ کو امراض نے گھیر لیا قویٰ کمزور ہو گئے بہت سے جواب دے دیا اور آپ نے دیکھا کہ مجلس کے کام کو پوری محنت سے نہیں چلایا جاسکتا تو احباب کے مشورہ سے اپنے رفقاء کار میں سے حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی مدظلہ کو مجلس کی خدمت پر مامور فرما کر صدر بنا دیا۔ اور اب اس کام کو بفضلہ تعالیٰ آپ کے قابل فخر صاحبزادہ مولانا کبیر احمد شروانی استاذ و نائب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور و ناظم نشر و اشاعت مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان اور حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ ناظم اعلیٰ مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان و استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور بڑے احسن طریقے سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت مولانا جلیل احمد شروانی صاحب کو پاکستان میں مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان کا بانی کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ آپ نے اپنے شیخ کی تعلیمات کو عام کرنے کا پورا پورا حق ادا کیا اور ساری عمر اپنے شیخ کی ہدایات پر عمل پیرا رہے۔ آپ ایک عالم و فاضل اور رئیس زادہ ہونے کے باوجود اخلاق فاضلہ اور کمالات حسنہ سے معمور تھے، بڑے خوش خلق، متواضع کم گو اور منکسر المزاج تھے۔ معمولات اور تقویٰ کے شدت سے پابند ہونے کے باوجود

خشک مزاج ذرا سے بھی نہ تھے، تکبر اور متکبر انسان سے آپ کو بڑی سخت نفرت تھی اور متواضع آدمی کو بے حد پسند فرماتے تھے، ہر قول و فعل میں سنت کی پوری پوری پابندی فرماتے تھے ہر کام میں تقویٰ و طہارت کا خیال رکھتے تھے جس دن آپ جامعہ اشرفیہ لاہور میں تشریف لائے اور جس مکان میں آپ کا قیام ہوا تو اس کے ایک کمرہ میں مدرسہ کی چٹائی بچھی ہوئی تھی آپ نے اس کو فوراً اٹھوا دیا اور اپنی خرید کر لی چٹائی، اسی طرح اس مکان کا میٹر مشترک تھا آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ سے عرض کیا کہ:- کہ ہو سکتا ہے ہم بجلی زیادہ خرچ کر دیں اور حساب میں کم لگا دی جائے تو اس طرح مدرسے کے نقصان کا احتمال ہے اگر اجازت ہو تو میں اپنا علیحدہ میٹر لگوا لیتا ہوں

چنانچہ آپ نے اجازت کے بعد اپنا میٹر الگ لگوا لیا، آپ کے وصیت نامہ میں ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا کہ ایک دفعہ مکان کی چھت پر کسی کی تنگ کی ڈوری گری ہوئی ملی جو میں نے اٹھا کر رکھ لی۔ اس کے مالک کو تلاش کیا مگر وہ نہیں مل سکا، لہذا میرے درناؤ کو چاہیے کہ اُس کے مالک کی تحقیق کر کے اس کی قیمت ادا کریں؟

غرضیکہ اسی طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جو آپ کے تقویٰ و طہارت کے سلسلے میں پیش کی جاسکتی ہیں مگر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ نے ساری حیات دین کی خدمت کی اور آخر دم تک سنت پر عمل پیرا رہے، علالت کے دوران بھی حیا و شرم کا یہ عالم تھا کہ ڈاکٹر کے اصرار پر بھی ہسپتال میں صرف اس لئے داخل نہیں ہوئے کہ وہاں ماعزوں سے واسطہ پڑے گا وہ میرے پاس آئیں گی مجھے ہاتھ لگائیں گی وغیرہ۔

بہر حال اسی حالت میں اس مرد مومن نے ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۵۵ء کو اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

جس رات آپ کا انتقال ہوا، اُس رات حضرت مولانا محمد عرفان صاحب برادر زادہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب نے ایک خواب دیکھا جو اپنی مسجد واقع کرشن نگر میں تشریف فرما تھے انہیں حضرت مولانا کی وفات کا بالکل علم نہیں تھا انہوں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے جو نیلا گنبد کی طرف سے آ رہا ہے اور اس میں کسی کا جنازہ ہے اس مجمع میں سے رات کی رانی کی سی عمدہ خوشبو آرہی ہے جس نے نضا کو معطر کر دیا، صبح کی نماز کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت مولانا جلیل احمد صاحب وصال فرما گئے تو مولانا محمد عرفان صاحب فرماتے ہیں کہ: ”جب میں نے آپ کو قبر کے اندر اتارا تو بعینہ وہی خوشبو جو میں نے رات کو مجمع کے اندر محسوس کی تھی وہی خوشبو قبر کے اندر محسوس کی اور بڑی شدت سے محسوس کی“

اسی طرح اس رات جناب پروفیسر پروفیسر ہادی سردار محمد صاحب کی اہلیہ محترمہ جو نہایت درجے والہ اور عابدہ خاتون ہیں، حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل ہے اور جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان کی بڑی ہمیشہ ہیں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے شوہر پروفیسر سردار محمد صاحب مرحوم جو اس زمانہ میں ڈیرہ غازی خان کے ایک کالج میں پرنسپل تھے آئے ہیں اور کہہ رہے تھے کہ تم سو رہی ہو اور ایک شہید اعظم کا جنازہ تیار ہے اور میں اسی میں شرکت کے لئے آیا ہوں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک آدمی اطلاع کے لئے پہنچ گیا کہ حضرت مولانا جلیل احمد صاحب رحلت فرما گئے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی کتنی عجیب بات تھی کہ آپ کے جنازہ کی نماز بھی اس عظیم المرتبت شخصیت نے پڑھائی جس نے مجدد و وقت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی پڑھائی۔ یعنی شیخ الاسلام علامہ مولانا محمد ظفر احمد عثمانی نے پڑھائی، منڈوالہیار سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری منجانب اللہ ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہوا کہ جس وقت آپ منڈوالہیار سے لاہور تشریف لائے تو اسٹیشن پر ہی حضرت مولانا

عثمانی مرحوم کو بتایا گیا کہ مولانا جلیل احمد صاحب کا آج صبح انتقال ہو گیا حضرت مولانا عثمانی نے فرمایا کہ:۔ عجیب بات ہے کہ کئی دنوں سے میں لاہور آنے کے لئے سوچ رہا تھا مگر مدرسہ کی مصروفیات کی وجہ سے ارادہ ملتوی ہوتا رہا کہ اچانک کل قلب میں لاہور آنے کا شدت سے تقاضا پیدا ہوا۔ میں خود حیران تھا کہ اتنا شدید تقاضا کیوں ہوا، وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی میں اس تقاضہ سے چل پڑا مگر اب معلوم ہوا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اپنے مخلص دوست کی نماز جنازہ پڑھانی تھی۔ مجھ سے ان کو شدید تعلق تھا اور خالقہاء اعلیٰ یہ تھانہ بھون میں یہ مجھ سے پڑھتے رہے ہیں اور افتاء کا کام بھی سیکھا، بڑے مخلص دوستوں میں سے تھے تو میرا اس وقت آنا منجانب اللہ ہی ہوا ورنہ اس وقت آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

چنانچہ حضرت مولانا عثمانی نے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور میں حضرت مولانا شردانی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے طلباء علماء اور عوام و خواص کے علاوہ کئی علماء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری حضرت مولانا رسول خان ہزاروی حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان شردانی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی اور حضرت مولانا محمد ضیاء الحق صاحب سابق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جامعہ اشرفیہ کے دیگر علماء مدرسین حضرت ان کے علاوہ تھے۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر اکابر علماء و مشائخ نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا کہ:۔

”وہ نوری جامہ ہم سے پوشیدہ ہو گیا، ان کی بڑی مقتدر

پاک اور متقی ذات تھی اور حضرت مرحوم اپنے وقت میں اپنی
نظر آپ ہی تھے۔

حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں کہ:-

مولانا جلیل احمد صاحب شروانی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس
سرہ کے محب خصوصی اور خلیفہ خاص تھے، ضلع علی گڑھ
کے رہنے والے اور مشہور شروانی خاندان کے فرد تھے پیش
اور پیش زادے تھے، کم سنی ہی سے اپنے مرشد کے عشق
میں ترک وطن کر کے تھانہ بھون آ گئے۔ اور یہیں خانقاہ
اشرفیہ میں رہ کر علوم دین کی تحصیل و تکمیل کی۔ ۱۹۲۷ء کی ہل چل
میں ہزارہا کا مالی نقصان اٹھا کر لاہور ہجرت کی اور اب جامعہ اشرفیہ
میں مقیم تھے، بڑے گہرے دیندار، معمولات اور تقویٰ کے شدت
سے پابند ہونے کے باوجود ذرا سے خشک مزاج نہ تھے اور اپنی
صالحیت کا زعم و پندار تو چھو کر بھی نہ گیا تھا، سہانہ لہجہ اور بڑے
ہی منکسر المزاج اور متواضع تھے۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ نے آپ کی ذات محترمت آیات پر حسب ذیل قطعہ تازیخ
ذات تحریر فرمایا:

آن جلیل احمد کہ شروانی رئیس فقر و صبر و معرفت چون برگزید
کہ دول لبوز از شرقی جہاد نیک می آید ز تالیفش پدید
چوں بیاری سل در او فتاد ناگاہ بیک اجل بردے رسید

جسم از دل تازیخ و ذات

گفت مرد مونس غری شہید

۱۳۶۵ھ

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گھٹوئی

آپ کا وطن ضلع کرنال کی تحصیل کتھیل کا مشہور قصبہ گھٹلا گڑھ تھا اسی وجہ سے آپ

اپنے نام کے ساتھ گھٹوئی لکھا کرتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ محرم الحرام
۱۳۱۵ھ میں آپ کے فضیلت موصع کنکیرٹی ضلع کرنال میں ہوئی آپ کے والد ماجد حکیم
محمد غوث صاحب دہلی کے تعلیم یافتہ علاقہ کے مشہور ترین حکیم تھے نارسہ میں بہت ذوق
رکھتے تھے اور دہلی کے مشہور نقشبندی خاندان سے برصیت و ارادت کا تعلق رکھتے

آپ نے قرآن شریف کی تعلیم اپنے قصبہ کے پیر جی محمد اسحاق صاحب سے حاصل کی پھر
مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور شریف آئے گئے اور شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب
سہارنپوری قدس سرہ کے ظل عاطفت میں علوم دینیہ کی باقاعدہ تعلیم شروع کر دی۔ اسیثناء
میں درس نظامی کا کچھ حصہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے زیر سایہ خانقاہ اظہار
اشرفیہ تھانہ بھون میں کئی حضرات مدرسین مولانا انوار الحق صاحب امرہ ہی اور مولانا سید احمد

حسن صاحب سنبھلی سے پڑھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ اور گاہ بہ گاہ حضرت مولانا
ظفر احمد عثمانی سے استفادہ فرماتے رہتے، خانقاہ انداویہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت
کا خاص اہتمام تھا اس لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت روحانی بھی حاصل کرتے رہے
پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ۱۳۳۲ھ میں دورہ حدیث کی کتابیں پڑھ کر سند الفرائض
کی حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ کے دست مبارک سے سند
عطا ہوئی۔ پھر حضرت اقدس مولانا سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے حکم پر ہی موضع اجرا در ضلع

میرٹھ کے مدرسہ میں مدرس ہو کر تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ اپنے فیض علمی سے طلباء اور دوسرے مسلمانوں کو مستفیض فرماتے رہے۔ اس کے بعد مختلف مدارس عربیہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور پھر مستقل طور پر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں اپنے شیخ و مرید حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے زیر سرپرستی تدریسی، تالیفی اور فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دینے لگے۔ حضرت حکیم الامت کو چونکہ آپ پر حد درجہ اعتماد اور اطمینان تھا اس لئے بڑے بڑے اہم کاموں کی انجام دہی پر آپ کو مامور کیا جاتا تھا اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی زندگی کا بڑا حصہ جس طرح اپنے مرشد کے زیر سایہ گزرا ہے اسی طرح آپ کے سوانح اور دینی خدمات کے تذکرہ کا بھی زیادہ حصہ حضرت حکیم الامت تھانوی کے سوانح کے ساتھ منضبط ہو کر شائع اور محفوظ ہو گیا ہے۔ "اشرف السوانح" کی تالیف کے وقت آپ نے اپنی دینی خدمات کا تذکرہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ کر دیا تھا، وہ مکالم عشرہ کے عنوان سے "اشرف السوانح" میں شامل ہے ان میں سے بعض اہم خدمات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی مجلس میں تذکرہ ہوا کہ پنجاب میں وراثت کا قانون شریعت کے خلاف ہے مثلاً بہن اور بیٹی کو حصہ نہیں دیا جاتا، حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے بڑے اہتمام سے فرمایا کہ وہاں کے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلانا ضروری ہے حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا کہ علماء کرام اگر خاص سعی فرمائیں تو ممکن ہے کہ لوگ سمجھ جائیں۔

”ارشاد فرمایا: کہ

جس قدر کوشش ہو سکے اس میں دریغ نہیں کرنا چاہیے
نفع کی فکر میں پڑنے کا کیا ضرورت ہے!

حضرت حکیم الامت کے اس ارشاد پر حضرت مفتی صاحب نے ہمت فرمائی۔ اور پنجاب بھر میں بہنوں اور بیٹیوں کو میراث دلانے کی تحریک شروع کر دی۔ اور عام جلسوں اور اجتماعات میں

حضرت مفتی صاحب نے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی اور لاہور و امرتسر کے علاقوں میں سفر بھی کئے پھر اس مقصد کے لئے تحریری طور پر ایک فتویٰ ”نظم پنجاب کے متعلق خدائی وصیت“ کے عنوان سے چھپوایا۔ جس کو عام تقسیم کیا گیا پھر ایک رسالہ ”غصب المیراث“ شائع کرا کے تقسیم کیا جس کے تمام مصارف کا اہتمام حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا اس کے ساتھ ساتھ جب اطراف آگرہ سے فتنہ ارتداد کی افسوسناک خبر ملی تو حضرت حکیم الامت کے حکم کے مطابق آگرہ اور اس کے نواح میں تبلیغ کا کام بھی جاری فرمایا اور حضرت مفتی صاحب نے حضرت مولانا عبد المجید صاحب کچھڑانوی کو ساتھ ملا کر پورے دو سال تک فتنہ ارتداد کے خلاف تحریک چلائی اور نہایت اہتمام کے ساتھ یہ دونوں حضرات تبلیغ دین فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان دونوں مقاصد میں کامیابی نصیب ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کے جلسوں اور تحریروں کا نتیجہ سامنے آ گیا اور یہ ظالم قانون تبدیل کر دیا گیا۔ اور پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۴۹ء میں جب یہ قانون وراثت شرعی ضابطوں کے مطابق پنجاب میں نافذ ہوا تو آپ خوش ہو کر فرماتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اپنی سعی اور کوششوں کا کسی قدر نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

ان تحریکات اور اہتمام تبلیغ کے علاوہ آپ نے تقریباً ایک سو مکاتب و مدارس قائم کئے جن کی مالی امداد حضرت حکیم الامت خود فرماتے تھے۔ بہر حال فتنہ ارتداد اور دوسرے لادینی فتنوں کا آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تحریری و تقریری جہاد فرماتے رہے اور کامیاب رہے۔ پنجاب کے سفر سے واپسی کے بعد حضرت حکیم الامت کے حکم سے حضرت مفتی صاحب پھر خانقاہ تھانہ بھون میں مقیم ہو گئے۔ اور تقریباً پورے تین سال خانقاہ سے باقاعدہ تعلق رہا اس ۲۵ سال کے عرصہ میں حیدر آباد سندھ میں تقریباً ایک سال تک تعلیمی و تدریسی اور تبلیغی خدمات انجام دیں اور کچھ مہینے ریلواری میں دینی و تدریسی خدمات میں مصروف رہے، مزاحمت وغیرہ کے خلاف بھی کافی تحریک چلائی اور کئی مناظرے اور مباحثے کئے اسی طرح ہندوستان

کے اندر شرعی تاضی مقرر نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو بعض حالات میں سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اس طرف توجہ فرمائی اور اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو ساتھ ملا کر ایک کتاب "الحیلۃ الناجزۃ" کے نام سے تالیف فرمائی۔ جس میں ان مشکلات کا حل تجویز فرمایا جس سے عورتوں کے مصائب میں بہت کمی ہو گئی۔

الغرض آپ کی زندگی کا اکثر حصہ حضرت حکیم الامتؒ کے زیر سایہ گزر رہا اور اس دوران خدمت درس و تدریس اور افتاء کے علاوہ بہت سے فتنوں کے خلاف تحریکات بھی چلاتے رہے اور علمی و فقہی اور گرائنڈر تفصیلی خدمات بھی انجام دیں۔ بہشتی گوہر جو بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ ہے اس پر آپ نے حضرت حکیم الامتؒ کے حکم سے اصلاح فرمائی گویا اس کو دوبارہ لکھا گیا اور تفسیر "بیان القرآن" پر نظر ثانی بھی فرمائی ان کے علاوہ کئی اور تصانیف بھی تالیف فرمائیں جن میں "حیلۃ ناجزۃ" رسالہ بہرہ تعلیم، قانون اذناف، المختارات، تجدد اللہ فی تعدد الجمیع، القول الرفیع فی الذب عن الشفیع، "ذائق المجتہدین عن ذائق المجتہدین" اور افادۃ العوام ترجمہ نصوص خطبات الاحکام وغیرہ علمی شاہکار ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ طبعی ذہانت و فطانت کے علاوہ چونکہ طویل زمانہ تک حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہ کے زیر تربیت رہے اور تعلیمی و تصنیفی خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علمی ذوق سے ان کو حصہ عطا فرمایا تھا جو ہر کسی کو صرف کتب بینی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ اخلاق و عادات میں قرونِ اولیٰ کا نمونہ تھے متبع سنت اور ایک سچے عاشق رسول تھے۔ متعدد بار حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے پہلی مرتبہ غالباً ۱۲۲۵ھ میں حرمین شریف کا سفر کیا اور تقریباً آٹھ ماہ قیام کیا تمام مقامات مقدسہ کی زیارت کی پھر دوسرے حج میں معہ اہل و عیال تشریف لے گئے۔ اور ایک سال حجاز میں قیام کے بعد دوسرا حج کر کے واپسی ہوئی۔ دوسرے سفر حج میں سب سے آٹھ ماہ

مدینہ منورہ میں قیام کا شرف حاصل ہوا اور مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ میں حدیث و فقہ کی بڑی کتابیں رسم شریف اور موطاء امام مالک ہدایہ وغیرہ کے درس دینے کا موقعہ اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمایا، حرم محترم نبویؐ کے بعض اساتذہ بھی درس حدیث میں شریک ہوا کرتے تھے ایک مدرس حرم سے ایک مرتبہ آپ نے دریافت کیا کہ کوپ تو صاحب مذہب ہیں، موطاء امام مالک آپ کے امام کی کتاب ہے اس کو تو آپ حنفیوں سے زیادہ سمجھتے ہوں گے پھر آپ اس کے سبق میں کیوں شریک ہوئے ہیں؟ تو اس عالم نے فرمایا کہ:- "آپ نے مذہب کے خلاف جو بات ہوتی ہے اس کا جواب تو ہم خود دے دیتے ہیں مگر احادیث میں جو تطبیق آپ دیتے ہیں ان کو سننے کے لئے میں آتا ہوں پھر اس کو جا کر حرم نبویؐ میں طلباء کو سناتا ہوں، یہ تو تطبیق جیسا کہ آپ حضرات کو آتا ہے ہمیں نہیں آتا۔"

بہر حال آپ اپنے وقت کے جید ترین عالم دین، عظیم الشان فقیہ اور عارف کامل تھے ساری عمر اپنے شیخ حضرت حکیم الامتؒ تھانویؒ قدس سرہ کے مسلک و مشرب پر پختگی سے قائم رہے اور ان کے مجاز محبت قرار پائے۔ حضرت حکیم الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ میں مفتی عبدالکریم کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہوں۔" ۱۲۲۸ھ میں آپ اپنے خاندان والوں کے ہمراہ ہجرت فرما کر قصبہ سایہ پور ضلع نرگودھا میں قیام پذیر ہوئے اور تقریباً سو سال اسی قصبہ میں رہ کر بعارضہ بخار و اسہال تبارخ ۹ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۱۰ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ آپ کے خلف الرشید حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہ آپ کے صحیح علمی و روحانی جانشین ہیں جو اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں آپ کا عین نمونہ ہیں۔ اور قابل قدر عالم دین ہیں۔

(تفصیلی حالات "بزم اثر" کے چراغ میں دیکھئے)

حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور رحمتہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت بنگلہ دیش کے مشہور ضلع نواکھالی کے گاؤں لودھیا میں ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد میاں جی محمد ادریس مرحوم بھی ایک اسلامی مفکر تھے اور آپ کے دادا میاں جی اکرام الدین، حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم فارسی وغیرہ اور قرآن پاک ناظرہ اپنے چچا میاں جی محمد یونس کے مکتب میں پڑھی۔ پھر مولوی محمد عثمان اور مولوی عبدالرحمن کے مدرسہ میں فارسی کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔

۱۳۳۵ھ میں پانی پت پہنچے اور قادی عبدالسلام صاحب خلف الصدق حضرت قادی عبدالرحمن محدث پانی پتی سے حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ فن قرأت کی مہارت حاصل کی۔ غالباً ۱۳۳۷ھ میں آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۰ھ میں اکابر اساتذہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ ۱۳۴۵ھ میں آپ حضرت حکیم الامت مفتاحی قدس سرہ کی طرف سے خلیفہ مجاز مقرر ہوئے۔ اس طرح جوانی کے عالم ہی میں آپ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ حضرت مولانا اظہار الاسلام آپ کی دینی و علمی اور ملی خدمات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

”حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی صحبت، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی روحانی تربیت اور پانی پت، سہارنپور اور دیوبند میں مذہبی علوم کی تعلیم نے حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور کی شخصیت کو ایک جامع کمالات شخصیت بنا دیا تھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کی

تعلیم و تربیت سے فارغ ہو چکنے کے بعد مدرسہ یونیسیہ برہمن باڑیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ اس وقت بنگلہ دیش کے مشہور عالم دین حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری بھی اسی مدرسہ میں استاذ تھے۔ جید و محقق عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ حافظ قرآن بھی تھے، اس لئے آپ کو وہاں مدرسے میں حافظ جی کے لقب سے بلایا جانے لگا۔ حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری نے اس کے ساتھ ”حضور“ کے لفظ کا اضافہ فرمایا تو ”حافظ جی حضور“ کا یہ لقبی نام بنگلہ دیش کی تاریخ کا ایک اہم باب بن گیا۔ آپ اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اس مدرسہ میں چار سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ ڈھاکہ چلے گئے اور حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری کے ساتھ مل کر ایک نیا مدرسہ ”اشرف العلوم“ قائم کیا۔

اسی زمانہ میں آپ لال باغ شاہی مسجد میں امام و خطیب مقرر ہوئے یہاں بھی قرآنی تعلیم کے لئے ایک مکتب قائم کیا جو بعد میں ایک بہت بڑا مدرسہ ”جامعہ قرآنیہ“ کے نام سے معروف ہوا۔ جہاں آخر دم تک شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ جہاں مدرسہ اشرف العلوم اور جامعہ قرآنیہ لال باغ کے استاذ حدیث و فقہ کی حیثیت سے آپ نے ہزاروں طالبان علم حدیث کو اپنے فیض علمی و روحانی سے مستفیض کیا وہاں اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا فروغ، طریقت کے سلسلے میں مریدوں کی اصلاح اور سیاسی و ملی تحریکات میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ ان تین شعبوں میں آپ نے اپنی حیات کی تقسیم کی۔ اولاً آپ معلم علوم دینیہ تھے۔ پھر مصلح شیخ طریقت پھر سرگرم سیاسی رہنما، مگر آخر دم تک یہ تینوں ہی شعبے بیک وقت آپ کی ذات کے ساتھ منسلک رہے۔ آپ بنگلہ دیش میں سو سے زائد مکاتب و مدارس

دینیہ کے بانی ہونے کے ساتھ بنگلہ دیش، بھارت اور برطانیہ میں لاتعداد مریدین کے شیخ تھے، ساتھ سے لائڈ آپ کے خلفاء ہیں۔ آپ کی بنا کردہ تحریک خلافت دو گروہ بٹ جانے کے باوجود آپ دونوں گروہوں کے محبوب قائد تھے اور آپ سیاسی معتقدین کی تعداد بے شمار ہے۔^{۱۵} حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ :-

” بنگلہ دیش خصوصاً ڈھاکہ بڑی بڑی علمی سیاسی اور روحانی شخصیتوں سے مالا مال تھا۔ حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب، حضرت مولانا اطہر علی صاحب اور حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری جیسی عظیم شخصیات کی مشاورت کامرکز ڈھاکہ شہر ہی رہا۔ جس طرح مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ جو حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب قدس سرہ کی زیر سرپرستی چل رہا تھا، علماء کی مشاورت کامرکز تھا اسی طرح جامعہ قرآنیہ لال باغ اجتماعی دینی سرگرمیوں کامرکز رہا۔ حضرت مولانا اطہر علی صاحب اور حضرت مولانا شمس الحق صاحب کے بعد حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور کی شخصیت لوگوں کی توجہ کامرکز تھی۔ آپ ان حضرات میں سے تھے جنہیں دیکھ کر ہی خدا یاد آتا ہے۔ آپ ایک سادہ و بے تکلف بزرگ تھے۔ صدق و صفا اور سادگی و تواضع کا پیکر تھے۔ ہم تن ذکر و شغل اور اصلاح و ارشاد میں مشغول رہتے تھے۔ بنگلہ دیش میں حضرت حکیم الامت کے آخری خلیفہ تھے۔ بالآخر ساری عمر درس حدیث اور خدمت اسلام میں بسر کرنے کے بعد، مئی ۱۹۸۷ء بمطابق ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ کو ڈھاکہ میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ لاکھوں افراد نے نماز جنازہ پڑھی۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!“

(ماخوذ نقوش رفتگان)

۱۵ ماہنامہ ابلاغ کراچی جون ۱۹۸۷ء

خود تدریس کی طرف توجہ زیادہ کر دی اور دارالافتاء مفتی احمد الرحمن کے سپرد کر دیا۔

حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مفتی ولی حسن صاحب جامعہ کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اور آپ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق جامعہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ کے دور اہتمام میں جامعہ العلوم الاسلامیہ نے بہت زیادہ ترقی کی۔ تدریس و افتاء اور جامعہ کے اہتمام کی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے دوسری دینی و ملی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ انہی وفاق المدارس کی تنظیم اور نظام اسلام کے جدوجہد میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔

الغرض حضرت علامہ محمد یوسف بنوری نے آپ پر خصوصی اعتماد کیا، اور آپ نے حضرت بنوری کے جانشین کی حیثیت سے اُن کے مشن عظیم کو آگے بڑھایا اور آخر وقت تک دینی و علمی خدمات میں مصروف رہے۔ حضرت مولانا فقیر محمد پشاور خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو خلافت و اجازت حاصل تھی اور زندگی بھر انہی کے بتائے ہوئے اصولوں پر زندگی گزاری اور ۳ جنوری ۱۹۹۰ء کو وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ بینات کراچی)

حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان شروانی

آپ کا تعلق ضلع علی گڑھ کے مشہور شروانی خاندان سے ہے، سنہ ۱۳۲۰ھ میں اپنے وطن مراٹے بڑے لے ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے سرکاری اسکول میں درجہ ششم تک پڑھا، بچپن ہی سے ذکر و نوافل اور اخلاقیات اور دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق دامن گیر تھا اس لئے سرکاری اسکول سے بد دل ہو کر تعلیم چھوڑ دی، بالآخر مجبور ہو کر آپ کے والد صاحب نے دینی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دی مشکوٰۃ المصابیح تک اپنے وطن میں پڑھا۔ پھر سنہ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور سنہ ۱۳۲۹ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کر کے مزید دو سال تک دارالعلوم دیوبند میں رہ کر معقولات کی کتابیں، امور عامہ، قاضی مبارک، تصریح، شرح خضی، بیع شداد وغیرہ پڑھیں۔ زمانہ تعلیم ہی میں آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے جمعیت ہو گئے تھے اور پھر بہت جلد ہی سنہ ۱۳۵۱ھ میں خلافت سے بھی سرفراز ہوئے، حضرت حکیم الامتؒ نے ایک مرتبہ اپنے کبارہ مخصوص خلفاء کے نام ایک اعلان میں تحریر فرمائے تھے۔ اس میں لکھا تھا کہ:-

”اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہوں کہ جن کے طرز تعلیم پر مجھے اعتماد ہے ان میں سے جس سے چاہیں اپنی تربیت متعلق کر لیں۔“

ان گیارہ مخصوصین میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی صاحب کا اسم گرامی بھی شامل تھا، سنہ ۱۳۵۴ھ میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ نے انہیں جلال آباد کے نزدیک ایک مدرسہ میں مدرس بنا کر بھیج دیا، اس وقت یہ مدرسہ صرف ایک مکتب کی حیثیت میں قائم تھا، مگر

چند ہی سالوں میں آپ کی مخلصانہ جدوجہد اور خون جگر کی آبیاری سے اس مدرسہ کا شمار جواب مفتاح العلوم کے نام سے موسوم ہے، ہندوستان کے بڑے مدارس عربیہ میں ہوتا ہے، مولانا موصوف مظاہر کی کمال جدوجہد اور سعی تبلیغ سے مدرسہ اور مسجد کی نظم و نشان عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں مدرسہ کا احاطہ نہایت وسیع اور مسجد وسیع و زیبا ہے۔ آپ کے یہاں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ ایک عام مجلس ہوتی ہے جس میں مدرسہ کے اساتذہ و طلباء کے علاوہ گروہ و نواح کے مریدین کا ایک بڑا مجمع ہوتا ہے اس میں حضرت حکیم الامت کے ملفوظات و مواظظ خود پڑھ کر سناتے ہیں، ان کے مریدین کا حلقہ کافی وسیع ہے، پیچیدہ مسائل و مباحث کو آسان اسلوب میں مثالوں اور واقعات و حکایات کے ذریعہ سے سمجھانے میں انہیں خاص ملکہ حاصل ہے۔ فن تصوف پر ان کی ایک کتاب شریعت و تصوف ہے جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ کی تصوف سے متعلق کتابوں سے ماخوذ کتاب و سنت کی روشنی میں تصوف کے مسائل و مضامین کو نہایت سہل اور آسان انداز میں اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ ایک عام آدمی بھی ان مسائل کو بخوبی سمجھ سکتا ہے، مولانا کا فیضان عام ہے اور ہندوستان و پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی آپ کے متعلقین موجود ہیں۔ آپ کا شمار حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ کے مخصوص خلفاء میں ہوتا ہے آپ فرمایا کرتے ہیں کہ:-

”مجھے حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے غائبانہ عقیدت و محبت تو ہمیشہ زیور اور دیگر کتب کے دیکھنے سے بچپن ہی میں پیدا ہو گئی تھی مگر جب سے حضرت کو دیکھا کسی دوسرے کی طرف خیال بھی نہیں گیا۔“

حضرت حکیم الامت کو آپ پر جو خصوصی اعتماد تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی کے دریافت کرنے پر حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے فرمایا کہ:-

عیسیٰ (یعنی حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب) اور مسیح
(یعنی حضرت مولانا مسیح اللہ خان) دونوں بڑھ گئے ہیں۔
ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے جلال آباد ایک جلسہ میں سب لوگوں کے
سامنے آپ سے فرمایا کہ :-

”میرے جی میں ایک بات ہے اسے میں کیوں نہ کہدوں اور
میں سب کے سامنے صاف صاف کہتا ہوں کہ مولوی مسیح اللہ
صاحب سے مجھے محبت ہے“

ایک بار حضرت نے فرمایا کہ جو بات بار بار تقاضے کے ساتھ تمہارے دل میں آوے بس
اسی پر عمل کرنا۔ (بزم اشرف کے چراغ)

حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے آپ کو خصوصی مقیدیت و محبت ہے یہی سبب ہے
کہ شاید ہی آپ کی کوئی ایسی مجلس ہوگی جو حضرت حکیم الامت کے ملفوظات و ارشادات
عالیہ کے بیان سے خالی ہو، جب کبھی اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایک عجیب سوز عشق
کی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی ہے جب کبھی کوئی مسئلہ بیان فرماتے ہیں۔ تو بار بار
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے شیخ کی برکت سے عرض کر رہا ہوں، جلال
آباد کے زمانہ قیام میں آپ ہمیشہ تھانہ بھون بالا لکھنؤ میں حاضر ہوتے رہے، خانقاہ میں مجلس
عام و خاص ہر ایک میں آپ کو حاضری کا شرف حاصل تھا بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ خاص
مجلس میں آپ صرف اکیلے ہی ہوتے تھے۔ غایت احترام کی وجہ سے آپ حضرت حکیم الامت
قدس سرہ کے سامنے بہت کم بقدر ضرورت کلام فرماتے تھے، اس پر حضرت خواجہ صاحب
قدس سرہ نے فرمایا کہ :- آپ بولا کریں اور فرمایا کریں نہیں کہ باہر ہوں حضرت نے فرمایا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ
مجھ سے بے تکلف ہوں اور بولا کریں :- اس سے حضرت حکیم الامت کا آپ سے خصوصی تعلق ظاہر ہے آپ اس وقت
اکابر علماء میں سے ہیں اور ایک شیخ کامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین
آپ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۱۳ھ کو رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ -

حضرت مولانا شمس الحق فریدی پوری

مجاہد اسلام حضرت مولانا شمس الحق صاحب فریدی پوری رحمۃ اللہ علیہ ان علماء حق میں سے
تھے جن کا علم و عمل اور تقویٰ و طہارت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے تھے آپ مشرقی پاکستان کے
ان مجاہدین اسلام میں سے تھے جن کے اخلاص و ولایت، مجاہدانہ عزم و عمل اور پرمخلص خدمات کی ایک
دنیا ناکل ہے اور اسی لئے آپ تمام علمی اور دینی حلقوں میں ہر و غزنیہ شخصیت کے مالک تھے۔
غیر منقسم ہندوستان میں علم دین کے دو بڑے مرکز تھے ایک دارالعلوم دیوبند اور دوسرا
مظاہر العلوم سہارنپور، آپ نے ان دونوں مرکوزوں سے اکتساب فیض کیا تھا اور ان دونوں
اواروں میں آپ کو اکابر اہل اللہ کی صحبت اٹھانے کا موقع ملا۔ پھر ان مرکوزوں سے تحصیل علم
کے بعد تھانہ بھون میں وقت کے مجدد و اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
کے چشمہ فیض سے بھی سیراب و شاداب ہوئے جہاں علم کی حقیقت کے سامنے قلب کو سوز گداز
نصیب ہوا آپ مشرقی پاکستان کے شہر فریدی پور کے رہنے والے تھے اور یہیں ۱۹۰۸ء کے
لگ بھگ پیدا ہوئے۔ آخر وقت تک وطن و دیار رہا لیکن تعلیمی اور تبلیغی خدمات کے لئے ڈھاکہ
کو بھی اپنا مستقر بنا لیا تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی پھر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے
لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا عبدالرحمن کاظمی پوری حضرت
مولانا حفیظ احمد عثمانی اور حضرت مولانا عبداللطیف سہارنپوری جیسے یگانہ روزگار مشاہیر علماء
سے فیض حاصل کیا اور سند فراغت تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند
کا رخ کیا اور امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی جیسے اہل

علم و عمل اساتذہ سے محترمہ و درہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی پھر حکیم الامت مولانا اثرن علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں تھانہ بھون تشریف لائے اور فیض علمی کے ساتھ فیض روحانی سے بھی سربسز و شاداب ہوئے، اور ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہنے کا موقع نصیب ہوا۔ پھر ان کے حکم پر ڈھاکہ شہر میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ اور وہیں پر قلعہ لال باغ کے پاس جامعہ قرآنیہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ کی بنیاد ڈالی جو ڈھاکہ کے مشہور اور مرکزی دینی اداروں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اکثر آپ ہیں پر قیام فرماتے کبھی کبھی چھٹیاں گزارنے کے لئے یا خرابی صحت کی بناء پر اپنے اہل و عیال کے پاس فرید پور چلے جاتے تھے ورنہ مدرسہ کے انتظام کے علاوہ ملک کی دینی اور کسبی حد تک ملی اور سیاسی سرگرمیوں میں موثر حصہ لینے کی وجہ سے سال کے بیشتر اوقات یہیں پر گزارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاص اور دینی لگن کی وجہ سے آپ کو عوام و خواص میں غیر معمولی مقبولیت اور وجاہت عطا ہوئی تھی، وہ چاہتے تو اپنے لئے بہتر کوٹھی بنگلے بنا سکتے تھے لیکن آپ نے اپنے قیام کے لئے جامعہ قرآنیہ کا ایک ایسا تنگ و تاریک حجرہ منتخب کیا جسے دیکھ کر کن فی الدنیا کا ٹکٹ غریب (دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک پولیسی) کی عملی تفسیر سامنے آ جاتی تھی۔

مولانا مرحوم بنگلہ زبان کے بڑے اچھے مصنف تھے۔ بنگال کے عوام کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانے کے سلسلے میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ "ہشتی زیو حکیم الامت حضرت تھانوی" کی وہ مقبول عام کتاب ہے جس نے لاکھوں بلکہ شاید کروڑوں مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس سے متعلق ایک مسلمان کی ضروریات کو اس میں جمع نہ کر دیا گیا ہو۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم الشان کتاب کا بنگلہ ترجمہ کیا ہے جو ان اطراف میں بہت مقبول ہے۔ اس کے علاوہ حضرت حکیم الامت تھانوی کی اور بھی بہت سی تصانیف کو بنگلہ زبان میں منتقل کرنے کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔ اخلاص اور خیر خواہی کے ساتھ حق گوئی اور بیباکی آپ کی خاص صفت تھی ہر وقت کے

حکمرانوں کے ساتھ آپ کے بڑے اچھے تعلقات تھے اور عام طور پر وہ ان میں گھلے ملے رہتے تھے لیکن جہاں کہیں دین کا معاملہ آ جاتا اور حدود اللہ میں کوئی رخنہ پڑتا نظر آتا تو آپ پوری صفائی و بیباکی اور جرأت و عزیمت کے ساتھ اپنی بات کہنے سے نہ چوکتے تھے اس صاف گوئی کے سلسلے میں آپ کو بعض حکمرانوں کا معتبوب بھی بننا پڑا لیکن چونکہ آپ کا مقصد غم اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا اس لئے عام طور سے حکمران اس کا احساس کرتے تھے کہ ان کی حمایت و مخالفت میں کوئی ذاتی مفاد یا گندی سیاست کا کوئی داعیہ شامل نہیں ہوتا وہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کے لئے کہتے ہیں۔ اس احساس کا نتیجہ تھا کہ سینکڑوں معاملات میں حکمرانوں کی مخالفت کے باوجود کوئی ان کے درپے آزار نہیں ہوا۔ اور کسی نے انہیں اپنا دشمن نہیں سمجھا۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اثرن علی تھانوی قدس سرہ سے منسلک تھا اور درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے ساتھ ساتھ حضرت حکیم الامت سے سلوک و تصوف کے منازل طے کرتے رہے اور ان کے دست حق پرستیت کی اور پھر ساری زندگی ان کے مسلک مشرب پر سختی سے ڈٹے رہے اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر قائم رہے پھر حضرت حکیم الامت تھانوی کی وفات کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا طہر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق قائم کیا اور تجدید بیعت کی پھر ان کے ارشادات عالیہ پر عمل پیرا رہے اور خلعت خلافت سے نوازے گئے حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ نے اپنی کتاب "انوار النظر فی آثار الطہر" میں آپ کا حکم گرامی اپنے خلفاء عظام میں لکھا ہے مولانا عثمانی آپ کی علمی و روحانی صلاحیتوں سے بے حد متاثر اور مطمئن رہے۔ آپ کو حضرت مولانا طہر احمد صاحب عثمانی سے ایک خاص عشق اور لگاؤ تھا کوئی کام حضرت عثمانی کے مشورہ اور صلاح کے بغیر نہیں کیا اور پوری طرح ان کے مسلک پر قائم رہے کئی بار اپنے شیخ حضرت عثمانی کی معیت میں حج و زیارت کا سفر طے کیا اور تحریک پاکستان میں حضرت عثمانی کے دست راست رہے اسلمٹ ریفرنڈم میں

حضرت مولانا طہر احمد عثمانی اور حضرت مولانا اظہر علی صاحب کے ساتھ پورے مشرقی پاکستان میں دورہ فرماتے رہے اور آخر کار کامیابی حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا طہر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امجدی، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا اظہر علی سلہٹی، اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے شانہ بشانہ مشرقی و مغربی پاکستان میں تحریک نظام اسلام میں بھرپور حصہ لیتے رہے، ۱۹۵۱ء میں علامہ سید سلیمان ندوی اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی سرپرستی میں ہونے والے اجلاس میں کراچی تشریف لائے جو مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا اس میں بامیں نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت پاکستان کو پیش کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں بھی حصہ لیتے رہے اور مشرقی پاکستان میں حضرت مولانا اظہر علی صاحب اور حضرت مولانا مفتی دین محمد صاحب کے ساتھ مل کر تادیانیوں کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد جب بھی کسی لادینی تحریک نے سراٹھایا تو آپ بغیر کسی خوف و خطر کے کلمہ حق بلند کرتے رہے غرضیکہ آپ نے ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور خدمت اسلام میں بسر کی اور مشرقی پاکستان میں ہزاروں افراد کو اپنے فیض علمی و روحانی سے مستفید کیا اور لاکھوں بندگان خدا کی اصلاح کا ذریعہ بنے بہر حال آپ ایک عظیم محدث، مفسر، محقق، مدبر، مقرر، مصنف اور عارف کامل تھے، نہایت متواضع منکر المزاج اور لطیف الروح تھے، اخلاق و کردار میں اکابرین دیوبند کا کامل نمونہ تھے اکابر کے حد درجہ قدردان اور محب و محبوب تھے۔ خصوصاً حضرت مولانا طہر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا اظہر علی سلہٹی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے توحاشق صادق تھے، نہایت زیرک، مدبر

اور منظم تھے، متبع سنت اور عشق رسول میں سرشار تھے۔

بہر حال ایک مخلص دینی و روحانی پیشوا تھے، آپ نے کوئی زیادہ عمر نہیں پائی بمشکل ساٹھ کے قریب پہنچے ہوں گے اکثر آپ کو بیماریوں نے گھیرا ہوا تھا مگر باوجود ضعف و علالت کے ہمیشہ دین کی خدمت کے لئے کوشاں رہے اور آپ کے عزم و حوصلہ میں کبھی کمی نہیں آئی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی محبت میں بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے اور خدمت دین کے دلوں اور جذبے جواں ہو رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے جس حصے میں جب کبھی علماء کی طرف سے کسی اجتماعی کام کا پروگرام بننا تو ناممکن تھا کہ مشرقی پاکستان کے علماء میں مولانا شمس الحق فریدی پوری کا نام اس کا جزو نہ ہو۔ بہر حال یہ مرد حق اسلامی خدمات انجام دیتے ہوئے ۲۸ رزی قعد ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۶۹ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ -

ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور تمام علمی و دینی حلقوں میں آپ کی وفات کو زبردست محسوس کیا گیا۔

مولانا سید محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ:-

مشرق پاکستان کے مشہور عالم ربانی جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ کے بان اور شیخ الحدیث مولانا شمس الحق صاحب فریدی مرحوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے اور سرچشمہ سلوک تھانہ بھڑا سے روحانی فیض حاصل کیا تھا، مخلص و حق گو تھے بلا خوف و لومہ لائم ہمیشہ اعلان حق کرتے رہے، استقامت رائے امانت

مکر اور اظہار حق میں فرید و حید تھے، اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی

آپ ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء کو ترکمانگ زئی تحصیل چارسدہ ضلع شینا میں مولانا غلام حیدر بن مولانا خان عالم ابن مولانا سعد اللہ کے گھر پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی ۱۹۰۹ء میں پرائمری سکول میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۱۳ء میں فارغ ہوئے پھر سرحد و افغانستان کے مختلف علماء سے فنون کی کتابیں پڑھیں پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ در ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید اصغر حسین دیوبندی اور مولانا رسول خان ہزاروی وغیرہ ہم حضرات سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ علم طب کی تکمیل بھی دارالعلوم میں کی۔ اور پھر جون ۱۹۲۲ء میں اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی، حج سے واپس ہوئے تو ہندوستان میں شدھی تحریک زوروں پر تھی، دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شہر دھانند کے فتنہ ارتداد و شدھی تحریک کی روک تھام کے لئے جو پچاس مبلغین راہپوتانہ بھیجے ان کے قائد آپ تھے، آریہ سماج کے خلاف تبلیغ کا مرکز شہر آگرہ ڈھولی کھار میں قائم کیا گیا، آپ کی مخلصانہ تبلیغی کوششیں رنگ لائیں، برائے نام مسلمانوں کو ارتداد سے بچایا گیا اور بیشتر ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آریوں کے مشہور مناظرین کو عام جلسوں میں عبرتناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا جب فتنہ ارتداد کے خاتمہ پر کامیابی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند واپس ہوئے تو دارالعلوم میں

ایک جلسہ ہوا جس میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی، کتشریف فرما تھے ان کے ارشاد پر آپ نے تبلیغی حالات و کوائف پر ایسی جامع تقریر فرمائی کہ ان بزرگوں نے دل کھول کر دعائیں دیں۔

کم و بیش ایک سال تک دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں نادر کتب کا مطالعہ کرتے رہے، قیام حجاز کے دوران سلطان عبدالحمید خان کے مکتبہ حمیدیہ میں خوب خوب مطالعہ کرتے رہے، ۱۳۲۱ھ میں مدرسہ مظہر العلوم کھڑا کراچی میں بطور صدر مدرس آپ کا تقریر ہوا ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ ارشاد العلوم قنبہ علی خان لاڑکانہ سندھ میں صدر مدرس رہے، ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ قاسم العلوم شیر نوالہ دروازہ لاہور میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دیں ۱۳۵۰ھ میں دارالفیوض ہاشمیہ سجادول سندھ میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ پھر ۱۳۵۲ھ میں ۱۳۵۰ھ دارالعلوم دیوبند میں درجہ علیا کے استاذ اور شیخ التفسیر رہے ۱۹۲۹ء میں ثلاث کے وزیر معارف مقرر ہوئے ۱۹۴۰ء میں دوبارہ اسی عہدہ پر فائز ہوئے ۱۹۴۲ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مدرس اعلیٰ رہے، ۱۹۶۲ء میں شیخ التفسیر والحدیث ایڈمی علوم اسلامیہ کوٹہ کے منصب پر کام کیا ۱۹۶۲ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور تقریباً بارہ تیرہ سال تک تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ملک اور بیرون ملک علمی خدمات انجام دے رہے ہیں درگاہ تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے بہت سی کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں ”علوم القرآن اردو“ ”سوشلزم اور اسلام“ ”اسلام عالمگیر مذہب ہے“ ”معین القضاة والمفتین عربی“ شرح ضابطہ دیوانی اردو“ ”سرایہ دارالنداء اور اشتراکی نظام کا موازنہ اسلام سے“ عالمی مشکلات اور ان کا قرآنی حل“ ”مدرس کا معاشرہ پر اثر“ ”ترقی اور اسلام“ ”آئینہ آریہ“ ”منازلہ مسائل کا حقیقی حل“ ”تصوف اور تعمیر کردار“ ”اسلامی جہاد“ ”کمیونزم اور اسلام“ ”احکام القرآن“ ”مفردات القرآن“ ”مشکلات القرآن“ ”حقیقت زبان و مکان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ وقت کے بہت بڑے عالم، مفسر، مدبر، محقق، اور عارف ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے بیعت ہیں اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن امجدیؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے خلیفہ مجاز ہیں۔ بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں اور بزرگوں کی یادگار ہیں، بہت سی دینی انجمنوں اور دینی مدارس کے سرپرست اور عالم اسلام کے عظیم مذہبی پیشوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین۔

آپ نے ۱۶ اگست ۱۹۸۳ء کو رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء میں سیوہارہ ضلع بجنور کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی شمس الدین صدیقی اپنے قصبہ کے معزز و متدین بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مدرسہ عربیہ فیض عام سیوہارہ میں حاصل کی۔ پھر ثانوی و اعلیٰ علوم و فنون کی تکمیل کی غرض سے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن عثمانیؒ، مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا رسول خان ہزارویؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد علامہ کشمیریؒ کے حکم پر بطور معین المدرسین آپ نے تدریس کا آغاز کیا۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۴۲ھ کا سال مرقوم ہے۔ تقریباً ایک سال بعد حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مدراس بھیج دیا۔ یہاں بھی آپ نے ایک سال تدریس کی اور یہیں سے آپ کی تصنیفی زندگی کا آغاز ہوا۔ اس مختصر قیام مدراس میں آپ نے دو کتابیں ”حفظ الرحمن عند المذاہب النعمان“ اور ”تالابار میں اسلام“ تحریر فرمائیں۔ اس عرصہ میں اتنی رقم بچالی جس سے حج کر سکیں۔ چنانچہ حج کی سعادت حاصل کی۔ جب آپ کے استاد و محترم حضرت علامہ انور شاہ صاحب دیوبند سے ڈابھیل تشریف لے گئے تو آپ بھی وہاں پہنچ گئے۔ ڈابھیل کے عرصہ قیام میں آپ ہفتہ میں ایک دو دن کے لئے گمرونواح کے قصبات میں برائے تبلیغ تشریف لے جاتے تھے۔ ۱۹۳۳ء میں انجمن تبلیغ الاسلام کلکتہ کی دعوت پر آپ کلکتہ تشریف لے گئے۔ اس کے سرپرست مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ یہاں روزانہ دفتر انجمن تبلیغ سراج بلڈنگ میں اور عشاء کے بعد مسجد جلال الدین میں درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔

★

دنیا میں سب طمع کے بد ہیں، بے طمع کا یار
مرث اللہ ہے، جو سب کچھ دیتا ہے لیکن کچھ نہیں
لیتا۔ پھر بے طمع کے یار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں کہ شفاعت کے بغیر چین نہیں لیں گے، یا
پھر بے طمع کے یار اللہ واسے ہیں۔ باقی سب طمع کے
یار ہیں، بیوی، اولاد، اولاد برادری، ادد برادری تو ایسی
ہے کہ اگر اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر انہیں کھلا دیں
تو بھی کوئی خوش نہ ہو؟

(شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ)

آپ اور مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء ہی سے ایک ایسے تالیفی و تصنیفی ادارے کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے جس میں کتاب و سنت، فقہ و تاریخ اسلامی کی مستند اور معیاری کتب شائع کی جائیں۔

حکومت کے قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے اس ادارے کے قیام کے اسباب مہیا فرمادیئے اور دارالحکومت دہلی میں ”ندوۃ المصنفین“ کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اس کی مجلس ادارت آپ کے علاوہ آپ کے تین اور استاذ بھائی مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی، مولانا سید بدر عالم میرٹھی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی شامل تھے۔ اس ادارے نے اردو زبان میں کتاب و سنت اور تاریخ اسلامی پر جو معیاری کتب شائع کیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ آپ کی مشہور عام کتاب ”قصص القرآن“، ”اخلاق اور فلسفہ اخلاق“ اسلام کا اقتصادی نظام“ اسی ادارے کی شائع کردہ کتب ہیں۔ اس ادارہ کے زیر اہتمام کئی اور شاہکار کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئیں جن میں مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی کی معروف تالیف ”ترجمان السنۃ“ چار جلدیں بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں رسائل و کتب بھی اسی ادارے کی طرف سے شائع ہوئیں۔

آپ نے تبلیغ و اشاعت کے علاوہ ملکی سیاسیات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انگریز کو ملک سے نکالنے میں پیش پیش رہے۔ کئی بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ بھی رہے اور تحریک آزادی میں ملک بھر کے دورے کرتے رہے۔ خلافت اور کانگریس کی تحریک کے سلسلہ میں تو مولانا کی جدوجہد اور قربانیاں تاریخ میں یادگار رہیں گی۔ تقسیم ملک کے بعد جس طرح انہوں نے ہندوستانی قومیت اور جمہوریت کے تصور کو اس ملک میں قائم کرنے کی جس طرح سعی کی وہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

بہر حال آپ کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۶۲ء کو وفات پائی۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمادیں۔ آمین!

(بیس بڑے مسلمان)

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری

محدث العصر و محقق دوران حضرت سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ اُن علماء محققین میں سے تھے جن پر پورا عالم اسلام بجا طور پر ناز کر سکتا ہے، حضرت مولانا یوسف بنوری علم دین کی اس تابندہ روایت کے امین تھے جو تحریک دیوبندی کے نام سے بر عظیم ہند و پاک میں قائم ہوئی تھی۔ آپ کے تبحر علمی اور خدمت دین کی فوفا نشانی پاکستان کی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش حصہ ہے۔

آپ ۴ ربیع الثانی ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں پشاور کے قریب ایک گاؤں بنور میں پیدا ہوئے آپ کے والد مولانا سید محمد زکریا صاحب بنوری ایک ممتاز عالم دین اور مشہور تاجر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور ماموں سے حاصل کی۔ اس کے بعد پشاور کے علماء اور امیر حبیب اللہ خان کے دور میں کابل کے ایک دینی مکتب میں عربی اور دین کی ثانوی تعلیم حاصل کی اس عرصے میں آپ نے اصول فقہ، منطق و فلسفہ اور معانی کی متوسط کتابیں کتابیں جن علماء و اساتذہ سے پڑھیں اُن میں پشاور اور کابل کے ممتاز علماء مولانا شیخ عبدالقدیر افغانی اور شیخ محمد صالح افغانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۷ء تک آپ نے مختلف علوم و فنون اور حدیث کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی جیسے آفتاب علم و عمل اساتذہ سے خصوصی استفادہ کا موقع ملا اور آپ کو لائق اور مہر نما شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت بنوری نے علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے ہمراہ خادم کی حیثیت سے شب و روز سفر کیا

اور جب علامہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی دارالعلوم دیوبند سے الگ ہو کر ڈابھیل چلے گئے اور وہاں جامعہ اسلامیہ قائم کی تو حضرت سید مولانا بنوریؒ کو وہاں کا صدر مدرس اور شیخ الحدیث کا عہدہ دیا گیا اس کے ساتھ مجلس علمی ڈابھیل کا رکن بھی مقرر کیا۔ اس مجلس کی بہت سی کتابیں تاہرہ میں شائع ہوئیں کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں جب آپ ۱۹۳۷ء میں تاہرہ تشریف لے گئے تھے تو خلافت عثمانیہ کے دینی امور کے سابق جنرل سیکرٹری شیخ محمد ابراہیم شری محقق العصر سے بھی استفادہ کیا، اس کے علاوہ فقہ مالکی کے علماء سے بھی فیضیاب ہوئے اور حدیث کی سند حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے قائم کردہ دارالعلوم اسلامیہ میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر شیخ التفسیر کے عمدہ جلیبہ پر نائز ہوئے تین سال کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم کیا۔ جس میں گذشتہ ۲۳ برس سے دینی تعلیم دی جا رہی ہے اور یہ مدرسہ آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ اس میں آپ نے دینی علوم کی تحقیق کے لئے ایک ادارہ قائم کیا جس کے تحت بیسوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ پندرہ سال قبل ایک ماہنامہ ”بنیات“ جاری کیا جس کو آپ نے دینی جذبے کی تحمیل کے لئے جاری رکھا ظلم و استبداد کو پناہ دینے والے حکمرانوں کے خلاف استعمال کیا اس میں ان کا قلم کبھی مصلحت کا پابند نہیں رہا۔ آپ کی تصانیف میں عربی کی چار بڑی کتابیں اور درجنوں مقدمات شامل ہیں۔ جو دوسروں کی تصانیف پر تحریر کئے ہیں۔ آپ نے ”معارف السنن“ کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی کی شرح چھ جلدوں میں شائع کروائی۔ اس کے لئے مزید چھ جلدیں لکھنے کا ارادہ تھا۔ لیکن افسوس زندگی نے وہ ناکہ کی۔

مولانا بنوریؒ بے مثال محقق اور عظیم محدث ہونے کے ساتھ عربی کے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ ان کی تحریروں میں سادگی اور روانی کا ایسا خوبصورت امتزاج ملتا ہے کہ

پڑھنے والا اس کی افادیت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کی تحریروں میں استدلال و تفکر پیش کیا گیا ہے۔ جنہیں سرسری انداز سے پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہی نہیں اور ان سے اتفاق نہ کرنے والے بھی ان تارکیوں اور مباحث پر سوچنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ان تحریروں سے اندھی تقلید پر شدید ضرب پہنچتی ہے۔ پہلی کیفیت ان کی اردو تحریروں میں بھی وہی عظمت اور عالمانہ وقار ملتا ہے۔ آپ کو یہاں بھی اسی قدر عبور حاصل تھا۔ آپ نے تقریباً ۵۵ سال تک سندھ تدریس کو ذوق بخشی اور درس حدیث دینے میں مصروف رہے۔ آپ سے فیض یاب ہونے والے اتنی بڑی تعداد میں موجود ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی صحیح تعداد بتانا ممکن نہیں۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء میں پاکستان کے علاوہ افغانستان، انڈونیشیا، افریقہ، امریکہ اور یورپ کے لوگ بھی شامل ہیں جو اس وقت خود بھی تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔ آپ ساری زندگی پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے۔ ۱۹۷۱ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی سرپرستی میں ۶۶ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت کو پیش کیا اور آپ نے تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔ پاکستان میں فقہ قادیانیت کے لئے جو تحریک اٹھی تھی۔ حضرت بنوریؒ کی قیادت میں اس تحریک نے پورے ملک میں جوش و خروش پیدا کیا۔ اس تحریک میں اس قدر والہانہ پن اور شدت تھی کہ قومی اسمبلی نے اس مسئلہ کو متفقہ طور پر منظور کیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے مولانا بنوریؒ پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک پر بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، مگر اسلامی کانفرنس، آپ کو ہر سال بلاتی تھی۔ اس سال وہ خرابی صحت کی وجہ سے نہیں جاسکے۔ اور دوسرے سال ملک میں اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس جاری تھے۔ ان میں شمولیت بھی ضروری تھی۔ کیونکہ آپ انہی دنوں اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر مقرر ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کی موجودگی اسلامی کونسل میں نہایت ضروری تھی۔ لیکن وقت نے آپ کو اس کام کے لئے مہلت ہی نہ دی اور وہ چراغ

بجھ گیا۔ جس سے روشنی کا سلسلہ جاری تھا۔

مولانا بنوری کا علمی و روحانی مقام بہت بلند تھا۔ اکابر علماء کو بھی آپ کی جامع شخصیت کا اعتراف تھا اور آپ کی ذات پر کمال اعتماد تھا۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:-

”مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے علم کے صحیح حامل ہیں“

اسی طرح حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب تاسمی صاحب مدظلہ اور محمد دم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ کی متفقہ رائے ہے کہ مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری اپنے وقت کے جلیل عالم، محدث، مفسر اور فقیہ تھے۔ وہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کے علوم و معارف کے امین تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اور روحانی جانشین تھے وہ تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد اور ایک سچے عاشق رسول تھے۔

بہر حال حضرت مولانا بنوری ایک دولت کے لئے عظیم سرمایہ تھے۔ وہ بہت سادہ خوش مزاج اور خلیق شخصیت تھے، ان سے جو بھی ایک بار ملتا وہ آپ کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ نہایت متواضع، مہمان نواز اور متبع سنت تھے۔ آخر کار یہ مرد مومن، اراکین برکتہ و مطابق ۱۳۹۶ھ ذی قعد ۱۳۹۶ھ بروز سوموار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ کَاٰجِعُوْنَ۔

دو جگہوں پر نماز جنازہ پڑھائی گئی، پہلی نماز جنازہ راولپنڈی میں ہوئی جس کی نماز جنازہ کی امامت مولانا عبدالحق صاحب نے کی اور دوسری نماز کراچی میں پڑھائی گئی جس کی امامت حضرت ڈاکٹر عبدالحق صاحب عارفی نے فرمائی۔ ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین۔ اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(تفصیل حالات - بیانات بنوری بنریں ملاحظہ فرمائیے)

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی

خطیب الامت قائد الامت حافظ الحاج حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان علماء حق میں سے تھے جن کا علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خلوص و ولایت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ اپنے دور کے عظیم محدث، مفسر، مدبر، محقق، فقیہ، متکلم اور مایہ ناز خطیب تھے، آپ جیسی شخصیتیں کہیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ایک ادارہ تھے، اور پورے برصغیر میں اسلاف کی عظیم یادگار تھے، آپ قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے رئیس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آپ کا شجرہ نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے آپ کے والد محترم مولانا ظہور الحق تھانوی ایک بڑے زمیندار، متقی اور اپنے زمانہ کے جلیل عالم تھے حضرت حاجی امجد اللہ صاحب برکتی سے بیعت تھے آپ کی والدہ محترمہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی حقیقی بہن تھیں اور بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب سے بیعت تھیں۔

آپ اسی دینی علمی گھرانے میں ۱۹۱۵ء میں شہر اٹواہ میں پیدا ہوئے۔ پھر ہوش سنبھالتے ہی اپنے ماموں حکیم الامت تھانوی کی خدمت میں تھانہ بھون آگئے اور دس بارہ سال ہی کی عمر میں حکیم الامت تھانوی ہی کی زیر نگرانی قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر انہی کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔ اور مولانا حافظ عبداللطیف صاحب اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا مصلوئی کی خصوصی شفقت و عنایت کا مرکز بنے رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۹۳۷ء میں

حدیث و تفسیر، فقہ و کلام، منطق و فلسفہ اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم درجہ اول میں پاس کر کے سند فراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، شیخ الادب مولانا اعجاز علی امرہ، مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبند اور علامہ محمد ابراہیم بلیاوی شامل ہیں۔

دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے الہ آباد یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے حکم پر دینی و تبلیغی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی تبلیغی خدمات کا آغاز دہلی کی جامع مسجد سے ہوا جہاں آپ باقاعدہ امامت کے ساتھ ہر جمعہ خطاب عام فرماتے۔ اس میں مرکز کے سرکاری ملازمین کے علاوہ مرکزی اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ کے ممبران بڑی تعداد میں شریک ہوتے ان ارباب حکومت میں بیات علی خان مرحوم، خواجہ ناظم الدین، مولانا ظفر علی خان، مولوی تمیز الدین، سردار عبدالرب نشتر، سر عبدالعلیم غزنوی اور سر عثمان وغیرہ حضرات بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے۔ آپ نے حکیم الامت تھانوی کی قائم کردہ مجلس دعوت الحق کے پروگرام کے مطابق جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اور بالخصوص حکومت ہند سے متعلق سرکاری ملازمین اور اعلیٰ حکام میں تبلیغی خدمات انجام دیں۔ پھر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی قائم کردہ جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو گئے۔ جو تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل تشکیلات کی گئی تھی۔

جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے آپ کی سحرانگیز خطابت نے ایران کا گھر میں زلزلہ مچا دیا۔ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبند، مولانا اظہر علی سلہٹی اور دیگر اکابرین کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان کے حق میں دورہ فرماتے رہے سرحد کارلینڈم شیخ الاسلام علامہ عثمانی، مفتی محمد شفیع اور مولانا مرحوم ہی نے کامیاب فرمایا۔ پھر ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان سے آٹھ روز قبل علامہ

عثمانی کی معیت میں کراچی تشریف لائے۔ اور مہاجرین کی آباد کاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ملک و قوم کی خدایات انجام دیتے رہے، پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سب سے بڑا اور اہم کام اس کے دستور کی ترتیب و تشکیل کا مسئلہ تھا جس کے لئے ان حضرات نے یہ خدمات انجام دی تھیں۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد اس مہم کا آغاز حضرت علامہ عثمانی کی زیر قیادت ہوا اور اس میں سب سے اہم کردار حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب کے حصہ میں آیا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مولانا موصوف نے بھارت کا سفر کیا۔ اور منتخب جید علماء اور مفکرین میں سے علامہ شبیر الدین ندوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبند، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، ارشد محمد امجد صاحب کراچی، ان حضرات نے شیخ الاسلام علامہ عثمانی کی قیادت میں سلسلے میں دستور کے اصول پر ایک دستوری خاکہ تیار کیا۔ جو مرکزی اسمبلی میں قرار داد متخاضہ کے نام سے منظور ہوا اس کے علاوہ دور اہم کام دینی تعلیم کی اشاعت کا تھا اور علامہ عثمانی نے پاکستان میں بھی دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک مرکزی درس گاہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے قیام کی ذمہ داری بھی حضرت مولانا تھانوی مرحوم کے سپرد ہی گئی۔

مولانا موصوف نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ باحسن وجہ ان خدمات کو انجام دیا۔ اور جدید آباد سندھ کے مضافات میں ٹنڈوالہ یار کے مقام پر ایک عظیم الشان مرکزی دارالعلوم قائم کیا جس میں اکابر مدینہ کو جمع کیا۔ جن میں مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، مولانا عبدالرحمن کاپڑی، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا اشفاق الرحمن، کاندھلوی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا محمد مالک کاندھلوی جیسے مشاہیر علماء و دینی حدیث پڑھا چکے ہیں۔ دارالعلوم مولانا مرحوم کا عظیم کارنامہ اور صدقہ جاریہ ہے۔ ہزاروں افراد ملک و بیرون ملک سے یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر دینی خدمات میں مصروف ہیں

اس کے علاوہ جیکب لائن کراچی میں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ جو آج پاکستان کی عظیم الشان مساجد میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کراچی اور دوسرے علاقوں میں متعدد دینی مدارس اور مکتب قائم کئے، جہاں سے قرآن و حدیث کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ یہ سب مولانا مرحوم کا صدقہ جاریہ ہیں۔ حق تعالیٰ مولانا کی ان خدمات کو قبول فرمائیں۔ (آمین)

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی ملک و ملت اور اسلام کی خدمت میں گزری۔ اور آپ نے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا۔ ۱۹۵۱ء میں جب اسلامی دستور کے مسئلہ میں ارباب حکومت کی طرف سے علماء کو چیلنج دیا گیا کہ اسلامی فرقوں کے درمیان باہم اتفاق اتحاد نہیں ہے تو اس ناکر موقع پر حضرت مولانا مرحوم ہی کی ذات گرامی تھی جس نے اپنی جدوجہد و رخداد و صلاحیتوں سے ہر مکتب فکر کے جید علماء کو اپنی قیام گاہ پر جمع کیا۔ اور متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے بائیس بنیادی اصول مرتب کر کے حکومت کو پیش کئے۔ مولانا نے آئندہ کے لئے یہ منہ بند کر دیا کہ علماء میں اتفاق نہیں ہے۔ آپ نے اتفاق و اتحاد کی یہ ایک مثال قائم کر دی۔ اور یہ نادر کارنامہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا تھانوی مرحوم کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں لاکھوں جلسوں سے خطاب کیا۔ لاکھوں افراد کی اصلاح کی۔ پاکستان و ہندوستان کے علاوہ ایران، افغانستان، برما، انڈونیشیا، فلپائن، امریکہ، برطانیہ، بنگلہ دیش، افریقہ اور سعودی عرب وغیرہ ممالک میں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ عرصہ تک ریڈیو پاکستان سے درس قرآن دیتے رہے، جس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ ملک کے چوتھے چوتھے پر آپ کی آواز گونجی مگر کسی سے کوئی ہدیہ یا نذرانہ وصول نہیں کیا۔ قرآن حکیم کی تلاوت اس انداز سے کرتے کہ معلوم ہوتا ابھی نازل ہو رہا ہے۔ آپ کی مسحور کن اور دلکش آواز اور خطابت نے لاکھوں دلوں کو تڑپایا۔ آپ کی پرتاثر خطابت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کیسے شہباز خطابت بھی تڑپ

اُٹھے۔ ایک دفعہ علامہ عثمانیؒ نے آپ کی تقریر سن کر فرمایا۔

”اب مجھے مرنے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ الحمد للہ میرے بعد

میرا جانشین پیدا ہو گیا ہے“

اسی طرح حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ:-

”مولانا احتشام الحقؒ کے بعد کسی کی تقریر کی ضرورت نہیں رہتی“

وہ مجمع پر چھا جاتے ہیں“

ایک دفعہ مدرسہ اشرافیہ سکھر کے جلسہ میں مولانا احتشام الحق صاحبؒ کی تقریر کے بعد تنظیم جلسہ نے برکت کے لئے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے تقریر کے لئے اصرار کیا تو مفتی اعظمؒ نے فرمایا کہ:-

”کیوں نخل میں ٹماٹ کا پیوند لگانا چاہتے ہو؟“

بہر حال مولانا موصوف خطابت کے بادشاہ تھے اور اس وقت خطیب اعظم اور خطیب الامت تھے۔ آپ اپنی دوسری صفات کے علاوہ اخلاق و عادات میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ زہد و تقویٰ اور علم و فضل کا پہاڑ تھے۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ:-

مولانا سے سیاسی نظریات میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر

ان کے علم و فضل اور ان کی دینی اور علمی خدمات سے کسی

کو بھی انکار نہیں ہو سکتا“

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مہتمم مدرسہ اشرف المدارس کراچی فرماتے ہیں کہ:-

”مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی دولت پر

عطا فرمائی تھی کہ حق گوئی میں آپ کے لئے کبھی کوئی امر مانع نہ ہوا“

آپ جیل استقامت تھے۔ مال و منصب کی پیش کش، قریب سے قریب تر تعلق، بڑے سے بڑے شہسوار گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ ان میں سے کوئی امر بھی آپ پر کبھی نہ بھر بھی کوئی اثر نہ کر سکا ہے

موجودہ برپائے اپنی رززش (الحق) نے

آپ کی شان تھی آپ لا یخافون فی اللہ موہمہ لا مکر کی تفسیر تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد یوسف قریشی مدظلہ مہتمم جامعہ اشرفیہ پشاور اپنے تاثرات میں فرماتے ہیں کہ:- مولانا بڑے نڈر اور شجاع تھے وہ ہر موڑ پر کلمہ حق بلند کرتے رہے۔ مولانا نے ہمیشہ اپنی ذاتی دوستیوں اور رفاقتوں کو بالائے طاق رکھ کر ادب و اتذہر پر گڑھی نکتہ چینی کی۔ ۱۹۵۸ء میں ماہنل لاسکا۔ تو زبانوں پر تارے لگ گئے۔ لیکن مولانا احتشام الحق صاحب ان چند رہنماؤں میں سے تھے جو اس دور استبداد میں بھی کلمہ حق کہتے اور ہر موڑ پر آمریت سے ٹکراتے رہے ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب ایوب خان کی آمریت کی جبین شکن آواز ہو گئی اور مولانا کو رویت ہلال کیٹی کے فیصلے سے اختلاف کے جرم میں جیل جانا پڑا۔ تحریک جمہوریت شروع ہوئی تو مولانا تھانوی اس کی پہلی صف میں نظر آئے اور جب ملک کی بعض سیاسی جماعتوں نے تحریک بحالی جمہوریت کو سوشلزم کے مخصوص مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہا۔ تو سب سے پہلے مولانا تھانوی نے اس خطرے کو بھانپتے ہوئے قوم کو خبردار کیا اسی طرح مسلم فیملی لاء پر مولانا کا اختلافی

نوٹ بھی مولانا کی جرأت اور بیباکی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ ۱۔ بہر حال مولانا کی ذات گرامی عالم اسلام کے لئے ایک سرمائے کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور آپ کا وجود ملت اسلامیہ کے لئے قدرت کا بیش بہا خزانہ تھا۔ آپ نے ہمیشہ حق و صداقت کا پرچم بلند رکھا اور آخر دم تک اللہ کے دین کی خدمت انجام دیتے رہے، آپ کے متعلق حضرت مولانا خیر محمد جالندھری فرمایا کرتے تھے کہ:-

”مولانا احتشام الحق صاحب علماء کی جماعت میں ایک دولہا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسے بارات میں دولہا ممتاز اور منفرد نظر آتا ہے۔ اسی طرح مولانا تھانوی ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔“

آپ نے ۱۱ اپریل ۱۹۸۰ء بروز جمعۃ المبارک وفات پائی۔ لاکھوں عقیدتمندوں نے اپنے محبوب رہنما کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ ہی کی جامع مسجد حبیب لائن کے صحن کے ایک حصہ میں تدفین عمل میں آئی، دنیائے اسلام کے علماء و صلحا اور زعماء ملت نے آپ کی وفات کو عالم اسلام کا عظیم نقصان قرار دیا۔ اور آپ کی یاد میں ملک کے اندر اور بیرون ملک تعزیتی جلسے اور اجلاس منعقد کئے گئے اور اپنے عظیم مذہبی پیشوا کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ نے کریم النفس مولانا احتشام الحق تھانوی کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

۲۹۱ ۱۲۸ ۸۸۹ ۴۶۲

حضرت مولانا قادی محلہ طیب قاسمی مدظلہ نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا کہ:- مولانا تھانوی کے انتقال سے دل پر سخت چوٹ لگی ہے اور بے حد رنج و تعلق ہوا ہے اُن کی وفات سے پورے عالم اسلام کو عظیم نقصان ہوا ہے وہ ایک مجدد عالم دین

عظیم مفسر، محدث، محقق اور بلند پایہ سیاستدان تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء میں سے تھے اور پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے عظیم ترجمان اور علامہ عثمانی کے علوم و معارف کے جانشین تھے۔ اپنے وقت کے عظیم خطیب اور ملت کے عظیم رہنما تھے۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین۔

حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

مولانا تھانوی کی وفات ایک ناقابل تلافی نقصان ہے وہ ایک حق گو عالم دین، بے باک مجاہد اور جامع اوصاف و کمالات کے مالک تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء، جامع مسجد کراچی، ۲۲ نکاتی دستور، قرآن حکیم کی تفسیر یہ سب آپ کے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

آپ کی اولاد صاحبزادے میں مولانا احترام الحق تھانوی اور مولانا قاری تنویر الحق تھانوی زیادہ معروف ہیں۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی

حضرت مولانا قاضی احسان احمد بن قاضی محمد امین ۹ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ/۳۱ مئی ۱۹۰۶ء کو شجاع آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شجاع آباد میں حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا حافظ اللہ وسایا کا نام ملتا ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی اور مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے۔ آپ نے مجلس احرار اسلام کی تمام تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ تحریک کشمیر، ہویا مسجد شہید گنج کی بازیابی کی تحریک، وہ پیش پیش نظر آئے۔ آخر الذکر تحریک میں چھ ماہ قید رہے۔ ۱۹۳۵ء کے آخری ایام (۱۳۵۴ھ) میں قادیان میں نماز جمعہ پر پابندی لگی تو مجلس احرار اسلام میدان عمل میں نکل آئی۔ دفعہ ۱۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نماز جمعہ کا اہتمام کیا اور آپ نے نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ اس سلسلہ میں گرفتار ہوئے اور چھ ماہ قید و بند میں گزارے۔

۱۹۳۸ء میں آپ مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔ دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو مجلس احرار نے "وار کونسل" تشکیل دی اور عوام کو فوج میں بھرتی دینے سے روکا۔ اس کونسل کے سربراہ آپ ہی تھے۔ امرتسر میں آپ کو گرفتار کیا گیا۔ مقدمہ چلا اور تین سال کے لئے پس دیوار زندان بھیج دیئے گئے۔ تشکیل پاکستان کے بعد مجلس احرار پاکستان میں قائم ہوئی تو مجلس کی باگ ڈور سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین مرحوم، ماسٹر تاج الدین انصاری اور قاضی احسان احمد کے ہاتھ میں تھی۔ دو سال بعد مجلس کی سیاسی حیثیت ختم کر کے اسے تبلیغی جماعت بنادیا گیا۔ چنانچہ مجلس احرار نے اپنی سرگرمیاں عقیدہ

غیم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کر دیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے جواہرہم کردار ادا کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ تحریک کے دوران ہی ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء کو شجاع آباد سے آپ کو گرفتار کیا گیا اور ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں محبوس رہے۔ حضرت قاضی صاحب آخری بار جون ۱۹۶۰ء میں گرفتار ہوئے۔ پھر جلد ہی مدعا ہوئے۔

الغرض آپ نے جذبہ آزادی کی پاداش اور فتنہ قادیانیت کے خلاف شوق جہاد میں بحیثیت مجموعی نو سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ امیر شریعت کی رحلت کے بعد آپ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر منتخب ہوئے۔ مجلس کے سیٹج سے قادیانیت کے خلاف بھرپور کام کیا۔

علاوہ انہیں آپ شاہی مسجد شجاع آباد کے خطیب بھی رہے۔ مسجد کی توسیع و ترقی میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔ آپ ایک بے مثال خطیب اور مرد مجاہد تھے۔ آپ نفیس الطبع اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ حد درجہ مہمان نواز تھے۔ اپریل ۱۹۶۶ء میں سرطان کے موزی مرض میں مبتلا ہوئے۔ ہر چند علاج معالجہ کیا گیا۔ مگر صحت نہ ہوئی اور ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء / ۹ شوال المکرم ۱۳۸۶ء کو واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور شجاع آباد کے قبرستان نور شاہ میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین!

(سوانح قاضی احسان احمد)

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی قدس سرہ کے خلف المرشد اور دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء میں سے ہیں۔ آپ ۱۳۱۹ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ تاجی نام ظفر الحق ہے۔ نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر شروع سے آخر تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ اور ۱۳۴۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۶۶ھ تک دارالعلوم میں مدرس رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی کرتے رہے۔ ۱۳۶۶ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے۔ وہاں پانچ سال تک مفتی و مدرس رہے۔

۱۹۳۰ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی تحریک آزادی کے زمانہ میں سیاسی دلچسپی کے باعث اپنے رفیق حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کے ساتھ جامعہ اسلامیہ سے مستعفی ہو گئے اور پانچ سال تک کلکتہ میں تفسیر افتاء اور تبلیغی خدمات انجام دیں۔ وہاں مفتی صاحب کو بڑی مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ اسی زمانے میں آپ نے مولانا حفظ الرحمن صاحب کے ساتھ مل کر ندوۃ المصنفین کی بنیاد رکھی۔ جہاں سے سینکڑوں کتب و رسائل شائع ہوئے۔

مفتی صاحب کا شمار ملک کے ممتاز اور بالغ نظر ارباب علم و فضل میں ہے اور متعدد علمی و دینی اداروں کے ممبر رہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جمعیت علماء ہند، اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے بھی ممبر رہے۔ مولانا حفظ الرحمن کے بعد آپ ہی جمعیت علماء ہند کے صدر منتخب ہوئے۔ تحریروں و تقریریں آپ کو یکساں قدرت حاصل ہے۔ خود داری، آزادی ضمیر، حریت نفس، معاملہ فہمی، نکتہ رسی، دقیقہ سنجی

آپ کے مخصوص اوصاف ہیں۔

مولانا انظر شاہ سعودی فرماتے ہیں کہ:-

”مفتی عتیق الرحمن صاحب مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن عثمانی کے صاحبزادے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے برادر زادے اور امام العصر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے ارشد تلمیذ اور دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فاضل، جن کی شعوری زندگی کا آغاز دارالعلوم میں معین المدرسی سے ہوا۔ پھر دیوبند سے ڈابھیل پہنچے۔ پھر کلکتہ سے دہلی میں اکبر ندوۃ المصنفین قائم کیا۔ اپنے خاص سلیقہ، قرینہ، بالغ شعور، بھرپور تندہی سے اس ادارہ کو وہ حیثیت دی کہ دیوبند اس سے فخر کر سکتا ہے۔ انشاء پر دانہ بھی ہیں اور غالباً شاعر بھی، مفتی بھی ہیں اور مقرر بھی، باشعور سیاستدان بھی ہیں اور مفکر بھی، باصلاحیت منتظم بھی ہیں اور مدبر بھی۔ شریفانہ مزاج، بااخلاق، بامروت یہ سب اوصاف مفتی صاحب میں باقم موجود ہیں۔“ (نقش دوام)

آپ نے ۱۲ مئی ۱۹۸۳ء مطابق شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ میں دہلی میں وفات پائی ہے۔

۶

حضرت مولانا محمد عبد اللہ سلیم پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا محمد عبد اللہ بن میاں نور محمد بن میاں قطب الدین موضع سلیم پور ضلع لدھیانہ کے ایک زمیندار گھرانے میں ۵ اکتوبر ۱۹۰۴ء، ۲۶ رجب ۱۳۲۲ھ کو پیدا ہوئے۔ مدد تک جدید تعلیم کے بعد مولانا محمد ابراہیم سلیم پوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ دو سال بعد مدرسہ عزیز یہ لدھیانہ گئے۔ پھر امرتسر گئے۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی تکمیل کی۔

شعبان ۱۳۳۵ھ میں دارالعلوم سے فارغ ہو کر سرگودھا میں فن طب میں مہارت حاصل کی۔ آپ نے دیوبند میں حضرت مفتی عزیز الرحمن عثمانی قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعد میں مولانا حکیم عبدالرسول کے زیر اثر مولانا ابوالسعد احمد خاں مرحوم سے تعلق قائم کیا اور تجدید بیعت کی۔ آپ کے لئے ان کی صحبت اس قدر پرکشش ثابت ہوئی کہ آپ یکسو ہو کر خانقاہ سراجیہ کے ہو رہے۔ مولانا ابوالسعد احمد خاں کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق آپ کو خانقاہ کا سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔ آپ نے باحسن وجوہ فرائض جانشینی ادا کئے اور سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و توسیع میں مصروف رہے۔ کئی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ہمیشہ دینی و علمی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی اور خانقاہ کے کتب خانہ کی ترقی میں کوشاں رہے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ سے ایک نایاب قیمتی قلمی کتاب ”تحقیقات“ کی نقل سات سو ریال دے کر حاصل کی۔ آپ نے خانقاہ کے کتب خانہ میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔

آپ تقریباً ساڑھے سولہ سال سجادہ نشین رہ کر ۲۴ شوال ۱۴۰۶ھ / ۱۷ جون ۱۹۵۶ء کو فوت ہوئے۔ دوسرے روز مولانا خان محمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور خانقاہ سراجیہ کنڈیاں میں دفن کئے گئے۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین
(تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بن محمد عبد اللہ بن عبد القادر لدھیانوی میں ۱۲۹۰ھ، ۸-۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اس خانوادے نے حصول آزادی کی تحریکوں میں جان و مال کی پرواہ کئے بغیر بھرپور قربانی دی۔ ان کے دادا مولانا عبد القادر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شرکت کی تھی۔ ان کا جذبہ حریت ان کی اولاد میں جاری و ساری رہا۔ دورِ آخر میں مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شہرت حاصل کی۔ آپ کے دادا نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔ فارغ التحصیل ہوئے تو لدھیانہ میں ”انجمن اصلاح دارین“ کے زیرِ اہتمام ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ جو قیام پاکستان تک دینی تعلیم کا مرکز رہا۔ اس کے بعد آپ ساہیوال آگئے۔ یہاں مدرسے کی تجدید کی اور علمی و دینی خدمات میں مصروف رہے۔

آپ کی پوری زندگی اسلام کی سربلندی، اشاعتِ دین اور آزادی وطن کی جدوجہد میں گزری، سیاسی طور پر جمعیت علمائے ہند سے وابستہ رہے۔ پاکستان میں جمعیت علماء اسلام کے رفقاء میں شمار ہوتے تھے۔ ۲۰ شوال ۱۳۹۰ھ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ساہیوال میں فوت ہوئے۔ دوسرے روز ٹوبہ ٹیک سنگھ میں

دفنائے گئے۔ دارالعلوم دیوبند کی سالانہ رپورٹ میں ان کی وفات پر تعزیتی نوٹ لکھا گیا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :-

”مفتی محمد نعیم صاحب دارالعلوم کے فاضل قدیم، متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمتِ خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی و قومی جدوجہد میں مصروف رہے۔“

(رونداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ ص ۴)

حضرت مولانا فاروق احمد بہاولپوری

آپ ۱۳۰۱ھ میں انبیٹہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا صدیق احمد دارالعلوم دیوبند مشہور مشائخ میں سے تھے۔ آپ کا نسب حضرت ابوالیوب انصاری سے ملتا ہے۔ آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۵ھ میں شیخ المند حضرت مولانا محمود حسن اور حضرت مولانا احمد حسن امروہی سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور اس کے ساتھ انسپٹر مدارس دینیات کے منصب پر بھی کام کرتے رہے۔ جب جامعہ عباسیہ بہاولپور کی بنیاد رکھی گئی تو مولانا غلام محمد گھوٹوی "شیخ الجامعہ" اور آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور ۱۹۴۳ء تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں بطور صدر مفتی آپ کا تقرر ہوا۔ اور ۱۹۴۶ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ واپس بہاولپور آ گئے اور تعلیمی خدمت میں لگ گئے۔ اس دوران مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی اور مدرسہ اشرف العلوم رحیم یار خاں میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۶ء میں آپ مستقل بہاولپور میں رہائش پذیر ہو گئے اور وہیں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔

آخری وقت میں تلاوت قرآن اور ذکر و اذکار کثرت سے کرتے رہتے تھے۔ آپ ۲۷ رمضان ۱۳۹۵ھ کو وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ آپ کی اولاد میں دو فرزند مولانا عثمان احمد اور مولانا محمد احمد ممتاز علماء میں سے ہیں۔

(ماخوذ مشاہیر علماء جلد ۵)

حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوری

استاذ العلماء حضرت مولانا اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۶ھ یا ۱۳۲۷ھ میں شیخ احسان علی بن شیخ شیر علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی فارسی کتب پرائیویٹ پڑھیں اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو کر فارسی کا پورا نصاب اور درسی نظام کی تعلیم از اول تا آخر حاصل کی، مظاہر العلوم میں ۱۳۴۲ھ میں باقاعدہ داخلہ کیا۔ اور ۱۳۴۴ھ میں سند فراغ حاصل ہوئی۔ آپ کے ابتدائی کتب کے اساتذہ میں مولانا طہور الحق صاحب، مولانا صدیق احمد صاحب، مولانا عبدالرحمن اور نگرزب آبادی اور مفتی ضیاء احمد گنگوہی وغیرہ ہیں، متوسط کتابوں کی تعلیم جن حضرات سے حاصل کی ان میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا عبدالشکور کاٹیوری، مولانا اخلاق احمد سہارنپوری اور مولانا محمد زکریا قدوسی شامل ہیں، دورہ حدیث کے اساتذہ میں حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا عبدالرحمن کاٹیوری اور مولانا منظور احمد خان صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فراغت تعلیم کے بعد ۱۳۴۷ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم ہی میں معین مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا، دو سال تک عربی کی ابتدائی کتب پڑھائیں پھر ۱۳۵۰ھ سے مدرس از اول فارسی کی حیثیت سے درجہ اعلیٰ فارسی کا نصاب اور اس کے ساتھ ایک دو عربی کے اسباق پڑھاتے رہے نیز فارسی نصاب کی تدریس کے ساتھ ساتھ عربی کی جملہ ابتدائی اور متوسط کتابیں ترتیب وار ہر علم و فن کی زیوریں رہیں، یہ سلسلہ تقریباً بیس سال تک چلا ۱۳۷۷ھ سے مستقل طور پر درجہ وسطی عربی میں منتقل کئے گئے اور ۱۳۷۷ھ تک اس درجہ کی اکثر کتابیں

جلالین شریف ہدایہ آخرین زیر درس رہیں، اس عرصہ میں گاہے گاہے مقامی اور بیرونی مدارس و مکاتب کے سالانہ جلسوں میں بھی وعظ و تقریر کے سلسلہ میں جاتے رہے، اسی عرصہ میں ایک سال کی طویل رخصت سے کربلسلہ علاج لاہور تشریف لائے، اس یکسالہ تعطیل کے دوران مشہور زمانہ اخبار روزنامہ زمیندار کے شعبہ ادارت میں مدیر معاون کی حیثیت سے تقریباً آٹھ ماہ تک وابستہ رہے، طالب علمی کے دور میں دو امتحانات فارسی کے غشی فاضل پنجاب یونیورسٹی سے اور کامل اللہ آباد یونیورسٹی سے پاس کئے۔ اس کے بعد پورے ۳۵ سال تک شب و روز کے اکثر لمحات مظاہر العلوم کی خدمات میں گزارنے کے بعد بیس محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء کو مظاہر العلوم سہارنپور سے مستعفی ہو کر پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں آ کر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی دعوت پر دارالعلوم کراچی میں استاذ حدیث کی حیثیت سے سولہ سال تک دورہ حدیث اور موقف علیہ کی بعض کتابیں زیر درس رہیں اور پھر آخر دم تک بخاری شریف، مسلم شریف، جلالین شریف، ہدایہ رابعہ توضیح وغیرہ زیر درس رہیں۔

حضرت مولانا کی زندگی کا سب سے قیمتی شاپکار اور وقت کی سب سے بڑی ضرورت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی مشہور تصنیف ”اظهار الحق“ جو عربی کی دو مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے اس کا اردو ترجمہ درج ذیل سے قرآن تک کے نام سے حرمین جلدوں اور مترہ سو اکتالیس صفحات پر مشتمل ہے، انڈین ٹائمر نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر یہ کتاب اسی طرح طبع ہوتی رہی تو مذہب عیسائیت کی ترقی بند ہو جا چکے گی۔ اب تک اردو کا دامن اس بیش بہا کتب سے خالی تھا اور شکر کا مقام ہے کہ مدرسہ مظاہر العلوم کے ایک لائق فرزند نے اس خلأ کو پُر کر دیا ہے۔

(تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور)

حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی استاذ حدیث دارالعلوم کراچی۔ اپنے مفصل مقالے میں حضرت مولانا کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”استاذ محترم حضرت مولانا اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دارالعلوم کراچی کے بزرگ ترین استاذ تھے، انہوں نے مظاہر العلوم سہارنپور کے اکابر علماء سے براہ راست علم دین حاصل کیا۔ پھر حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی عرصہ دراز تک صحبت اٹھائی اور پورے پچاس سال علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف رہے، وہ ان خوش نصیب اہل علم میں سے تھے جنہیں حضرت مولانا خلیل صد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا محمد کبیری صاحب کاندھلویؒ کی زیارت اور ان سے استفادے کی سعادت بھی ملی تھی، حضرت مولانا کی لیاقت اور علمی استعداد کی بنا پر فراغت تعلیم ہی کے سال ۱۳۷۷ھ میں استاذہ نے آپ کو مظاہر العلوم میں بحیثیت معین مدرس مقرر کر دیا تھا، اس کے بعد آپ مظاہر العلوم کے باضابطہ استاذ کی حیثیت سے مسلسل تیس سال تک علمی و دینی خدمات انجام دیتے رہے مظاہر العلوم میں قیام کے دوران حضرت مولانا کے ہاتھوں اطراف عالم کے ہزار ہا شاگرد عالم بنے جو اپنے اپنے حلقوں میں دینی خدمات دیتے رہے اور ایک مرتبہ اسی سلسلے میں برما کا بھی دورہ کیا۔ ۱۳۷۹ھ میں جب دارالعلوم کراچی نانک داڑھ کی قدیم عمارت سے کوزنگی کے وسیع رقبہ زمین پر منتقل ہوا تو اس حقیر کے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر مولانا موصوفؒ نے یہاں فرائض تدریس انجام دینا منظور فرمالیا۔ آپ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ میں کراچی تشریف لا کر سہارے دارالعلوم میں مصروف تدریس ہوئے۔ اور گزشتہ بیس سال سے یہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ اس طرح گزشتہ شعبان میں استاذ محترم کی تدریس کو پورے پچاس سال تک چلے ہوئے تھے اس نصف صدی کے دوران بڑے بڑے علماء نے حضرت مولانا کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، مشاہیر علماء میں سے حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا ابراہیم الحق صاحب ظلم بھی حضرت مولانا کے شاگرد ہیں اور ان کے علاوہ جن معروف اہل علم نے آپ سے علم حاصل کیا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں مدرس تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ، امیر تبلیغ حضرت مولانا

انعام الحسن صاحب کا ندھلوی، حضرت مولانا عبداللہ صاحب ناظم جماعت تبلیغ، حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب امیر تبلیغی جماعت حجاز، حضرت مولانا نسیم احمد صاحب بجنوری، حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب بجنوری سابق ایڈیٹر ماہنامہ نظام کانپور وغیرہ حضرات وہ ہیں جنہوں نے مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا سے کسب فیض کیا۔ اور کراچی میں دارالعلوم میں جن اہل علم نے حضرت مولانا سے پڑھا ان میں حضرت مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی مدظلہم حال متمم دارالعلوم کراچی مولانا مفتی عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ منگڑ دریا، مولانا عبدالرشید صاحب انسانی ناظم جمعیت علماء انگلستان لندن، مولانا مفتی بشیر احمد صاحب قاضی و مفتی تحصیل باغ آراؤ کشمیر اور مولانا عزیز الرحمن صاحب سواتی اُستاد دارالعلوم کراچی وغیرہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

یوں تو حضرت مولانا کو تحریر و تصنیف سے بھی شغف تھا اور اظہار الحق کا اردو ترجمہ مولانا کی قابل قدر یادگار ہے لیکن ان کا اصل میدان تدریس ہی تھا ان کا انداز تدریس ایسا دلنشین ہوتا تھا کہ مشکل سے مشکل بحث پانی بوجاتی تھی سنا کارہ نے مولانا سے تریخ، جلالین اور صحیح مسلم شریف پڑھی ہے اور اس وقت پڑھی جب مولانا کے قوی مضبوط اور تدریسی کمال اپنے شباب پر تھا، ہمیں مولانا کے درس میں کبھی کوئی مشکل بحث معلوم نہیں ہوئی، تریخ اصول فقہ کی بڑی معیاری کتاب ہے اور اس کے مباحث خاصے دقیق ہیں، لیکن مولانا سے پڑھتے وقت ہمیں وہ بالکل سہل معلوم ہوئی اور اس میں اور نور الانوار میں وقت کے اعتبار سے کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ وقت کا اندازہ اس وقت ہوا جب ”توضیح“ خود پڑھا کا اتفاق ہوا، اس وقت پتہ چلا کہ اس کتاب کو ہم جس قدر آسان سمجھتے تھے وہ درحقیقت مولانا کے کمال تفہیم کا اثر تھا۔

تفسیر سے مولانا کو خاص شغف تھا اور ان کا جلالین کا درس اس قدر سلیس رواں شگفتہ اور مفید ہوتا تھا کہ قرآن کریم کے مضامین بڑے خوبی کے ساتھ ذہن نشین ہوتے جاتے تھے

مباحث میں تفصیل و اختصار کے لحاظ سے مولانا کے یہاں آغاز سال اور اختتام سال کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا وہ جس معیار پر سوال میں درس شروع فرماتے اسی معیار پر شعبان تک ثابت قدم رہتے اور کتابیں اپنے وقت پر ختم ہوجاتی تھیں مولانا کے درس میں خارجی باتیں، لطائف اور قصے وغیرہ بہت کم ہوتے تھے۔ اس کے باوجود وہ زبردست بحث ہی کو اس قدر دلچسپ اور شگفتہ بنا کر پیش کرتے کہ شروع سے آخر تک درس کی شادابی برقرار رہتی تھی مولانا بڑے خلیق، طنسار اور وضدار بزرگ تھے اور جس کسی سے ایک مرتبہ تعلق مودت قائم ہوجانا اُسے آخر وقت تک نبھاتے تھے، ان کی شگفتگی فرائح اور حاضر جوابی سے دارالعلوم کے اساتذہ کی محفلیں باغ و بہار بنی رہتی تھیں۔ ”اظہار الحق“ کا اردو ترجمہ جو بائبل سے قرآن تک کے نام سے شائع ہوا ہے حضرت مولانا کی گرانقدر یادگار ہے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی یہ کتاب رد عیسیائیت میں بے نظیر کتاب ہے لیکن دنیا کی پانچ زبانوں میں ترجمہ ہونے کے باوجود اردو کا دامن اس قیمتی علمی سرمائے سے خالی تھا آج سے اٹھارہ سال پہلے جب راقم دورہ حدیث کا طالب علم تھا حضرت مولانا نور احمد صاحب مدظلہم کی فرمائش پر حضرت مولانا اکبر علی صاحب نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شروع کیا اور چھ ماہ کی مسلسل محنت کے بعد اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا، مولانا کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے یہ ترجمہ کسی مددگار کتاب کے بغیر مکمل فرمایا، حد یہ ہے کہ کتب مقدسہ کی عبارتوں کا ترجمہ کرتے وقت بائبل موجودہ اردو ترجمے کو بھی سامنے نہیں رکھا۔ اور اس کے باوجود بائبل کی دقیق ترین عبارتوں کا ترجمہ اتنا صحیح اور بر محل کیا کہ بعد میں جب احقر نے بائبل کے دوسرے ترجموں سے اس کا مقابلہ کیا تو بعض جگہ حیرت ہو گئی، کیونکہ اگر بائبل کا مسلسل ترجمہ کیا جاتا تو وہ بھی انتہائی مشکل کام تھا، چہ جائیکہ مسلسل کتاب کے بجائے صرف ان اقتباسات کا ترجمہ کیا جائے جو عام طور سے سیاق و سباق کی مدد کے بغیر سمجھ میں نہیں آتے، بالآخر مولانا کے اس کارنامے کی خدمت کی سعادت مجھے ناچیز کو حاصل ہوئی۔ اور پھر یہ ترجمہ احقر کی تشریح و تحقیق اور مبسوط مقدمے کے ساتھ شائع ہوا۔ اور اس کام کی تکمیل پر مولانا کی طرف سے

بیشمار دعائیں نصیب ہوئیں،

آخر کار علوم قرآن و سنت کا یہ خادم خدمتِ دین میں اپنی نصف صدی پوری کرنے کے بعد ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ کو اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ -

مزاروں متعلقین نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور دارالعلوم کراچی میں تدفین عمل میں آئی۔
اللہ تعالیٰ مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

(ماخوذ ماہنامہ السبیل بخوری شہر)



● میں ایک عالم دین کے لئے اس سے بڑی ذلت اور کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ حکومتی دواڑ میں کسی عہدہ پر ممکن ہو اس کا کام ارشاد و ہدایت اور تبلیغ و اصلاح ہے اور وہ حکومت سے باہر رہ کر ہی سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ”ہر کہ در کان نک رفت نک شد“ اقتدار کی کان نک میں جا کر نک بننے سے بہتر ہے کہ اقتدار سے باہر رہ کر اصلاح بین المسلمین کا فریضہ سرانجام دیا جائے تاکہ کبھی مرحلہ پر بھی اعلاء کلمۃ الحق کی آواز مدہم نہ ہونے پائے۔

(خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانویؒ)

حضرت قاری عبدالملک صدیقی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۳۰۳ھ کو شیخ جیون علی کے ہاں علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ ہی میں حاصل کی۔ ۱۳۱۳ھ میں والدہ صاحبہ کے ساتھ حج کو گئے۔ مدرسہ مولانیہ مکہ مکرمہ میں ایک عرصہ تک تعلیم پاتے رہے اور استاذ القراء حضرت عبداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک حفظ کیا۔ حفظ قرآن و تجوید کے ساتھ حدیث وفقہ و تفسیر اور عربی ادب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اور سند الفرائض حاصل ہوئی۔

۱۳۲۳ھ میں آپ اور آپ کے بھائی قاری عبدالخالق مدرسہ تجوید القرآن سے سہ ماہیہ میں تدریس پر مامور ہوئے۔ تین سال تعلیم دینے کے بعد ۱۳۲۶ھ میں آپ ترک ملازمت کر کے محفانہ بھون چلے گئے اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے فیض حاصل کیا۔

۱۳۲۸ھ میں آگرہ پہنچے جہاں قرأت سبعہ کی تکمیل حضرت قاری ضیاء الدین احمد سے کی۔ اس دوران تدریس کا شغل بھی رہا۔ پھر بریلی، ٹونک اور مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ جا کر طلباء کو فیض علمی پہنچاتے رہے۔ ۱۳۳۷ھ میں اللہ آباد جا کر شیخ القاری عبدالرحمن مکی سے قرأت عشرہ کی تکمیل کی۔ اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں ایک عرصہ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۵۵ھ میں مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ کے ہمراہ ٹونک کے مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ ۱۹۵۰ء کے آخر میں پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے اسرار پر دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں

دو سال کے لگ بھگ تدریس کی۔ پھر دارالعلوم الاسلامیہ پیرانی انارکلی لاہور میں شیخ التجوید مقرر ہوئے اور آٹھ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۸ء میں بعض وجوہ کی بنا پر آپ نے دارالعلوم الاسلامیہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور لنٹن روڈ مزنگ چوکنگی لاہور پر مرکزی دارالتربیت کی بنیاد رکھی۔ یہاں بھی طلباء کا ہجوم ہو گیا اور آپ آخر دم تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

حضرت قادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش الحان اور بے شمار عربی لہجوں کے ماہر اور جامع تھے۔ حسینی لہجہ، مصری لہجہ، عشاق لہجہ اور خصوصیت سے مایہ لہجہ زیادہ تر پڑھتے تھے۔ آپ کے پڑھانے کا انداز اتنا عمدہ تھا کہ آپ کے تلامذہ میں آپ کی صفات صاف جھلکتی دکھائی دیتی ہیں۔ آپ کی آمد سے قبل اس فن سے لوگ واقف نہ تھے۔ آپ کی مخلصانہ خدمات کے بعد یہ فن عام ہوا اور لاہور تجوید و قرأت کا بھی عام مرکز بن گیا۔ آپ کی پاکستان میں تشریف آوری پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نے فرمایا :-

”لاہور میں حضرت قادی صاحب کی تشریف آوری اہل پاکستان کے لئے عموماً اور اہالیان لاہور کے لئے خصوصاً خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔“

حضرت قادی صاحب نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک تجوید و قرأت کی تدریس کی۔ اس دوران میں ہزاروں طلباء نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں قادی حفظ الرحمن، شیخ التجوید دارالعلوم دیوبند، قادی حبیب اللہ ٹونکی قادی عشرہ، قادی محمد منیر لکھنوی، قادی محمد اسماعیل امرتسری، قادی ریاست علی لکھنوی، قادی محمد شریف امرتسری، قادی نیاز احمد علی گڑھی، قادی اظہار احمد نقوی، قادی عبدالوہاب مکی، قادی غلام رسول لاہوری، قادی سید حسن شاہ بخاری، قادی سید حامد میاں، قادی محمد صدیق، قادی سعید الرحمن راولپنڈی، قادی فضل الرحیم اور قادی غلام محمد وغیرہ مشہور

قراء حضرات ہیں۔

آپ نے کئی کتابیں اور حواشی بھی لکھے اور آپ ایک اچھے شاعر و ادیب بھی تھے۔ حضرت حکیم الامت مفتاحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے اور انہی کے دست حق پر بیعت کی اور باطنی اصلاح کرواتے رہے۔ آپ نے آخر دسمبر ۱۹۵۹ء کو رحلت فرمائی۔

عربی میں مولانا قادی اظہار احمد نقوی نے اپنے استاد گرامی کا مادہ تالیف لکھا۔ حق تعالیٰ حضرت قادی صاحب قدس سرہ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین !

(ماخوذ ”مشاہیر علماء جلد ۲“)



حضرت قاری عبدالعزیز شوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا قاری عبدالعزیز شوقی انبالہ کے رہنے والے تھے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد خالقانہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ثانوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعجاز علی امروہی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شمس الحق اعنائی جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔

فن تجوید دارالعلوم دیوبند کے شیخ القرار حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن سے سیکھا۔ بیوت کا شرف حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ عربی، اردو اور فارسی کے اچھے ادیب تھے۔ اردو میں شعر کہتے اور شوقی تخلص کرتے تھے۔ مظاہر العلوم سہارن پور کے زمانہ طالب علمی میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے اصلاحی تعلق بھی رہا اور آپ نے ان تمام بزرگوں سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔

پاکستان بننے پر ترک سکونت کر کے راولپنڈی آ گئے اور ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد لاہور آ گئے۔ آغاز میں مسلم مسجد لوہاری گیٹ میں

بطور شیخ التجوید کام کیا۔ بعد میں دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور سے وابستہ ہوئے۔ حضرت قاری عبد المالك لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد دارالعلوم کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور آخر دم تک اسی منصب پر فائز رہے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلک اہل سنت کے پرجوش داعی تھے۔ تنظیم ”اہلسنت والجماعت“ کی تشکیل میں آپ نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ تنظیم کے آرگن سہ روزہ ”دعوت“ کے کچھ عرصہ مدیر بھی رہے اور آخر دم تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

آخر شعبان ۱۳۹۱ھ / ۲۰ ستمبر ۱۹۷۱ء کو گلے کے سرطان میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین !

(تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۹۱۱ء میں آنداد قبائل کے علاقے مہمند ایجنسی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا خاں سہ خان بڑے عالم باعمل تھے۔ آپ کے والد ماجد خان محمد خان نے آپ کو دینی تعلیم کے لئے وقف کیا اور آپ ابتدائی تعلیم تحصیل چارسدہ میں حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ نعمانیہ میں امرتسر تشریف لے گئے اور تقریباً دس سال تک حضرت مفتی صاحب کے زیر نگرانی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد درس نظامی کی تکمیل کی اور سند الفراع حاصل کی۔

آپ کے استاد گرامی حضرت مفتی محمد حسن صاحب جو آپ پر نہایت شفقت فرماتے اور آپ کو بکثرت اپنے ساتھ رکھتے تھے، جب بھی حضرت مفتی صاحب حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی خدمت میں تھانہ بھون تشریف لے جاتے تو اکثر آپ کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ آپ چونکہ شروع ہی سے نہایت ہی رفیق القلب تھے اور دین کی باتوں کے دوران آپ پر اکثر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ یہ سلسلہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس تفسیر و حدیث یا وعظ کے دوران بھی جاری رہتا اور حضرت حکیم الامت کی مجلس میں بھی۔ یہاں تک کہ حضرت حکیم الامت سے تعلق رکھنے والے حضرات میں آپ کا لقب ”بکاء“ (بہت رونے والے) مشہور ہو گیا تھا۔ یہ گریہ بے اختیار تھا اور اللہ تعالیٰ کی محبت یا خوف کی بناء پر ہوتا تھا۔ اس میں اکثر آواز بھی بلند ہو جاتی تھی اور اس کا سُننے والوں پر بھی اثر ہوتا تھا۔ حضرت حکیم الامت کی مجلس میں بناوٹی قسم کے حال و قال کی کوئی گنجائش

نہیں تھی۔ لیکن حضرت مولانا فقیر محمد صاحب کا یہ گریہ اُن کی حقیقی باطنی کیفیت کا آئینہ دار تھا۔ اس لئے حضرت حکیم الامت نے اس پر نہ صرف کوئی گرائی محسوس نہیں فرمائی بلکہ جب آپ خالقہ میں حاضر ہو کر حضرت حکیم الامت تھانوی سے مصافحہ کرتے حضرت فرماتے: ”رونق آگئی! رونق آگئی!“۔

حضرت حکیم الامت کی رحلت کے بعد بھی آپ نے اپنے استاد و مربی حضرت مفتی محمد حسن صاحب سے تعلق قائم رکھا۔ حضرت حکیم الامت نے آپ کو ۱۳۵۰ھ میں خلافت سے نوازا تھا۔ غرض آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب سے خوب فیض علمی و روحانی حاصل کیا۔

آپ پشاور کے قریب ایک چھوٹی سی بستی (جس کا نام ”فقیر آباد“ رکھا گیا ہے) میں اقامت پذیر ہوئے اور قرآن کریم کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم فرمایا اور اس سے ملحقہ ”خالقہ اشرفیہ“ کے نام سے ایک خالقہ قائم فرمائی تھی جو حضرت حکیم الامت کے اندازِ تربیت و اصلاح کا مرکز بنی۔ یہاں سے سینکڑوں افراد سیراب ہوئے جن میں اکابر علماء بھی شامل ہیں۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی، آپ کے ممتاز خلفاء میں سے ہیں۔

آپ نے آخری دور میں پشاور کے مال روڈ پر ”جامعہ امداد العلوم“ کے نام سے ایک عظیم الشان مدرسے کی بنیاد بھی ڈالی جو سجد اللہ درس نظامی کی معیاری تعلیم کا مرکز ہے اور آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ آپ نے ایک عرصہ تک علیل رہنے کے بعد ۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو رحلت فرمائی۔ اِن اللہ وَاَنَا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا محمد حسن جان مدنی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور لنڈی ادباب پشاور میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(ماخوذ از: نقوشِ رفتگان)

حضرت مولانا عبدالودود قریشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ فروری ۱۹۱۲ء کو مولانا سبحان گل کے گھر علاقہ ڈیگری پشاور شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ رفیع الاسلام بمحانہ ماڈی پشاور میں درسیات پڑھتے رہے۔ مولانا نقیب احمد فاضل دیوبند اور چوٹی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد تدریس کا آغاز کیا۔ ایک عرصہ تک پڑھانے کے بعد ایک مستقل ادارہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے پشاور کی تانہی مسجد ”مہابت خاں“ میں ۱۳ اپریل ۱۹۵۳ء کو جامعہ اشرفیہ پشاور کی بنیاد رکھی۔ پھر طلباء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کے بعد عید گاہ روڈ پر ۶۶ کنال کا ایک رقبہ خرید لیا گیا جس میں آپ نے جامعہ اشرفیہ کی تعمیر کرائی اور بحمد اللہ آج یہ جامعہ صوبہ سرحد میں عظیم مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے تحریک آزادی وطن میں بھی نمایاں حصہ لیا اور مصائب و آلام برداشت کئے ۱۹۴۶ء میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو کر مسلم لیگ کی حمایت کی۔ پھر سرحد کے لیفرنڈم میں علامہ عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیع کی معیت میں جگہ جگہ جا کر رائے عامہ کو ہموار کرتے رہے۔ علاوہ انہی آپ نے تحریک ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا اور قادیانیت کے خلاف ایک کتاب ”تیرودود برسنیہ مردود“

لکھی جو بے حد پسند کی گئی۔ مگر حکومت نے جلد ہی اس کتاب کو بحق سرکار ضبط کر لیا، اور آپ کو ضلع بدر کر دیا گیا۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے منسلک تھا جو آخر وقت تک قائم رہا۔ اور آپ پوری زندگی حضرت حکیم الامت کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ ۸ اگست ۱۹۶۵ء میں آپ کا پشاور میں ۵۳ سال ہوا۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد یوسف قریشی آپ کے جانشین اور جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ دوسرے صاحبزادے مولانا اشرف علی قریشی مدیر ”صدائے اسلام“ درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ میں مصروف ہیں۔

(بحوالہ تذکرہ علمائے سرحد)



حضرت مولانا پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی

مولانا محمد انوار الحسن بن احمد بن محمد داؤد ۱۹۰۶ء / ۱۳۲۲ھ کو شیرکوٹ ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور سات سال دارالعلوم میں رہ کر ۱۳۲۷ھ کو سند فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۲۹ء / ۱۳۴۸ھ میں اورینٹل کالج لاہور سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اگلے سال سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے او۔ ٹی کی پیشہ وارانہ سند حاصل کی۔ ملازمت کا آغاز عربی زبان و ادبیات کے استاد کی حیثیت سے ستمبر ۱۹۳۰ء میں مشن ہائی سکول جالندھر سے کیا۔ ۲ اپریل ۱۹۳۱ء کو مشن ہائی سکول سے اسلامیہ ہائی سکول جالندھر منتقل ہو گئے۔ مارچ ۱۹۳۵ء میں رندھیر کالج کپور تھلہ کے پروفیسر محمود علی کے سبکدوش ہونے پر وہاں تقرر ہوا۔ ستمبر ۱۹۴۷ء تک فرائض تدریس ادا کئے۔ مولانا انوار الحسن نہایت محنتی اور مطالعہ کے شوقین تھے۔ دوران ملازمت میں انہوں نے بی اے کیا۔

ستمبر ۱۹۴۸ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور دو سال میں ایم اے اردو کی سند حاصل کی۔ پھر جب فیصل آباد میں سکونت اختیار کی تو ۳ ستمبر ۱۹۵۰ء کو اسلامیہ کالج فیصل آباد میں عربی و فارسی کے استاد ہو گئے۔ ۴ مئی ۱۹۶۶ء کو ملازمت ترک کر کے ہمہ تن تصنیف و تالیف میں لگ گئے اور ساتھ ہی جامعہ عثمانیہ ڈی بلاک فیصل آباد میں خطیب بھی رہے اور متعدد تالیفات آپ کے قلم سے منظر عام پر آئیں۔ جن میں ”الوار الشہادت“، ”سیرت پیغمبر عظیم“، ”تجلیات عثمانی“

”حیات عثمانی“، ”خطبات عثمانی“، ”انوار عثمانی“، ”حیات امداد“، ”الوار قاسمی“، ”سیرت یعقوب و ملوک“، ”روح رمضان“ وغیرہ۔

متذکرۃ الصدر تصانیف کے علاوہ اردو اور اسلامیات کی نصابی کتب اور بیسیوں مضامین ہنر جو رسائل و جرائد میں منتشر ہیں۔ آپ ایک بہترین ادیب و شاعر بھی تھے۔ ان کی متعدد نظمیں اور غزلیات مختلف رسائل و اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔

آپ ۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء / ۱۱ شوال ۱۳۹۶ھ کو فیصل آباد میں وصال بحق ہوئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین

(تذکرہ علمائے پنجاب)



حضرت مولانا محمد علی جالندھری علیہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۱۸۹۵ء / ۱۳-۱۳۱۲ھ میں قصبہ رائے پور اڑیاں تحصیل نکودہ ضلع جالندھر کے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم قریبی گاؤں رائے پور گوجراں کے مدرسہ جامعہ رشیدیہ میں حاصل کی۔ یہاں حضرت مولانا فقیر اللہ راسپوری سے استفادہ کیا۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں مروجہ دینی نصاب کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی۔

آپ نے عملی زندگی کا آغاز ریاست کپورتھلہ کے مشہور قصبہ سلطان پور لدھی میں مدرس کی حیثیت سے کیا۔ تین سال یہاں رہے۔ ۱۹۰۷ء / ۱۲۲۹ھ / ۹ رجب ۱۳۲۱ء کو حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے مولانا احمد بخش مرحوم اور آپ کے تعاون سے اٹاری باڈار جالندھر میں مدرسہ خیر المدارس کی بنیاد رکھی تو اس مدرسہ میں بطور مدرس کام کرنے لگے۔ جالندھر کے زمانہ تدریس میں رفض و بدعت کے خلاف آواز بلند کی اور کئی مناظرے کئے۔ زندگی درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کی مصروفیتوں میں گزر رہی تھی کہ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کی تحریک شروع ہوئی۔ اس زمانے میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تجویز سے مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے۔

مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ کو اپنی انتظامی صلاحیتوں اور خطیبانہ عظمتوں سے چار چاند لگائے۔ عوام کی زبان میں گفتگو کرنا اور سادہ مثالوں سے اپنی بات سامعین کے دلوں میں اُتار دینا

مولانا جالندھری قدس سرہ پر ختم تھا۔ وہ ہر لحاظ سے ایک کامیاب اور اچھے عوامی مقرر تھے۔ دوسری عالمگیر جنگ میں فوجی بھرتی کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ گرفتار ہوئے اور ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۳ء تک تین سال کا عرصہ جالندھر گجرات اور امرتسر کی جیلوں میں گزارا۔ اسی زمانہ اسیری میں والد ماجد اور دو بھائیوں کا انتقال ہوا مگر پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔

۱۹۴۳ء میں آپ کا خاندان ترکی وطن کر کے صادق آباد (پنجاب) آگیا۔ مگر آپ نے اپنی سیاسی سرگرمیوں اور دعوت و تبلیغ کا مرکز ملتان کو بنالیا۔ مسجد سرماں والی حسین آگاہی میں خطبہ جمعہ دیتے تھے۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جمعہ کے لئے دور دراز کے سفروں اور دوروں سے بھی ملتان آجاتے تھے۔ آخر دم تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان پر مولانا خیر محمد جالندھری بھی ملتان آگئے تو مولانا محمد علی نے مدرسہ خیر المدارس جالندھر کا احیار کرنے میں جس طرح بھرپور کام کیا تھا، اسی طرح سے حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ۲۳ رذی قعدہ ۱۳۶۲ء / ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو مدرسہ خیر المدارس ملتان کی نشاۃ ثانیہ کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا اور آخر دم تک خیر المدارس سے وابستہ رہے۔

پاکستان بننے پر مجلس احرار اسلام کی سیاسی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل کی۔ اس جماعت کے پہلے امیر حضرت شاہ صاحب اور ناظم اعلیٰ آپ مقرر ہوئے۔ شاہ صاحب کی وفات کے بعد قاضی احسان احمد شجاع آبادی امیر چنے گئے اور آپ بدستور ناظم اعلیٰ رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیٹج سے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑا کام کیا اور گرفتار ہوئے۔ ۱۹۶۴ء / ۱۳۸۶ھ میں حضرت قاضی احسان احمد صاحب کی وفات پر مجلس کے امیر منتخب ہوئے۔ دورانِ امارت میں آپ نے

گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مرکزی دفتر ملتان کی سہ منزلہ عمارت تعمیر ہوئی۔ اور ملک بھر میں مجلس کی شاخیں قائم ہوئیں اور بیرون ملک بھی کام کا آغاز ہوا۔

۵ اور ۶ اپریل ۱۹۷۱ء کی درمیانی شب ۸ صفر ۱۳۹۱ھ کو سلاں الی ضلع سرگودھا میں تقریر کر رہے تھے کہ دل کا دورہ پڑا۔ ۸ اپریل کو دوسری بار دورہ پڑا اور اسی بیماری میں ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء ۲۲ صفر ۱۳۹۱ھ کو جان جان آفرین کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مدرسہ خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔ (تذکرہ علماء پنجاب)



حضرت مولانا محمد انوری لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۶ صفر ۱۳۱۹ھ / ۲۵ مئی ۱۹۰۱ء میں مولانا فتح دین کے گھر موضع اُکی تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد رشید اور خادم خاص تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ پھر رائے پور گوجران کے مدرسہ میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب اور حضرت مولانا حافظ فضل احمد صاحب سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء میں امام العصر علامہ محمد الوری کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفرائض حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد لائل پور اکرم دینی مدرسہ کا اجراء کیا۔ ”مسجد انوری“ کی تعمیر کردائی اور گھر میں مدرسۃ البنات قائم کر کے تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس دینی مدرسہ میں ۱۹۶۶ء تک دورہ حدیث بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کے تلامذہ بکثرت ہیں۔ آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور متعدد کتب شائع کیں جن میں ”الصلوة“، ”الحج“، ”سیرت خاتم النبیین“، ”مکتوبات بزرگان“، ”انوار انوری“، ”ملفوظات رانی پوری“، ”مسئلہ حیات النبی“، ”ردِ قادیانیت“ وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے سب سے پہلے حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت شیخ الہند سے بیعت کی۔ پھر اپنے استاذ گرامی علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری سے اصلاح کرواتے رہے اور ان سے خلافت حاصل کی۔ پھر ۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا عبد القادر رانی پوری قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کی طرف سے

بھی مجاز بیعت ہوئے۔ پھر خود سینکڑوں افراد کی اصلاح کا ذریعہ بنے۔

حضرت مولانا محمد انوری صاحب کو حضرت علامہ انور احمد صاحب سے بطور خاص نسبت تھی اور ان کے علم و نظر سے اس قدر متاثر تھے کہ ”انوری“ اپنے نام کا جزو بنا لیا۔ آپ ایک متقی، نیک نفس، سادہ دل اور شریف الطبع بزرگ تھے۔ اظہار حق میں بے باک تھے۔ اسلام کے مقابل فنون کی سرکوبی اور بیخ کنی میں سرگرم تھے۔

قادیانیت کی تردید کا جذبہ اپنے استاد علامہ کشمیری سے ملا تھا۔ شہرہ آفاق مقدمہ بہاولپور میں علامہ کشمیری کے دست راست کی حیثیت سے کام کیا اور مکمل تفصیل کے ساتھ اس مقدمہ کی روئداد مرتب کی۔ الغرض پوری عمر اسلام کی خدمت کرتے ہوئے ۲۲ جنوری ۱۹۷۰ء / ۲۷ اردی قعدہ ۱۳۸۹ھ کو فیصل آباد میں وفات پائی اور وہیں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ ۱۵

(آمین!)

۱۵

حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ تعالیٰ علیہ

مولانا ابوالواحد عبداللہ بن مولانا محمد اسماعیل ضلع لدھیانہ کے موضع دبیہ والی کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم سے حاصل کی۔ والد ماجد کی وفات کے بعد کچھ عرصہ لدھیانہ میں تعلیم حاصل کر کے امرتسر چلے گئے۔ مولانا نور احمد امرتسری اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ بعد میں ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور درس نظامی کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد واپس لدھیانہ آکر تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ زمانہ قیام دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور ان سے خصوصی سند اجازت حدیث حاصل کی۔ مدرسہ عزیزیہ لدھیانہ میں تدریس کے زمانہ میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کے درس حدیث سے استفادہ کی خواہش لے کر دوبارہ مع اہل و عیال دیوبند چلے گئے۔ دارالعلوم کے منتظمین نے ابتدائی اور ثانوی درجے کے کچھ اسباق آپ کے سپرد کر دیئے۔

دو سال حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کے بعد لدھیانہ آئے اور مدرسہ اللہ والہ میں مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی کے ساتھ مل کر تبلیغ و تدریس کا کام شروع کیا۔ مدرسہ کے سالانہ جلسے کے موقع پر حضرت علامہ انور شاہ صاحب تشریف لائے اور جلسہ میں تقریر کے دوران فرمایا کہ :-

”مجھے مولانا عبداللہ کے علم و ریاضت پر پورا اعتماد ہے“

یہ مولانا کے لئے بہت بڑا اعزاز تھا۔ آپ نے اپنے علاقے میں ایک مدرسہ

۱۵ مشاہیر علماء جلد ۱۵

۱۵ ماہنامہ ”بینات“ کراچی۔

انوریہ قائم کیا۔ جس میں کچھ عرصہ تدریسی خدمات کے بعد ایک اور مدرسہ ”دارالعلوم نعمانیہ“ کے نام سے قائم کیا اور تقسیم ہند تک اسی دارالعلوم میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان آگئے اور تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی جاری فرمایا اور کم و بیش ۲۸ کتب و رسائل آپ نے تصنیف کئے۔ آپ نے اپنے استاد حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر اجازت خلافت سے نوازعے گئے۔

آخر کار اگست ۱۹۷۵ء / ۱۳۹۵ھ میں علمی و دینی خدمات میں مصروف جان، جان آفرین کے حوالے کی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

(تذکرہ علمائے پنجاب)

۶

حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۱ یا ۱۲ رذی قعدہ ۱۳۲۲ھ میں پانی پت ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی محمد اسماعیل تھا۔ آپ ڈیڑھ سال کی عمر میں ہی بقضائے الہی نابینا ہو گئے تھے۔ پانچ سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم کی تعلیم شروع کی۔ حفظ قرآن کے بعد قاری شیر محمد خاں سے تجوید و قرأت کی تعلیم حاصل کی اور ان ہی کے زیر سایہ مدرسہ اشرفیہ میں تدریس کا آغاز کیا۔ ساتھ ہی مدرسہ گنبدان میں فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کرنے جاتے۔ نیز سید القرار مولانا ابو محمد نجی الاسلام سے تجوید کی مشق بھی کرتے رہے اور ۱۳۴۶ھ میں سید القرار سے سند الفرائض حاصل کی۔ پھر تکمیل علوم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ امتحان داخلہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لیا۔

۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فضیلت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اعجاز علی امروہی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی وغیرہ جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد وطن واپس آکر دوبارہ اپنے استاد قاری شیر محمد صاحب کی معیت میں تدریس شروع کی اور تقریباً ۲۵ سال تک آپ اسی مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں قرآن پاک کی تعلیم و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۶۵ھ میں حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ مدینہ منورہ میں شیخ القرار حافظ حسن الشاعر سے ملاقات

ہوئی۔ وہ آپ کی علمی قابلیت کو ذہانت سے بے حد متاثر ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی تشریف لائے اور عرصہ دراز تک حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے مدرسہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ حفظ و تجوید کے سرپرست اور صدر مدرس رہے اور سینکڑوں طالبانِ علم قرأت کو اپنے فیض علمی سے مستفیض کیا۔

حضرت قاری صاحب ایک جید عالم دین، شیخِ کامل اور استاذ القرائت تھے۔ قرآن کریم کی خدمت کرنے کا جو بلند اور عظیم جذبہ قادرِ مطلق نے آپ کو عطا فرمایا تھا وہ شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ کی قوتِ حافظہ انتہائی مضبوط اور حیران کن تھی۔ نابینا ہونے کے باوجود قرآن کریم کی قرأت متواترہ کے علاوہ علم قرأت پر لکھی ہوئی کتابیں اور طویل قصائد بالکل ازبر تھے۔ علم قرأت پر آپ نے متعدد محققانہ تصانیف کا جو عظیم الشان ذخیرہ چھوڑا ہے وہ اس دور میں یقیناً بے مثال ہے۔ آپ حضرت حکیم الامت مولانا اثر علی تھانوی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ اُن کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن امرتسری سے تعلق قائم کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ ان کی رحلت کے بعد خود حضرت قاری صاحب کے بیان کے مطابق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کیا جو آخر وقت تک قائم رہا۔ آپ نے تقریباً تیرہ سال قبل پاکستان سے مدینہ منورہ ہجرت کی اور ہزاروں افراد کو اپنے فیض علمی و روحانی سے مستفید کیا۔ اسی دوران قیام مدینہ منورہ میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ معذوری اور بڑھ گئی۔ مسلسل علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہو سکے۔ لیکن اس حالت میں بھی حرم شریف کی حاضری میں فریق نہ آیا۔ ہر نماز حرم شریف میں ادا فرماتے اور عصر سے عشاء تک کا وقت حرم شریف ہی میں گزار دے تھے۔ آخر کار اخلاص و تقویٰ کا یہ مجسمہ اور قرآن کریم کا یہ خادم ۸ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(ماخوذ از ماہنامہ البلاغ "مفتی اعظم نمبر")

حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۹۰۷ء میں امرتسری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مشہور عالم دین، درویش صفت انسان اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ ان کی عمر کا اکثر حصہ لوجہ اللہ تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزرا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی سے حاصل کی۔ پھر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ نعمانیہ امرتسری میں داخل ہوئے جہاں مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری صدر مدرس کی حیثیت سے درسِ حدیث پڑھا رہے تھے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحب کے زیر سایہ درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی اور تقریباً ۱۹۲۰ء میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے امرتسری میں تدریس و تبلیغ کا آغاز کیا اور پھر ساری زندگی اس کی خدمت میں گزار دی۔ علاوہ انہیں آپ نے تحریکِ آزادی اور قیام پاکستان کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا اور تمام عمر فرنگی قوتوں اور اہل باطل کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں بارہا قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب کے حکم پر امرتسری سے لاہور تشریف لائے اور ماڈل ٹاؤن میں رہائش پذیر ہوئے۔ جہاں آخر دم تک جامع مسجد ماڈل ٹاؤن میں درسِ قرآن و حدیث دیتے رہے اور جمعہ کی خطابت کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حرارت بیدار کرتے رہے اور آپ نے یکم فروری ۱۹۸۷ء بروز پیر شام ۸ بجے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ایک بہترین

مفسرِ قرآن، پرہیزگار عالم دین اور خطیبِ شعلہ بیان تھے۔ بلند پایہ ادیب اور بہترین مصنف تھے۔ ”تذکرۃ اسلاف“، ”اسلام اور اشتراکیت“ آپ کی گراں قدر تصانیف ہیں۔

آپ نے اصلاحی تعلق اپنے استاذِ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے قائم کیا تھا اور پوری عمر ان ہی کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی، حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب کے استاذ تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے کئی کتب ان سے پڑھیں۔ حضرت مولانا پیر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی کو بھی حضرت مفتی محمد حسن صاحب سے ایک خاص محبت تھی۔ جب مولانا بہاء الحق قاسمی نے امرتسر میں ایک نیا مکان بنانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے والد صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے دستِ مبارک سے بنیاد رکھیں۔ اس پر آپ کے والد صاحب نے فرمایا :-

”بنیاد تو وہ رکھے جسے کچھ مدت دنیا میں رہنا ہو۔ میں تو چراغِ سحری ہوں۔“

پھر فرمایا کہ :-

”مفتی محمد حسن کو اس کام کے لئے بلوالو۔“

چنانچہ جیسا ارشاد فرمایا۔ ویسا ہی ہوا کہ مکان کی بنیاد تو حضرت مفتی محمد حسن صاحب کے دستِ مبارک سے کھوالی اور خود چند دنوں بعد ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء کو واصلِ بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

بہر حال حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی ساری زندگی خدمتِ اسلام میں مصروف رہے۔ حق تعالیٰ درجاتِ بلند فرمائیں۔ آمین !



حضرت مولانا محمد احمد تھانوی

فخر العلماء حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ایک علمی خاندان سے ہے اور سلسلہ نسب خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے آپ کا آبائی وطن یوپی کا مروجہ شیر خطہ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے، والد ماجد مولانا حافظ سعید احمد تھانوی بن حافظ امیر احمد تھانوی علی گڑھ کالج میں آفیسر تھے، عرصہ تک ان کا قیام قصبہ علی گڑھ اور راجپور ضلع سہارنپور میں رہا پھر مستقل طور پر اپنے آبائی وطن تھانہ بھون آ گئے، مولانا محمد احمد تھانوی کی ولادت باسعادت ۱۳۳۱ھ میں ان کے ننھیال راجپور ضلع سہارنپور میں ہوئی جو دیوبند سے چھ میل مشرقی جانب واقع ہے، آپ کا اصل نام محمد احمد اور تارکخی نام شاغل تھا ولادت کے ایک سال بعد ہی آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور والد صاحب اور آپ کے برادر اکبر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ نے آپ کی تربیت کی۔

ہمیشہ سنبھالنے کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں خانقاہِ امدادیہ کے مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں آپ کو داخل کر دیا گیا پھر ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے جہاں حفظِ قرآن سمیت تمام علوم دینیہ تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، منطق و فلسفہ اور دیگر مروجہ دینی علوم کی تکمیل کی اور ۱۳۵۲ھ کو سند فراغ حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالرحمن کاظمی، حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا محمد اللہ صاحب ادیب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا

کاندھلوی صاحب تابل ذکر ہیں۔ فراغت تعلیم کے بعد کئی برس تک اساتذہ کی نگرانی میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ہی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر اپنے بڑے ور بزرگ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب کے ایما پر چونکہ ضلع سیالکوٹ کے ایک عربی مدرسہ میں مدرس ہو گئے اس کے بعد جامع العلوم کانپور میں جہاں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ مدرس رہ چکے تھے استاذ حدیث کی حیثیت سے تشریف لے گئے وہاں قیام پاکستان تک علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ محلہ کی مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری فرمایا جس سے ہزاروں افراد مستفیض ہوئے۔ جامع العلوم کانپور کی مدرسہ کے دوران حضرت حکیم الامت تھانوی سے روحانی تعلق قائم کیا جو ان کے وصال تک جاری رہا، اس تعلق کے دوران حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی سے فرمایا کہ :-

”ہم تو محمد احمد کو جیشملین مولوی سمجھتے تھے یہ تو مولانا کے بھی مولانا نکلتے“

اسی طرح مرض الموت میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب سے فرمایا کہ :-
”میں مولوی محمد احمد سلمہ کو اجازت دے دیتا مگر ابھی اس کی عمر کم ہے“

حضرت حکیم الامت کے ان ارشادات سے آپ کا علمی و روحانی مقام ظاہر ہوتا ہے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امروہویؒ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ سے تعلق رہا اور آخر وقت تک ان بزرگوں سے فیض حاصل کرتے رہے آپ کا سیاسی مسلک بھی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیع صاحب کے موافق تھا اور جب علامہ عثمانیؒ نے تحریک پاکستان کے حامی علماء کی ایک تنظیم مرکزی جمعیت علماء اسلام کے نام سے

تشکیل دی تو آپ بھی اس میں باقاعدہ شامل ہوئے اور جمعیت علماء اسلام کانپور کے صدر کی حیثیت سے کانپور کے علاقہ میں پاکستان کے حق میں راہ ہموار کرتے رہے اور بڑے چڑھ کر تعمیر پاکستان میں حصہ لیا، قیام پاکستان کے بعد صوبہ سندھ کے ضلع سکھر میں آباد ہو گئے اول اول تجارتی مشغلہ رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں دین اسلام کی خدمت کا شوق دلورہ پیدا کیا اور توکل علی اللہ اپنے مکان کے بیرونی حصہ میں ایک دو طالب علموں کو لے کر پڑھانے بیٹھ گئے اور پھر لوگوں کو توجہ دلائی اور مدرسہ کے لئے ایک مختصر سا مکان خرید لیا۔ اس کے بعد زمانہ مدرسہ کے لئے ایک کھلا مکان خرید پھر اللہ تعالیٰ کی امداد سے ایک قطعہ زمین ایک مرکزی مدرسہ کے لئے خرید کر ”مدرسہ اشرفیہ سکھر“ کے نام سے قائم کیا جو آج سندھ میں ایک ممتاز دینی درسگاہ کہلاتی ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک جامع مسجد کے لئے زمین خریدی اس وقت سکھر شہر میں کوئی وسیع جامع مسجد نہ تھی آپ نے بڑی محنت سے جامع مسجد تیار کرائی اور اکابرین دیوبند کے نقش قدم پر چلتے ہوئے درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ اس سلسلہ میں مدرسہ عربیہ کا جائزہ لیتے ہوئے مولانا اللہ وسایا صاحب مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ”مدرسہ اشرفیہ سکھر“ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

”مدرسہ اشرفیہ سکھر ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں قائم کیا گیا، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نام پر اس کا نام مدرسہ جامعہ اشرفیہ تجویز کیا گیا، مدرسہ کے بانی حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ جو گزشتہ سے پچیس سال الشرب التحریک کو پیارے ہو گئے ہیں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نیاز مندوں میں شمار ہونے کے علاوہ آپ سے عزیز واری بھی تھے، مولانا محمد احمد تھانویؒ نے اپنے خلوص سے مدرسہ کو چلائے

کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سکھریا اس علمی درسگاہ کو عوام و خواص کے لئے مرجع بنادیا۔ آج اسی مدرسہ کو قائم ہوئے ۲۶ سال کا عرصہ کوئی زیادہ مدت نہیں مگر اس مختصر عرصہ میں مدرسہ کے شب و روز کا جائزہ لیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس ادارہ کو ہر قسم کی ترقی سے سرفراز فرمایا ہے، بحمدہ تعالیٰ اس ادارہ کی جامع مسجد، کتب خانہ اور چھوٹے بڑے بیس کمرے پر مشتمل عمارت اور سٹائٹس اٹھائیس افراد کا عملہ مدرسہ کی روز افزوں ترقی کا بین ثبوت ہے، بحمدہ تعالیٰ اس مدرسہ سے عرصہ ۲۶ سال میں سینکڑوں علماء کرام فارغ التحصیل ہو چکے ہیں جس میں سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے علاوہ بیرون ملک کے حضرات بھی شامل ہیں، مدرسہ سے حفاظ و قراء اور شعبہ تعلیم نسوان سے فارغ ہونے والوں کی تعداد بھی کئی سو ہے، مدرسہ کے زیر اہتمام دارالافتاء یوم تاسیس سے قائم ہے اور اس مدرسہ سے جاری ہونے والے فتویٰ جات پورے سندھ میں اتحادی سمجھے جاتے ہیں، اس دارالافتاء کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب مظلہ ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل مفتی اور بزرگ عالم دین ہیں۔ اب تک مدرسہ سے جاری ہونے والے فتوؤں کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے مدرسہ ہذا کے زیر اہتمام شعبہ نشر و اشاعت بھی قائم ہے یہاں سے گاہ بگاہ تبلیغی رسائل، اشتہارات، مسائل قربانی، عبید الفطر وغیرہ رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں اور اس طرح مدرسہ کا شعبہ نشر و اشاعت ملک عزیز کی خدمت کرتا رہتا ہے مدرسہ کے نظام کو چلانے کے لئے علماء کرام و شہریان پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ قائم ہے اور مدرسہ کے موجودہ حتم مولانا محمد اسعد تھانوی ہیں جو بانی مدرسہ حضرت مولانا محمد

احمد تھانوی کے بڑے صاحبزادے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیوی تعلیم سے سرفراز فرمایا ہے، مولانا محمد اسعد صاحب کی بارخ و بہار شخصیت سے مدرسہ کی رونق قائم اور تمام عملہ خوش و خرم اپنے اپنے کام میں لگا ہوا ہے، مدرسہ کے ناظم جناب مولانا محمد امجد تھانوی صاحب ہیں جو مولانا محمد اسعد صاحب مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں، انتہائی پُر وقار اور دینی و دنیوی تعلیم کے فاضل ہیں بہت ہنس مکھ اور بااخلاق ہیں بہر حال مدرسہ اشرافیہ سکھ ہمارے ملک کے ان مدارس عربیہ میں سے ہے جن پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے اللہ تعالیٰ ایسے تاقیامت قائم و دائم رکھے۔ آمین ۱۱۔

الغرض حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی مرحوم کی دینی و علمی خدمات ناقابل فراموش ہیں اور صوبہ سندھ کے حلقوں میں دینی اشاعت کے فروغ میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے آپ نے ایک طرف دینی تعلیم کے رواج اور مدرسہ کی ترقی کے لئے انتھک محنت کی دوسری طرف عوام میں دینی روح بیدار کرنے کے لئے دغ و نصیحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا خود بھی بہت بڑے داعی مقرر اور مصلح تھے اس کے علاوہ بارہا سکھر کے علاقہ میں تبلیغ و اصلاحی جلسے بھی کرائے جن کی بدولت اہل شہر کو حضرت مولانا حفیظ احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبند، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی جیسے اکابر علماء بزرگوں کی زیارت و صحبت کے مواقع ملے اور شہر میں ایک عام دینی فضا پیدا ہوئی اور لاکھوں افراد کی اصلاح کا ذریعہ ہوئے۔ آپ ایک جتید عالم دین بھی تھے اور عارفِ کامل بھی تھے، نہایت متواضع، منکسر المزاج، خندہ جبیں اور سبک روح تھے، نہایت وجہیہ بادقار اور فعال شخصیت کے مالک تھے، اہل شہر آپ کی خوش اخلاقی اور خوش خصالی کے

باعث آپ کے شیدائی تھے۔ سکھر شہر میں کوئی دینی کام آپ کے بغیر نہیں ہوتا تھا آپ دن رات مدرسہ کے کاموں اور خدمتِ خلق میں مصروف رہتے تھے، علمی و دینی مصروفیتوں کے باوجود فعال سماجی کارکن بھی تھے اور حمان نوازی، غریب پروری اور خدمت میں اپنی نظر آپ تھے، بہت سے مسائل و خطوط کے جوابات خود اپنے قلم سے لکھتے تھے اور بہت سے دینی رسائل نمائندہ، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے بارے میں لاکھوں کی تعداد لکھ کر تقسیم کئے غریب کو آپ ایک سچے عاشقِ رسول اور قبیح سنت تھے، ادا ادا سے فہانت مترشح ہوتی تھی۔ اور قرآنی آیات سے استخراج تواریخ میں لکھتے وقت تھے، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی جیسے اکابر کی بہت ہی عمدہ تواریخ و فائز کالیں جو بہت مقبول ہوئیں، خوش اخلاقی اور خوش نصالی کے ساتھ ساتھ حق کے اظہار میں بڑے جری تھے اور اس کے لئے کبھی کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ایک بار ایک کلکٹر صاحب نے مہاجرین پر ناشائستہ تنقید کی آپ جلسہ بنی ٹیٹیت صدر انجمن مہاجرین تشریف لائے تھے۔ آپ کو جلال آگیا اور فوراً کھڑے ہو کر مہاجرین کے کارنامے گنوائے اور کلکٹر صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا پھر جلسہ میں دونوں طرف سے تلخ کلامی ہوئی، قریب تھا کہ نوبت ہاتھ پائی تک پہنچ جاتی مگر ایک صوبائی وزیر نے جو جلسہ میں موجود تھے کلکٹر صاحب کے غلط رویے پر حضرت مولانا مرحوم سے معافی مانگی اور یوں معاملہ رفع و ذکر اٹھ گیا، کچھ عرصہ بعد اسی کلکٹر نے آپ کو کچھ پیش کش کرنی چاہی مگر آپ نے قبول کرنے سے معذرت کر دی اور رنقا کو بتایا کہ یہ دراصل رشوت دے کر میرا منہ بند کرنا چاہتا تھا تاکہ آئندہ حق گوئی کی جرأت نہ کر سکوں۔

ہر حال اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت مقبول عام فرمایا تھا اور آپ سے بہت سے دینی کام لئے ہیں آپ نے بیرون ملک اور ملک میں دین حق کی تبلیغ کا فریضہ ادا کیا۔

اور متعدد دینی مدارس کے سالانہ جلسوں میں آپ باقاعدگی سے شرکت فرمایا کرتے تھے بارہا حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور دینی و تبلیغی کاموں کے لئے مسلسل اسفار کرتے رہے یہاں تک کہ مسلسل اسفار اور کثرتِ دینی مشاغل سے آپ کی صحت گرتی چلی گئی اور آپ کمزور ہوتے چلے گئے اسی دوران کراچی میں ایک رکشا سے تصادم ہوا جس سے ایک ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی، کافی عرصہ تک ہسپتال میں زیرِ علاج رہے پھر ضعفِ دماغ کی وجہ سے آنکھوں میں موتیا تر آیا جس کا آپریشن ہوا، مگر پھر دل کے دورے شروع ہو گئے اور آخری دورہ چہار شنبہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۷ء مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء کو ہوا جس سے جان نہ ہو سکے اور سب متعلقین کو حزین و غمین چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہزاروں افراد کے علاوہ ممتاز علماء نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور امامت کے فرائض حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ نے انجام دیئے۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری کے پہلو میں تدفین ہوئی، علماء امت اور زعماء ملت نے گمرے و پنج و غم کا اظہار کیا، دینی مدارس اور دینی انجمنوں نے قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا۔ علماء کرام نے آپ کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نے اپنے عزیزتی کلمات میں فرمایا کہ:-

حضرت مولانا محمد احمد تھانوی مرحوم عالم تھے، فاضل تھے مدرسہ اشرفیہ سکھر کے بانی و بہتم تھے اور مادہ ہائے تاریخی کے استخراج میں یکتائے وقت تھے حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

حضرت علامہ محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت مولانا مرحوم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کے منتسب ہیں
معروف عالم تھے۔ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ کے
چھوٹے بھائی تھے جو حکیم الامت تھانویؒ کی اہلیہ محترمہ کے
داماد ہیں انہوں نے سکرم میں مدرسہ اشرفیہ کی بنیاد ڈالی جو
اپنے علاقے کی ممتاز ترین دینی درسگاہ ہے اور اس خطے
میں اس نے علم دین کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اللہ
تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل
عطا فرمائے آمین۔“

جناب مولانا عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں:- کہ

”افسوس کہ اکابر کے درود فراق میں آنسو بہانے والی
علم و عمل کی محبوب شخصیت بھی واصل بحق ہو گئی، آپ کی
ذات ستودہ صفات بہت سی علمی و عملی خوبیوں کی حامل تھی
حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے آمین۔“

جناب مولانا مشرف علی تھانوی اپنے منظوم تاثرات کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:-

چل دیئے آخر زبانون پر کہانی چھوڑ کر
عالم باقی کی جانب وار فانی چھوڑ کر
دی صدا ہائے عارف بہر تار و نخ وصال
نوتِ فاضل ہے تباد کہ رہا ہے اہل حال

۱۳۹۷ھ



حضرت مولانا قاضی نور محمد اعدا علیہ

حضرت مولانا قاضی نور محمد بن قاضی شیر محمد بن زین العابدین ۱۸۹۶ء
۱۳۱۳-۱۴ھ میں موضع پڑی ضلع امک میں پیدا ہوئے۔ آپ اعوان برادری کے پٹم و
چراغ تھے۔ تین کشتوں سے خاندان میں دینی تعلیم کی روایت چلی آ رہی تھی۔ ابتدائی
تعلیم کے بعد حضرت مولانا غلام رسول انہی والے کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ پھر
دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں امام العصر حضرت علامہ محمد الورشاد صاحب
کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اساتذہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فضیلت حاصل
کی۔ ۱۹۲۲ء / ۱۳۴۰ھ میں آبائی وطن سے ترک سکونت کر کے قلعہ دیدار سنگھ
چلے گئے تھے۔ یہاں ”مدرسہ محمدیہ“ کی بنیاد رکھی اور تدریسی تبلیغی اور تصنیفی خدمات
میں زندگی گزار دی۔ آپ نو نوحید و سنت کی تبلیغ میں شدید انہماک تھا۔ وعظ پرتاثر ہوتا
تھا۔ درس قرآن میں بلا کی روانی تھی۔

آپ حضرت مولانا حسین علیؒ والی پچھراں سے بیعت تھے اور ان کے اجل
خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ نہایت عابد و زاہد، فاکر و شاغل اور خوش پوش عالم تھے۔
جب ۱۳۸۱ھ میں علمائے دیوبند حیات النبیؐ کے مسئلہ پر دو گروپوں میں بٹ گئے
تھے اور تند و تیز تقریریں، مناظرے اور کتابیں لکھی جا رہی تھیں تو آپ نے اصلاح
کے لئے سعی فرمائی تھی۔ پھر اس سلسلہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قادی محمد طیب صاحب
مہتمم دارالعلوم دیوبند محرم ۱۳۸۲ھ میں پاکستان تشریف لائے اور دونوں گروپوں
کے سرکردہ رہنماؤں کو یکجا کیا اور حیات النبیؐ کے مسئلہ پر علمائے دیوبند کا یہ تشاد
ختم ہوا۔ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں اسی مقصد کے لئے علماء جمع

تھے۔ حضرت قاضی صاحب بھی جمعیت اشاعت توحید و سنت پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے علماء کے اجلاس میں تشریف لائے تھے کہ اچانک ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ ۲۶ جون ۱۹۶۲ء کو روح قدس عنہری سے پروازہ کر گئی۔ ہزاروں علماء اور عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ امامت کے فرائض حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی نے ادا کئے۔

جناب حافظ محمد ظہور الحق ظہور نے تعزیتی نظم کہی۔ تاریخ وفات اس شعر میں ضبط کی ہے۔

سالِ تاریخ وفاتش ہا تلم در گوش گفت
روح او، بار رحمت خالق، بفضل حق رسید

۱۳۸۲ھ

حضرت قاضی صاحب نے حسب ذیل کتابیں تالیف کی ہیں۔

- ۱۔ صاعقة الرحمن دو حصے ۲۔ صلوة الرسول ۳۔ ازالة الہین عن مشکاة فی الیدین۔
 - ۴۔ ازالة اللہام عن عدم الفاتحة خلف الامام ۵۔ ازالة التمر عن عدد رکعات التراويح الوتر۔
 - ۶۔ مسئلہ علم غیب ۷۔ مسئلہ حاضر و ناظر ۸۔ اقامۃ البرہان علی اہل اللطیان وغیرہ۔
- حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے جانشین آن کے صاحبزادے مولانا قاضی عصمت اللہ ہیں جو دینی و تعلیمی خدمات میں مصروف ہیں اور اس وقت ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔

۶

حضرت مولانا حافظ عبد المجید فیصل آبادی

حضرت مولانا حافظ عبد المجید نابینا ابن چوہدری وزیر خان ۱۹۰۹ء/ ۱۳۲۷ھ کے لگ بھگ چک ۲۳۲ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان زراعت پیشہ تھا اور دولت و ثروت کے اعتبار سے خاصا نمایاں تھا۔ آپ بچپن میں بینائی سے محروم ہو گئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور فن تجوید میں ورک حاصل کیا۔ پھر دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں دینی تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری سے پڑھا۔

آپ نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔ درس میں شامل ہونے سے پہلے کسی ہم جماعت سے عبادت سن لیتے اور دوران سبق احادیث پڑھتے۔ اکثر دینی بحث و مباحثہ میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب آپ کی یادداشت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

”جب معلوم ہوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نابینا ہونے کے باوجود حافظ حدیث تھے تو حیرت ہوتی تھی۔ لیکن اب حافظ عبد المجید کو دیکھ کر وہ حیرت جاتی رہی۔“

علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد آپ نے لکھنؤ میں فن طب کی تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے فارسی، عربی اور اردو کے امتحانات فاضل پاس کئے۔ پھر یہیں سے بی اے کی سند لی۔ عملی زندگی کا آغاز فیصل آباد میں بطور طبیب کیا اور شفا خانہ نقشبندیہ کے نام سے مطب کھولا۔ بہت اچھے نتائج تھے اور اللہ تعالیٰ نے

۱۔ ہفت روزہ خدام الدین۔ لاہور۔

آپ کے ہاتھ میں شفاء رکھی تھی۔

تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ مجلس احرار اسلام کے نمایاں افراد میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں مجلس احرار اسلام نے انگلینڈ کی فوجی بھرتی کے خلاف تحریک چلائی تو اس میں سرگرمی سے حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار ہوئے اور ایک سال راولپنڈی جیل میں قید رہے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت مختیر اور مہمان نواز بزرگ تھے۔ دینی سرگرمیوں میں قول و عمل سے شریک ہوتے تھے۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات سے متاثر تھے اور مروجہ نظام معیشت کو ناپسند کرتے تھے۔ ۱۲ فروری ۱۹۷۲ء / ۲۶ رزی الحجہ ۱۳۹۱ھ کو فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور فیصل آباد میں تدفین ہوئی۔

(تذکرہ علمائے پنجاب)



حضرت مولانا عبد الرشید نسیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ یکم فروری ۱۹۰۹ء / ۷ محرم ۱۳۲۷ھ کو ڈیرہ غازی خان کے نواحی گاؤں چوٹی زیرین جمال خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد بخش فارسی اور عربی کے فاضل تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ڈیرہ غازی خان میں حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند جا کر سند فضیلت حاصل کی۔ اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ آپ فین طب میں زبدۃ الحکماء کا درجہ رکھتے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے۔ مختلف تعلیمی اداروں میں کام کیا۔ آخری زمانہ حیات میں گورنمنٹ نارمل سکول ملتان میں السنہ شرقیہ کے استاد تھے۔

آپ نے خاموش علمی زندگی گزاری۔ بیسیوں مضامین لکھے جو پاک و ہند کے معروف اور بلند پایہ رسائل و جرائد مثلاً ”خیام“ لاہور، ”عالمگیر“ لاہور، ”معارف“ اعظم گڑھ اور ”العزیز“ بہاولپور میں شائع ہوئے۔ آپ نے ”دیوان فرید“ کا ایک زبردست مقدمہ بھی لکھا اور ”تاریخ ادب عربی“ مرتب کی جو آپ کی اہم قلمی یادگاریں ہیں۔

آپ کے اہم کام ناموں میں سے ایک علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے درمیان مفاہمت کرانا ہے۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں سے خط و کتابت کی اور دونوں کو ایک دوسرے کے خیالات سے آگاہ کیا۔ اور اس غلط فہمی کا ازالہ ہو گیا جو ان دونوں حضرات کے درمیان کچھ اخبارات

جرائد نے پیدا کر دی تھی۔

بہر حال آپ اردو، فارسی اور عربی کے کامیاب شاعر تھے۔ گاہے نسیم اور گاہے طالوت تکلف کرتے تھے۔ خاص طور سے آپ علامہ طالوت کے نام سے معروف تھے۔ آپ نے ۳۰ مارچ ۱۹۶۳ء / ۵ رذی قعد ۱۳۸۲ھ کو وفات پائی۔
 اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

جناب عاقی کر نالی نے حسب ذیل قطعہ وفات کہا ۔

شعر و سخن کی موت مذاق طلب کی موت

طالوت کی وفات ہے علم و ادب کی موت

آج ایک پُر علوم انسان مر گیا

ملتان کا ایک عظیم تر انسان مر گیا

(تذکرہ علمائے پنجاب)

۲۱

حضرت مولانا عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا عبد اللہ بن محمد سلم بن نور محمد کیم رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ / ۱۵ فروری ۱۸۹۶ء کو موضع بہلی تحصیل شجاع آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مولانا غلام محمد ساکن جھنڈا سے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر ابتدائی فارسی و عربی مولانا قادر بخش سے پڑھیں۔ ثانوی تعلیم درس نظامی مولانا عبد الرحمن، مولانا غلام رسول اور مولانا محمد عظیم سے حاصل کی۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند جاکر عربی کی آخری کتب اور دورہ حدیث پڑھا۔ غالباً ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ بعد میں حضرت مولانا حسین علی واں پھر انوی اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے دورہ تفسیر کیا۔ فراغت کے بعد اپنے علاقے موضع بہلی میں مدرسہ مظہر العلوم میں تدریس شروع کی۔ ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۴ء تک تدریسی شغل جاری رکھا۔ بعد میں وعظ و ارشاد کی مصروفیات کے پیش نظر تدریس سے ہاتھ اٹھالیا۔

آپ نے حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی اور ان کے خلفائے مجاز میں سے تھے۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے بزرگوں مولانا حسین علی مولانا تاج محمود امروٹی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روحانی استفادہ کیا۔ آپ نے سات مرتبہ فریضہ حج ادا کیا اور کئی عمرے کئے۔ اپنی زندگی میں متعدد تصانیف اپنے قلم سے تالیف کیں۔ جن میں تفسیر فوائد القرآن، المستدلات الاحناف، سیرت النبی، فیض روحانی، معارف السلوک، تصفیۃ الاعمال اور دیگر کتب آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء میں اپنے وطن بہلی شریف میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین !

حضرت مولانا عبد الہادی دین پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مولانا غلام محمد کے گھر ۵۴ راپر پل ۹۰ کی درمیانی شب ۲۲ محرم ۱۳۲۱ھ کو دین پور میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید میاں جی خیر محمد مرحوم سے پڑھا۔ پھر درس نظامی کی کتب دین پور ہی میں مختلف اساتذہ مولانا عبدالقادر دین پوری، مولانا عبداللہ لغاری، مولانا محمد سلیمان اور مولانا غلام صدیق حاجی پوری سے پڑھیں اور پھر دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے دورہ قرآن میں شامل ہو کر معارف قرآنی سے ذہین و فکر کو جلادی۔

آپ کی تعلیم و تربیت مولانا تاج محمود امری اور مولانا غلام محمد دین پوری کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ بعد میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے وعظ و تبلیغ اور ارشاد، اصلاح و تزکیہ کے ساتھ جہاد آزادی میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک خلافت میں آپ پیش پیش رہے۔ جمعیت علمائے ہند سے وابستہ تھے۔ اور مولانا عبید اللہ سندھی سے رشتہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ آپ کو تبلیغی اجتماعات کے انعقاد میں لذت محسوس ہوتی تھی۔ مولانا غلام محمد دین پوری کے آخری دور حیات میں یادگاہ اور کامیاب اجتماعات ان ہی کی سعی و جہد کا نتیجہ تھے۔

آپ نے زندگی کے آخری آٹھ نو سال بیماری میں گزارے۔ چلنا پھرنا موقوف ہو گیا تھا۔ وضو اور نماز سب کچھ چار پائی پر ہوتا تھا۔ وقت نماز آپ کی چار پائی اٹھا کر مسجد میں صف کے ساتھ لگادی جاتی تھی۔ ۱۲ رمضان ۱۳۹۸ھ / ۱۲ اگست ۱۹۷۸ء کو آپ نے وفات پائی اور دین پور میں دفنائے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا کے بڑے صاحبزادے میاں سراج احمد دین پوری عالم باعمل ہیں۔



حضرت مولانا نصیر الدین غور غوثی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۲۹۵ھ کو مولانا بہاء الدین بن مولانا سعد الدین کے گھر غور غوثی ضلع کیمیل پور میں پیدا ہوئے۔ آپ افغان کے قبیلہ کاکڑ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے بھائی مولانا شہاب الدین سے حاصل کی۔ پھر مولانا غلام رسول المعروف انہی والے سے ثانوی تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ چکڑ الہ ضلع میانوالی تشریف لے گئے۔ وہاں علامہ قاضی قمر الدین صاحب سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ یہ بزرگ مولانا احمد حسن امری رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے شاگرد تھے اور انہیں مولانا احمد علی محدث سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل تھی۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ آپ نے رنگون میں تدریس کی۔ اسی دوران حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ رنگون سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند آئے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن سے ترمذی و بخاری اور چند دیگر کتب میں تلمذ حاصل کیا۔ واپسی پر غور غوثی آئے اور مختلف علوم و فنون کی کتب کا درس دینے لگے۔ پھر کئی پچاس سال تک تفسیر و حدیث کی تدریس کرتے رہے۔ اسی وجہ سے شیخ الحدیث کے نام سے زیادہ شہرت پائی۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور مختلف مقامات پر علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے کئی تصانیف بھی تالیف کیں جن میں سے ایک مشکوٰۃ شریف کا عربی حاشیہ ہے جو ان کی علییت کی واضح دلیل ہے۔ آپ حضرت

مولانا حسین علی واں پچھرا نوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور اس سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں بھی کوشاں رہتے تھے۔ آپ کے مریدین سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ آپ نہایت ہی معتدل مزاج، سادہ طبیعت، نیک سیرت، اور یادگار سلف تھے۔ آپ نے ساری زندگی اسلام کی خدمت کی اور ہر باطل کے خلاف جہاد کیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں لاہور اور ساہی وال کی جیلوں میں قید کاٹی۔ آپ مودودی صاحب کے افکار و نظریات کے بھی سخت مخالف تھے اور ان کی علمی دلائل سے تردید کرتے تھے۔ آخر میں آپ نے دوبارہ حج بیت اللہ کا ارادہ کیا مگر اس کی تکمیل سے قبل ہی ۲۲ رذی قعدہ ۱۳۸۸ھ / ۲۲ جنوری ۱۹۶۸ء کو وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین !

(مشاہیر علماء جلد ۱)



حضرت مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مولانا دوست محمد قریشی بن مولانا علی محمد بن مولوی محمد عبداللہ قریشی قصبہ ریخ کلاں تحصیل راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ / ۲۹ ستمبر ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد مولوی محمد عبداللہ صوفی صافی بزرگ تھے اور سلسلہ چشتیہ میں اصحاب تونسہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا علی محمد قریشی اپنے علاقے کے معروف خطیب و واعظ تھے۔ اسی طرح آپ کے نانا مولانا امان اللہ عالم باعمل تھے۔ مذکورہ بالا خاندانی پس منظر میں مولانا دوست محمد نے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ والد ماجد کی نگرانی میں قرآن مجید حفظ کیا اور مقامی سکول میں داخل ہوئے۔ چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے کہ دینی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ مولانا شبیر محمد ساکن محمد پور دیوان ضلع ڈیرہ غازی خاں سے فارسی درسیات اور قانونی شاہ جمال پڑھا۔ صرف کی دیگر کتابیں مولانا محمد عیسیٰ ڈیروی سے پڑھیں۔ علم نحو کے لئے مولانا غلام محمد ساکن ریخ کلاں کے سامنے آئے تلمذ تمہ کیا۔

ابتدائی دینی تعلیم کے بعد مختلف اساتذہ سے اکتساب فیض کے لئے سفر کئے۔ بستی بوہڑ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں مولانا محمد حیات، کوٹ مٹھن میں مولانا واحد بخش، گمانی ضلع بہاولپور میں مولانا حبیب اللہ گمانوی اور واں پچھراں میں مولانا حسین علی اور مولانا غلام یحییٰ سے استفادہ کیا۔ آخر میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گئے جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین سے دورہ حدیث پڑھ کر ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء میں سند فضیلت حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہو کر آپ وطن مالوٹ آئے اور مدرسہ ”انوار العلوم“ کی بنیاد رکھی۔ کچھ عرصہ بعد بنگلہ باڑہ نامی بستی میں چلے گئے۔ پھر مدرسہ مفتاح العلوم بستی اللہ بخش، علاقہ جتوئی میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد مدرسہ معارف القرآن خان گڑھ میں دینی و علمی کام کیا۔ پھر ۱۹۵۰ء / ۱۳۶۹ھ میں آپ نے پہلی بار فریضہ حج ادا کیا۔

حج سے واپسی پر احمد پور شرقیہ منتقل ہو گئے۔ اس زمانے میں سردار احمد خاں پٹانی مرحوم کے جذبہ اخلاص سے ”تنظیم اہل سنت والجماعت“ قائم ہو چکی تھی۔ آپ بھی اس تنظیم میں شامل ہو گئے۔

۱۹۶۴ء کے آخر میں احمد پور شرقیہ سے کوٹ ادو منتقل ہوئے۔ آپ کے عقیدت مندوں نے عظیم الشان نقشبندی مسجد تعمیر کی اور یہاں آپ نے اپنی دلچسپی کے سامان پیدا کر لئے۔ ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۹۶۹ء میں یہاں ”دارالمبتلین“ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس میں علماء کی تربیت کا انتظام تھا۔

حضرت مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا عبدالمالک نقشبندی سے بیعت تھے۔ ایک بلند پایہ عالم، مناظر، کامیاب واعظ و مبلغ، شیخ طریقت اور اہل سنت والجماعت کے مرکزی رہنما تھے۔ آپ نے متعدد کتابیں بھی یادگار چھوڑی ہیں جن میں ”اہل سنت پاکٹ بک“، ”منہاج التبلیغ“، ”عظمت صحابہؓ“، ”جلال الافہام“، ”جلال الاذیان“، ”ردالمطاعن“، ”براہین سنت“، ”تعارف خلفائے راشدین“، ”مصابح المفسرین“، ”مخزن التقاریر“، ”کشف الحقیقت عن مسائل المعرفت والطریقت“، ”التشریح علی التویج“، اور وضاحت النخو“ وغیرہم شامل ہیں۔

ان مستقل بالذات کتابوں کے علاوہ تنظیم اہل سنت کے آرگن ہفت روزہ ”دعوت“ لاہور میں آپ کے بے شمار مضامین طبع ہوئے ہیں نیز باب الاستقصا

کے عنوان سے سوالات کے جوابات بھی لکھتے تھے۔

بہر حال ساری زندگی تبلیغ اسلام میں گزار دی اور اسی سلسلہ میں سفر میں تھے کہ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ / ۲۴ مئی ۱۹۷۴ء کو بھکڑیلوے اسٹیشن پر دورہ قلب پڑا۔ ریلوے ہسپتال بھکڑیلوے میں منتقل کئے گئے مگر صحت نہ ہوئی اور وہیں جان، جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(تذکرہ علمائے پنجاب)

۶

حضرت مولانا عبدالخالق شورو کوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا عبدالخالق بن مولانا احمد دین بن محمد امین بن محمد اسلام ۵ ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ کو بستی ولی محمد جھنڈیہ تحصیل شورو کوٹ ضلع جھنگ میں پیدا
ہوئے۔ آپ کے آباء اجداد ذمہ علماء میں شمار ہوتے تھے۔ یہ خاندان اصلاً موضع
متکیرہ ضلع میانوالی کا رہنے والے تھا۔ مولانا عبدالخالق کے والد بزرگوار مولانا احمد دین
ترک سکونت کمرہ کے بستی ولی محمد آگئے تھے۔ مولانا عبدالخالق نے اپنے برادر مکرم مولانا
نورالحق اور والد ماجد سے درس نظامی کی اکثر کتابیں پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے
دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور وہیں سے سند فراغ حاصل کی۔ فراغت کے
بعد ۱۳۱۳ھ / ۱۹۳۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں عربی کے مدرس مقرر ہوئے اور
تقسیم ہند تک فرائض منصبی بخوبی انجام دیئے۔

دارالعلوم دیوبند سے وطن آگئے اور مختلف مدارس دینیہ سے وابستہ رہے۔
تین سال جامعہ عباسیہ بہاول پور میں شیخ الحدیث رہے۔ اس کے بعد پانچ سال
مدرسہ نعمانیہ ملتان، بارہ سال مدرسہ محمدیہ تڑھال، چھ سال مدرسہ قاسم العلوم
ملتان اور زندگی کے آخری چند سال دارالعلوم کبیر والہ میں درس و تدریس
میں صرف کئے۔

مولانا عبدالخالق نے زمانہ تعلیم میں مولانا ابوالسعد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ
سے بیعت کی تھی۔ ابھی سلسلہ نقشبندیہ کے اوراد و اشغال مکمل نہیں ہوئے تھے
کہ مولانا ابوالسعد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے جانشین
مولانا عبداللہ ہوئے۔ مولانا عبداللہ سے تجدید بیعت کی اور ان کے

خلیفہ مجاز ہوئے۔

مولانا عبدالخالق اچھے منتظم، خوش پوش اور منہمک انسان تھے۔ پوری
زندگی تہجد میں گزار دی۔ ۱۵ نومبر ۱۹۶۶ء / یکم شعبان ۱۳۸۶ھ کو نماز فجر کے بعد
مراقبہ کی حالت میں فوت ہوئے اور احاطہ دارالعلوم کبیر والہ میں دفنائے گئے۔
قطعہ تالیف وفات یہ ہے :-

بجھی شمع محفل جہاں دم بخود ہے ہے تالیف دیں کے نگین فخر دیں کی
ہوا آہ رخصت وہ نورِ نجوم! نوید خلد، شیخ دارالعلوم

۱۹۶۶ء

(ماخوذ تذکرہ علمائے پنجاب)

۵

حضرت مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۰۱ء میں پڑی داخلی ناٹ اپنڈی گھیب ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی شیر محمد مرحوم ہے اور قومیت کے لحاظ سے آپ اعوان تھے۔ آپ نے قرآن کریم تو بعد از فراغ علوم پنڈی گھیب میں تدریس کے زمانہ میں حفظ کیا۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے بھائی حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب سے پڑھیں اور درس نظامی کی بعض کتب حضرت مولانا غلام رسول صاحب انتہی شریف والوں سے پڑھیں اور پھر وہاں بچپراں ضلع میانوالی میں حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تفسیر قرآن سمیت مثنوی مولانا دروم اور کچھ مسلم شریف پڑھیں۔

۱۹۲۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے وہاں صحیح بخاری اور جامع ترمذی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کے پاس اور صحیح مسلم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ سنن ابی داؤد حضرت مولانا سید اصغر حسین کے پاس اور تفسیر بیضاوی اور معانی آثار طحاوی اور شمائل ترمذی حضرت مولانا رسول خان ہزاروی کے پاس پڑھیں۔ اسی طرح سے کچھ کتب حضرت مولانا اعجاز علی امروہی سے پڑھیں اور سند فراغ حاصل کی۔

بعد از فراغت تعلیم آپ ایک سال مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں مدرس رہے اور یہاں آپ نے شرح جامی اور ہدایہ شریف وغیرہ کتب پڑھائیں۔ پھر ۱۹ برس تک مدرسہ خادم الاسلام شرعیہ محلہ دارے والی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۹۳۲ء میں اکابر دیوبند کی دعوت پر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ جہاں ملا حسن، شرح مسلم العلوم، ہدایہ آخرین، حاشیہ شرح عقائد اور قاضی مبارک وغیرہ کتب زیر درس رہیں۔ بعد ازاں ایک سال پنڈی گھیب میں اور دو سال مدرسہ

اشاعت العلوم جامع مسجد فیصل آباد میں پڑھاتے رہے۔ پھر وہاں سے ۱۹۳۶ء میں گوجرانوالہ تشریف لے آئے اور بارہ تیرہ برس تک مختلف مدارس میں علوم دینیہ پڑھاتے رہے۔

۱۹۶۰ء میں آپ نے جامعہ صدیقیہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ کی بنیاد رکھی اور آخر دم تک بحیثیت شیخ الحدیث والتفسیر حدیث رسول کے چراغ جلاتے رہے۔ اس دوران تدریس میں ہزاروں طالبان علوم حدیث و تفسیر نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ جن میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا عبید اللہ انور، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید، حضرت مولانا مفتی عبدالواحد، حضرت مولانا شاہ زمان محدث دیوبند، حضرت مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ، حضرت مولانا احمد سعید خان ملتان، حضرت مولانا عبدالرحمن خان، اور حضرت مولانا نصر احمد خان، ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور آپ کے قلم فیض رقم سے کئی شاہکار تصانیف منظر عام پر آئیں، جن میں قرآن کریم کی تفسیر "تبسیر القرآن" بخاری کی شرح "الہام الباری" مسلم کی شرح "الہام الملم" "کشف الودود" "شرح سنن ابی داؤد" "تسکین الصدور" "شرح مشکوٰۃ" "شرح عبدالرسول" "رسالہ تراویح" "مسائل العلماء فی حیات الانبیاء" "انوار البیان فی اسرار القرآن" اور "افادات حسینیہ" وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ نے اپنی حیات طیبہ دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ، احیائے سنت اور رد بدعت کی خاطر علمی و عملی جدوجہد میں گزاری اور اس سلسلے میں حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور خطیب الاسلام حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ کے ساتھ مل کر جمعیت اشاعت توحید و سنت کے لائحہ عمل کے مطابق توحید و سنت کی اشاعت و تبلیغ میں مصروف رہے۔ اسی اثنائے مولوی سلطان محمود

پلوئی ضلع میانوالی بریلوی سے اور مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی سے مناظرے کئے۔ اور فتح یاب ہوئے۔ اسی طرح مولوی بشیر شیعہ ٹیکسلا والے سے بمقام ڈھیر موٹہ ضلع اٹک میں مناظرہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی عطا کی اور باطل کو شکست فاش ہوئی۔ پنڈی گھوپ اور فتح خان میں کچھ مرزائی مبلغین سے مناظرہ ہوا۔ یہاں بھی حق تعالیٰ نے آپ کو ٹر ٹرو کیا اور مقابل کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

الغرض آپ نے ہمیشہ حق و صداقت کا علم بلند رکھا۔ ذاتی غرض و عناد سے نہ صرف اپنی نجی زندگی بلکہ جماعتی زندگی کو بھی پاک رکھا۔ آپ کی جلالت علمی تقویٰ و ریاضت کے صرف اپنے ہی نہیں غیر بھی معترف تھے۔ آپ نے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ وال بھچراں سے سلوک و تصوف کے منازل طے کئے اور انہی کے ارشادات پر عمل پیرا رہے اور خلیفہ مجاز ہوئے۔

سینکڑوں افراد نے آپ کے فیض علمی و روحانی سے استفادہ کیا اور بالآخر یہ مرد حق ۲۱ مئی ۱۹۸۵ء / ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ بروز جمعہ المبارک اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**۔

نماز جنازہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ نے پڑھائی اور ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین !

(مشاہیر علماء جلد ۲ / ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی)



حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ

مولانا لال حسین اختر ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں دھرم کوٹ بندھاوا کے رہنے والے تھے۔ تحریک خلافت کے زمانے میں اور ٹھیل کالج لاہور میں زیر تعلیم تھے۔ تحریک عدم تعاون کا آغاز ہوا تو کالج کو خیر باد کہہ دیا اور اپنے وطن جا کر دینی و سیای سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے۔ پھر خلافت کمیٹی بٹالہ سے منسلک ہو کر سارے ضلع کا دورہ کیا اور قوت سے خلافت کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ کی۔ آخر حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے کے الزام میں گرفتار ہوئے اور ایک سال کی قید سزا سنائی گئی۔ یہ قید آپ نے گورداسپور جیل میں کاٹی۔

قید سے رہائی کے بعد شدھی تحریک کے مقابلے میں تبلیغ اسلام کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ پھر آدیہ سماجیوں کے خلاف کام کرتے ہوئے انجمن احمدیہ شاعت اسلام لاہور سے متعارف ہوئے اور انجمن کی کوششوں سے متاثر ہو کر اس سے وابستہ ہو گئے اور انجمن سے منسلک ہو کر انجمن کے تبلیغی کالج میں داخل ہوئے۔ سنسکرت پڑھی اور ویڈیوں کا مطالعہ کیا۔ آٹھ سال انجمن احمدیہ سے وابستہ رہنے کے بعد ۱۳۵۰ھ میں انجمن کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ انجمن سے ترک تعلق کے بعد آپ نے ”ترک مرزائیت“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں قادیانیت پر سیر حاصل تنقید ہے۔

ترک قادیانیت کے بعد آپ نے اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق تبلیغ شروع کی اور اس مقصد کے لئے ایک ماہنامہ ”تائید الاسلام“ لاہور جاری

کیا جو ان کی ادارت میں کئی سال چلتا رہا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کی تمام تر توجہ رقبہ قادیانیت کی طرف رہی اور باقاعدہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ اور مناظر ہوئے۔ پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑھ چڑھ کر عملی حصہ لیا اور پھر آخر دم تک ختم نبوت کا پرچم بلند رکھا۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے اور اپنی ساری زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی اور آپ نے بقیہ حیات دینی خدمات انجام دیتے ہوئے ۹ رجبی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ / ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء میں وفات پائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

(ماخوذ از تذکرہ علمائے پنجاب)

۶

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۸۹۶ء کو بغہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں جناب حکیم سید گل کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے پہلے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ بعد ازاں ۱۹۱۵ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور حضرت شیخ المند کے فیضانِ صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ پھر ۱۳۴۷ھ / ۱۹۱۹ء میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح، حضرت مولانا رسول خاں ہزاروی رح اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد مولانا حبیب الرحمن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ارشاد پر بطور معین مدرس دارالعلوم میں تدریس کی۔ پھر جمعیت علماء ہند کی تنظیم کے لئے مولانا محمد یوسف جو نپوری کے ہمراہ پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور حیدرآباد دکن کی ایک ہندو ریاست میں دو سال تک بطور مبلغ اسلام تبلیغی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۰ء اپنے ضلع میں تبلیغی کام کرتے رہے۔

۱۹۳۱ء میں ہزارہ میں سیاسی کام کا آغاز کیا اور انگریز کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور اس کے نتیجہ میں ۱۹۳۲ء کا پورا سال ایٹ آباد اور بنوں کی جیلوں میں گزارا۔ رہائی کے بعد ۱۹۳۳ء میں مرزا ایت کے خلاف نبرد آزما رہے۔ ۱۹۳۴ء میں مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہو گئے اور مرزا ایت کے خلاف تحریک میں زبردست حصہ لیا۔ ۱۹۳۴ء میں تحریک آزادی میں نمایاں کام کیا۔ پھر ۱۹۳۶ء میں انگریز کی بھرتی کے خلاف احرار کی سول نافرمانی تحریک میں شریک ہو کر پورا سال

قید و بند میں گزارا۔

پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۶ء میں جمعیت علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں ایوب خاں کے مارشل لا اور ۱۹۶۲ء میں عائلی قوانین کے خلاف ڈٹ گئے۔ ۱۹۶۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں عرب ممالک کا دورہ کیا اور ۱۹۶۲ء میں سرکاری جج وفد کے رکن کی حیثیت سے جج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔

بہر حال آپ نے ساری زندگی اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت کی اور ہمیشہ حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کیا۔ جس بات کو حق سمجھا اُس پر ڈٹ جاتے تھے، یہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ :-

»مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سیاسی اور مناظرانہ نبرد آزما کی زندگی تھی۔ اس سلسلے میں اُن کے طرز فکر و عمل سے اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن ان کی درویشانہ زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ ان کے کسی اقدام کے پیچھے ذاتی مفاد کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں تھا۔
آخری ایام میں گوشہ نشینی اختیار کی اور ۴ فروری ۱۹۸۱ء کو رحلت فرمائی۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔
اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین !



۱۰ مشاہیر علماء جلد ۱۰ ۱۰ نقوشِ رفتگان۔

حضرت مولانا محمد متین خطیب دیوبندی

آپ کی ولادت دیوبند ضلع سہارنپور یوپی (بھارت) میں ۲۷ صفر ۱۳۲۶ھ مطابق ۳ مارچ ۱۹۰۸ء بروز بدھ بوقت صبح صادق ہوئی۔ دیوبند میں ایک اعلیٰ خاندان شیوخ حدیقی آباد ہے جن کی مستقل آبائی رہائش عالیشان عمارت دیوان نزد دارالعلوم دیوبند میں تھی۔ مغل بادشاہ شاہجہان کے دیوان (وزیر مالیات) دیوان شیخ لطف اللہ تھے اور شاہجہان خود دیوبند دیوان لطف اللہ مرحوم کے گھر پر آئے، تو انہوں نے ایک عالیشان حویلی اور عید گاہ تعمیر کرائے کا حکم دیا کئی گاؤں اس خاندان کو عطا کئے تاکہ وہ زندگی بسر کرنے میں تکلیف نہ اٹھائیں۔ عید گاہ شاہجہانی کی امامت نماز عیدین بھی اسی خاندان کو سپرد کی گئی جو اب تک جاری ہے اس خاندان میں حاجی شیخ عبدالمومن صاحب مرحوم ایک معزز فرد تھے اور دارالعلوم دیوبند کے پہلے مہتمم حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی کے مرید خاص تھے، ان کے دو بیٹے مولانا محمد مبین صاحب مرحوم اور مولانا محمد منعم حقانی مرحوم تھے۔ خطابت و امامت عید گاہ مولانا محمد مبین صاحب خطیب مرحوم کو منتقل ہوئی اور ۲۰ دسمبر ۱۹۸۰ء میں ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد متین خطیب ہیں۔ ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد مبین صاحب مرحوم نے مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کی پھر دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند سے سند حاصل کی اور اپنے استاذ محترم حضرت

شیخ المنذر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خدمت دین و غلبہ اسلام کی تحریک رشتہ رومال میں لگ گئے مطبوعہ کتاب تحریک رشتہ رومال مولفہ مولانا محمد میان صاحب مرحوم میں بار بار منقذ مقامات پر ان کا تذکرہ موجود ہے اور آزاد می ہند کے عسکری نظام میں مولانا محمد مبین صاحب خطیب مرحوم کو فٹینٹ کا عہدہ دیا جانا بھی اسی کتاب میں موجود ہے۔

یہ تفصیل مولانا محمد متین خطیب کے دادھیائی خاندان کی ہے اسی خاندان سے حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی والدہ ماجدہ تھیں جو مولانا محمد متین خطیب کی چھوٹی بیٹی تھیں جن کی حقیقی بھتیجی مولانا موصوف کی اہلیہ ہوتی ہیں جن کی پردرکش اور شادی وغیرہ بھی والدہ مرحومہ حضرت قاری محمد طیب صاحب نے کی تھی مولانا خطیب صاحب کی تنہیال دیوبند کے قضاۃ خاندان سے ہے اور منشی محمد اکرم صاحب مرحوم خلیفہ مجاز حضرت حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی مرحوم کی صاحبزادی کینز فاطمہ مولانا محمد متین صاحب خطیب کی والدہ ماجدہ تھیں خطیب صاحب کے ناموں مولانا محمد مسد صاحب عثمانی مرحوم تھے۔ جو انبالہ چھاؤنی کے مدرسہ عربیہ معین الاسلام اور لائپور جامع مسجد کے مدرسہ اشاعت العلوم میں صدر مدرس رہ چکے تھے۔

خطیب صاحب کے والد کا انتقال ۱۲ جولائی ۱۹۶۹ء کو کراچی میں ہوا اور ان کی تدفین دارالعلوم کراچی کی عالیشان عمارت کے ساتھ دارالعلوم کے قبرستان میں ہوئی ہے قبہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے یہ کہہ کر انھیں دفن کیا کہ :-

”دارالعلوم کے قبرستان میں ایک عظیم المرتبت شخصیت اور ہمارے بزرگ عالم کی تدفین ہمارے لئے بڑی سعادت ہوگی۔“

خطیب صاحب کی والدہ مرحومہ کا انتقال اپنے داماد مولانا محمد زکی صاحب مرحوم مالک ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کے مکان پر ہوا اور ان کی تدفین ۱۹۶۹ء میں

قبرستان حضرت میانی میں مولانا محمد زکی صاحب مرحوم کے قریب ہوئی خطیب صاحب کی ایک ہمیشہ اور ایک بھائی محمد حسین الدین دیوبند میں اور ایک چھوٹی ہمیشہ اہلیہ مولانا محمد زکی صاحب لاہور میں آباد ہیں۔

خطیب صاحب کی تعلیم و تربیت دیوبند میں ہوئی ۱۹۰۸ء میں پیدائش کے بعد ۱۹۲۲ء تک حفظ قرآن نارسہ کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے ہوئی ۱۹۲۱ء میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ کے دست مبارک سے ختم قرآن کی تقریب ادا ہوئی۔ جس کے ساتھ ہی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب بیعت بھی ہوئی جو قرآن السعیدین سے عربی علوم کی تدریس انبالہ چھاؤنی کے مدرسہ عربیہ معین الاسلام میں ہوئی جس کے مہتمم آپ کے والد مولانا محمد مبین صاحب خطیب تھے اور صدر مدرس آپ کے بھائی مولانا محمد مسد صاحب عثمانی مرحوم تھے۔ بعد میں فراغت کے بعد دوبارہ دورہ حدیث اور فنونات کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں کی آپ کے اساتذہ ہیں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی، حضرت مولانا محمد الہیہ صاحب بلیاوی حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا اعجاز علی صاحب جیسے بزرگ تھے ۱۹۲۷ء میں فراغت کے بعد شادی ہوئی اور نکاح دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت مولانا حکیم محمد جمیل صاحب دیوبند رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے پڑھایا۔ تقریب نکاح کے انتظامات حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی مہتمم دارالعلوم نے کئے۔ اور رخصتی جنابہ والدہ صاحبہ مرحومہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے کی۔

۱۹۲۰ء میں خطیب صاحب اپنے والد صاحب کی جگہ پر مدرسہ عربیہ معین الاسلام

انبالہ چھاؤنی میں ملازم ہو گئے اور آپ کے والد صاحب حج پر چلے گئے واپسی پر آپ نے والد صاحب نے مطمئن ہو کر اپنی جگہ پر مولانا محمد متین خطیب کو بھی باقی رکھا اور خود انبالہ شہر چلے گئے۔ جہاں ۱۹۴۷ء تک جامع مسجد انبالہ شہر کے خطیب رہے۔

یکم دسمبر ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک خطیب صاحب مدرسہ عربیہ معین الاسلام صدر بازار انبالہ چھاؤنی میں صدر مدرس اور مہتمم کی حیثیت سے کام کرتے رہے خطیب صاحب کے زمانہ میں درجہ عربی و حفظ قرآن میں ترقی ہوئی اور پرائمری سکول ڈل تک پہنچا خطیب صاحب جامع مسجد صدر میں جمعہ پڑھاتے رہے اور دیوبند میں غیدین کی نماز کے فرائض بھی ادا کرتے رہے، یہ خطابت و امامت شاہجہانی دور کا آغاز تھا جس کی وجہ سے کلکٹر سہا پور میونسپل کمیٹی دیوبند تحصیل دیوبند منصف صاحب دیوبند کی عدالت اور تھانہ دیوبند کی طرف سے ہر عید کے موقع پر ایک ایک پگڑی اور کچھ نذرانہ حکام خود خطیب صاحب کو بعد از خطبہ پیش کرتے تھے جس پر خطیب قبولیت کے لئے ہاتھ رکھ دیتا تھا اور مکبروں کا خاندان یہ پگڑیاں اور نذرانہ لے لیتا تھا یہ اس قدر محبت کا اعزاز تھا کہ اس کی وجہ سے حکام ضلع اور افسران اعلیٰ خطیب صاحب کی عظمت کرتے تھے اس کی وجہ سے دیوبند میں خطیب منزل کے نام سے ایک مکان موسوم ہے۔ اور خطیب کا لقب اس خاندان میں نام کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

پاکستان آنے کے بعد ۱۹۴۹ء سے ۱۹۷۸ء تک ناظم آباد عید گاہ میدان میں نماز عید پڑھاتے رہے پھر مولانا محمد تقی عثمانی خلیفہ اصغر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جگہ مقرر کر کے بوجہ ضعف و کمزوری علیحدگی اختیار کر لی ہے مولانا کے زمانہ میں اس جگہ باقاعدہ عید گاہ تعمیر ہوئی اور کراچی کارپوریشن نے اسے باقاعدہ بنا کر منظوری دے دی جس کی تعمیر چندہ سے کرائی گئی۔ درختوں کا حاشیہ اور گیٹ کارپوریشن نے بنائے، مولانا خطیب صاحب کے زمانہ سے یہ نشر پارک کے بعد دوسرے نمبر کی کراچی میں نماز عیدین کی جگہ ہے جس میں ایک لاکھ سے زائد نفوس نماز ادا کرتے ہیں اس کی

باخابطہ ایک عید گاہ کمیٹی ہے جس کا تعلق مجلس عمل ہائے ناظم آباد سے ہے جو اس کی دیکھ بھال اور نماز عید کا انتظام کرتی ہے جس کے جنرل سیکرٹری مستفیض احمد صدیقی صاحب ہیں جو ناظم آباد کے مشہور لیڈر ہیں۔

مولانا محمد متین خطیب صاحب انبالہ چھاؤنی مدرسہ عربیہ میں درس نظامی کی کتب اور دورہ حدیث پڑھاتے تھے پاکستان میں ان کے کئی شاگرد موجود ہیں جن میں سے ممتاز علماء میں مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب ساہیوال ضلع سرگودھا، مولانا نظام الدین صاحب بہاری رحیم یار خان حکیم مولانا عبدالقادر فیضی و داخانہ لاہور، مولانا محمد علی صاحب خطیب مسجد فیڈرل کپٹیل کوارٹر کراچی لیاقت آباد ہیں۔

باقی شاگرد بنگلہ دیش اور بھارت میں آباد ہیں، مولانا محمد متین صاحب خطیب تقسیم ہند کے بعد ۱۹۷۸ء میں پاکستان آکر ۱۹۵۱ء سے دارالعلوم کراچی کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور آپ ایک وابستہ ہیں آپ دارالعلوم کراچی کے انتظامی امور انجام دیتے ہیں۔ درمیان میں آپ کا تعلق اردو کالج سے ۱۹۷۳ء میں قائم ہو گیا۔ جہاں ۱۹۷۳ء تک اسلامی نظریات کا مضمون - بی۔ اے بی کام اور سائنس کے طلباء کو پڑھاتے رہے پھر ریٹائر ہو کر کراچی یونیورسٹی میں چار برس کام کرتے رہے کراچی یونیورسٹی نے آپ کے مشورہ سے ہی اسلامی نظریات کا مضمون لازمی قرار دیا اور خطیب صاحب نے ایک مختصر کتاب "اسلام کا نظریہ حیات" مرتب کر کے کورس میں شامل کرائی جو آج بھی بطور مطالعہ بہترین شمار ہوتی ہے آج کل ہر جگہ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے،

۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۹ء تک ریڈیو پاکستان کراچی سے وابستہ رہے اور صبح کی نشریات میں قرآن حکیم اور ہماری زندگی کے عنوان سے درس قرآن مجید نشر کرتے رہے جو ملک اور بیرون ملک بہت مقبول ہوا، افریقہ جیسے ملک میں اوقات کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ایک آدمی ٹیپ پر رات کے آخری حصے میں اس پروگرام کو ریڈیو پاکستان

کراچی سے منتقل کر لیا اور بعد نماز فجر لوگ مساجد میں اُسے سنتے تھے آج کل خطیب صاحب نے ریڈیو سے بھی اپنا تعلق بوجہ ضعف و کمزوری منقطع کر رکھا ہے لیکن تمام دورس القرآن کی کاپیاں آپ کے پاس محفوظ ہیں جو غیر مرتب ہیں ان کو مرتب کر کے شائع کرنے کی خواہش ضرور ہے مگر مالی و جسمانی کمزوریوں کی وجہ سے یہ کام نہ ہو سکا۔

مولانا خطیب صاحب شروع سے ہی تحریک مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کے زبردست حامی تھے چنانچہ قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم سے انہیں بڑا رگڑا ہے۔ علامہ مولانا آزاد سبجانی کو رخصت پوری کی کوشش سے جب کل ہند جمعیت علمائے اسلام کا کلکتہ میں آنا پڑا تو آپ اس سے ساسی رکن کی حیثیت سے والبتہ ہو گئے اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا خطبہ صدارت کلکتہ لے جا کر خطیب صاحب نے علامہ مرحوم کی نیابت میں بوجہ عدم موجودگی پڑھا۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب مرحوم علامہ سید ابراہیم سیالکوٹی مرحوم مولانا غلام مرشد صاحب خطیب شاہی مسجد مرحوم، پیر صاحب سرسینا بنگال مولانا راغب احسن صاحب مرحوم مولانا عبدالقدوس بہاری، مولانا سید حسن مشتاق ندوی صاحب اور دیگر ممتاز علمائے ہند موجود تھے مولانا آزاد سبجانی اس عظیم الشان جلسہ کے بانی تھے جو محمد علی پارک کلکتہ میں ہوا تھا۔ ایسے اے جمید صاحب ایسے اے لطیف صاحب اور محمد عثمان صاحب میئر کارپوریشن کلکتہ جناب شہید مردودی خواجہ ناظم الدین صاحب جیسے ممتاز لوگوں نے انتظام اجلاس اور تواضع همانان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، اسی طرح جمیعہ علمائے اسلام کی بنیاد پڑی جس کے بہت بڑے محرک مولانا ظفر احمد انصاری تھے اور مولانا ظفر احمد انصاری برابر جمیعہ علمائے اسلام سے والبتہ ہے اس جمیعہ کے قیام سے تحریک پاکستان کو زبردست حمایت حاصل ہوئی، ہندوستان کے ممتاز علماء نے اس کی سرپرستی فرمائی مثلاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم علامہ سید سلیمان ندوی صاحب مرحوم مفتی محمد حسن صاحب مرحوم

مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مرحوم علامہ میر محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم مولانا غلام مرشد صاحب مرحوم مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم پیر جماعت علی شاہ صاحب مرحوم مولانا عبدالواحد صاحب علف مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی مرحوم حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم و غیرہ جیسے ممتاز علمائے اسی جمعیت کا ہمیشہ ساتھ دیا آخری دور میں پاکستان بننے کے بعد مولانا محمد صاوق صاحب سندھ مرحوم کراچی حضرت مولانا احمد علی صاحب لاسوری مرحوم حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مرحوم جیسے اکابرین نے مشرقی پاکستان کے علماء حضرت مولانا اظہر علی صاحب مرحوم حضرت مولانا مفتی دین محمد صاحب ڈھاکہ مرحوم مولانا شمس الحق صاحب فرید پوری مرحوم ڈھاکہ مولانا مصلح الدین صاحب مولانا صدیق احمد صاحب چانگام مولانا بادل الرحمن صاحب مرحوم مولانا فرید احمد صاحب شہید مرحوم پیر صاحب سرسینا، پیر محسن الدین صاحب جیسے اکابرین نے پاکستان میں جمعیت علمائے اسلام کے ذریعہ اسلامی دستور کی مساعی بن کرنے کے لئے نظام اسلام پارٹی بنا کر انتخابات میں حصہ لیا۔ جس کے بعد عبدالوہاب صاحب سپیکر مولانا اظہر علی صاحب نور الحق چودھری صاحب مصباح الدین صاحب مولوی فرید احمد ممبر اسمبلی بنے، اس تمام عرصے میں مولانا محمد متین خطیب صاحب برابر شریک رہے بلکہ ناظم کل پاکستان کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ خود کو نمایاں کر کے کوئی مقام یا منصب حاصل کریں۔ ہمیشہ خادمانہ حیثیت میں کام کرنا پسند کیا اور بھارت (ہند) کے دور میں حیدر آباد رکن مدراس، کلکتہ، بمبئی، لاہور، پشاور، بھوپال، حیدرآباد سندھ، کوٹہ وغیرہ میں بڑی جمعیت کی کانفرنسوں کا خود جاکر انتظام سنبھالا اور انہیں کامیاب کیا علامہ عثمانی مرحوم نے لاہور کانفرنس کے اپنے خطبہ ہمارا پاکستان کے آخر میں فرمایا تھا کہ ”برادر عزیز مولوی محمد متین خطیب اگر میرے ساتھ ہر وقت تعاون نہ کرتے تو نہ میں کام کر سکتا تھا۔ اور نہ جمعیت علماء اسلام کو فروغ حاصل ہوتا“

قائد اعظم مرحوم قائد ملت مرحوم نواب بہادر یار جنگ مرحوم جیسے سیاسی اکابرین نے بھی اپنے مکتوبات میں خطیب صاحب کی زبردست تعریف و تحسین کی ہے۔ کراچی میں ۱۹۵۱ء سے مستقل قیام کیا تو کراچی اور سندھ کے علاوہ پنجاب، سرحد، بلوچستان میں بھی آپ نے دورے کر کے جمیعت کو قائم کیا اور دن رات اس طرح کام کیا کہ اپنے چہل کو بھی نظر انداز نہ کیا۔ مشرقی پاکستان میں کئی مرتبہ دورے کئے اور بڑے بڑے جلسوں میں تقاریر کیں۔ کاکس بازار، چانگام، سلہٹ، میننگھ چاندپور جیسے دور دراز علاقوں کے دورے کئے۔ کراچی میں ہزار ہا جلسوں میں تقاریر کیں اور یہ تمام مساعی بغیر معاوضہ کے انجام دیں۔ اب جبکہ ۸۱ سالہ ہیں مولانا کی عمر ۷۲ برس کی ہے ان تمام مشاغل سے گوشہ نشین ہو کر صرف دارالعلوم کراچی کی وابستگی پر توجہ مرکوز کر لی ہے اور یہ گوشہ نشینی بھی ڈاکٹروں کے مشوروں سے اختیار کی ہے اس لئے کہ خطیب صاحب عرصے سے فزیا بیٹیس (شوگر) کے موزی مرض میں مبتلا ہو گئے مولانا خطیب صاحب نے پاکستان میں حکومت سے کچھ نہیں لیا نہ مکان نہ زمین نہ مالی امداد صرف ۲۳ گز کا ایک پلاٹ لے کر ناظم آباد نمبر ۴ میں ایک مکان بنایا جس میں آج کل خود آباد ہیں مولانا کے تین لڑکے ہیں جن میں سے محمد معین صدیقی بڑے لڑکے آپ کے پاس ہیں۔ دوسرے محمد امین صدیقی محمد بن صدیقی نوریارک امریکہ میں برسرِ روزگار ہیں اور وہاں مکان بھی بنالیا ہے پانچ لڑکیاں ہیں جن کی شادیاں ہو گئیں ہیں صرف چھوٹا لڑکا محمد ذہین صدیقی غیر شادی شدہ ہے ۴ پوتیاں ۲ پوتے اور گیارہ نواسے نواسیاں ہیں اور الحمد للہ سب کے سب خوش و خرم ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خطیب صاحب کو صحت و عافیت عطا فرمائیں آمین اور ان کی خدمات کو قبول فرما کر آخرت میں اس کا بہترین صلہ بخشیں۔ ثم آمین۔ آپ ۱۰ فروری ۱۹۸۲ء کو کراچی میں رحلت فرما گئے۔ دارالعلوم کراچی میں تدفین ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی

قصبہ کاندھلہ لوطی کے ضلع مظفرنگر کا ایک علمی خطہ ہے جہاں بڑے بڑے علماء و صلحاء اور اہل اللہ پیدا ہوئے ہیں حضرت مولانا مفتی الہی بخش کاندھلوی، حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی، حضرت مولانا محمد اویس کاندھلوی، حضرت محمد یوسف کاندھلوی، حضرت مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، اسی قصبہ کاندھلہ کے آفتاب دہا ہستاب ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اپنی اپنی ذات میں ایک الجہن کی حیثیت رکھتا ہے شیخ الحدیث و افسر حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی مدظلہم العالی بھی ۱۹۲۵ء میں اسی قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ شیخ المحدثین والمفسرین حضرت مولانا الحاج محمد اویس کاندھلوی قدس اللہ سرہ کے مایہ ناز فرزند ارجمند ہیں اور اپنے علم و فضل و زہد و تقویٰ اور خلوص و لطیفیت میں اپنے والدِ مکرم کا عین نمونہ ہیں۔ اور صحیح علمی و روحانی جانشین ہیں، ابتدائی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا۔ والد صاحب چونکہ حیدر آباد دکن میں مقیم تھے اس لئے وہاں کے زمانہ قیام میں دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ باضابطہ تعلیم خانہ بھون میں حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں شروع کی تھانہ بھون سے حضرت حاجی ابد اللہ تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی نسبت سے ایک خاص تعلق تھا۔ حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فضیلاں میں آپ کے رشتہ میں تھے، تھانہ بھون میں ابتدائی تدریس اور اردو کی

تعلیم حاصل کی، اس کے بعد کاندھلہ چلے آئے اور والد مکرم کی سرپرستی میں قائم کردہ مدرسہ نصرت الاسلام میں مزید تعلیم کے لئے داخل ہوئے، تین سال تک اسی مدرسہ میں تعلیم پائی آپ کے اساتذہ میں مولانا حافظ عبد المجید صاحب شامل تھے، جو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے حلقہ میں سے تھے اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم بہار پور میں آئندہ نفاذ کی تکمیل کے لئے داخلہ لیا اپنے نانا مولانا محمد زکریا نانوٹوی کے ہمراہ اس کمرے میں قیام رہا جو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد بہار پوری قدس سرہ کا کمرہ ہوا کرتا تھا، حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب مہتمم مظاہر العلوم کی خصوصی شفقت اور سرپرستی میں حدیث و تفسیر کے علوم کی تکمیل کی، ۱۳۵۸ھ میں اپنے والد ماجد مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے حکم پر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے دارالعلوم دیوبند سے حدیث و تفسیر اور معقولات و فلسفہ علم کلام کی تکمیل کی، دارالعلوم دیوبند میں قیام تقریباً ۳ سال رہا دورہ حدیث بخاری و مسلم شریف شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور مجاہد الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے پڑھا، اس کے علاوہ حدیث کے دوسرے اسباق مولانا اعجاز علی صاحب، مولانا عبد السمیع صاحب مولانا محمد شفیع صاحب، مولانا محمد ابراہیم صاحب اور مولانا نافع گل اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے پڑھے۔ اس کے بعد جب بعض سیاسی اختلافات کی بناء پر علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا محمد ابراہیم بیادہ جیسے مشاہیر علم و فضل دیوبند سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوئے۔ تو دورہ حدیث کے چالیس سے زائد طالب علم بھی وہاں منتقل ہو گئے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو دارالعلوم دیوبند کی طرز پر علامہ انور شاہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے قائم کیا تھا۔ ۱۳۶۲ھ میں جامعہ اسلامیہ سے مکرر دو دفعہ حدیث کی تکمیل کی یہاں کے اساتذہ میں مولانا عبد الرحمن امروہی اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی صاحب مدنی بھی شامل تھے۔ سند

فراغت تعلیم کے بعد اس خیال سے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے کہ وہ کچھ عرصہ تصنیف و تالیف میں گزاریں گے لیکن ان ایام میں بہادر نگر کے ایک مدرسہ جامع العلوم کے مہتمم دیوبند آئے ہوئے تھے ان کے اصرار پر والد مکرم مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی رائے سے بہادر نگر تشریف لے گئے اور اس مدرسہ میں تدریس کا آغاز کیا بعد میں اسی مدرسہ کے لئے وہاں کے لوگوں کے تقاضے پر آپ پر آپ کی کوششوں سے مولانا سید بدر عالم میرٹھی صاحب مدنی بھی تشریف لے آئے جامعہ العلوم میں تدریسی زندگی کا آغاز صحیح مسلم، ابوداؤد، تفسیر جلالین اور ہدایہ سے کیا۔ اس کے علاوہ معقولات میں تاضی مبارک اور میرزا بہ عیسیٰ کتابیں بھی پہلے سال پڑھائیں، ۱۳۶۵ھ میں جامعہ العلوم کے دو سال قیام کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی کے ارشاد پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوئے اور وہاں استاذ حدیث کی حیثیت سے درس و تدریس کا کام شروع کیا جہاں سے تھوڑے عرصہ قبل دورہ حدیث کی تکمیل کی تھی۔ اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ میں علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ شیخ الحدیث تھے اسی دوران قیام پاکستان کی وجہ سے علامہ شمس الحق افغانی پاکستان سے ہندوستان واپس نہ جاسکے تو جامعہ اسلامیہ میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے ہمراہ دورہ حدیث کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی کے اصرار پر آپ کے والد محترم خاندان کے دوسرے افراد کے ہمراہ پاکستان جا چکے تھے۔ علامہ عثمانی مرحوم نے دارالعلوم دیوبند کی طرز پر پاکستان میں ایک دارالعلوم کے قیام کی تجویز پر کام کیا تھا جسے بعد میں مولانا احتشام الحق تھانوی نے مولانا سید بدر عالم میرٹھی صاحب مدنی کی ہمراہی میں منڈوالہ بار میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ ۱۳۶۷ھ میں علامہ سید سلیمان ندوی کے ہمراہ دہلی سے لاہور کا سفر کیا حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نیر الدارس ملتان میں آپ کو استاذ حدیث مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن علامہ شبیر احمد عثمانی کی خواہش کے احترام میں آپ نے منڈوالہ بار میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا دارالعلوم اسلامیہ منڈوالہ بار میں زندگی کے ۲۵ سال تدریسی خدمات میں گزارے اس

کے بعد والد مکرم حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے انتقال کے بعد ۱۹۷۲ء میں پاکستان کی مرکزی درس گاہ، جامعہ اشرفیہ لاہور میں مولانا قاری محمد طیب تاسمی و مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی اور حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ کے اصرار پر تشریف لے آئے۔ کیونکہ آپ کے والد مکرم جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث والتفسیر کے عہدہ پر فائز تھے، اس لئے جامعہ کے مہتمم مولانا محمد عبید اللہ صاحب امرتسری اور جلالہ راکین شوری کی خواہش پر اپنے والد مکرم کی عظیم مشہور پطوریہ شیخ الحدیث والتفسیر فائز ہوئے اور آج تک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ جلا رہے ہیں اور ہزاروں طالبان علم آپ سے کسب فیض کر چکے ہیں۔

آپ کا شمار اس دور کے نامور محقق علماء میں ہوتا ہے اور عرصہ پچیس برس سے دینی علمی اور تعلیمی خدمات میں مصروف ہیں تدریسی خدمات کے علاوہ تصنیف و تالیف بھی آپ کا محبوب مشغلہ رہا ہے اور کئی عظیم کتابیں اور رسائل تصنیف کئے ہیں جن میں اردو زبان میں دو جلدوں پر مشتمل ”تجربہ صحیح مسلم“ اصول تفسیر منازل العرفان فی علوم القرآن، پیغام مسیح“ تاریخ حریم، الہدایہ کی جلد ثالث اور راج کا اردو زبان میں ترجمہ، اسلامی معاشرت پروردہ اور مسلمان خاتون اور امت مسلمہ میں عظیم تفرقہ (دو قادیانیت) زیادہ اہم ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر دینی اور تبلیغی رسائل بھی لکھے ہیں، بہر حال آپ موجودہ دور میں ایک عظیم محقق، محدث، مفسر، مدیر، متکلم، ادیب، مصنف اور مایہ ناز خطیب ہیں، اپنے علم و عمل اور تقویٰ و طہارت میں قدیم اسلاف کی عظیم یادگار ہیں۔ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور لطیف الروح میں اخلاق و عادات میں اپنے والد محترم کا نمونہ ہیں، اکابرین دیوبند میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا طفر احمد عثمانی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی مفتی محمد حسن امرتسری اور قدیم اکابر میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے زیادہ متاثر ہیں حکیم الامت مولانا

اشرف علی تھانوی کی قائم کردہ مجلس میانہ المسلمین پاکستان کے مرکزی نائب صدر اور سواد اعظم اہلسنت پاکستان پنجاب کے امیر اعلیٰ ہیں، شریعت پنج حکومت پاکستان اور ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان کے رکن اعلیٰ ہیں، ہمیشہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور اپنے اکابر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، فقہیہ الامت مولانا طفر احمد عثمانی اور شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے مقدس مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں ہر اہم دینی اور قومی مسئلہ کو سمجھائے ہیں اور باب حکومت کی طرف سے مدعو کئے جاتے ہیں اور ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں۔

ایک باوقار، متساوی شخصیت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہر اور حسن باطن سے خوب نوازا ہے پاکستان بھر آپ کی جامع شخصیت کا معترف ہے اور آپ کی تحریر و تقریر سے اس کی یاد تازہ ہوتی ہے بڑے جلیل القدر محث اور قابل فخر محقق ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے، اور آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے آمین۔
آپ ۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ / ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔



حضرت مولانا مفتی محمد جلیل صاحب

آپ ایک دینی و علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کے خاندان کے اکثر افراد قرآن مجید کے حافظ مشہور تھے آپ کے والد محترم جناب حافظ علی محمد صاحب اپنے علاقہ کی مسجد میں امامت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے جن سے کافی لوگ فیضیاب ہوئے، آپ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں اپنے گاؤں موضع ادپی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالتے ہی اپنے والد بزرگوار سے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا اور بہت چھوٹی ہی عمر میں نہایت پختہ کار حافظ ہو گئے۔

حفظ قرآن کے بعد آپ نے اپنے گاؤں کے قریب چک ۱۹ شمالی میں مولانا شاہ محمد صاحب سے فارسی کتب پڑھنی شروع کر دیں اس کے بعد مولانا والا ضلع سرگودھا میں مولانا خدابخش صاحب کے پاس تشریف لے گئے جو وہاں پیر زادوں کو پڑھاتے تھے آپ نے تقریباً قاضی مبارک اور ہدایہ اخیر میں تک تمام کتب ان سے پڑھیں پھر آپ بھلوال چلے گئے اور وہاں کے خطیب مولانا محمد اشرف صاحب ہزاروی سے مشکوٰۃ تشریف اور دیوان متبنی وغیرہ کتب پڑھیں اس کے بعد آپ مشہور بزرگ عالم ربانی حضرت مولانا ولی اللہ صاحب انہی تشریف ضلع گجرات کے پاس تشریف لے گئے اور عربی و فارسی کی اکثر کتابیں ان ہی سے پڑھیں پھر حضرت مولانا شیخ عبداللہ صاحب اور پروفیسر اور منیل کالج مولانا نجم الدین صاحب سے بھی کچھ سبق پڑھے اور بالآخر حمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور بلا امداد دیوان متبنی وغیرہ کتب میں

داخلہ کیا پھر شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء کو دورہ حدیث میں شرکت کا شرف حاصل ہوا اور مندرجہ ذیل نصاب کی کتابیں احادیث مبارکہ کے دروس کا براہ سادہ تکمیل فرمائے، جن سادہ سے آپ نے دورہ حدیث کی تکمیل فرمائی وہ یہ ہیں۔

بیماری شریف و ترمذی شریف :- شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

مسلم شریف :- حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی

البوداد و شریف :- شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امر وہی

ابن ماجہ شریف :- حضرت مولانا نافع گل صاحب

نسائی شریف :- حضرت مولانا ریاض الدین صاحب

طحاوی شریف :- مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

موطائین شریف :- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

قراۃ :- حضرت مولانا قاری عتیق الرحمن صاحب

شروع رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۳۷ء کو بعد فراغت تعلیم بہ بہراہی

نرت مولانا عبداللہ صاحب ابن حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ

اشرفیہ لاہور، دیوبند سے واپس امرتسر پہنچے اور ایک دن حضرت اقدس مفتی محمد حسن

صاحب کے مکان پر قیام کیا اس روز چونکہ حضرت مفتی صاحب گھر پر موجود نہیں تھے لہذا

شرف ملاقات حاصل نہ ہو سکا اور دوسرے روز امرتسر سے روانہ ہو کر سیدھے اپنے گاؤں

ادپی پہنچے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تقریباً ایک سال تک مختلف طلباء کو

تعلیم دیتے رہے پھر مدرسہ عزیز یہ بھیہ ضلع سرگودھا میں مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً دو

سال تک تعلیم دی اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ کے حکم پر فیروز پور

پھاروئی چلے گئے۔ مگر وہاں سے عدم موافقت کی بناء پر جلد ہی واپس گوجرانوالہ تشریف

لے آئے اور مولانا محمد چراغ صاحب کی دعوت پر آپ مدرسہ عربیہ بیرون خیالی دروازہ

مسجد آرمیاں گوجرانوالہ میں مدرس مقرر ہو گئے جہاں تقریباً آٹھ نو سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ واپسی کے بعد جب حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی فراغت کا علم ہوا تو آپ کو جامعہ شریفہ لاہور میں مدرس کی پیشکش فرمائی۔ مگر آپ نے نہایت ادب سے گوجرانوالہ ہی میں قیام رکھنے کے خیال کا اظہار فرمایا۔ جس پر حضرت مفتی صاحب نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور مئی ۱۹۵۲ء میں زیر سرپرستی حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ مسجد شیخاں اندرون شیخوپورہ دروازہ گوجرانوالہ میں مدرسہ اشرف العلوم کے نام سے ایک دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی یہ نام بھی حضرت مفتی محمد حسن صاحب نے تجویز فرمایا اور چندہ کی سب سے پہلی رسید بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے اسم گرامی کی لکھی گئی۔ جو الحمد للہ تعالیٰ کثیرہ برکت کی حامل ثابت ہوئی۔

پھر چند ماہ بعد ۱۹۵۲ء ہی میں مدرسہ ہذا کو چند ناگزیر حالات کی بنا پر مسجد عبد اللہ خونی مسجد بخشنے والا میں منتقل کر دیا گیا اس کے بعد ابتداً ۱۹۵۳ء میں محلہ باغیا پورہ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ پر تقریباً چار کنال زمین کا انتظام ہو گیا تو فوری ضروریات کے لئے چھار دیواری اور معمولی چھپروں اور کچھ تعمیر کا ہی بندوبست کر کے مدرسہ کو مستقل طور پر یہاں منتقل کر دیا گیا، ان ہی ایام میں تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی گرفتاری عمل میں لائی گئی مگر مدرسہ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا،

روائی کے بعد آپ نے مدرسہ کی طرف پوری توجہ مبذول فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدرسہ دن بدن ترقی پذیر ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس وقت ایک عالیشان وسیع اشرفیہ جامع مسجد اور اس سے ملحقہ متعدد دمنزلہ کمرے تیار ہو چکے ہیں جہاں تعلیم و تدریس مدرسین کرام اور بیرونی طلباء کے قیام و طعام اور دیگر جملہ ضروریات اور سہولیات کا بہترین انتظام کیا گیا ہے، اور الحمد للہ تعالیٰ تمام امور کامیابی کے ساتھ رو بہ ترقی سرانجام دیتے

جاری ہے ہیں مدرسہ اشرف العلوم میں علاوہ تعلیم و درس نظامی کے تبلیغی، اصلاحی، اخلاقی اور روحانی تربیت کا بھی اپنے اکابر کے طریق پر خاطر خواہ انتظام موجود ہے ان جملہ امور کے انتظام کے لئے ایک مجلس شوریٰ موجود ہے جس کے اراکین میں علماء و صلحا، رؤسا، ڈاکٹر، وکیل اور تاجرو وغیرہ ہر نوع کے اشرف شامل ہیں جس کے تحت ایک مجلس منتظمہ بھی ہے۔ جو تمام امور کی نگرانی کرتی ہے اور جس کے صدر و مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مدظلہ ہی ہیں۔

مدرسہ اشرف العلوم کا مسلک، عقائد اہلسنت و الجماعت اور فقہ حنفی کے مطابق ہے اور اس کا مشرب یعنی طریقہ نکر و محل حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مطابق ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری جملہ متعلقین مدرسہ بالخصوص جناب صدر محترم کی ہے۔ آپ کا شروع ہی سے طبعی رجحان فقیری اور اصلاح باطن کی طرف تھا مگر اپنے بزرگوار کے منشاء پر جب علم شریعت با حسن طور پر حاصل کر لئے اور دوسروں تک پھیلانے کا سلسلہ بھی شروع فرما دیا۔ تو پھر ابتدائی طبعی تقاضا نمود کرایا آپ نے اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ذکر و اذکار از خود شروع کر دیئے۔

پھر حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات پڑھنا شروع کر دیئے جس سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرف میلان اور رغبت پیدا ہو گئی۔ اور ۱۹۲۱ء میں بذریعہ خط و کتابت تعلق قائم کر لیا مگر جلد ہی ۱۹۲۳ء میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ وصال فرما گئے۔ جس سے آپ کو بے حد صدمہ ہوا، اور پھر ان کے خلیفہ ارشد مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ نے بذریعہ خط و کتابت اصلاح باطن و تربیت حاصل کرنے کا سلسلہ شروع فرمایا، اور پھر اکثر حضرت اقدس مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے رات کو انبے کی گاڑی سے سوار ہو کر پنج صبح کے قریب

امر تسریع پہنچ جاتے اور مسجد نور چہرہ منڈی میں قیام فرماتے، صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے درس قرآن مجید میں شرکت فرماتے اور پھر مسجد نیر الدین ہالی بازار میں ظہر کے بعد شہزی شریف کے درس اور ملفوظات شریف کی مجلس میں تشریف رکھتے جو عترت کا قائم رہتی اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ہی کی نگرانی میں ذکر و اذکار کا التزام فرماتے، ذکر اسم ذات وغیرہ تو قصداً سبیل سے دیکھ کر پہلے ہی جاری کر رکھا تھا اور قرآن مجید کی منزل اور مناجات مقبول کا سلسلہ تو عادت ثانیہ بن چکی تھی، آپ نے اپنے معمولات حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو تحریراً پیش فرمائے تو فرمایا کہ:-

”کیا یازدہ تسبیح نہیں پڑھتے اس کو پڑھا کر“

اس دن سے یازدہ تسبیح کا ورد بھی معمول بن گیا۔

جب حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے۔ تو صرف ایک قمیض شلوار ٹوپی اور ایک چادر میں طبوس تھے اس کے علاوہ کوئی چیز امرتسر سے ساتھ نہ لائے مگر اس کے باوجود قلب مطمئن تھا اور امرتسر چھوڑنے کا کوئی اثر موجود نہ تھا حضرت مفتی صاحب قدس سرہ لاہور آکر وہاں کے مشہور ڈسٹریکٹ ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین کی کوٹھی میں مقیم ہو گئے۔ اور پھر بہت جلد نیلا گند کے قریب مول چند بلنگ کا ایک حصہ مدرسہ کے لئے حاصل کر کے ستمبر ۱۹۴۷ء میں جامعہ شریفیہ کی بنیاد رکھی گئی اور آپ نے تو کلاً علی اللہ وہاں دینی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری فرمایا۔

اُسی بلنگ کی درمیانی منزل کے ایک حصہ میں خود بھی رہائش پذیر ہو گئے تو حضرت مفتی صاحب کے پاس آپ کا آمد و رفت کا سلسلہ مزید بڑھتا چلا گیا اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے پاس اکثر حاضری دیتے۔ اور اصلاح باطن و تربیت حاصل فرماتے رہے اور فیوضات و برکات سے نوازے گئے، آخر ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء میں حضرت مخدوم الامت

قد مفتی صاحب قدس سرہ نے تو کلاً علی اللہ آپ کو جمعیت و تبلیغ کی اجازت مرحمت فرمائی اس کے بعد آپ نے مدرسہ اشرف العلوم کی نگرانی اور تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تربیت باطن کا سلسلہ بھی شروع فرما دیا، اب مدرسہ اشرف العلوم علوم شرعیہ کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن اور اخلاقیہ نسبت مع اللہ کی اناجگاہ بن گیا ہے اور تشنگان علم موقت مسیّر شاو اب ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ حضرت مخدوم الامت قدس مفتی صاحب کے دیگر خدام کے ساتھ ساتھ اور انفرادی طور پر بھی تبلیغی اور اصلاحی سلسلہ میں کوئٹہ بلوچستان سندھ کراچی پنجاب اور دیگر مختلف متعدد مقامات پر تشریف لے جاتے اور اپنے مواعظ حسنہ اور مجالس مختلفہ کے ذریعے علمی و اصلاحی رنگ میں مشتاقان کے قلوب کو انوار و برکات سے منور و ذکی فرماتے ہیں۔ نیز عام مواعظ و ملفوظات کی مجالس کے علاوہ گھر والہ میں روزانہ درس قرآن مجید کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے جس میں آپ نہایت تحمل مزاجی سے قرآن مجید کا سلیس ترجمہ فرماتے ہیں۔

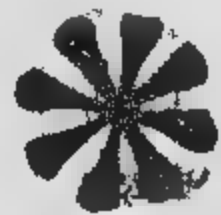
پھر صحائے امت کے طرز پر تشریح فرماتے ہیں، الفاظ اور عبارت نہایت آسان اور سادہ انداز سلجھا ہوا ہوتا ہے۔ اکثر مضامین تزکیہ نفس، اصلاح باطن اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ کی محبت سے بریز، جنت کی نعمتوں کے ثبوت دلانے اور جہنم کے عذاب سے خوف دلانے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور ان کو مع تائیل اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ساتھ کے ساتھ ہی ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں اور سامعین میں سے جو باشعور افراد متوجہ ہو کر سنتے ہیں وہ متاثر ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ہی جملہ باطنی امراض اور ان کے علاج درس کی شکل میں ثبائے جا رہے ہیں، نیز طرز بیان کی شیرینی اور چاشنی ایسی ہوتی ہے گویا کہ آپ کے شیخ حضرت مخدوم الامت مفتی صاحب قدس سرہ نے سب کچھ آپ کو درس میں عطا فرمایا ہے۔

غرضیکہ آپ ایک جید عالم دین، فقیہ اور شیخ کامل ہیں، اتباع سنت کے پیکر ہیں

اور نہایت متواضع، منکسر المزاج اور خوش اخلاق بزرگ ہیں، ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفیض ہو چکے ہیں، کئی خوش نصیبوں کو آپ نے خلعت خلافت سے نوازا ہے اور ہزاروں کی اصلاح فرمائی ہے،

آپ کی اولاد صالحہ میں چار صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں ہیں جو الحمد للہ تعالیٰ سب کے سب ضروریات دین اور علم و عمل سے بہرہ ور ہیں۔ جن میں بڑے صاحبزادے مولانا حفیظ اللہ صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل اور اب مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ کے ناظم و مدرس ہیں۔ دوسرے صاحبزادے مولانا قاری معین الدین صاحب ہیں وہ بھی جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ہیں اور اس وقت اشرفیہ جامعہ مسیحی گوجرانوالہ کے خطیب اور اشرف العلوم میں مدرس ہیں۔ تیسرے اور چوتھے صاحبزادے حافظ قاری غفر الدین صاحب اور حافظ ظہیر الدین صاحب مدرس نظامی میں زیر تعلیم ہیں۔ اور الحمد للہ چاروں صاحبزادے پختہ حافظ و قاری ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان سب کو اپنی مخصوص نعمتوں سے نوازیں اور مفتی صاحب مدظلہم کو تادیر سلامت رکھیں۔ آمین۔
مفتی صاحب نے ۳ اپریل ۱۹۸۲ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔



حضرت مولانا عبدالحق صاحب

آپ ۷ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ بروز اتوار مطابق جنوری ۱۹۱۰ء کو جناب حاجی معروف گل صاحب کے گھر کوڑھ خٹک ضلع پشاور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم علاقہ میں حاصل کی پھر طور و ضلع مردان کے مولانا غنایت اللہ اور مولانا عبدالحق صاحب سے بھی پڑھتے رہے سولہ برس کی عمر میں اس علاقہ میں ملا حسن تک کی کتابیں پڑھتے رہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے ہندوستان کا رخ کیا، پہلے میرٹھ اور امر وہ کے مدرس میں تعلیم حاصل کی پھر ۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۵۲ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کیا، آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا رسول خان ہزاروی، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبند شامل ہیں۔ فراغت تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۶۶ھ تک تدریسی خدمات انجام دیں شعبان کی چھٹیوں میں واپس وطن آئے ملک کی تقسیم کی وجہ سے دوبارہ دیوبند نہ جاسکے اور دارالعلوم حقانیہ کی متوکلاً علی اللہ بنیاد رکھی۔ اسی تقسیم دس سال میں وہ طلبہ جو ہندوستان کے دینی مدارس میں زیر تعلیم تھے وہ سب دورہ حدیث کی تکمیل کے لئے آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اس طرح رفتہ رفتہ آپ کی محنت و لگائی اور دارالعلوم حقانیہ پاکستان کے ممتاز دینی مدارس میں شمار ہونے لگا۔ آج اس دارالعلوم حقانیہ سے تین ہزار کے قریب طلباء سند فراغ حاصل کر چکے ہیں اور ملک کے مختلف علاقوں میں دینی و علمی خدمات میں معروف ہیں۔

آپ ایک مجید عالم، محدث، محقق، اور صالح بزرگ ہیں علاقہ کے علماء و عوام آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ شہر کے انتخابات میں جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر آپ نے الیکشن لڑا جس میں کامیابی حاصل کی اور قومی اسمبلی میں آپ کی تقریریں حق کی ترجمانی کرتی رہیں، آپ نے درس و تدریس اور تبلیغ و وعظ کے ساتھ کئی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں مقام صحابہؓ، خلافت راشدہ، "دعوت حق" علم کے تقاضے اور اہل علم کی ذمہ داریاں، حیا و مضاف اور ناموس رسالت، "خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت علامہ محمد تقی عثمانی ایم۔ اے، آپ کی مشہور تالیف "دعوت حق پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم ملک کی ان گنی چنی شخصیتوں میں سے ہیں جن سے اس دور میں علم دین کا بھرم قائم ہے، ذیل نظر کتاب انہی کے خطبات جمعہ کا مجموعہ ہے جسے ان کے لائق و فاضل صاحبزادے مولانا سمیع الحق صاحب مدیر ماہنامہ الحق نے بڑے بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے، حضرت مولانا موصوف کے خطبات جمعہ ماہنامہ الحق میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور اس سے قبل دو مختصر مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے موصوف مولانا کو دلوں پر اثر انداز ہونے کی خاص توفیق عطا فرمائی ہے چنانچہ ان کے مواعظ و خطبات سے قلب میں سوز و گداز، ایمان میں پختگی اور خدا کا خوف اور فکر آخرت پیدا ہوتا ہے، اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق دین کی تعلیمات و ہدایات اور

اسرار و حکم ان خطبات میں ملتے ہیں۔ اور زیر نظر مجموعہ دعوت حق مولانا موصوف کے خطبات کا جامع ترین مجموعہ ہے۔" (ماہنامہ البلاغ - کراچی)

جناب مولانا سعید الرحمن علوی مدیر ہفت روزہ خدام الدین لاہور لکھتے ہیں کہ:-
"حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی و مہتمم دارالعلوم پٹنہ اکوڑہ ٹھک ان علماء زبانی میں سے ہیں جن کے نقوش پا قوموں کے لئے مشعل راہ ہوا کرتے ہیں۔ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے عظیم فرزند نے امام المجاہدین سید احمد شہید قدس سرہ کی عظیم چھاؤنی اکوڑہ ٹھک میں دارالعلوم قائم کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے یہ دارالعلوم نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پاکستان کا مثالی دارالعلوم ہی نہیں بلکہ پاکستان میں دیوبند کا نقش ثانی ہے اس دارالعلوم سے جو فیض پھیلا اس کا زمانہ معترف ہے۔"

مولانا موصوف مدرسہ کے ساتھ ساتھ قصبہ کی مسجد میں جمعہ اور دوسرے اہم مواقع پر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے ہیں جو علم و روحانیت اور قدیم و جدید معلومات کا ایک خزانہ ہوتا ہے۔ موصوف کے خلف الرشید مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر الحق پوری قوم کے شکر یہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نوادر علمی کے ضبط و ترتیب کا فریضہ سرانجام دے کر ملت کے باہقوں اتنا بڑا خزانہ دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب خطبات کو ہماری رہنمائی کے لئے صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے اور مرتب کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین"

آپ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم سکرہی

آپ اصلاً دیواری ضلع گڑگڑ کا نوہ مشرقی پنجاب کے رہنے والے ہیں اور ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد ماجد مولانا عبدالعزیز صاحب ایک متقی و سیرگاہ عالم دین تھے اور آپ کے نانا صاحب بھی بڑے جلیل عالم اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے رکن تھے، آپ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ کو پیدا ہوئے۔ مڈن تک اسکول کی تعلیم دیواری میں حاصل کی، بچپن ہی سے اپنے نانا کی تربیت میں رہے اور ساتھ ساتھ نانا صاحب کے شاگردوں سے عربی کی تعلیم بھی جاری رکھی، پھر شرح جامی تک کتب پڑھ لینے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ دیا وہاں ایک سال پڑھ کر اگلے سال دارالعلوم دیوبند میں داخلہ دیا۔ اور تمام علوم و فنون کی مختلف کتابوں کی تحصیل کے بعد دورہ حدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے پڑھ کر سند الفرائض حاصل کی، آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا صدیق احمد گٹھری، مولانا محمد ذکریا قدوسی، مولانا حافظ عبداللطیف سہارنپوری، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، شیخ الادب مولانا اعجاز علی امر دہی، شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم بیادوی، مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع دیوبندی، عارف باللہ مولانا سید صغر حسین دیوبندی، اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے اپنے وطن میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھاتے رہے، ساتھ ہی ساتھ کچھ تجارت کا مشغہ بھی جاری رہا۔ مگر اس سے تدریس میں کوئی فرق نہیں آیا، قیام پاکستان کے بعد پاکستان آگئے اور

سکرہ میں قیام کیا، یہاں بھی درس و تدریس اور غلط تبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا پھر مدرسہ اشرفیہ کے قیام کے بعد حضرت مولانا محمد احمد تھانوی بانی و مہتمم مدرسہ اشرفیہ کی دعوت پر مستقل طور پر درس و تدریس پر مامور ہوئے یہاں آپ کو تمام درسی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا اور اب عرصہ دراز سے حدیث کی کتابیں پڑھا رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ خدمتِ افتاء بھی جاری ہے اور شعبہ دارالافتاء کے آج کل آپ صدر ہیں، آپ کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں اور سینکڑوں افراد علمی فیض حاصل کر چکے ہیں، مدرسہ اشرفیہ سکرہ کے صدر مدرس اور صدر مفتی ہونے کے علاوہ آپ ایک کامل شیخ بھی ہیں، اور روحانی فیض بھی جاری ہے۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی سے منسلک ہے آپ پہلے حضرت مولانا محمد علی صاحب خلیفہ حضرت تھانوی سے بیعت ہوئے اور اصلاح باطن کا سلسلہ قائم کیا، پھر ان کے وصال کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے رجوع کیا، اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے، آپ کا سلسلہ خوب آگے بڑھ رہا ہے۔ اور کئی حضرات کو آپ نے بھی اجازت بیعت عطا فرمائی ہے۔ درس و تدریس اور خدمتِ افتاء کے علاوہ آپ نے متعدد دینی کتب و رسائل بھی تالیف فرمائے ہیں۔ جو نہایت مفید اور عام فہم ہیں، ان میں ”علیک بسنتی“، ”شان رسالت“، ”دین کی باتیں دو جلد“، ”جنت کے پھول“ اور ”دوزخ کے کانٹے“، ”کیا خدا ہے“، ”مکہ مدینہ“، ”واعکاف“، ”نہی منزل کے احکام“، ”مضید و عائیں“، ”نصیحت برائے آخرت“، ”رمضان المبارک“، ”رحمت کے مستحق انسان“، ”قصیدہ بروہ کی اردو شرح“ اور ”حرمین شریفین زیادہ مشہور تالیفات ہیں۔ آپ کے ایک رسالہ ”مکہ مدینہ“ کے متعلق آپ کے شیخ و مری حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ:-

”مولانا عبدالحکیم صاحب کا رسالہ ”مکہ مدینہ“ بہت نافع و مفید ہے اور عوام

کے لئے بہت آسانی سے ضروری احکام حج و زیارت معلوم کرنے کا اس میں سامان ہے۔ راضی تعالیٰ نے موصوف کو افادہ خلق کے لئے موفّق بنایا ہے۔

آپ ایک جید عالم اور فقیہ محدث، محقق اور عارف کامل ہیں۔ نہایت سادہ طبیعت کے مالک ہیں۔ اور انکساری و تراضع میں اسلاف کی یادگار ہیں۔ متبع سنت اور حق گو ہیں نہایت طنسار، خلیق اور قابلِ قدر بزرگ ہیں۔ آپ کی اولاد صالحہ میں چار فرزند ہیں۔ جو سب کے سب حافظ و قاری اور عالم ہیں۔ جن میں بڑے صاحبزادے مولانا عبد الحلیم صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ہیں۔ دوسرے صاحبزادے مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب ہیں جو مدرسہ اشرفیہ سکھر سے فارغ ہیں اور اس وقت دارالعلوم کراچی میں مدرس معین مفتی ہیں اور حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور ایک اچھے عالم فاضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوضات کو جاری و ساری رکھے۔ آمین۔

آپ ۲ جون ۱۹۸۶ء کو وفات پا گئے۔ رَاقَا اللہ وَاٰلِہٖ وَاٰحٰدِہٖ سَآمَیْنَ۔

*

”نیک“

کئی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس کی غذا گندی، اس کے منیر کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہوگی۔

(حضرت مولانا احمد علی لاہوری)

لے بحوالہ البلاغ ”مفتی اعظم منیر۔“

حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۳۰ - ۱۳۳۹ھ میں قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر یوپی بھارت میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد حسن تھا۔ آپ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے بڑے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحب کے نواسے تھے اور حضرت مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حقیقی ماموں تھے۔ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی آپ کے خاص بہنوئی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت حکیم الامت کے زیر نگرانی مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں حاصل کی۔ پھر متوسط اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کی معروف دینی و علمی درس گاہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور تمام مروجہ دینی علوم کی تکمیل کی اور دورہ حدیث ۱۳۵۹ھ میں حضرت مولانا عبد الرحمن کاپلپوری، حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری، حضرت مولانا عبداللطیف اور حضرت شیخ الحدیث، مولانا محمد زکریا کاندھلوی جیسے اکابر اساتذہ سے پڑھ کر سند الفرائض حاصل کی۔

تھانہ بھون کے زمانہ قیام میں ایک معتد بہ عرصہ تک حضرت حکیم الامت تھانوی کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا اور قرابت داری کی بنا پر گھر میں بھی آنا جانا کثرت سے رہا۔ حضرت کی مجالس میں اکثر حاضری رہتی تھی۔ اس لئے حضرت کے خلفاء مجاہدین سے راہ و رسم بھی پیدا ہو گئے۔ خصوصاً حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب سے خاص عقیدت و محبت کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت حکیم الامت کے حوالہ سے حضرت خواجہ صاحب کو بھی مولانا نجم الحسن صاحب اور ان کے دوسرے دو بھائیوں مولانا شمس الحسن تھانوی اور قمر الحسن تھانوی سے لگاؤ ہو گیا تھا۔

حق تعالیٰ نے مولانا نجم الحسن صاحب کو حسن صورت و سیرت کے ساتھ حسن صوت سے بھی نوازا تھا۔ اس لئے حضرت خواجہ صاحب اپنا عارفانہ کلام مولانا نجم الحسن صاحب سے پڑھوا کر سُنتے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس طرح آپ کو حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ ایک خاص تعلق و محبت پیدا ہو گئی تھی اور آپ دونوں کے درمیان شاعرانہ مزاج کے اعتبار سے بھی کافی مناسبت پیدا ہو گئی تھی۔

چنانچہ اسی مناسبت ہی کا یہ اثر تھا کہ آپ کے لب و لہجہ اور آواز میں حضرت خواجہ صاحب کے عارفانہ کلام کو پڑھنے پر قادر ہو گئے تھے۔ اسی لئے سالانہ اجتماع مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان کے موقع پر سامعین اجتماع کے ذوق و شوق اور ان کے مطالبہ کو دیکھتے ہوئے ہر سال اجتماع کی ایک نشست محفل مجذوب کے نام سے ہی منعقد کی جاتی تھی جس کو حاضرین اجتماع نہایت شوق و ذوق سے سُنتے تھے۔ یہ مجلس مجذوب تقریباً دو گھنٹے جاری رہتی تھی۔ مگر اس کے باوجود نہ تو حضرت مولانا کو تھکن محسوس ہوتی تھی اور نہ ہی سامعین کو۔

حضرت خواجہ صاحب کے عارفانہ کلام کو سُنانے کے لئے لوگ جوق در جوق شرکت کرتے تھے اور جامعہ اشرافیہ لاہور کے دارالحدیث کا پورا ہال بھر جاتا تھا اور برآمدے کے اندر بھی لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمہ کی قرابت داری کے حوالہ سے ہی سب اکابر علماء آپ سے محبت و شفقت فرماتے تھے۔ خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرافیہ لاہور، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور حضرت مولانا جلیل احمد ثروانی بے حد شفقت فرماتے تھے۔ آپ جب بھی حضرت مفتی محمد حسن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ باوجود آپ کے شیخ و مرئی ہونے کے حضرت مفتی صاحب انتہائی احترام فرماتے تھے۔ ہمیشہ اپنے سر ہانے بچھی ہوئی قمیض پر بٹھاتے تھے۔ کبھی بھی نیچے نہیں بیٹھنے دیا۔ قیام پاکستان کے عرصہ دراز تک حضرت مفتی صاحب نے جامعہ اشرافیہ نیلا گنبد کی دوسری منزل پر اپنے پاس ہی

رہا۔ اسی لئے حضرت مولانا کو حضرت مفتی صاحب سے حد درجہ عشق و محبت تھی اور حضرت مفتی صاحب سے ہی بیعت ہوئے تھے اور آخر وقت تک حضرت مفتی صاحب سے ہی روحانی تعلق قائم رکھا۔

مولانا نجم الحسن تھانوی، فراغتِ تعلیم کے زمانہ سے ہی دینی و علمی اور تبلیغی و اصلاحی کاموں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ جب حضرت حکیم الامت کی جماعت مجلس صیانتہ المسلمین کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز لاہور میں حضرت مفتی محمد حسن صاحب کی سرپرستی میں ہوا تو آپ حضرت مولانا جلیل احمد ثروانی کے دستِ راست کی حیثیت سے شب و روز مجلس کے کاموں میں مصروف ہو گئے اور بفضلِ تعالیٰ آپ کی انتھک کوششوں سے بہت جلد مجلس کو ترقی نصیب ہوئی اور آج بحمد اللہ تعالیٰ مجلس صیانتہ المسلمین پورے پاکستان میں مشہور و معروف ہے اور دینی تبلیغی اور اصلاحی جماعت کے طور پر کام کر رہی ہے۔ حضرت مولانا نجم الحسن صاحب مجلس کے آخر وقت تک صدر رہے۔ کراچی سے پشاور تک کے بڑے بڑے دینی مدارس کے اربابِ علم و تقویٰ اس مجلس سے وابستہ اور اس کی ثنوی کے دکن رہے ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت قاری محمد طیب صاحب قاسمی، حضرت مولانا سید الشہاں صاحب اور حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی جیسے اکابر مجلس کے سرپرست اعلیٰ رہے اور مجلس کے اراکین ثنوی میں حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت مولانا محمد احمد تھانوی، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری، حضرت مفتی محمد خلیل صاحب، حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی جیسے جلیل العلماء شامل رہے ہیں۔ مجلس کے موجودہ صدر مولانا عبید اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرافیہ لاہور ہیں اور مجلس سے وابستہ ساطینِ علم و فضل میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا ترمذی احمد فیصل آبادی، حضرت مولانا مفتی محمد وحید صاحب، حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی، حضرت مولانا سلیم الشہاں صاحب کراچی، حضرت مولانا حسن جان پشاور، حضرت مولانا حکیم

محمد اختر کراچی، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی اور حضرت مولانا مشرف علی تھانوی شامل ہیں۔

حضرت مولانا نجم الحسن صاحب نے حضرت مفتی محمد حسین صاحب قدس الشریعہ کے بعد حضرت مولانا فقیر محمد پشاور سے روحانی تعلق قائم کیا اور ان ہی سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی۔ آپ اپنے اخلاق و اوصاف، زہد و تقویٰ اور خلوص و ولایت میں اپنے اسلاف کا عین نمونہ تھے۔ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور لطیف الروح تھے۔ عبدیت اور فنایت میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ تواضع و خاکساری کا یہ عالم تھا کہ احقر راقم نے آپ سے ان کے حالات و خدمات سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی بار بار کوشش کی۔ مگر آپ نے یہی جواب تحریر فرمایا :-

”اکابر علماء دیوبند کی تو بڑی شان ہے۔ یہ عاجز تو اصغر علماء کی جوتیاں سیدھی کرنے کے بھی قابل نہیں۔ اس لئے اکابر علماء کے ذکر میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ جس کی زندگی مرا سر جہالت و نادانی اور بے علی کا ابناء ہے۔ گویا محفل میں ناپاک قسم کے ٹاٹ کا پیوند لگانے کے مترادف ہے۔ اس احقر کا نام اس کتاب میں نہ رکھئے۔“

اللہ اللہ! حضرت مولانا کا مقام عبدیت اور شان تواضع کتنی بلند و بالا ہے۔ یہ کس نفسی ہے ورنہ حضرت مولانا کا مقام اس کے برعکس ہے۔ آپ ہمارے جیسے تھی دامن اور ناکارہ خدام سے بھی بڑی شفقت و محبت فرماتے تھے۔ آپ نے احقر کی کتابوں کے بارے میں کئی بار فرمایا :

”تمہاری کتابوں کا ایک ایک لفظ سرمایہ حیات اور خزانہ روح کا درجہ رکھتا ہے۔“

بہر حال آپ ساری زندگی تبلیغی و اصلاحی خدمات سرانجام دیتے ہوئے یکم ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ / ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۷ء کی شب تین بجے کراچی میں اپنے

بھانجے اور داماد مولانا قاری تنویر الحق تھانوی کے مکان پر حرکت قلب بند سے رعلت فرما گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ہزاروں افراد نے راولپنڈی میں نماز جنازہ پڑھی۔ امامت کے فرائض حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمن انصاری نے انجام دیئے۔ آپ راولپنڈی میں مستقل قیام پذیر تھے اور ادارہ اشرفیہ کے نام سے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کی یاد میں ایک ادارہ کے بانی و مہتمم تھے اور راولپنڈی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض بھی انجام دے رہے تھے۔ اور مجلس صیانتہ المسلمین کے ذریعے تبلیغی و اصلاحی کاموں میں مصروف عمل تھے۔

آپ کی اولاد صالحہ میں مولانا نظیر الحسن تھانوی اور مولانا صاحبزادہ فہیم الحسن تھانوی معروف علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرماویں۔ آمین !

(ماہنامہ ”البلاغ“ کراچی)

حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری

آپ پاکستان کے ممتاز عالم دین، تنظیم اہلسنت والجماعت کے سرپرست، متعدد علمی، تاریخی اور ادبی کتب کے مصنف، آتش نور خطیب ایک بہترین ادیب، فاضل دیوبند اور ایک اچھے تراویح و صحافی ہیں، آپ کا پورا نام سید نور الحسن بخاری ابن سید شاہ محمد شاہ ہے وطن اصلی ڈیرہ غازی خان پنجاب ہے، تاریخ ولادت ۱۰ جنوری ۱۹۱۱ء ہے، اگرچہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سکول مارٹر ہے ۱۹۲۸ء میں لاہور ایک جلسہ میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام حضرت شبیر احمد عثمانی، اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے شرف ملاقات نصیب ہوا، بزرگوں سے تعلقات کی ابتدا ہوئی، پھر یہ تعلق اس قدر قوی ہوا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند اور مولانا سید معظم علی شاہ صاحب کو دولت خانہ پر ایک تبلیغی جلسہ میں شرکت کی دعوت دی جسے شرف قبولیت بخشا گیا۔ یہ امر تعلقات کی مزید پختگی اور دارالعلوم دیوبند کی طرف توجہ کا سبب بنا چنانچہ ۱۳۵۵ھ میں ملازمت سے رخصت لے کر دارالعلوم دیوبند پہنچے، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے آپ کی ابتدائی تعلیم کے لئے ممتاز طلباء دارالعلوم کو مقرر فرمایا، آپ نے بہت جلد ابتدائی تعلیم مکمل کر لی، موقوف علیہ میں مشکوٰۃ شریف میں اڈل آئے اور ۱۳۵۷ھ کے دورہ حدیث میں شریک ہوئے، صحیح بخاری اور ترمذی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے صحیح مسلم شریف حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاؤی سے اور ابوداؤد و شریف مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

دیوبندی سے پڑھ کر دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۱۹۲۵ء میں تنظیم اہلسنت کی تشکیل عمل میں آئی اور اس وقت سے آج تک اس کے تبلیغی کاموں میں آپ سرگرم عمل ہیں اور شروع سے اس تنظیم کے سربراہ اور سرپرست چلے آ رہے اس کام میں آپ کے ساتھ اور معاون خاص حضرت علامہ دوست محمد قریشی مرحوم کا کردار ایک ناقابل فراموش کردار ہے وہ شروع سے آخر دم تک اس تنظیم سے وابستہ رہے، شبانہ روز تبلیغ و اشاعت دین ہو یا مسک حقاہل سنت کی حفاظت کے لئے بحث و مناظرہ، مختلف دینی و مسلکی عنوانات پر تصنیف و تالیف ہو یا باطل مذاہب کی تردید کے لئے نوجوان علماء کی تعلیم و تربیت، جماعت کی مالی خدمت ہو یا دفتر جماعت کی تعمیر ہر اعتبار سے حضرت علامہ دوست محمد قریشی کا مقام پوری جماعت میں اور اعلیٰ تھا۔ حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری صاحب مدظلہ اس سلسلہ میں حضرت علامہ قریشی صاحب سے اپنے تعلقات اور تحریک تنظیم اہلسنت سے وابستگی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

حضرت علامہ دوست محمد قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری دوستی کا سلسلہ بہت پرانا ہے ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ کی بات کہ میں اپنے وطن سکھانی والہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں مدرس تھا اور حضرت قریشی صاحب ابھی طالب علم تھے کہ انہوں نے مجھے اپنی بستی ریخ مشرقی میں وعظ کرنے کی دعوت دی، میں ان دنوں سکول میں مدرس تھا، دینی تعلیم تو ۱۹۲۶ء میں دارالعلوم دیوبند جا کر شروع کی البتہ مطالعہ کی بناء پر دین کی کچھ معلومات تھیں اور میں دوستوں کے محدود حلقے میں کچھ بیان کر لیتا تھا، حضرت قریشی صاحب کی بستی میری بستی سے قریباً پانچ میل کے فاصلہ پر تھی اور غالباً میں

نے پہلا بیان حضرت قریشی صاحب کی بستی میں ان کی مسجد کے اندر کیا، اس تقریب میں حضرت قریشی صاحب سے رفاقت اور دوستی کا تعلق قائم ہوا جو ان کے آخر وقت تک قائم رہا، ہماری دوستی کی بنیاد تبلیغ دین پر استوار ہوئی اور قریشی صاحب کو تبلیغ دین سے فطرتی لگاؤ تھا وہ سراپا تبلیغ تھے اللہ رب العزت نے انہیں علم و عمل کی گونا گوں صلاحیتوں سے بہرہ وافر عطا فرمایا تھا اور انہوں نے وعظ و تبلیغ، تصنیف و تالیف اور اصلاح نفس کے لئے بہت بڑا کام کیا اور ہزاروں مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کی، اللہ رب العزت سردار احمد خان پٹانی کی قبر کو بھی ٹھنڈا اور منور رکھے وہ بہت دنوں سے ملک میں اہل سنت کی تنظیم و تبلیغ کی فکر میں تھے میرے دیوبند جانے سے پہلے یہ کام ڈیر غازی خان کی حدود تک محدود تھا میرے دارالعلوم سے فارغ ہو کر واپس آنے پر یہ کام پورے ملک میں کرنے کا فیصلہ ہوا اور اوائل ۱۹۴۲ء میں یہ خدمت میرے سرود کی گئی چنانچہ اپریل ۱۹۴۲ء میں امرتسر کے اندر دفتر قائم کر کے میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں تحریک تنظیم اہلسنت کا پہلا مرکزی جلسہ لاہور میں ہوا جس میں مشاہیر امت شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی، مفتی ہند مولانا کفایت اللہ صاحب اور انام اہلسنت مولانا عبدالشکور صاحب مکتوی نے شرکت فرمائی، ان حضرات اکابر کے قدموں کی برکت سے یہ تحریک تنظیم ملک میں متعارف ہوئی اور ملک کے طول و عرض میں اہل سنت کی تبلیغ و تنظیم کا کام شروع ہو گیا اس وقت حضرت قریشی صاحب ملک میں انفرادی طور پر

تبلیغ دین کا کام انجام دے رہے تھے غالباً ۱۹۴۹ء میں بھکر ضلع میانوالی میں تنظیم اہلسنت کی کونفرنس تھی باقی تنظیم سردار احمد خان صاحب بھی اس مرکزی اجلاس میں شریک تھے جس میں قریشی صاحب کو بھی دعوت دی گئی تھی اور تنظیمی پیٹ فارم پر قریشی صاحب کی یہ پہلی تقریر تھی جس سے وہ تنظیمی سطحوں میں متعارف ہوئے اس کے بعد باضابطہ طور پر تنظیم میں شامل ہو گئے اور آخر دم تک تنظیم سے وابستہ رہے اور تبلیغ دین کی اشاعت میں مصروف رہے۔

بہر حال حضرت بخاری صاحب مدظلہ کی دینی و علمی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اور آپ تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔ اس وقت محقق علماء میں شمار ہوتے ہیں اور اکابر علماء و دین کے مسلک حق پر قائم و دائم ہیں اپنے اکابر و اساتذہ سے بے حد تعلق رہا ہے، اپنے استاذ محکم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو بے حد تعلق تھا ایک دفعہ آپ کراچی تشریف لے گئے تو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے اپنے دارالعلوم میں تقریر کی دعوت دی اور خود باوجود عیالات و قیامت کے پوری تقریر میں تشریف فرما رہے، آپ کو بھی ہمیشہ حضرت مفتی اعظم سے قلبی تعلق اور عقیدت رہی، اب بھی آپ حضرت مفتی اعظم کے تاجر علمی کے بے حد قائل تھے اور تقسیم و انداز تدریس کے عاشق ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ:-

آپ حضرت مفتی اعظم کے انداز تدریس کے متعلق دریافت فرماتے ہیں، میں حیران ہوں کہ اس کا جواب عرض کروں، اگر آپ کر سکیں تو ۱۹۵۷ء کے دور کو

واپس لوٹا لائیں پھر دارالحیث دارالعلوم دیوبند میں اس
میں حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ابو داؤد کا سبق
پڑھاتے علوم و معارف کے دریا بہا رہے ہوں
اور میں آپ سے عرض کروں کہ دیکھ لیجئے یہ ہے
ہمارے اکابر کا انداز تدریس۔

اسی طرح حضرت مولانا مدنی، حضرت مولانا عثمانی اور دوسرے اکابر سے بھی بے
حد تعلق تھا اور آپ کو تصنیف و تالیف کا ذوق اور شغل اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا، چنانچہ
آپ دو درجن سے زائد علمی ادبی اور تاریخی کتب کے مؤلف ہیں جن میں درج ذیل
کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) "الاصحاب فی الکتاب" ۱۹۵۳ء میں جب آپ سیفٹی ایکٹ کے تحت پابند
سلاسل کر دیئے گئے تو لاہور اور ٹنگری جیل کی آپنی سلاخوں کے پیچھے آپ نے یہ
کتاب تالیف فرمائی جو چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲) "سیرت امام مظلوم سیدنا عثمان" (۳) شہادت امام مظلوم،

(۴) "توحید اور شرک کی حقیقت" (۵) "حضرت امیر معاویہؓ"

(۶) "عادلاتہ و فاع" (۷) "نبی و صدیق"

(۸) "بشریت النبیؐ وغیرہ وغیرہ۔

آج کل آپ ملتان میں مقیم ہیں اور نبیخی و اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ ۲۵ جنوری ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب میں فوت ہوئے اور ملتان میں تدفین ہوئی۔



حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب

آپ ۱۹۰۹ء کو جناب فیروز خان صاحب کے گھر "دریہ" متصل حضرت ضلع کیمبلپور
میں پیدا ہوئے، آپ کے والد صاحب دیندار اور گھاؤں کے بنبردار تھے قومیت کے لحاظ سے
"اعوان" ہیں۔ حضرت ہائی سکول سے ڈل کا امتحان پاس کیا پھر دینی طلباء کو دیکھ کر علوم دینیہ کی
تکمیل کا شوق پیدا ہوا، پہلا تعلیمی سفر حجر ضلع راولپنڈی کے لئے کیا، وہاں حضرت مولانا سیف الرحمن
پشاور کے شاگرد مولانا احمد دین صاحب سے ابتدائی فارسی اور صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں
پھر شاہ محمد ہری پور ہزارہ میں مولانا سکندر علی صاحب اور ان کے بڑے بھائی مولانا
محمد اسماعیل صاحب ساکن کوکل، ہزارہ سے مختلف کتب کا درس لیا، فنون کی کتابیں
مولانا عبداللہ چھوڑا اور مولانا محمد دین صاحب سے پڑھیں، پھر انہی ضلع گجرات کے مولانا
غلام رسول صاحب اور ان کے داماد مولانا دلی اللہ صاحب سے معقولات کی آخری کتابیں
پڑھیں، مشکوٰۃ، جلالین، بیضاوی اور ترجمہ قرآن بھی یہیں پڑھا، بعد ازاں حضرت مولانا
حسین علی صاحب ساکن "وان پھراں" ضلع میانوالی کی خدمت میں پہنچے، ان سے تفسیر
قرآن کا درس لیا اور انہی کے ارشاد پر دارالعلوم دیوبند کے لئے رخصت سفر باندھا،
امتحان داخلہ حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزاروی نے لیا۔ وہاں زیادہ تر علم ادب کی
کتابیں پڑھیں۔ پھر ڈا بھیل پہنچے اور وہاں ۱۹۳۳ء میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفرائغ
حاصل کی، پھر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے ارشاد پر آپ وہاں ایک سال لہور معین
درس پڑھاتے رہے، اسی دوران اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحب کے ارشاد پر

پرواپس آگئے اور مدرسہ "برکات الاسلام" ذریعہ آباد میں تدریس پر مامور ہوئے اور ایک عرصہ تک معقولات و منقولات کی تدریس کرتے رہے، پھر شیخ عبدالغنی صاحب آپ کو ۱۹۳۹ء میں وزیر آباد سے راولپنڈی لے آئے۔ یہاں پانچ سات ماہ تک ہائی سکول میں کام کیا، اسی دوران لوگوں کی استدعا پر پرانے قلعہ کی مسجد میں مشروط خطابت قبول کی کہ تنخواہ نہیں دیں گا۔ سکول چھوڑ کر مسجد میں درس شروع کر دیا اور مختلف جگہ تقاریر کے علاوہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، پہلی مرتبہ جب دورہ تفسیر شروع کیا تو کل نو طالب علم تھے پھر رفتہ رفتہ حلقہ بڑھتا گیا۔ اور اب تک کئی ہزار طلباء آپ سے پڑھ چکے ہیں، کوئی ۲۵ سال پہلے دارالعلوم "تعلیم القرآن" کی بنیاد رکھی جو آج پاکستان کے ممتاز دارالعلوم میں شمار ہے۔ آپ حضرت مولانا حسین علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور انہی کے تعلیم فرمودہ وظائف پر کاربند ہیں۔ آپ مسئلہ توحید کھول کر بیان کرنے میں خصوصیت رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں طرح طرح کی مخالفتوں اور مضبوطی کا شکار ہوئے مگر اپنے ثبات میں لغزش نہیں آئی، آپ ایک نامور مجتہد عالم، محقق اور مفسر ہیں "تفسیر جواہر القرآن" کے نام سے ایک تفسیر لکھی و لکھی جا رہی ہے، بھی تالیف فرماتے جو مقبول عام ہیں اس وقت آپ جمعیت اشاعت توحید و سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ ہیں جس کے صدر حضرت مولانا سید منایت اللہ شاہ بخاری صاحب ہیں جو پاکستان کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں ایک جلیل ترین عالم دین اور شیخ طریقت ہیں ۱۹۷۱ء میں حضرت مولانا طہر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے خاص دست راست رہے اور اسلامی نظام کی تجدید جہد کرتے رہے اور مرکزی جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے امیر کی حیثیت سے سوشلزم و کمیونزم حرکات کے خلاف ان حضرات کے ساتھ مل کر کلمہ حق بلند کرتے رہے۔ بڑے قابل قدر بزرگ ہیں اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کے خاص معاصرین میں سے ہیں۔ آج کل گجرات شہر میں قیام پذیر ہیں۔ اور تبلیغی و اصلاحی خدمات میں مصروف ہیں۔

مولانا غلام اللہ خان ۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی

آپ ماہ محرم بروز جمعہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء کو "درخواست" تحصیل خانیپور ضلع رحیم یار خان میں جناب مولوی حافظ محمود صاحب کے گھر پیدا ہوئے، قرآن مجید اسال کی عمر میں اپنے والد صاحب سے حفظ کیا، عربی، فارسی کی تعلیم آپ نے مولانا عبدالغفور حاجی پوری اور مولانا محمد صدیق حاجی پوری خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی سے حاصل کی۔ پھر ۱۸ سال کی عمر میں دورہ حدیث بھی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب ہی سے پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، فراغت علوم کے بعد اپنے والد کے پروم شدہ حضرت مولانا غلام محمد دین پوری کی خدمت میں پہنچے، ان سے بیعت ہوئے اور مکمل سلوک کرتے رہے آخر حضرت دین پوری نے اپنی وندنا آپ کے سر پر رکھ دی اور قرآن و حدیث کی تدریس و اشاعت کا کام سپرد کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے گاؤں، درخواست، میں عربی مدرسہ "غزن العلوم" قائم کر کے تدریس کا آغاز کیا۔ اور پندرہ سال تک پڑھاتے رہے پھر ہوسان میں ۵ سال یہ مدرسہ رہا، بعد ازاں ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء میں شاہی مسجد عید گاہ خانیپور میں یہ مدرسہ منتقل ہوا، اور اب تک نہایت کامیابی سے تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے، دورہ حدیث کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے طرز پر آپ ہر سال ماہ شعبان و رمضان میں دورہ تفسیر پڑھاتے ہیں، آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک دیرون ملک میں علمی و تدریسی بات انجام دے رہے ہیں آپ کا لفظ جمعیت علماء اسلام کے سربراہ بھی ہیں اور بیعت سنت اور صاحب نسبت بزرگ ہیں کافی تعداد میں آپ کے مریدین ہیں، درس و تدریس کے علاوہ کئی رسائل بھی لکھے ہیں جن میں "مقدمۃ القرآن" کے علاوہ کئی تقریریں شائع ہوئی ہیں۔ آپ کی اولاد میں مولانا نذیر الرحمن و درخواستی اور مولانا مطیع الرحمن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۲۰ء میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں حضرت مولانا حکیم صدیق احمد صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور ابتدائی کتب اپنے والد سے پڑھ کر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور اکابر اساتذہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کیا اور پھر تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ اس وقت آپ کا عالم شباب تھا۔ بعد ازاں ۱۹۴۵ء میں سیالکوٹ کے نواحی قصبہ چٹنی شیخاں میں تبلیغ دین کے لئے ایک مسجد کو اپنا مسکن بنالیا اور اس طرح شہر اقبال آپ کے علوم کی ضیاء پاشیوں سے فیض یاب ہوا۔ کچھ عرصہ بعد جب حاجی شہاب الدین مرحوم نے ایک مدرسہ دارالعلوم الشہابیہ کی داغ بیل ڈالی تو آپ کو دارالعلوم کا شیخ الحدیث قرار دیا گیا اور آپ نے آخر عمر حیات تک اسی دارالعلوم میں حدیث رسول کے چراغ جلائے۔ سینکڑوں تلامذہ ملک و بیرون ملک دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے لادینی تحریکات کے خلاف بھی علم جہاد بلند کیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ۱۹۴۳ء میں تحریک ختم نبوت میں عملی کردار ادا کیا۔ اور بہت سی مصائب سے دوچار ہوئے۔ پھر ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی پیش پیش رہے۔ آپ اپنے اخلاق و اوصاف میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ فکر و استغناء تو واضح و انکساری کا پیکر تھے۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ ہمیشہ حق و صداقت کے علمبردار رہے۔ ساری زندگی اسلام کی خدمت میں گزاری۔ علاوہ ازیں متعدد علمی تصانیف اپنے قلم فیض رقم سے منظر عام پر لائے جن میں تفسیر معالم القرآن شہرہ آفاق علمی شاہکار ہے۔ العرض آپ ایک جید عالم دین، مفسر قرآن اور عظیم محدث و مدبر تھے۔ آپ نے ۱۹۹۳ء میں سیالکوٹ ہی میں وفات پائی۔ کثیر تعداد میں عوام و خواص نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ رجات بلند فرمائیں۔ آمین !

حضرت مولانا مفتی بشیر احمد لہوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۶ء میں مولانا فتح محمد کے گھر و ہوا ضلع ڈیرہ غازیخان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم فادسی و عربی درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ تیرہ سال کی عمر میں مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف میں داخلہ لیا۔ تین سال تک یہاں تعلیم پائی پھر مدرسہ نعمانیہ ملتان منتقل ہوئے اور شیخ الحدیث مولانا غلام محمد تلمیذ مولانا سیف الرحمن کابلی سے دورہ حدیث پڑھ کر ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں سند فراغ حاصل کی۔ دوسرے اساتذہ میں مولانا محمد دین بڈھوی، مولانا فقیر محمد، مولانا گوہر علی قیصرانی اور عبدالسلام سکندر پوری شامل ہیں۔ دورہ حدیث کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے دورہ قرآن میں شامل ہوئے اور ۱۳۴۹ھ میں تفسیر کا امتحان دیا پھر حضرت لاہوری کے حکم پر سپور میں سکونت اختیار کی اور انجمن تبلیغ الاسلام قائم کر کے دینی و تبلیغی سرگرمیوں کو منظم کیا۔ اس کے بعد کئی سال تک مدرسہ حنفیہ قادریہ تعلیم القرآن کے ذریعے تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ سیاسی طور پر مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ آپ نے ۱۹۴۷ء کی تحریک کشمیر میں علی حصہ لیا اور گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور ایک سال قید رہے۔

بعد ازاں آپ نے تنظیم اہل سنت والجماعت کے پلیٹ فارم سے مسلک اہلسنت کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ پھر گرفتار ہوئے اور دس ماہ پس دیوار زندان رہے۔ آخر میں جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہوئے اور ملکی و ملی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ آپ حضرت لاہوری کے خلیفہ مجاز تھے اور انہی کے مسلک و شرب پر قائم رہے۔ آپ نے دینی و تبلیغی خدمات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا اور متعدد کتابیں لکھیں جن میں "سوانح حیات امام حسینؑ"، "انوار صحابہؓ"، "فضائل صحابہؓ"، "مسائل قربانی"، "بدعات و رسومات"، "سوانح امام حسینؑ"، "ارشادات خاتم الانبیاء اور خلفائے ثلاثہ و اہلبیت کی آپس میں رشتہ داریاں" قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کو وفات پائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت مولانا مفتی محمد صاحب

آپ ۱۹۰۹ء کو موضع "عبدالحیل" علاقہ پنیالہ، ڈیرہ اسماعیل خان میں جناب مولانا محمد صدیق صاحب نقشبندی کے گھر پیدا ہوئے، پنیالہ ہائی سکول میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی، ساتھ ہی اپنے والد صاحب سے استفادہ کرتے رہے، اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں مراد آباد، دہلی، اور دیگر دینی مدارس میں پڑھنے کے بعد ۱۹۳۰ء مطابق ۱۹۳۱ء میں تمام علوم و فنون سے سند فراغت تعلیم حاصل کی، فرغت کے بعد وطن واپس آئے۔ اور اپنے گاؤں میں چار سال تک تدریس کی خدمت انجام دی پھر "عبسی خیل"، ضلع میانوالی میں تین سال تک تدریس کی، ۱۹۳۷ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں مدرس ہو کر لگے جہاں مرفعت و فتنہ صدر مدرس ادب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، اس عرصہ تدریس میں افتاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد رہی اور اس عرصہ میں ہزاروں فتوے آپ کے قلم سے نکل چکے ہیں جن کا محکمہ ریکارڈ ہے جو آپ کی فقہی مہارت کا واضح ثبوت ہے۔

آپ نے ملکی سیاسیات میں بہت زیادہ حصہ لیا ہے آپ پہلے جمعیت علماء ہند کی مرکزی کونسل کے ممبر بنے پھر تقسیم کے بعد ملتان میں ایک نئی تنظیم جمعیت اسلام کے نام سے قائم کی جس کے ناظم اعلیٰ مولانا غلام غوث ہزاروی مقرر ہوئے۔ اس کے جنرل سیکرٹری آپ منتخب ہوئے تنظیم اہل جمعیت علماء اسلام جو تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل تھی اس سے علیحدہ قائم کی گئی تھی، اب وہ مرکزی جمعیت علماء اسلام کے نام سے مشہور ہے جس کے قائدین میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حضرت

مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب اور حضرت مولانا احتشام الحق شامل ہیں۔

بہر حال حضرت مولانا مفتی محمد صاحب کی جمعیت کے امیر اعلیٰ حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور ناظم اعلیٰ مولانا غلام غوث ہزاروی منتخب ہوئے بعد میں حضرت مفتی صاحب بھی اس کے مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لینے پر آپ ایک سال ملتان جیل میں رہے، ۱۹۶۲ء میں ایوبی آمین کے تحت بنیادی جمہوریتوں کے ذریعے جب پہلے انتخابات ہوئے۔ تو آپ نے ان میں انفرادی حیثیت سے حصہ لیا۔ اور اپنے تمام مخالف امیدواروں کی ضمانتیں ضبط کراتے ہوئے نمایاں کامیابی حاصل کی اور بغیر بختلاف کا کردار ادا کیا۔ ۱۹۶۵ء کے انتخابات میں آپ کو اس کی سزا ملی۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں اسی حلقہ سے ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلے میں دس ہزار ووٹ حاصل کئے، یکم مئی ۱۹۷۲ء کو صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے اور چند ماہ کے بعد تنہا جاستعفی ہو گئے۔ اس عرصے میں آپ نے کئی مثالی کام کئے، اس کے علاوہ ذوالفقار المدارس کے آپ ناظم اعلیٰ ہیں۔

مسئلہ نقشبندیہ میں اپنے والد صاحب سے خلافت حاصل کی ہے حضرت مولانا عبدالغنی صاحب خلیفہ حضرت مولانا عبدالقادر اپوری نے بھی چار دس سلسلوں میں آپ کو خلافت عطا کی ہے آپ ایک جلیل عالم زبردست فقیہ عظیم خطیب ذہیل شیخ ہیں کئی بار حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں ۱۹۶۴ء میں مجلس اعلیٰ کے نائب صدر منتخب ہوئے اور اسی سال تحریک ختم نبوت میں مزاریوں کو اقلیت قرار دلانے میں نمایاں خدمات انجام دیں، آپ اس وقت "ترجمان اسلام" کے ایڈیٹر اور سرپرست ہیں اور جمعیت علماء اسلام کے قائد بھی ہیں، ایک بلند پایہ سیاست دان اور اسلام کے عیاں ترجمان ہیں۔ اور قوم و ملک کی خدمت میں مصروف ہیں،

آپ ۱۴ اکتوبر ۱۹۸۰ء رومی قعدہ ۱۴۰۰ھ کو رحلت فرما گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھری

آپ اُستاد العلماء والفضلاء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں اور اس وقت آپ کا شمار پاکستان کے ممتاز علماء دین میں ہوتا ہے، آپ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ نے اپنی ایک یادداشت میں آپ کے یہ تاریخی نام تحریر فرمائے ہیں۔ ”مرغوب حلیم، ظہیر تافع، خیر شکور“ منشور الکل وغیرہ۔

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد صاحب کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ خیر المدارس جالندھری میں پائی، اس کے علاوہ رائے پور گجرات میں بھی چند ابتدائی فارسی کتب پڑھیں، قرآن پاک بھی خیر المدارس جالندھری (بھارت) میں مکمل کیا، پھر شوال المکرم ۱۳۶۰ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر دورہ حدیث شریف کیا اور ۱۳۶۱ھ میں سند الفرائض حاصل کی، آپ کے دارالعلوم دیوبند کے استاذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، شیخ الادب حضرت مولانا اعزازی علی امرہ، جامع المعقول حضرت علامہ محمد ابراہیم میاوی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند جیسے اکابر اور نافذہ روزگار مستبیاں شامل ہیں۔

آپ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے سلسلہ روحانی میں داخل ہیں آپ نے اپنی اصلاح و تربیت کا تعلق اپنے والد محترم حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے ایماء و اعانت سے یکم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت

تھانوی مہتمم دارالعلوم دیوبند سے قائم فرمایا۔ وصال سے دو سال قبل ۱۳۸۸ھ میں خود بذات مولانا خیر محمد جالندھری نے بھی آپ کو دست بدست بیعت کی سعادت غلطی سے مشرف و مایہ پھران کے وصال کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے آپ کو اجازت بیعت و تلقین بھی عطا فرمادی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

آپ کا تدریسی تجربہ تقریباً چالیس برس کے لگ بھگ ہے اور فراغت تعلیم کے بعد سے ہی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں اس کے ساتھ حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات ہی میں آپ کو مدرسہ خیر المدارس ملتان کا نائب بنا دیا گیا تھا اور حضرت کے وصال سے آٹھ سال پہلے سے ہی خیر المدارس کا اہتمام حضرت قدس سرہ کی زیر نگرانی آپ ہی انجام دیتے تھے اور باقاعدہ نائب مہتمم کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔ پھر حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے وصال کے بعد خیر المدارس جیسے عظیم ترین دینی درسگاہ کے اہتمام کی مکمل ذمہ داری آپ ہی پر پڑی اور بفضلہ تعالیٰ آپ اسے احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں، آپ کے زمانہ اہتمام میں مدرسہ خیر المدارس نے تعلیمی ترقی اور تعمیری ترقی خوب کی ہے۔ متعدد کمروں کا اضافہ بھی ہوا ہے اور تعلیمی معیار میں بھی روز افزوں ترقی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند مشاہیر علماء کی اداء و رز کی جاتی ہیں۔ جن سے حضرت مولانا موصوف کے دور اہتمام میں مدرسہ نے جو ترقی کی ہے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی بانی مہتمم دارالعلوم اسلامیہ منڈو الہیہ خطیب جامع مسجد حبیب لائن کراچی جو مدرسہ عربیہ خیر المدارس کی مجلس شوریٰ کے رکن و صدر نشین رہ چکے ہیں اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے خاص خاص اصحاب اور معاونین میں سے تھے۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری مدظلہ کے دور اہتمام میں مدرسہ کا معائنہ کر کے فرماتے ہیں: کہ

حبیب معمول مدرسہ خیر المدارس کی انتظامی اور تعلیمی کارکردگی کو

دیکھنے کا موقع ملا، حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور اہتمام سے ادارہ کی محدودی ایک ایسا علمی اور روحانی نقصان عظیم ہے جس کی تلافی کسی طرح نہیں ہو سکتی مگر مولانا محمد شریف جالندھری مہتمم مدرسہ اور مولانا محمد شریف صاحب کشتیری شیخ الحدیث مدرسہ ہذا کے نظم و انصرام اور تدریس بقدر جہد بلکہ اساتذہ و عملہ کے کاموں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی فرق ہی نہیں پیدا ہوا، مدرسہ خیر المدارس بالکل اسی پنج پر چل رہا ہے جس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ اور سمجھتا ہوں کہ یہ بھی حضرت بانی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض ہے کہ مدرسہ کی تعلیم اور انتظام میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا، اہل ثروت سے بالمعوم اور خیر المدارس کے معادنیں بالخصوص میری گزارش ہے کہ وہ اپنی مالی سرپرستی اسی طرح قائم رکھیں جس طرح حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تھی، مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلاف و اکابر کی اس یادگار کی حفاظت کرے گا اور مسلمانوں کو اس سے ہمیشہ ہمیشہ روحانی فیض پہنچتا رہے گا۔ نقطہ: احتشام الحق تھانوی زیلِ مَنان ۱۹ شعبان ۱۳۹۳ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

خیر المدارس کے کوائف و احوال معلوم کر کے اسلامی علوم و فنون کے اسی مرکز کی دل میں بے حد قدر ہوئی نہ صرف یہ کہ خیر المدارس ہی کے احاطہ میں قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہے بلکہ خیر المدارس کی شہر میں قائم کردہ شاخیں تعلیم قرآن کریم کی بہت

بڑی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ یہ سب کچھ بانی خیر المدارس حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص حسن اور حسن انتظام کا نتیجہ ہے، دعا ہے کہ خداوند کریم اس عظیم درسگاہ کو دین کی خدمت کے لئے قائم و دائم رکھے اور ترقیات سے نوازے۔ محقق العصر حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ بی فرماتے ہیں کہ:- یہ دیکھ کر بے حد مسرور و اطمینان لقیب ہوا کہ الحمد للہ مدرسہ خیر المدارس حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری مدظلہ کے زیرِ اہتمام حسن و خوبی کے ساتھ چل رہا ہے اور اپنی سابقہ روایات تعلیمی کا محافظ امین ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قادی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند جو آپ کے شیخ و مری بھی ہیں۔ ان کی رائے عالی درج کی جاتی ہے جو اس امر کی عظیم شہادت ہے، فرماتے ہیں:- کہ آج بتاریخ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ مدرسہ خیر المدارس مَنان میں جاری ہوئی، مقصد حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت تھی ضمناً مدرسہ کا عظیم الشان جلسہ بھی رکھا گیا جس میں طلباء کی ایک کثیر تعداد کی دستار بندی ہوئی، خوشی اس بات کی ہے کہ بانی مدرسہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے اخلاف و رشید اپنے اس علمی کارخانہ کو اسی آب و تاب کے ساتھ قائم رکھا بلکہ ترقی دی، مولانا محمد شریف صاحب خلیف الرشید حضرت مولانا مرحوم کی اس بات میں بھی مدرسہ بدستور ترقی پذیر ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس صدقہ جاریہ کو قائم و دائم رکھے۔ آمین؟

محمد طیب رئیس جامعہ دارالعلوم دیوبند ۲۴ ۵/۹ ھ

بہر حال آپ خیر المدارس کے مہتمم اعلیٰ ہیں اور مدرسہ نرتی کی راہ پر گامزن ہے آپ جامع مسجد خیر المدارس میں خطبہ جمعہ خود بیان فرماتے ہیں اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی حیات طیبہ کے آخری دور میں بھی یہ خدمت آپ ہی کے ذمہ تھی، ایک ڈیڑھ گھنٹہ وعظ و نصیحت بڑے سادہ انداز میں بیان فرماتے ہیں الفاظ اپنے سادہ اور سلیس ہوتے ہیں جو دل پر اثر کرتے چلے جاتے ہیں اس کے ساتھ علمی دلائل بھی بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا مظلّم جہاں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے پورے (خیر المدارس) کی آبیاری فرما رہے ہیں وہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاح و تربیت کی جانشینی کا حق بھی ادا فرماتے ہیں، حضرت رحمۃ اللہ کی حیات طیبہ کے زمانے کی طرح اب بھی حضرت مولانا موصوف کی زیر نگرانی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات پڑھا کر سننے اور مجلس کرنے کا سلسلہ بھی باقی رکھا ہے۔

اے خدا میں سلسلہ قائم ہوا؛

فیض او جاری بود لیل و نہار

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوف مظلّم کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ کا حقیقی جانشین بنادیں اور ان کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائیں آمین۔

آپ ۷ ستمبر ۱۹۸۱ء ۷ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ کو مکہ مکرمہ میں اچانک دل کا دورہ پڑنے سے

رحلت فرما گئے۔ رَاٰنَاللّٰہُ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔



حضرت مولانا مفتی عبداللہ ملتانی

آپ کا آبائی وطن ویرہ غازیخان تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے برصغیر کی عظیم دینی و علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور وہاں اپنے وقت کے جلیل علماء سے استفادہ کے بعد سند الفراعہ حاصل کی۔ آپ کے ممتاز اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی امر دہی اور دوسرے اکابر علماء شامل ہیں۔ فراغت کے بعد تقسیم ملک تک مراد آباد (بھارت) ہی میں تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، قیام پاکستان کے بعد ملتان میں ۱۹۴۶ء مطابق ۱۳۶۵ھ سے جامعہ خیر المدارس اور مدرسہ قاسم العلوم سے اپنا تعلق قائم کیا۔ اور حسبہ للہ بلا معاوضہ درس و حدیث کا آغاز فرمایا۔ جوان کی وفات سے چند سال پیشتر تک حالات کے تغیر و تبدل، گردش لیل و نہار اور عوارض و موانع کے باوجود کسی انقطاع یا تعطیل کے بغیر قائم رہا۔ حدیث کی درس و تدریس کے ساتھ فقہ کے جزئیات پر ان کی وسعت نظر بدرجہ اتم تھی فتاویٰ کے جوابات آپ کے تجربہ علمی، تعمق نظر اور فقہ میں ان کی رگاہ دور رس کا شاہکار ہوتے تھے۔

آپ نے تقریباً ۳۲ برس تک اس خدمت کو انجام دیا۔ ایسے متقی اور محتاط فقید محدث اب دور دورہ تک نظر نہیں آتے، بانی جامعہ خیر المدارس حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ آپ کے کمال علم و عمل بے نفسی و شہیت، ذاتی اخلاق تواضع و انکسار دینی و علمی مناقب اور دین کی راہ میں ان کے مجاہدانہ اخلاص کی بنا پر

ان کے ساتھ استیاری احترام و سلوک فرماتے۔ قیام پاکستان کے بعد تقریباً پورا عرصہ التزام رہا کہ جامعہ خیر المدارس میں نماز عیدین کے لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب آپ ہی کا اتنی فرماتے، آپ کے بارے میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے یہاں تک سنا گیا کہ جس شخص نے جنتی آدمی کی زیارت کرنی ہو۔ وہ مفتی عبداللہ صاحب کو دیکھ لے۔ جن حضرات کو خیر المدارس میں تعلیم و تعلم کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ حضرت مولانا جالندھریؒ کے منفردانہ حسن اہتمام، مخصوص قواعد و ضوابط اور طریق تربیت سے آگاہ ہیں۔ کہ حضرت مولانا جالندھریؒ زمانہ تعلیم میں اساتذہ اور طلباء کی غیر علمی اور غیر تدریسی سرگرمیوں کو قطعاً ناپسند فرماتے تھے، خیر المدارس کے درو دیوار بھی سیاست سے نا آشنا ہیں۔ طلباء اور اساتذہ کو علمی اشتغال و انہماک کے سوا اور کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، نہ ہی یہ حضرت بان تدریس سرہ کے مزاج کے موافق تھا۔ عملاً ہی نہیں فکری طور پر سیاسی اور غیر تدریسی ذہن رکھنے والے حضرات کو بھی آپ خیر المدارس کے لئے پسند نہ فرماتے تھے۔ مگر حضرت مفتی عبداللہ صاحبؒ اس کلیہ سے مستثنیٰ تھے۔ چنانچہ آپ دارالحدیث خیر المدارس کے شیخ الحدیثؒ ہونے کے باوجود اپنے ذاتی مکتبہ صدیقیہ میں "التاجر الصدوق الامین" بھی تھے۔ اور دینی سیاست میں ایک مجاہد اور نقال رضا کار بھی۔ عزت و مقام کی خواہش اور طلب و جہاد کی مذموم صفات کی پرچھائیں بھی آپ ز زندگی پر نہ پڑی تھیں۔ صرف اسلام کی سربلندی اور اہل حق کی آواز کو عامتہ الناس تک پہنچانے کے لئے آپ نے دو مرتبہ جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر قومی انتخابات میں حصہ لیا۔

اس کے علاوہ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں عملی حصہ لیا۔ اور امن سلسلہ میں بعض اوقات قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ عرصہ دراز تک پاکستان کے دینی مدارس کی تنظیم و نفاذ المدارس کی مجلس شوریٰ و عاملہ کے رکن اراکین

درخازن رہے۔ بہر حال آپ ایک جید عالم دین، مفتی اور عارف تھے۔ صبر و رضا کے پیکر اور اخلاق و تقویٰ کے مجسمہ تھے۔ آخر لمحہ حیات تک صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ۲۵ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۸۵ء شب جمعہ کو رحلت فرمائی خیر المدارس کے احاطہ میں ہزاروں افراد نے نماز جنازہ پڑھی اور شیخ الحدیث مولانا محمد شریف کشمیری مدظلہ نے امامت کے فرائض انجام دیے۔

اللہ تعالیٰ اس مرد حق کو درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین۔

حضرت مولانا محمد شریف کشمیری

آپ کیڑپتن شیرخان تحصیل پلندری ضلع پونچھ میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام مولانا نصیر الدین ہے ابتدائی اردو تعلیم مقامی سکول میں حاصل کرنے کے بعد حکوال کے مدرسہ اشاعت العلوم میں عربی صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ باقی درسیات جامعہ فتحیہ چھہ لہور میں حضرت مولانا حافظ مہر محمد صاحب سے پڑھیں۔ تمام معقولات فقہ اور اصول فقہ کی تحصیل کے بعد مدرسہ ہاشمیہ سجادول سندھ کے صدر مدرس حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی قدس سرہ سے شرح اشارات جملہ فنون ادبیہ تفسیر کثاف تہافتہ الفلاسفر الغزالی، احیاء العلوم کا حصہ منجیات و مہجرات، تلخیص مقالات ارسطو، مشکوٰۃ شریف اور مکمل دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی، اس کے بعد ریاست ٹونک بھارت میں حضرت علامہ حکیم ربکات احمد صاحب سے شریح مطالع حاشیہ قدیمہ و جدیدہ پڑھیں۔ درمیانی عرصہ سے ایک سال دارالعلوم دیوبند میں رہے۔ جملہ علوم سے فراغت کے بعد دو سال حضرت علامہ شمس الحق افغانی کی نیابت میں قلات میں نائب وزیر معارف رہے۔ ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۷ء دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر پاکستان بننے کے بعد حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے حکم پر جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لائے۔ اور بطور صدر مدرس شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس عرصہ میں ہزاروں طالبان علم آپ سے استفادہ کر چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کئی سال مدرسہ قائم العلوم ملتان میں بھی درس حدیث دے چکے ہیں۔ آپ ارشوال علیہ کو رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ راہپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۳۰ھ ۸ رمضان المبارک کو راہپور ضلع جالندھری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ جالندھری علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید عالم دین تھے، جنہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی جلیسے نابغہ روزگار علمی شخصیت کے سامنے زانوئے تلمیذتہ کر کے علم و فضل کے خزانے سے اپنا دامن بھرا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت کے بیشتر مراحل مدرسہ رشیدیہ راہپور اور مدرسہ خیر المدارس جالندھری میں طے کئے۔

آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ جالندھری، مولانا عبدالعزیز راہپوری اور حضرت مولانا محمد ابراہیم میاں چنوں جیسی علمی شخصیات نمایاں ہیں۔ آپ نے دورہ حدیث مدرسہ خیر المدارس جالندھری میں مکمل کر کے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری سے سند اجازت حاصل کی اور بعد میں آپ کے مشفق استاذ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری آپ کو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

فراغت کے بعد آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے حکم پر مدرسہ فیض محمدی جالندھری میں مسلسل بیس سال تک کتب درس نظامی پڑھائیں۔

پھر ایک سال راہپور مدرسہ رشیدیہ اور تقسیم ملک کے بعد ۲ سال مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں بھی آپ نے پڑھایا۔

بعد ازاں ۱۹۴۹ء میں جب جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تعلیم کا آغاز ہوا تو آپ بطور شیخ الجامعہ تشریف لائے اور پھر تمام ذہنیت اس مسند حدیث کو عزت بخشی۔ اس عرصہ میں ایک سال کے لئے اپنے استاذ مشفق مولانا خیر محمد جالندھری کے حکم پر آپ جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی یہ خواہش تھی کہ آپ مشکوٰۃ شریف پڑھائیں۔ کیونکہ آپ کی مشکوٰۃ شریف کی تعلیم ضرب المثل تھی۔ دوران تدریس ہزاروں علماء و طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔ اور آخر دم تک جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک سال آپ میانوالی جیل میں رہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے آپ مرکزی نائب امیر بھی رہے۔

آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راہپوری سے تھا۔ بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت و اجازت سے نوازا۔ بالآخر ساری عمر درس حدیث اور اصلاح و ارشاد میں گزارتے ہوئے ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(ماخوذ ماہنامہ "الرشید" ساہیوال شوال ۱۴۰۵ھ)

حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ کو پانی پت میں چوہدری فتح محمد بن حافظ رحم علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی محمد اسماعیل پانی پتی سے حاصل کی اور فارسی، عربی، صرف و نحو اور منطق کی تعلیم حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی سے حاصل کی۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں ۸ رذی قعدہ ۱۳۵۲ھ میں داخلہ لیا۔ جہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا عبدالسمیع دیوبندی، اور مولانا مفتی ریاض الدین جیسے اکابر علماء سے فقہ و اصول اور حدیث و تفسیر کی تعلیم حاصل کر کے دورہ حدیث کی سند شعبان ۱۳۶۲ھ میں حاصل کی۔

قیام پاکستان سے قبل آپ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر ملتان تشریف لائے اور مسجد سراہاں حسین آگاہی ملتان میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ پھر جامعہ خیر المدارس کی نشاۃ ثانیہ کے بعد آپ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کی علمیت و روحانیت اور ہر دلعزیزی کے پیش نظر جامعہ خیر المدارس ملتان سے وابستہ ہو گئے اور پھر تاحیات شعبہ تجوید و قرأت کے صدر رہے۔ اس دوران آپ نے سینکڑوں قراء اور ہزاروں حفاظ پیدا کئے جو نہ صرف پاکستان کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں، بلکہ ایران، افغانستان، برما، بنگلہ دیش، ترکی، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب میں خدمت قرآن شریف سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کی چالیس سالہ تدریسی زندگی میں جن نامور تلامذہ نے آپ سے فیضیابی

کا شرف حاصل کیا ان میں مولانا خان محمد صاحب خانقاہ سر اجیہ کنڈیاں شریف، مولانا مفتی عبداللہ ملتانی، مولانا قاری احترام الحق تھانوی، مولانا سید ابوذر بخاری، مولانا سو فی محمد مرور، مولانا سید عطاء المحسن بخاری، مولانا قاری عبداللہ مدنی اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری جیسے ممتاز علماء شامل ہیں۔

درس و تدریس کی خدمات کے علاوہ آپ نے قرآن مجید و قرآن مجید و قرأت پر متعدد کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں قرأت عشرہ پر متعدد رسائل، شرح مقدمہ جزیرہ شرح طیبۃ النشر تکمیل الاجر کے علاوہ بہت سی تصانیف ہیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام اسلام میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں چھ ماہ جیل میں رہے۔

آپ نے ۱۳۶۴ھ میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ پھر مولانا عبدالقادر راہپوری سے بیعت فرمائی۔ بعد ازاں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ سے خلافت حاصل کی۔ آخر دم تک درس و تدریس، تبلیغ و اشاعت اور ذکر و اذکار میں مشغول رہنے کے بعد ۱۲ رذی الحجہ ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۹-۳۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب کو ساڑھے دس بجے رحلت فرما گئے۔ اٹا اللہ فداننا الیہ وارجعون۔

حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین !

(ماخوذ ماہنامہ "البلاغ" کراچی نومبر ۱۹۸۲ء)



حضرت مولانا محمد دریس میرٹھی قدس سرہ العزیز

آپ ۱۹۱۱ء میں انڈیا کے شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ پھر مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں تفسیر و حدیث، فقہ و کلام اور منطق و فلسفہ کی تعلیم اکابر علماء سے حاصل کی۔ دورہ حدیث حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا اعزانہ علی امروہی اور علامہ محمد ابراہیم بلیاوی قابل ذکر ہیں۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد آپ دہلی تشریف لے آئے اور مدرسہ امینیہ دہلی میں درس و تدریس اور دارالمنہجین میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اور تقسیم ملک تک تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی تشریف لے آئے اور علوم عصریہ اور علوم دینیہ کی مشترکہ تعلیم کے لئے ادارہ ثمرقیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ لیکن فطری ذوق چونکہ اشاعتِ علم دین کی طرف تھا۔ اس لئے فطری تقاضہ سے مجبور ہو کر پہلے حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ دارالعلوم کراچی کورنگی میں تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا اور تین چار سال تک تفسیر و حدیث اور علم و ادب کی تعلیمات سے طلباء کو فیضیاب کرتے رہے۔ اسی اثناء میں حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نے جامع مسجد نیوٹاؤن میں مدرسہ اسلامیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا، تو آپ مولانا بنوری کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی تشریف لے آئے اور اپنی تمام زندگی اسی جامعہ میں خدمتِ حدیث میں گزار دی۔

یہاں تدریس کے ساتھ ساتھ اشاعت کا کام بھی کرتے رہے اور ماہنامہ "یقینات" کراچی کے آخری دم تک مدیر مسئول بھی رہے۔ جب علامہ بنوریؒ نے جامعہ اسلامیہ میں تحفہ رپی ایچ ڈی کا شعبہ قائم کیا۔ تو تحفہ فی الحدیث کی نگرانی کے لئے اُن کی نگاہ انتخاب مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ پر پڑی۔ آپ کی نگرانی میں بے شمار طلباء نے حدیث پر اپنے بہترین تحقیقی مقالے لکھے جو علم حدیث میں بہت بڑا ذخیرہ ہیں۔

اسی طرح جب وفاق المدارس پاکستان کی تنظیم عمل میں آئی تو علامہ بنوریؒ اور دیگر علماء کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی اور آپ کو وفاق المدارس کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اور بعد میں آپ وفاق المدارس کے صدر کے عہدہ پر فائز ہوئے جو آخر وقت تک قائم رہا۔

الغرض آپ نے اپنی زندگی تین کاموں کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ درس و تدریس۔ تصنیف و تالیف اور حج و عمرہ کی ادائیگی۔ حق تعالیٰ نے یہ تینوں کام بحسن و خوبی ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور بالآخر جہادِ الاویٰ ۱۴۰۳ھ ۲ فروری ۱۹۸۹ء بروز جمعرات درس قرآن و حدیث پڑھانے کے بعد اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حق تعالیٰ آپ کی لحد پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین !

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)



حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۲ اگست ۱۹۲۶ء کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے گھر پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم قاری عبدالکریم دیوبندیؒ سے لاہور ہی میں حاصل کی۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ جہاں حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمن کالمپوری اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی اکابر اساتذہ سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور ۱۹۴۷ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا رسول خاں ہزارویؒ، مولانا قاضی شمس الدین گوہر زوالہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے اکابر سے حدیث و تفسیر اور فقہ و کلام کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مولانا محمد صادق کراچی کی خواہش پر مدرسہ مظاہر العلوم کھڑکھ کراچی تدریس کے لئے بھیج دیا۔ آپ نے کوئی ۵، ۶ سال تک یہاں تدریسی سلسلہ جاری رکھا۔ بعد ازاں والدِ مکرم نے لاہور میں مصری شاہ کے ایک چبوترے پر درس دینے کے لئے حکم دیا۔ آپ نے بخوشی دس سال تک درس قرآن دیا۔ قرآن کریم کی برکت سے یہاں ایک شاندار مسجد کی تعمیر بھی ہو گئی۔ ساتھ ہی اچھرہ کی جامع مسجد میں جمعہ پڑھانے کی خدمت بھی سپرد کر دی گئی۔ یہ سب خدمات اعزازی طور پر تھیں۔

اپنے والدِ ماجد کی رحلت کے بعد آپ انجمن خدام الدین لاہور کے صدر منتخب

ہوئے اور ۱۹ مارچ ۱۹۶۲ء کو بعد از نماز فجر علماء کے اجتماع میں حضرت مولانا عبد
دین پوری نے جانشینی کی باقاعدہ پگٹری بندھوائی۔ اس طرح حضرت کی وصیت اور
علماء کے فیصلہ کے مطابق آپ جانشین شیخ التفسیر قرار دیئے گئے۔ آپ نے اس
جانشینی کا پورا حق ادا کیا۔

آپ کا روحانی سلسلہ اپنے والد ماجد سے منسلک تھا اور اُن ہی سے بیعت
و خلافت حاصل تھی۔ سیاسی لحاظ سے بھی اپنے والدِ مکرم مولانا احمد علی لاہوریؒ کے
مسک سے وابستہ رہے اور ساری عمر انہی کے مشن پر کام کرتے رہے۔ اپنے
والدِ محترم کے قائم کردہ مدرسہ قاسم العلوم شیر النوالہ دروازہ لاہور کے آخر دم تک
نہجہ ان اعلیٰ رہے اور ہفت روزہ ”خدا مالدین“ کے بھی آپ ہی سرپرست اعلیٰ تھے۔
آخر وقت تک جمعیت علماء اسلام پاکستان کے نائب امیر بھی رہے اور اہل باطل
کے نظریات کے خلاف حق گوئی و بے باکی میں بے نظیر رہے۔

الغرض آپ اپنی ساری زندگی علم و عمل کی پاکیزگی، نیک نفسی، اتباع سنت
تبلیغ و تدریس اور ریاضت و مجاہدہ میں گزارتے ہوئے، شعبان ۱۴۰۵ھ
مئی ۱۹۸۵ء بروز یک شنبہ کو اپنے حقیقی مالک سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ -

حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین !

(بحوالہ مشاہیر علماء ماہنامہ الخیر ملتان)

۶

حضرت مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ دیوبند ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے
تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا سید محمد میاں، امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ
کشمیری کے خاص شاگرد اور خود مشہور عالم و محقق و مؤرخ اور کئی کتابوں علماء ہند کا
شاندار ماضی۔ ”علماء حق“ وغیرہ کے مصنف تھے۔

آپ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ والدِ محترم نے
تاریخی نام سعید اختر رکھا تھا۔ آپ نے مولانا قادی اصغر علی مدرس دارالعلوم دیوبند سے
قاعدہ پڑھا۔ اس وقت آپ کے والد ماجد مدرسہ شاہی مراد آباد میں مدرس تھے۔ انہوں
نے آپ کو مراد آباد بلا لیا۔ جہاں آپ نے حفظ قرآن سمیت درس نظامی کی کئی کتب
مراد آباد ہی میں پڑھیں۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر دورہ حدیث
کی کتب مولانا عبد السمیع دیوبندیؒ اور مولانا عبدالحق مدنیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ
مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا اعجاز علی امروہیؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
سے پڑھیں اور سند الفرائض حاصل کی۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ حضرت مولانا مدنی قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور
منازلی سلوک طے کرنے کے بعد خلافت و اجازت حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد
۱۹۵۲ء میں آپ لاہور آ گئے اور ملک کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور
میں مدرس مقرر ہوئے۔ بعد ازاں لاہور ہی میں آپ نے ایک مکان میں مدرسہ
احیاء العلوم قائم کیا۔ پھر جلد ہی ”جامعہ مدنیہ“ کے نام سے ایک بڑی درس گاہ ک

بنیاد رکھی، جہاں درس حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا اور آخر دم تک شیخ الحدیث ہمتی اعلیٰ کی حیثیت سے دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہے۔

جامعہ مدنیہ لاہور کی طرف سے آپ نے ایک ماہنامہ ”انوارِ مدینہ“ جاری کیا جو ایک عرصہ تک آپ ہی کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ آپ نے کئی تصانیف بھی لکھی ہیں جن میں ”تسهيل الصرف ونحو“، ”ذکر جمیل“ وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔ آپ اردو، عربی اور فارسی کے ایک اچھے شاعر بھی تھے اور عربی بول چال کے بڑے ماہر بھی تھے۔ آپ جمعیت علماء اسلام کے ایک عرصہ تک امیر بھی رہے اور عمر بھر باطل نظریات کے خلاف کوشاں رہے۔

تحریک نظام اسلام اور تحریک ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا اور آخر وقت حق و صداقت کا پیغام دیتے رہے اور آخر کار ۲ مارچ ۱۹۸۸ء کو جب المذہب ۱۲۸۸ کو آپ لے وفات پائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ہزاروں افراد نے نماز جنازہ پڑھی۔ مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے امامت فرمائی اور میاں صاحب کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین !

(مشاہیر علماء جلد ۱ مطبوعہ لاہور)



حضرت مولانا صدیق احمد چاٹگامی علیہ الرحمۃ

آپ بریلی چکر یہ چاٹگام (بنگلہ دیش) کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے دارالعلوم ہاٹ ہزاری میں تعلیم حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور تمام علوم مروجہ کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔ دورہ حدیث شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، شیخ الادب مولانا اعجاز علی امروہی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے پڑھا۔ فراغتِ تعلیم کے بعد دارالعلوم معین الاسلام میں مدرس اعلیٰ کے طور پر آپ کا تقرر ہوا۔ اور ساتھ ہی وعظ و تقریر کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

آپ کے وعظ و تقریر سے متاثر ہو کر آپ کو خطیب بنگال کا خطاب دیا گیا اور آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو مشرقی پاکستان اسمبلی کے لئے ایم پی اے بھی منتخب کیا گیا۔ آپ بڑے ذہین و متین اور حاضر جواب ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے مقرر و مناظر بھی ہیں۔ ساری عمر باطل نظریات کے خلاف مصروف عمل رہے تحریک پاکستان میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد رفیع، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا اطہر علی، اور مولانا شمس الحق فریدی پوری کے سیاسی نظریات کے حامی و علمبردار رہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور پھر تحریک نظام اسلام میں انہی مذکورہ بالا علماء کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔ آپ کل پاکستان مرکزی جمعیت علماء اسلام و نظام اسلام پارٹی کے مرکزی ناظم اعلیٰ بھی رہے جس کے صدر شیخ الاسلام

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے مرکزی جمعیت علماء اسلام کی تحریک جو مولانا کے خلاف چلائی گئی تھی، میں بڑی سرگرمی سے عملی حصہ لیا اور پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں ہونے والی عظیم الشان کانفرنسوں میں بنفس نفیس شریک ہوتے رہے۔

آپ سابق مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں ہمیشہ حق و صداقت کے علمبرار رہے اور متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو علم و عمل میں ایک بلند مقام عطا فرمایا ہے اور زندگی کے آخری ایام درس و تدریس، اصلاح و ارشاد اور خدمت اسلام میں بسر کر رہے ہیں اور تادمِ سحریر شیخ الحدیث کی حیثیت سے درسِ حدیث پڑھا رہے ہیں۔ ہزاروں طالبانِ علم آپ سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔

(ماخوذ تذکرہ ضمیر حاشیہ)

۶۶

حضرت مولانا عبدالحکیم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالحکیم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اعوان برادری کے چشم و چراغ تھے۔ اعوان قوم کا شجرہ نسب محمد بن حنفیہ ابن علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا عبدالحکیم بن مولانا مہر محمد ایک جید عالم اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔

آپ وادیِ سون سکیسر کے بلند ترین گاؤں موضع انگہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا میں ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ اس گاؤں کو ہمیشہ یہ شرف رہا کہ یہ گاؤں جید علماء کا مسکن رہا ہے۔ آپ ۱۹۲۶ء میں جامع مسجد سرگودھا میں ابتدائی تعلیم کے لئے حاضر ہوئے۔ جہاں آپ کے والد محترم مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرائض و خطابت پر فائز المرام تھے۔ حفظِ قرآن اور ابتدائی دینی تعلیم فارسی کتب اور صرف و نحو، نور الایضاح، قدوری، کنز الدقائق وغیرہ کتب آپ کے والد ماجد نے خود پڑھائیں۔ ۳۸-۱۹۳۴ء میں ثانوی تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور یوپی بھارت میں داخلہ لیا۔ تین سال تک آپ نے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب کا پلپوری اور حضرت مولانا عبدالشکور کا پلپوری کے زیر سایہ و توجہ کتب پڑھیں۔

پھر مرکزِ علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند چلے گئے جہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اعجاز علی امرہویؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ جیسے اکابر علماء سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور ۱۹۴۰ء میں سند الفراغ حاصل کی۔

۱۹۴۱ء میں دیوبند سے واپسی پر حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ و ان پھر ان کے ترجمہ قرآن پاک پڑھا اور پھر مولانا ولی اللہ صاحبؒ کی زیر نگرانی انتہی شریف

میں تدریس کا آغاز کیا۔ بعد ازاں مسجد لال شاہ گوجرانوالہ میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد چرخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی شرح تہذیب، کنز الدقائق اصول الشاشی اور مسلم شریف پڑھاتے رہے۔

۱۹۴۳ء میں مولانا عبدالعلیم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبدالعلیم قاسمی کے ساتھ مل کر لاہور جلیسہ مرکزی شہر میں ٹیپل روڈ لاہور کی ایک غیر آباد مسجد میں مدرسہ حنفیہ قائم کیا۔ جس کا اعلان روزنامہ ”احسان“ لاہور میں کیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ حنفیہ واقعہ بہاولپور ہاؤس کا قیام عمل میں آیا جو مولانا عبدالعلیم قاسمی صاحب کے زیر اہتمام جاری ہے۔ مارچ ۱۹۵۶ء میں آپ نے ایک اور مدرسہ ”جامعہ قاسمیہ“ کے نام سے گلبرگ نمبر ۲ لاہور میں قائم کیا جس کا سنگ بنیاد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے رکھا گیا۔ بعد ازاں جگہ کی قلت کے باعث دارالعلوم حنفیہ گلبرگ نمبر ۳ لاہور کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا سنگ بنیاد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے دست مبارک سے رکھا گیا۔ جہاں درس نظامی کی تمام کتب پڑھائی جاتی ہیں اور طلباء کی سہولت و آرام کا بہترین انتظام ہے۔ جامعہ کے متصل ایک جامع مسجد حنفیہ تعمیر کی گئی جس کی خطابت مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولانا حسین احمد قاسمی کے سپرد ہے۔ ان کے علاوہ مولانا مرحوم نے کئی اور مدارس و مساجد کا اہتمام اپنے ذمہ لیا ہوا تھا جو آخر دم تک بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے۔

درس و تدریس اور دوسری دینی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ ایک شعبہ تالیف و تصنیف بھی آپ نے قائم کیا تھا جس کے ذریعے متعدد دینی کتب و رسائل شائع کئے گئے جن میں ”اقامت صلوٰۃ“، ”فضائل رمضان“، ”مسائل قربانی“، ”اسلامی پردہ“، ”اسلام کا معاشی نظام“، ”اشرف الملقوظات“، ”ارشادات رسول“

”تذکرہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی“، ”آخری مجاہد“ اور ماہنامہ ”حنفیہ“ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مولانا قاسمی مرحوم کا سلسلہ بیعت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے منسلک ہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور حضرت مفتی محمد حسن امرتسری سے بھی خوب خوب استفادہ کیا تھا۔ دینی و علمی خدمات کے علاوہ سیاسی و ملی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ حصہ لیا۔ سیاسی نظریات میں اپنے استاذ مکرم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا احتشام الحق صاحب نقانوی کے حامی تھے۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام اسلام میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔

آخر دم تک مرکزی جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ رہے مرکزی جمعیت علمائے احناف پاکستان کے صدر بھی رہے اور ۲۴ نومبر ۱۹۸۳ء بروز پیر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

دارالعلوم حنفیہ لبرٹی مارکیٹ گلبرگ نمبر ۳ لاہور جامع مسجد کی محراب کی طرف اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مدفون ہیں۔ آپ کی اولاد صالحہ میں مولانا حسین احمد قاسمی اور قاری محمود الحسن قاسمی پختہ عالم اور حافظ قرآن ہیں جو بحمد اللہ نہایت محنت و کاوش سے دینی و علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اپنے والد مکرم کے قائم کردہ مدارس و مساجد کا انتظام و اہتمام بطریق احسن چلا رہے ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد متین ہاشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھارت کے صوبہ یوپی کے شہر غازی پور میں ۵ جولائی ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ایک بہت بڑی وقعت جائیداد کے متولی تھے۔ اس جائیداد کے متولی ہونے کے لئے سند یافتہ عالم دین ہونا لازمی تھا۔ آپ اپنے بھائیوں میں سے اپنے والد کی اس شرط کو پورا کرتے تھے۔ کیونکہ دوسرے بھائی انگریزی تعلیم حاصل کر کے اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ امینیہ غازی پور سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ دارالعلوم میں آپ نے دورہ حدیث کی تعلیم شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اعجاز علی امروہیؒ اور علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ سے حاصل کی اور تفسیر قرآن کی تعلیم شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے حاصل کی۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے انگریزی تعلیم کی طرف توجہ دی اور بی اے اور ایم اے کی سند حاصل کیں۔

۱۹۴۹ء میں آپ دہلی چلے گئے اور وہاں اخبار نئی دنیا میں بطور جاسٹ ایڈیٹر کام کرنے لگے۔ کانگریس کی پالیسیوں پر آپ نے سخت تنقیدی مضامین لکھے جس کی وجہ سے حکومت اور متعصب ہندو آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ کا دہلی میں رہنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں مشرقی پاکستان ہجرت کر گئے اور وہاں کے شہر سید پور میں ایک ہائی سکول میں پڑھانا شروع کر دیا۔ آپ نے اپنے احباب کی کوششوں سے اس سکول کو کالج کا درجہ دلوا یا اور پھر کالج کو ڈگری کالج بنوایا۔ اس قائد اعظم ڈگری کالج

میں آپ ۱۹ برس تک اردو، عربی پڑھاتے رہے۔ اسی دوران آپ نے ایک دینی ادارہ جامعہ عربیہ اسلامیہ سید پور قائم کیا۔ اس ادارے میں جدید و قدیم دونوں علوم آپ نے جمع کر دیئے۔ ادارے میں دین کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ہی اے اور ایم اے کی سہولت بھی رکھی۔ آپ اس ادارے کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۶ سال تک آپ نے علم حدیث پڑھایا۔ اس دوران کئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ان میں ”اسلامی حدود“ ”تذکرہ سید ہجویریہ“ ”روشنی“ ”دوقومی نظریہ“ ”اسلام کا قانون شہادت“۔ ”حضرت شاہ ولی اللہ“ ”اسلامی نظام عدل“ ”فلسفہ اسلام“ ”تفسیر سورہ یسین“ ”تشریح سنن ابی داؤد“ اور ”مشکلات اور ان کا حل“ قابل ذکر ہیں۔

دینی و علمی و تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے سیاسی و ملی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں آپ نے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا اطہر علی اور مولانا احتشام الحق بھٹائی کی معیت میں کام کیا اور دوقومی نظریہ پر متعدد مضامین شائع کئے۔ مرکزی جمعیت علماء اسلام و نظام اسلام پارٹی میں باقاعدہ رکن کی حیثیت سے بڑی سرگرمی سے کام کیا۔ پھر عوامی لیگ کے اسلام اور پاکستان دشمن نظریات کی کھلی مخالفت کی اور تحریر و تقریر سے پورے مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کے چھ نکات کے خلاف کلمہ حق ادا کیا۔ آپ نے ایک انجمن مہاجرین مشرقی پاکستان بنائی جو اُنہ دو کے مخالفت کرنے والوں کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں آپ نے مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے سیاسی بورڈ نظام اسلام پارٹی کی طرف سے الیکشن میں حصہ لیا۔ بعد ازاں عوامی لیگ کی اسلام اور پاکستان دشمنی کے مقابلے میں ڈٹ گئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سقوط ڈھاکہ کا المیہ پیش آیا۔ پاکستان ٹوٹا تو آپ کا دل بھی ٹوٹ گیا اور عوامی لیگ کے مخالفین پر جو قیامت ٹوٹ پڑی اس سے سب ہی واقف ہیں۔ بہت سے علماء شہید کر دیئے اور عوامی لیگ

نے آپ کے سر کی قیمت دس ہزار روپے مقرر کی۔ اس صورت حال میں آپ کو روپوش ہونا پڑا۔ دو ماہ روپوش رہنے کے بعد آپ بنگلہ دیش سے ہندوستان پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے کراچی اور پھر کراچی سے لاہور آ گئے۔ پھر لاہور سے جامعہ محمدی شریف جھنگ میں پرنسپل کی حیثیت سے تین سال دینی و علمی خدمات انجام دیں۔

۱۹۴۳ء میں بطور ریسرچ آفیسر دیال سنگھ لائبریری لاہور آ گئے اور پھر ڈائریکٹر بنے اور ریسرچ سیل کے تحت شائع ہونے والے علمی و تحقیقی مجلہ ”منہاج“ کے مدیر بھی رہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ کے نتیجے میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق شہید برسر اقتدار آئے تو انہوں نے آپ کو اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن نامزد کیا۔ صدر ضیاء الحق مرحوم کی ہدایت پر آپ نے کئی عربی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا اور کئی بلند پایہ کتب تصنیف کیں اور مختلف موضوعات پر متعدد کتابچے اور مضامین لکھے۔ آپ کی تصنیف کردہ کتب کی تعداد ۳۵ سے زیادہ ہے جبکہ آپ کے دوسرے نژاد مقالات شائع ہوئے ہیں۔

اگست ۱۹۹۰ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ چند ماہ تک زیر علاج رہے مگر افاقہ نہ ہوا اور ۱۳ جنوری ۱۹۹۱ء بروز جمعہ المبارک تقریباً تین بجے سہرے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ الصیانتہ لاہور)

۶

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد طاہر بنج پیر مرانی

آپ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۴ء کو پنج پیر تحصیل صوابی ضلع مردان میں غلام نبی خان بن آصف خاں کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ ازاں بعد حضرت مولانا حسین علی صاحب داں بھچراں سے تفسیر و حدیث کا درس لیا۔ پھر انہی کے ارشاد پر حضرت مولانا نصیر الدین غورغشوی سے دورہ حدیث پڑھا۔ پھر حضرت مولانا حسین علی صاحب سے صحاح ستہ کے بعض مقامات کا درس لیا اور روحانی تعلیم اور ذکر و اذکار کا طریقہ سیکھا۔ فلسفہ حکمت کی کتب کا درس مولانا غلام رسول اتہی شریف والوں سے لیا۔ علمی پیاس بجھانے کے لئے پھر دارالعلوم دیوبند پہنچے اور وہاں کے اساتذہ سے خوب خوب استفادہ کیا اور ۱۳۳۳ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت پائی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا اعزاز علی امر وہی کے ارشاد پر مدرسہ منبع العلوم گلاٹھی ضلع بلند شہر میں ایک سال تدریس کی۔ ۱۳۳۸ھ میں حج کی سعادت حاصل کی۔ وہاں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی سے قرآن مجید، حجتہ اللہ البالغہ اور عبادت کا درس لیا اور پھر ۱۳۵۲ھ سے پنج پیر میں اپنے اساتذہ کے ارشاد پر تفسیر و حدیث کا درس دینے میں مشغول ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ لکچررک و بدعت کے لئے تقریر و تحریر کے ذریعے بڑا کام کیا۔ کئی تصانیف منظر عام پر لائے اور اہل باطل کے ساتھ متعدد مناظرے کئے اور کامیاب ہوئے۔

آپ نے اکابر دیوبند کی طرح تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں بھی

عملی حقہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ نے اپنے علاقے پنج پیر میں ایک عظیم درس گاہ کی بنیاد رکھی جس میں ہزاروں طلباء نے کسب فیض کیا اور آپ کے تلامذہ ملک بھر میں دینی و علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ روضہ ترک و بدعت کے لئے جمعیت اشاعت توحید و سنت سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۸۵ء میں جمعیت کے مرکزی امیر منتخب ہوئے اور آپ کی قیادت میں جمعیت نے بہت ترقی کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا حافظہ عطا فرمایا تھا جس کتاب کا مطالعہ فرمالتے وہ سالوں یاد رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن ظاہر و باطن سے بھی خوب نوازا تھا اور ائمہ اربعہ کی فقہ پر آپ کو پوری دسترس حاصل تھی۔ آپ فقہ حنفی کے پاسبان اور اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا حسین علی صاحب کے عظیم ترجمان تھے۔

آپ نے ۳۱ مارچ ۱۹۸۷ء کو اپنے علاقہ میں وفات پائی اور ہزاروں افراد نے نماز جنازہ پڑھی۔ امامت آپ کے صاحبزادے مولانا محمد طیب نے کی اور آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(ماخوذ ماہنامہ تعلیم القرآن جولائی ۱۹۸۷ء)



حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہندوستان کی مشہور ریاست ٹونک میں ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مفتی انوار الحسن اور آپ کے دادا محترم مفتی محمد حسن اپنے زمانہ کے جلیل العلماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ پھر مولانا حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی خدمت میں رہ کر چار سال تک شرح ہدایۃ الحکمتہ الفیہ اور ملا حسن کے علاوہ دیگر کتب پڑھیں۔ پھر واپس ٹونک میں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں دو سال تک پڑھتے رہے۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۶۵ھ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اساتذہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد ٹونک کے مدرسہ میں مفتی مقرر ہوئے۔ افتاء کے ساتھ تدریس بھی کرتے رہے۔ پاکستان آنے کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم کراچی میں دس سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر جامعۃ العلوم اسلامیہ نیوٹاؤن میں مفتی و استاذ حدیث مقرر ہوئے۔

ازاں بعد حضرت مولانا بنوریؒ کی رحلت کے بعد جامعۃ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور آخر دم تک جامعۃ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے صدرالمدرسین اور شعبہ افتاء کے رئیس رہے۔ علاوہ انہی آخر

وقت تک اقرار اور رویتہ الاطفال ٹرسٹ کے مہتمم و صدر بھی رہے تھے۔
جامعہ اسلامیہ کراچی میں تدریس و افتاء کے علاوہ کئی علمی کتب بھی تصنیف فرمائیں۔
جن میں ”تاریخ اصول فقہ“ ”تذکرۃ الاولیاء“ اور ”بیئہ زندگی کی شرعی حیثیت“
قابل ذکر ہیں۔

آپ ایک عظیم فقیہ و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عارفِ کامل بھی تھے
اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریا کاندھلوی، امہاجر مدنی کے خلیفہ ارشد تھے۔
۱۹۸۵ء میں آپ کی زبردادت ماہنامہ ”اقرار ڈائجسٹ“ نے حضرت شیخ الحدیث
نمبر شائع کیا جو آپ کا اپنے شیخ سے تعلق و محبت کا بین ثبوت ہے۔

آپ کئی سال علیل رہنے کے بعد ۲۳ فروری ۱۹۹۵ء بمطابق رمضان المبارک
۱۴۱۵ھ بروز جمعہ المبارک صبح ساڑھے پانچ بجے رحلت فرما گئے۔
إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

بعد نماز جمعہ دارالعلوم کراچی میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض
مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ نے انجام دیئے اور قبرستان دارالعلوم کورنگی کراچی
میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین !

(ماہنامہ بینات کراچی و مشاہیر علماء جلد ۲)

۶۵

حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت تھانوی
قدس سرہ کے خادم خاص حضرت خلیفہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ
تقریباً ۱۹۱۷ء / ۱۳۳۶ھ میں تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ
اشرفیہ امدادیہ کے مدرسہ اشرفیہ میں حاصل کی۔ پھر حضرت حکیم الامت کے حکم سے
مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو کر تمام علوم و فنون فقہ و حدیث و تفسیر
منطق و فلسفہ اور علم الکلام کی تکمیل کر کے ۱۹۳۷ء / ۱۳۵۶ھ کو سند الفراغ
حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، حضرت مولانا حافظ
عبدالمطیف سہارنپوری، حضرت مولانا عبدالرحمن کالمپوری اور شیخ الحدیث مولانا
محمد ذکریا کاندھلوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے تھانہ بھون ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری
کیا اور حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی زیر نگرانی تدریس و افتاء کی خدمت
انجام دیتے رہے۔ اس دوران حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے فیض علمی و
روحانی بھی حاصل کرتے رہے اور خانقاہ امدادیہ کے اصول و ضوابط کے مطابق
زندگی گزارنے کا بہترین سلیقہ اور اعلیٰ تربیت حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور ملک کی ممتاز ترین
دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور سے وابستہ ہو گئے۔ پھر آخر دم تک جامعہ
اشرفیہ ہی میں درس و تدریس اور خدمت افتاء میں مصروف رہے۔ تاہم آخر عمر میں

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صدر مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور کی نیابت میں صرف فتویٰ نویسی کا کام کرتے رہے۔

آپ ایک جید عالم دین، بہترین محقق اور بلند پایہ مفتی تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ حسن خلق، ہنس مکھ، پیار و محبت، عزت و احترام، شفقت و الفت آپ کی ایسی امتیازی صفات تھیں جو نہ ہستی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔ آپ نے ۲۰ جون ۱۹۸۷ء / شوال ۱۴۰۸ھ بروز ہفتہ رحلت فرمائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

مولانا محمد اکرم کاشمیری مدظلہ مدیر ماہنامہ ”الحسن“ لاہور اپنے تعزیتی نوٹ میں لکھتے ہیں کہ :-

”آپ جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مفتی، جید عالم دین اور خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کی رحلت سے جہاں عوام الناس کی ایک کثیر تعداد علمی و فقہی استفادہ سے محروم ہو گئی ہے وہاں جامعہ اشرفیہ بھی ایک نیک سیرت، مفتی اور مخلص استاد اور مفتی سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ مفتی صاحب کے انتقال پر جامعہ کی منتظمہ، ممبران شوریٰ اور اساتذہ و طلباء سب ہی نے تعزیت کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔“ آمین !

جناب مولانا خلیل احمد تھانوی نے آپ کی قرآنی آیات اور اشعار جلوں کی صورت میں تاریخ ہائے وفات نکالیں جو ماہنامہ ”الحسن“ لاہور جون ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئیں۔



حضرت مولانا مفتی محی الدین بنگالی علیہ الرحمہ

آپ بنگلہ دیش کے ان اکابر علماء میں سے تھے جن کے ذریعے وہاں علم و دین کے چراغ روشن ہیں۔ آپ ۱۳۴۱ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بنگلہ دیش میں ہی حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ، حضرت مولانا اعجاز علی امرہ رحمہ، اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ وطن واپس ہوئے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر حضرت مولانا شمس الحق فریدپوری کے مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ میں حدیث کی تدریس اور فتوے کی خدمت انجام دینے پر مامور ہوئے اور آخر دم تک اسی مدرسہ اشرف العلوم سے وابستہ رہ کر ہزار ہا تشنگان علم کو اپنے فیوض سے سیراب کیا۔

قیام پاکستان کے موقع پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ، علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اطہر علی سلمٹی رحمہ اللہ علیہ وغیرہ علماء کی جدوجہد میں آپ بھی شامل رہے۔ سلمٹ ریفرنڈم میں بھی آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ پھر پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور کی جدوجہد میں بھی بنگال کے علاقے میں بڑی سرگرمی اور جانفشانی کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ مرکزی جمعیت علماء اسلام و نظام اسلام پانڈی جو بنگال

میں حضرت مولانا اطہر علی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر قیادت کام کر رہی تھی اس میں آپ نے نمایاں حصہ لیا اور سن ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں انتہائی نامساعد حالات میں آپ آخر وقت تک اتحاد ملت اور پاکستان کی سالمیت کے لئے کام کرتے رہے۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے منسلک تھا۔ آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد تھے اور آخر وقت تک آپ نے ہزاروں افراد کی اصلاح کی اور بالآخر ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۸۱ء کو کار کے حادثہ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ -

اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں - آمین !

(ماخوذ : نقوش رفعتاں)

۶

حضرت مولانا عبد الغنی جاجرووی رحمۃ تعالیٰ علیہ

آپ ۲۲ مارچ ۱۹۲۳ء بمطابق ۱۵ شعبان ۱۳۴۲ھ کو قریہ حاجیاں واقع برکنادرہ ڈھنڈ گاگری از مضافات گڑھی اختیار خاں تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خاں میں پیدا ہوئے۔ یہ بستی رحیم یار خاں سے تقریباً ۲۵ میل شمال مشرق میں واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام غلام محمد تھا۔ آپ نے مختلف علوم و فنون جن اساتذہ سے پڑھے اُن میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، مولانا عبدالرحیم مدرسہ شمس العلوم اور حضرت مولانا قادر بخش ڈیرہ نواب ضلع بہاولپور شامل ہیں۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اس مقصد کے لئے سب سے پہلے بستی مومن تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خاں میں مدرسہ مفتاح العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ مدرسہ عربیہ ترنڈھ مولویاں تحصیل خانپور میں منتقل ہوئے اور تدریسی فرائض انجام دینے لگے۔ پھر مدرسہ شمس العلوم بستی مولویاں میں درس و تدریس کی ذمہ دار بنے۔ بعد ازاں معروف بستی احمد یار چوہان ضلع رحیم یار خاں میں مدرسہ بدر العلوم کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ پھر آپ نے مستقل طور پر رحیم یار خاں شہر میں ایک عظیم درس گاہ ”جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ“ کے نام سے قائم کی جو سات آٹھ ایکڑ اراضی پر مشتمل ہے۔ اس سے ملحقہ ایک وسیع و عریض جامع مسجد کی تعمیر کرائی اور یکسوئی کے ساتھ آپ اس جامعہ کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے درس حدیث میں مشغول

ہو گئے اور ہزاروں طلباء کو اپنے فیض علمی سے سیراب و شاداب کیا۔ تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی آپ نے جاری رکھا اور مختلف موضوعات پر کئی عظیم کتابیں لکھیں جن میں ”کتاب التوحید فی التصرف“، کتاب التوحید فی العبادت، کتاب التوحید فی العلم، کتاب التوحید کا مقدمہ، المذہب المنصور فی عدم سماع عن فی القبور، شرح الصدر فی احوال القبر، القول المنقذ فی فضیلتہ البنی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے تدریس و تعلیم کے ساتھ ساتھ تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور شریک و بدعت کی تردید میں تقریری و تحریری خدمات انجام دیں۔

آپ نے حضرت مولانا حماد اللہ ہالیتی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت حاصل کی اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس الشہداء العزیز سے بھی اصلاحی تعلق قائم رکھا۔ بالآخر ۲۵ نومبر ۱۹۹۰ء / ۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ کو وفات پائی۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(ماخوذ ماہنامہ نغمہ توحید گجرات)

۶۶

حضرت مولانا عبد الشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۹۳۱ء میں تاریخ ساز بستی دین پور تحصیل خان پور ضلع جیم پور میں مولانا محمد عبداللہ کے گھر ہوئی۔ مولانا محمد عبداللہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب دین پوری کے فرزند ارجمند تھے۔ مولانا عبدالقادر صاحب حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری کے داماد اور متبحر عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں حاصل کی۔ پھر سندھ کے اہم تاریخی مقامات جو علم و عمل کے مراکز تھے جن میں داد لغاری، میرپور ماہیلہ اور جامعہ قاسم العلوم گھوٹکی میں تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ شمس العلوم بستی مولویاں میں بھی زیر تعلیم رہے۔ سند فراغت ۱۹۵۲ء میں مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سے حاصل کی۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں سنٹرل جیل سکھر میں اڑھائی ماہ قید رہے۔ مولانا غلام حسین فاضل دیوبند حامل پوری آپ کے قید کے ساتھی ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں آپ نے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخوآستی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ تفسیر قرآن پڑھا۔ پھر چار سال تک اسی جامعہ مخزن العلوم خان پور میں آپ مدرس رہے۔ اسی سال حضرت درخوآستی قدس سرہ کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالرحیم درخوآستی کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔

۱۹۵۵ء میں آپ نے میدان تبلیغ میں قدم رکھا۔ آپ ظریف الطبع، خوش مزاج ہونے کے ساتھ ساتھ حسین ترین مبلغ اور اپنے فن خطابت کے خود موجد تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر رہے۔ کچھ عرصہ سکھر جامع مسجد اللہ والی میں خطیب رہے۔ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۸ء تک آپ جامع مسجد گول چوک اوکاڑہ

میں خطابت کے موقی بکھیرتے رہے۔

۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر جہاد میں حصہ لیا۔ تین ٹرک سامان اور بارہ صد قرآن حکیم کے نسخے تقسیم کئے۔ چالیس تقاریر مختلف مقامات پر فرمائیں۔ حکومت آزاد کشمیر نے حسن کارکردگی کا سرٹیفکیٹ بھی دیا۔ ۱۹۶۵ء میں پہلی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ مسجد الحرام مکہ میں چالیس اور حرم نبوی میں پچیس تقریریں کیں۔ ۱۹۶۶ء میں تنظیم اہل سنت والجماعت میں شامل ہوئے اور مرکزی نائب صدر رہے۔ مرکزی جامع مسجد فقر تنظیم اہل سنت کے خطیب رہے اور موجودہ فقر تنظیم کی عمارت اور مسجد الحسین آپ کے تعاون کی مرہون منت اور سعی تبلیغ کا ثمرہ جمیل ہے۔

۱۹۶۲ء میں ملتان میں جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم پر انتخابات میں نواب صادق حسین قریشی کے مقابل حصہ لیا۔ ۱۹۶۳ء میں آپ کے والد بزرگوار مولانا محمد عبداللہ کا انتقال ہوا۔ ۱۹۶۴ء میں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت کا قیام عمل میں آیا اور آپ اس کے صدر منتخب ہوئے اور ملک کے کونے کونے میں پہنچ کر تبلیغی خدمات انجام دیں۔

۱۹۸۵ء میں عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی اور ۱۹۸۶ء میں نئی دہلی میں ہونے والے شیخ الہند سیمینار میں شرکت کی۔ دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں علماء پاکستان کو استقبال دیا گیا جس میں پاکستانی علماء نے خطاب کیا۔ آپ نے بھی علیل ہونے کے باوجود خطاب کیا اور آخری دعا بھی کرائی۔ ۱۹۸۶ء میں ہی آپ نے جامعہ اسلامیہ مشن بہاول پور کا انتظام و اہتمام سنبھالا اور پھر اسلامی مشن کے جامع مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

۱۹۸۷ء بروز ہفتہ ۱۷ جنوری کو اسلامی مشن میں ملک بھر کے علماء کا ایک اجلاس طلب فرمایا جس میں عالمی مجلس تحفظ علماء اہل سنت کا قیام عمل میں آیا اور آپ نے خود ہی اس کی قیادت سنبھالی اور مجلس تحفظ علماء اہل سنت کے زیر اہتمام ملک سر میں تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ تقریباً دس سال شوگر کے مریض رہے

مگر ایام علالت میں بھی تبلیغی مشن میں رکاوٹ پیدا نہ ہوئی۔ کوئٹہ، ملتان اور مختلف مقامات پر زیر علاج رہے۔ آخر میں وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں داخل ہوئے اور وہیں اچانک حرکت قلب بند ہونے سے بروز جمعہ المبارک ۱۸ رذوالحجہ ۱۴۰۷ھ / ۱۴ اگست ۱۹۸۷ء کو وصال فرما گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ہزاروں افراد نے نماز جنازہ پڑھی۔ امامت کے فرائض مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے ادا کئے اور دین پور شریف کے قبرستان کے احاطہ خاص میں اکابر کے پہلو میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔

(ماخوذ: خطبات "دین پوری")

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن کراچی قدس سرہ

آپ ۱۹۳۹ء میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالرحمن کالمپوری رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز تھے۔ ابتدائی تعلیم حفظ قرآن کی سعادت کے حصول کے لئے آپ اکوڑہ خشک کے دارالعلوم میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں داخل ہوئے اور چند ہی سالوں میں قرآن کریم کی تکمیل ہوئی۔ حفظ قرآن کے بعد ابتدائی درس نظامی کی تعلیم اکوڑہ خشک اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا عبدالرحمن کالمپوری اور حضرت مولانا عبدالشکور کالمپوری، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس دوران حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نے کراچی میں "جامعۃ العلوم الاسلامیہ" کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ کی بنیاد رکھی تو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی امتیازی خصوصیات کا سن کر کراچی تشریف لے گئے تاکہ مزید تعلیم حضرت علامہ بنوری کی نگرانی میں حاصل کریں۔ چنانچہ آپ کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی سے درس حدیث کے بعد دستار فضیلت عطا ہوئی اور ساتھ ہی جامعہ میں مدرس اور مفتی کے منصب سے بھی سرفراز کیا گیا۔ ابتدائی سالوں میں ہی آپ ترقی کرتے ہوئے اونچے درجہ کے اساتذہ کی صف میں شامل ہو گئے۔ ادھر "دارالافتاء" میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹوٹکی نے آپ کی فقاہت اور فتویٰ نویسی کی صدارت کو دیکھتے ہوئے اعتماد کی سند جاری کی اور آپ مستقل مفتی ہو گئے۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنے اس معتمد شاگرد پر اعتماد کا اظہار اس طرح کیا کہ

خود تدریس کی طرف توجہ زیادہ کر دی اور دارالافتاء مفتی احمد الرحمن کے سپرد کر دیا۔ حضرت علامہ بنوری کے بعد حضرت مفتی ولی حسن صاحب جامعہ کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اور آپ حضرت بنوری کی وصیت کے مطابق جامعہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ کے دورِ اہتمام میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ نے بہت زیادہ ترقی کی۔ تدریس و افتاء اور جامعہ کے اہتمام کی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے دوسری دینی و ملی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں وفاق المدارس کی تنظیم اور نظام اسلام کی جدوجہد میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔

الغرض حضرت علامہ محمد یوسف بنوری نے آپ پر خصوصی اعتماد کیا اور آپ نے حضرت بنوری کے جانشین کی حیثیت سے ان کے عظیم مشن کو آگے بڑھایا اور آخر وقت تک دینی و علمی خدمات میں مصروف رہے۔ حضرت مولانا فقیر محمد پشاور کی خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی کی طرف سے آپ کو خلافت و اجازت حاصل تھی اور زندگی بھر انہی کے بتائے ہوئے اصولوں پر کاد بند رہے۔ ۳۰ جنوری ۱۹۹۰ء کو آپ نے وفات پائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین

(ماہنامہ بینات کراچی)

حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ کے گھر راتپور ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ رشیدیہ راتپور میں حاصل کی۔ ثانوی تعلیم حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے زیر نگرانی جامعہ خیر المدارس جالندھر اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ جہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، علامہ شبیر احمد عثمانی، سید اصغر حسین دیوبندی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا اعجاز علی، قاری محمد طیب قاسمی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور علامہ محمد ابراہیم بلیاوی سے دورہ حدیث پڑھ کر ۱۳۵۴ھ میں سند حاصل کی۔ ۱۳۵۵ھ میں حضرت مدنی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور پھر مدرسہ احیاء العلوم جالندھر میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر مدرسہ سبیل الرشید ہوشیار پور میں دو سال کتب پڑھائیں۔ ایک سال مدرسہ اشرف المدارس ابوہر میں تعلیم و تدریس کا کام کیا۔ بعد ازاں تقسیم ملک کے بعد ساہیوال آگئے اور جامعہ رشیدیہ کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اپنے والد حضرت مفتی فقیر اللہ، برادر اکبر مولانا عبداللہ اور قاری لطف اللہ کو فقیر والی سے یہاں لائے اور پورے علاقہ میں تعلیمی و تبلیغی و تدریسی کام شروع فرمایا جو الحمد للہ اظہر من الشمس ہے۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا اور ایک سال قید رہے۔ پھر ۱۹۵۹ء میں تحریک نظام مصطفیٰ کے سلسلہ میں گرفتار ہوئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کئی سال جمعیت علماء اسلام ساہیوال کے امیر رہے اور ملکی و ملی کاموں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ آپ نے آٹھ حج اور دو عمرے ادا فرمائے۔ اپنے جامعہ رشیدیہ سے ایک ماہنامہ ”الرشید“ جاری کیا۔ جس کے ”دارالعلوم دیوبند نمبر“ مدنی و اقبال نمبر، ”تاریخ دارالعلوم نمبر“ اور ”فیضان دارالعلوم نمبر“ آپ کی عظیم محنت اور یادگاہ ہیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک و بیرون ملک تعلیمی و تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ ایک بہترین مقرر، مدبر اور منتظم تھے۔ ساری زندگی تبلیغی و تدریسی خدمات انجام دیں اور ۲۳ دسمبر ۱۹۸۵ء/ ۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ بروز ہفتہ رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ درجہ عالیہ نعیم فرمائیں آمین

(ماخوذ ماہنامہ ”الرشید“ ساہیوال)

حضرت مولانا سید ابوبذر بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے گھر پیدا ہوئے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ راتپوری سے قرآن مجید حفظ کر کے دوسرے اکابر اساتذہ سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں اور پھر جامعہ خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفرائض حاصل کی۔ فراغت کے بعد ملتان میں درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا جو آخر وقت تک بڑی کامیابی سے جاری رہا۔ حضرت امیر شریعت کی رحلت کے بعد ۱۹۶۱ء میں آپ نے مجلس احرار اسلام کی دوبارہ تنظیم فرمائی اور ملک بھر میں اسے فعال بنایا۔ اس کے ساتھ ساتھ ”مجلس خدام صحابہ“ کے نام سے ایک دینی تنظیم تشکیل دی جس کے آپ امیر اعلیٰ منتخب ہوئے اور ملک کے کونے کونے میں مجلس خدام صحابہ کے اجتماعات سے خطاب فرماتے رہے۔ آپ کو خطابت و رشتہ میں ملی تھی اور آپ ملک کے بہترین خطیب شمار ہوتے تھے۔

آپ کی سوچ، اندازِ تکلم اور خطابت میں اپنے والد ماجد کی جھلک و لکشی موجود تھی۔ آپ بلا کے ذہین، حاضر جواب اور وسیع المطالعہ عالم تھے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کی طرح فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ نیز صحابہ کرام کی ناموس کا تحفظ اور ان اساطینِ امت کے خلاف دریدہ دہنی کرنے والوں کی تردید آپ کی زندگی کا خاص مشن تھا اور اپنی جدوجہد میں آپ نے بہت سی صعوبتیں جھیلیں۔ قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے۔ لیکن کوئی انہیں اپنے موقف سے متزلزل نہ کر سکا۔

بہر حال آپ نے ساری زندگی خدمتِ اسلام میں بسر کی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راتپوری سے آپ کو خلافت حاصل تھی اور آخر وقت تک اصلاح و ارشاد، تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے اور ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء/ ۱۴۱۶ھ کو رحلت فرمائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا قاضی عبید اللہ ڈیروی

آپ کی ولادت باسعادت ۸ ر شوال ۱۳۲۱ھ کو بمقام کہنہ ڈیرہ غازیخان جناب قاضی غلام حسین صاحب بن علامہ عبدالرزاق بن مولانا محمد بن مولانا قاضی عبدالرحمن کے گھر ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عباس بن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ گھر میں چھوٹے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتی تھیں۔ تقریباً چار سال کی عمر میں والد صاحب نے آپ کو دیکھا کہ قرآن مجید خود بخود بخود یاد پڑھ رہے ہیں۔ پوچھنے پر والدہ کو فرمایا بچوں سے سن سن کر مجھے خود بخود قرآن مجید کی سورتیں یاد ہو گئی ہیں۔

جب والدہ نے فرمایا ذرا سناؤ تو سہی تو آپ نے ایک پاؤ پہلے پارہ کا زبانیا سنا دیا۔ ابتدائی کتب آپ نے اپنے والد قاضی غلام حسین صاحب اور مولانا احمد بخش صاحب سے پڑھیں، صرف و نحو معقول وغیرہ مولانا قاضی بخش بکافی، مولانا عبداللہ جکھر ڈوی، ادب اصول کی کتب مولانا احمد بخش ساکن قریہ گدائی سے پڑھیں۔ حدیث کی سند آپ نے تین بزرگوں سے حاصل کی۔ محدث حضرت مولانا اللہ داد صاحب ساکن کوٹ موسیٰ ڈیرہ اسماعیل خان، مولانا عبدالکریم جامپوری اور حضرت مولانا فضل علی قریشی کے خلیفہ مولانا اللہ دتہ شاہ صاحب گیلانی سے اور ان کو مشائخ حجاز سے سند فراغ حاصل تھی۔ فراغت تعلیم کے بعد ۱۳۴۰ھ میں آپ عہدہ قضا پر فائز ہوئے۔

ڈیرہ غازیخان شہر میں ایک دینی مدرسہ عبیدیہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی۔ اور باقاعدہ سلسلہ درس و تدریس جاری کیا اور متوسط کتابوں سے لے کر حدیث کی اعلیٰ کتابوں تک آپ کے زیر درس رہیں۔

بہت سے طالبان علم نے فیض علمی حاصل کیا۔ جن میں ممتاز تلامذہ کے اسماء درج ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب جامپوری، مولانا عبدالخالق صاحب خطیب جامع مسجد میر صاحب، مولانا اللہ وسایا صاحب چورٹہ والے، صاحبزادہ مولانا قاضی شمس الدین علوی، بنیرہ مولانا عبدالقیوم علوی، مولانا محمد امیر صاحب ملتان اور مولانا عبداللہ نعلانی وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مولانا قاضی عبید اللہ صاحب پوری ڈوئین ڈیرہ غازیخان کے مفتی اعظم اور جلیل عالم دین شمار ہوتے تھے۔ اپنے مدرسہ عبیدیہ کے مہتمم شیخ الحدیث اور صدر مدرس تھے۔ شہر ڈیرہ غازیخان کی سب سے بڑی عید گاہ میں عیدین کی نماز کی امامت کے فرائض آپ ہی سرانجام دیتے تھے۔ سرکاری رویت ہلال کمیٹی کے خلاف اپنے شہر کی رویت اور شرعی شہادت کی ایک کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق عیدین پڑھایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں حکام کی پرواہ نہ کرتے اور اپنے مسلک حقہ پر سختی سے پابند رہتے تھے۔

رمضان شریف میں دو ٹوذن مقرر فرماتے جو بھری کے لئے اور غبر کی اذان کے لئے علیحدہ علیحدہ اذان دیتے۔ مدرسہ میں بغیر صرف و نحو کے ہر شخص کے لئے ترجیح قرآن اور حنفی بلوغ المرام لازمی ہوتی تھی۔ نکاح و طلاق، انگریزی فسخ کے بعد شرعی فسخ بذریعہ بیعت حکمین اور دیہات میں جواز جمعہ کے فتاویٰ اور دوسرے دینی مسائل میں آپ کے فتاویٰ مشہور تھے۔ بینک کے سود کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا کرتے تھے۔ رمضان شریف میں فرضوں کے بعد فوراً حافظ صاحب کو تراویح کے لئے مقرر کر دیتے تھے۔ آپ کے اجتہادی مسائل میں علماء کرام مخالفت کرتے آپ صبر کرتے جب دلائل آپ کے سنتے تو علماء کرام سے جواب نہ بن سکتا اور اپنی غلطی کا اقرار کر لیتے

بہر حال درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے علاوہ مختلف مسائل کے بارے میں آپ نے بہت سی کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں جن میں تفسیرات عبیدیہ، المیقات الطائفة المشکوة، مرآة التناصح المشکوة المصابیح، سوانح قرآن مجید عربی و ربط آیات اردو فتاویٰ عبیدیہ، ترجمہ قرآن مجید اردو، سوانحیہ جمیع کتب صحاح ستہ، مجمع الآثار، رسالہ دراستہ الاصول، تنقید الرجال من الجرح والاعتدال، مجمع المحسنات فی اسماء کتب الاخفاف، رسالہ تحقیق عشر، امام الکلام فی ترک القراءة خلف الامام، فقہ بہار دین، رسالہ دعوت اصلاح، حکومت اسلامیہ کا تصور، مسئلہ رویت ہلال، رد الفتن مرزائی و ہرم، رسالہ نقو، شہید کربلا، آداب زیارت مزارات، ہندو تھاری کو دعوت اسلام، تبصرہ ترجمہ احمد رضا بریلوی، گلدستہ و غط وغیرہ مشہور ہیں۔ حضرت قاضی صاحب ایک عظیم فقیہ اور مجید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عارف کامل اور شیخ کامل بھی تھے۔ آپ کے خاندان علوی کے تقریباً سب بزرگ پہلے سلسلہ قادری یا سلسلہ چشتی میں مجاز تھے۔ مثلاً قاضی عبدالرحمن کے بعد قاضی عاتل محمد کوٹ محقق دالوں کو اسی سلسلہ قادری و چشتی سے تعلق تھا۔

یعنی حضرت نذر اللہ شاہ قادری سے اور ان کے بھتیجے قاضی محمد حسن کو حضرت خواجہ سلیمان تونسوی سے فرید برآں علوی خاندان کے رشتہ نا طے الہی بزرگان سے ہو چکے تھے۔ جیسے قاضی عبدالرحمن صاحب کی دو ہم شیرگان کا رکاح حضرت سلطان بابو کے دو پوتوں سے ہوا۔ اور قاضی صاحب موصوف کی ایک دختر مسماۃ غلام فاطمہ کا رکاح شاہ شمس الدین صاحب گنج والہ محلہ بہاولپور سے ہوا۔ اس کے باوجود حضرت قاضی غلام یسین نے اپنے فرزند حضرت قاضی عبید اللہ کے لئے سلسلہ نقشبندیہ کا انتخاب فرمایا۔ اور حضرت قاضی عبید اللہ صاحب کو حضرت سید پیر رکن عالم شاہ کوہی والے کے دست پر بیعت کرایا۔ ابھی آپ نے لطیفہ قلب تک

سلوک حاصل کیا تھا کہ بموقعہ عرض حضرت پیر رکن عالم کا وصال ہو گیا۔ ڈیرہ غازیخان کے لوگوں کی خواہش پر حضرت خواجہ سراج الدین نے اپنے خلیفہ سید محمد کو ڈیرہ اسماعیل خان سے ڈیرہ غازیخان روانہ کیا۔ اور حضرت قاضی صاحب نے اپنے تمام سلوک اپنی سے طے کئے۔ اور خلافت و اجازت حاصل کی۔ انہی ایام میں حضرت مولانا فضل علی قریشی اور حضرت غلام حسن کرڈروالے ڈیرہ تشریف لایا کرتے تھے۔

حضرت فضل علی قریشی صاحب نے بھی حضرت قاضی عبید اللہ صاحب کو تبرکاً خلافت عطا فرمائی۔ اس طرح سے آپ سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ کامل ثابت ہوئے۔ اور اپنے سلسلہ سے بہت سے حضرات کو مستفیض کیا۔ جن میں مولانا شیخ محمد امین صاحب مہتمم مدرسہ حوث الاخرۃ جامع مسجد تقویٰ ملتان، مولانا عبدالعزیز صاحب ڈبروی اور مولانا بہار دین صاحب پہاڑی دیرہ حضرات کو آپ نے اپنا مجاز بیعت مقرر فرمایا۔ اور سیکڑوں کی اصلاح کی۔ آپ اتنے بڑے عالم، مفتی، محقق، مصنف اور عارف ہونے کے باوجود نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ تتبع سنت اور حق گو عالم دین تھے۔ طبیعت نہایت سادہ اور خاموش تھی۔ ایک سچے عاشق رسول تھے۔

۱۳۵ھ میں آپ نے حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ کی سعادت حاصل کی۔ ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتے اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری رہتا۔ اس کے علاوہ باطل نظریات کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے۔ مناظرے کرتے اور باطل فرقوں کو شکست فاش دیتے۔ ۱۲۰ دسمبر ۱۹۳۸ء میں چودھری تیرتھ داس میئر جج ڈیرہ غازیخان کی عدالت میں سلمان عورت کی طرف سے مرزائی خاوند کے خلاف دعویٰ تفسیح دائر کیا گیا۔ اہل سنت کی جانب سے وکیل مولوی محمد ایوب صاحب اور حضرت سہا زہری کے قریبی عزیز اور مرزائیوں کی طرف سے وکیل عزیز محمد ملک مقرر ہوئے قانونی تحقیقات کے بعد مقدمہ شروع ہوا۔ مدعیہ کے پہلے گواہ حضرت قاضی عبید اللہ صاحب، مفتی اعظم حضرت

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ مولانا عبداللہ فاضل دیوبند وغیرہ حضرات پیش ہوئے۔ ہر ایک کی شہادت پر بیعت صرف ہوا۔ مرزا یوں کی طرف سے چودھری اسعد اللہ خان اور محمد سلیم ناظم مرکز کلکتہ پیش ہوئے۔

حضرت قاضی عبید اللہ صاحب کے دلائل پیش کردہ سن کر حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے فرمایا: آئندہ ہمیں دیوبند سے بلوانے کی تکلیف نہ دینا۔ ہم سب کی طرف سے واحدہ نمائندہ قاضی عبید اللہ صاحب مرزا یوں کو کافی رہیں گے۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ بالآخر حضرت قاضی صاحب کی پیروی سے ۳۱ کو یہ مقدمہ اس طرح ختم ہوا کہ مرزا مفتی حضرت قاضی صاحب کے دلائل سن کر عدالت کے اندر تائب ہوا۔ اور درخواست پیش کی۔ اب تک میں کافر رہا۔ مقدمہ کی میرے خلاف ڈگری بلا شک کردی جاوے۔

ایضاً ۱۹۳۶ء میں اللہ ڈوٹ جالندھری مبلغ مرزاؒ اور محمد شریف نے شہر ڈیرہ غازی خان میں مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج کیا۔ شہر کے کسی عالم کو مناظرہ کی جرأت نہ ہوئی۔ مناظرہ بھی حیات مسیح پر تھا۔ آپ نے مناظرہ کیا اور چند غٹوں میں یہ مناظرہ جیت لیا۔ اسی طرح شیعہ بریلوی اور اہل حدیث سے بھی مختلف مسائل پر ملی مناظرے ہوئے۔ اور آپ نے اللہ کے فضل و کرم سے ہر مناظرہ میں کامیابی حاصل کی۔ غرضیکہ آپ ساری زندگی اسلام کی خدمت میں مصروف رہے ہر باطل کا مقابلہ کیا۔ اور ہمیشہ کلمہ حق بلند کیا۔ اور بالآخر یا اسلام کا عظیم مبلغ و مجاہد ہم ردی الحجۃ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۸۵ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ

ہزاروں لوگوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی۔ اور آپ کے پڑے صاحبزادے مولانا قاضی شمس الدین علوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ اس مرد حق پر رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۹۱۶ء میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کاندھلہ ہی میں حاصل کی۔ پھر ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور مولانا عبدالشکور کالمپوریؒ، مولانا قادی سعید احمدؒ، مولانا مفتی جمیل احمد قحطانویؒ، مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا عبداللطیف اور مولانا عبدالرحمن کالمپوریؒ سے دو تہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی طرف سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی۔

فراغتِ تعلیم کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی کاموں میں دستِ راست ہوئے اور ان کی وفات کے بعد ۱۳۶۴ھ میں امیر القبلین مقرر ہوئے۔ ۱۳۸۶ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم کے سرپرست بنائے گئے اور بستی نظام الدین آکر دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا مشغلہ بھی اختیار فرمایا۔ مختلف علوم و فنون کی کتب زیرِ درس رہیں اور آخری سالوں میں بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ اس دوران کئی تصانیف بھی منظرِ عام پر آئیں۔

آپ نے بین الاقوامی طرز پر تبلیغی مراکز قائم کئے اور پوری زندگی آپ نے اسی مقصدِ عظیم کے لئے وقف کر دی۔ آپ نے متعدد بار حج و عمرے ادا کئے اور آخر دم تک تبلیغ دین اور اصلاح و فلاح کے لئے کام کرتے رہے۔ آپ نہایت متواضع، خوش اخلاق اور متبع سنت تھے۔ ہزاروں افراد آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور لاکھوں افراد اجتماعِ رائے و فہم کے موقع پر آپ کی آخری دُعا میں شرکت کے لئے حاضر ہوتے اور اُسے سعادتِ دُنی و

دین سمجھتے۔ آخر کار زندگی بھر اسلام کی خدمت کر کے پوری دنیا کو تبلیغ دین کے کام سے روشناس کرا کر ۱۱ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / ۱۰ جون ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ رحلت فرما گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ -

لاکھوں افراد نے دہلی میں نماز جنازہ پڑھی اور مولانا محمد الیاس علیہ الرحمہ اور مولانا محمد یوسف کے پہلو میں بستی نظام الدین، تبلیغی مرکز دہلی میں تدفین ہوئی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین!



حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

آپ کا وطن مالوٹ لدھیانہ ہے جو مشرقی پنجاب میں واقع ہے، لدھیانہ عالم و فضل کے اعتبار سے ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے بڑے بڑے جہاں عالم ادیبائے کرام کا مرکز رہا ہے اور آپ علمائے لدھیانہ کے مشہور خاندان سے ہیں جو اپنے علم و ذہانت تقویٰ، احوال باطنہ کشف و کرامات، شجاعت، حق گوئی و بیباکی، جسمانی قوت اور جنگ آزادی میں نمایاں کارناموں کی وجہ سے غیر معمولی شہرت رکھتا ہے، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد سلیم صاحب جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی صحبتوں سے منجھے ہوئے تھے اور بزم اشرف میں صاحب الزبوا کے لقب سے مشہور تھے۔ بسلسلہ زمینداری لدھیانہ سے ضلع لالپور اور چرواہاں سے ضلع ملتان تحصیل خانیوال تشریف لائے اور وہاں ایک نوا آباد گاؤں چک نمبر ۱۵، ۱۰۱۔ ایل میں رہائش اختیار کی کی اور اشرف الادبیاء حضرت تھانوی قدس سرہ کے نام پر اس گاؤں کا نام کوٹ اشرف رکھا، اسی مبارک بستی میں حضرت مفتی صاحب کی ولادت بروز منگل ۳ صفر ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء میں ہوئی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے نام پر آپ کا نام رکھا گیا، تاریخی نام مسعود اختر کا لایا۔

چونکہ بچپن میں والدین کو آپ سے غیر معمولی محبت تھی اور آپ پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ انہی شفقتوں نے آپ کو رشید ثانی بنا دیا۔ والدہ محترمہ نے تقریباً پانچ برس کی عمر میں قرآن مجید اور نماز کی تعلیم دینا شروع کی۔ ۱۳۴۸ھ سے ۱۳۵۲ھ تک سرکاری

براہمیری سکول میں چوتھی جماعت تک تعلیم حاصل کی اور خداداد ذہانت کی وجہ سے ہمیشہ اپنی جماعت میں ممتاز رہے، آپ کے بڑے بھائی مولوی محمد نعیم صاحب، مولوی محمد خلیل صاحب اور مولوی محمد خلیل صاحب پہلے سے ملتان کے قریب گھوٹہ شریف میں دینی علوم پڑھ رہے تھے، ۱۲۵۲ھ میں والد صاحب نے آپ کو بھی تحصیل علم دین کے لئے دیوبند بھیج دیا۔ گھوٹہ شریف پہنچ کر آپ نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ قیام کیا اور اپنے بڑے بھائی مولوی محمد خلیل صاحب سے فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں پھر ۱۲۵۳ھ میں چاروں بھائی بغرض تعلیم جہانگیر آباد تحصیل خانوالا مولانا سلطان محمود صاحب کی خدمت میں پہنچے، مولوی محمد خلیل صاحب فارسی کی تکمیل کر کے عربی شروع کر رہے تھے تو آپ کو بھی عربی میں ان کے ساتھ ہی شریک کر دیا گیا، فارسی کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہی غرض درس نظامی کا دوسرا سال ۱۲۵۵-۵۴ھ آپ نے لکھنؤ ضلع گوجرانوالہ اور تیسرا سال ۱۲۵۶-۵۵ھ جھنگ میں گزارا۔ ان تینوں سالوں کی کتابیں آپ نے اپنے بہنوئی مولانا محمود احمد صاحب سے پڑھیں، ۱۲۵۷ھ میں آپ کے والد ماجد بسندہ زینتاری نجیہ پور سندھ میں تشریف لے گئے جس کی وجہ سے صاحبزادگان کی تعلیم کا سلسلہ بھی سندھ کے علاقوں میں شروع ہوا، آپ اور آپ کے بھائی مولوی خلیل احمد صاحب اپنے اُستاد مولانا محمود احمد صاحب کے ساتھ مدرسہ دارالہدیٰ ٹھیکرھی میں آ گئے، ۱۲۵۸ھ میں آپ کے بھائی مولانا محمد خلیل صاحب ڈابھیل سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو وہ اور مولانا محمود احمد صاحب دونوں پر جھنڈ دیں، درس ہو گئے، آپ بھی ان کے ساتھ تھے، دو تین ماہ بعد بعض وجوہ کی بناء پر مولانا محمود احمد صاحب اور مولانا محمد خلیل صاحب پر جھنڈ دے درگاہ شریف منتقل ہو گئے اور آپ بھی غالباً محرم ۱۲۵۹ھ میں درگاہ شریف لے گئے اس سال آپ نے اپنے بھائی مولانا محمد خلیل صاحب سے علم العلوم، ملاحسن، مہذبہ فی شرح عقائد نسفی، خیابانی، سبقتہ اور میضاد فی تشریف پڑھیں اس کے علاوہ مطالعہ ذراہب باطلہ، ترمین مناظرہ ادب انشاء

عربی کی مشق کی، اگلے تعلیمی سال شوال ۱۲۵۹ھ میں آپ معقولات کی مشہور درگاہ انہی ضلع گجرات پنجاب تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا ولی اللہ صاحب نے فنون کی اونچی کتابیں پڑھاتے تھے اس ایک سال میں آپ نے جتنی کتابیں پڑھیں انہیں آج کل کا طالب علم کم از کم تین سال میں پورا کر سکے گا یعنی تیس کتابیں اس سال آپ نے پڑھیں پھر دیگر علوم و فنون کی تکمیل کے بعد آپ دورہ حدیث پڑھنے کے لئے مشہور زمانہ دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور شوال ۱۳۶۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور شعبان ۱۳۶۱ھ میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہوئے، اس سال آپ نے مندرجہ ذیل کتب ذیل کے اساتذہ سے پڑھیں۔

(۱) صحیح بخاری شریف اور سنن ترمذی شریف دونوں کتابیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے پڑھیں۔

(۲) مسلم شریف :- حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی سے پڑھیں۔

(۳) البدایہ و النہایہ اور شمائل ترمذی :- حضرت مولانا اعجاز علی صاحب امر وی سے پڑھیں۔

(۴) سنن ابن ماجہ :- حضرت مولانا مفتی ریاض الدین صاحب :-

(۵) سنن نسائی :- حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع :-

(۶) طحاوی شریف :- مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب :-

(۷) موطاء امام محمد :- حضرت مولانا طہور احمد صاحب سے پڑھیں۔

اس سال آپ نے دورہ حدیث کے ساتھ ساتھ کتب تجرید میں سے قواعد لکھیہ اور جزوی

قاری عزیر احمد صاحب اور خلاصۃ البیان جناب قاری حفظ الرحمن صاحب صدر القراء

سے پڑھیں تیز اسی سال آپ نے دارالعلوم دیوبند میں نبوٹ کانن بھی سیکھا، مشہور ماہرین

فن استاذ عبد الرحمن، عبد الرشید سے لاطھی، چا تو اور تلوار بازی میں کافی مہارت حاصل

کی، چونکہ آپ کے والد ماجد کو اس کاشتت سے احساس تھا کہ علم دین کی تدریس اور نشر و

پراپ کی زندگی وقف ہو چنانچہ آپ کی تدریس کا سلسلہ ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ دینیہ دارالعلوم دیوبند

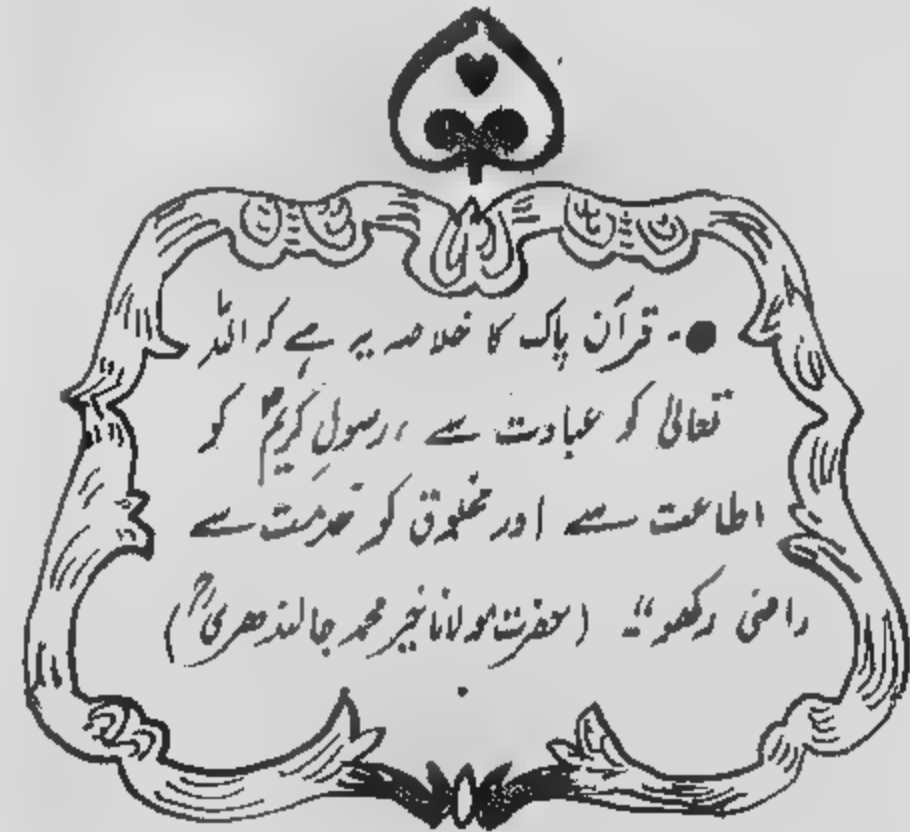
ضلع حیدر آباد سندھ سے شروع ہوا بحیثیت مدرس درجہ علیا آپ کا تقرر ہوا، ۱۳۶۲ھ میں
 آپ کو صدر مدرس بنا دیا گیا، اور اسی سال بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث کی تدریس بھی
 شروع کی، اس کے ساتھ افتاء کا کام ویسے تو ۱۳۶۲ھ سے شروع ہو چکا تھا لیکن ۱۳۶۶ھ
 سے دارالافتاء کی مکمل ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر ڈال گئی اور ۱۳۶۶ھ سے ۱۳۶۹ھ
 تک آپ بیک وقت شیخ الحدیث، صدر مدرس اور صدر مفتی بنے۔ ۱۳۶۹ھ میں آپ بحیثیت
 شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ دارالہدیٰ ٹھیکڑھی تشریف لے گئے یہاں صحیح بخاری شریف و
 دیگر علوم و فنون کے تقریباً آٹھ اسباق پڑھانے کا معمول تھا اس کے ساتھ ساتھ دارالافتاء
 کی مکمل ذمہ داریاں بھی سنبھالتے تھے اس کے بعد شوال ۱۳۷۶ھ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت
 اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر آپ بحیثیت شیخ الحدیث دارالعلوم
 کراچی تشریف لائے اور شعبان ۱۳۸۳ھ تک دارالعلوم میں رہے اور ۱۳۸۳ھ سے ۱۳۸۴ھ
 تک ہر سال آپ نے بخاری شریف پڑھائی، اس حساب سے آپ نے بیس مرتبہ درس بخاری
 دیا اور بڑے بڑے علماء و فضلاء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور مفتی اعظم پاکستان حضرت
 مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے صاحبزادگان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور مولانا محمد تقی عثمانی
 نے بھی اسی دوران آپ سے درجہ حدیث پڑھا، اور شریف تلمذ حاصل کیا، شروع شروع میں
 دارالعلوم کی طرف سے نظامت تعلیم کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوئی۔ مگر کچھ عرصہ بعد
 آپ نے علمی خدمات میں خلل سمجھ کر ترک کر دیا ویسے تو ۱۳۶۲ھ سے آپ کو فتاویٰ نویسی کے
 مواقع پیش آتے رہے لیکن ۱۳۶۶ھ سے دارالافتاء کی مکمل ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی،
 اور ۱۳۸۳ھ تک جو فتاویٰ صادر ہوئے ان کے صحیح و ضبط کا کوئی انتظام نہ ہوسکا اس کے
 باوجود آپ نے اس نفیل عرصہ میں فتاویٰ نویسی، شان تحقیق اور تعمق نظر میں اس قدر شہرت
 حاصل کی کہ بیرون ملک کے علماء بھی مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرنے لگے اور ہر قسم
 کے فتاویٰ کے لئے مرجع خاص و عام بن گئے۔ علماء بھی پیچیدہ مسائل کے فیصلے کے لئے

یہیں آنے لگے اور آپ نے اس منصب پر فائز ہو کر وہ محنت و جانفشانی کی کہ فتویٰ نویسی
 کو بجا طور پر آپ پر فخر ہے۔ ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۷۶ھ تک آپ نے اپنے تحریر کئے ہوئے
 اہم مسائل کی نقلیں محفوظ رکھیں اگرچہ کثرت مشاغل کی وجہ سے اکثر مسائل آپ سے نقل نہ
 ہو سکے۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں مکمل دو ہزار پچیس فتاویٰ تحریر ہوئے جن میں سے
 صرف چار سو کا دن فتاویٰ نقل ہو سکے جو "احسن الفتاویٰ کے" نام سے شائع ہو کر عوام
 خواص میں اس قدر مقبول ہوئے کہ "عیال را چہ بیان" اس کے بعد دارالعلوم کراچی
 میں اگرچہ دارالافتاء کی مستقل ذمہ داری آپ پر نہ تھی تاہم یہاں بھی آپ بڑی لگن اور محنت
 کے ساتھ فتاویٰ کا کام کرتے رہے، فقہیہ اور مفتی تو بہت ہوئے ہیں مگر دارالعلوم دیوبند
 کے فیض یافتہ مفتیوں اور فقیہوں میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی، حضرت مولانا
 مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دیوبندی، حضرت مولانا مفتی جمیل
 احمد تھانوی اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی جیسے فقہیہ النفس بہت کم ہوئے
 ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو علم فقہ میں اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے اور علم فقہ آپ کے رگ و پے
 میں اس طرح سمونگیا ہے کہ مسائل فقہ آپ کا اڈرھنا بچھونا بن گئے ہیں۔ بہر حال دارالعلوم
 کراچی میں ۱۳۸۱ھ سے آپ کے زیر تربیت تھخص فی الفقہ کا شعبہ شروع کیا گیا دو سال
 بعد آپ نے دارالعلوم چھوڑ کر "اشرف المدارس" کی بنیاد رکھی جو ناظم آباد کراچی میں واقع
 ہے یہ دارالافتاء اپنے شیخ و مری حضرت مولانا شاہ عبدالغنی چھو لپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش
 اور غیبی اشارے پر رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ میں قائم ہوا، اس میں اعلیٰ استعداد رکھنے والے
 نادر تحصیل علماء کو ترین افتاء کے لئے داخل کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ فیض
 باطنی اور تقویٰ، استغناء اور تعلق مع اللہ کی دولت سے بھی مالا مال کیا جاتا ہے اور اس کے
 نشست و برخاست کا مستقل سبق شریعت محمدی پر چلانا ہے اور ہر آنے والے کے کان
 میں کچھ نہ کچھ دین کی بات پہنچا کر تھوڑتے ہیں، آپ کی زندگی پوری کی پوری شریعت مقدسہ کی

ایک جیتی جاگتی عملی تصویر ہے اور جہد اور انوار کی شام آپ یقین دہایت کے لئے وقت فارغ کر دیتے ہیں جس میں اطراف و جوانب سے کثیر تعداد میں مرد و خواتین حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے ہیں آپ کی تدریسی و فقہی خدمات کے علاوہ تصنیفی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔

”احسن الفوائد“ ”ارشاد القاری الی صحیح البخاری“ ”حقیقت شیعہ“ ”فتنہ انکار حدیث“ ”ارغام العنید فی میراث الحنفیہ“ ”ایمان و کفر کا معیار“ ”مودودی اور تحریک اسلام“ ”منکرات محرم“ ”اسلام کا عاقلانہ نظام معیشت“ ”تسمیل المیراث“ ”تقسیم وراثت کی اہمیت“ ”حفاظتِ نظر“ ”اصلاح معاشرہ“ ”فضائل جہاد اور ربوبیت اولاد“ آپ کی علمی تصانیف ہیں۔

آپ کی اولاد انجاد میں مولوی حافظ رفیق احمد، اور مولوی خلیق احمد عالم و فاضل ہیں اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔



حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی

آپ برصغیر کی مشہور علمی، مذہبی اور دینی قاسمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور مشہور محدث، مفتی، مبلغ اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت دارالعلوم دیوبند میں اکابر دیوبند کی آغوش میں ہوئی۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید حسین احمد مدنی، اعزاز علی امروہی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور آپ کے والد گرامی مولانا قاری محمد طیب قاسمی جیسے مشاہیر علماء کے سامنے آپ نے زانوئے ادب تہہ کئے اور دارالعلوم دیوبند سے سند فراغ حاصل کی۔

فراغتِ تعلیم کے بعد اپنے اکابر و اساتذہ کی نگرانی میں دارالعلوم ہی میں تدریس کا آغاز کیا اور پھر اونچے درجہ کے اساتذہ میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اپنے والد گرامی کے دورِ اہتمام ہی میں دارالعلوم کے نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ پھر حضرت حکیم الاسلام کی رحلت کے بعد وقف دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اعلیٰ منتخب ہوئے اور تا دمِ تحریر بڑی خوش اسلوبی سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں :-
”حق تعالیٰ شائد حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی سے جو دینی خدمات لے رہا ہے یہ پوری ایک جماعت کا کام ہے۔ آپ کی ذات ایک انجن سے کم نہیں ہے۔ آپ کی ان ہی دینی، مذہبی اور علمی خدمات نے آپ کو حوزہ شہرت تک پہنچایا ہے۔ مگر آپ کی نسبت اس سے بھی عالی ہے۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی اس وقت وقف دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث بھی

ہیں اور تربصیگر کی مشہور تبلیغی و علمی شخصیت بھی ہیں۔ پاک و ہند میں ان کے ہزاروں متوسلین اور پیروں میں ہیں۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے حوالہ اور آپ کی نسبت کی وجہ سے ہر طبقہ میں انتہائی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے جن عجیب و غریب علوم سے نوازا تھا، مولانا محمد سالم قاسمی ان کے امین ہیں۔ مولانا موصوف اپنے والد محترم حضرت حکیم الاسلام کی طرح علوم نانوتوی کی تشریح و تفسیر میں یدِ طولی رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قاسمی خاندان کی علمی روایات کے بھی علمبردار ہیں۔

مولانا محمد سالم قاسمی نے جس انداز میں دارالعلوم دیوبند کی خدمات انجام دیں یاد دے رہے ہیں وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔ جن نامساعد حالات میں مولانا نے وقف دارالعلوم کی سرپرستی فرمائی اور پھر جس خوش اسلوبی سے اس کو نبھایا اور نبھا رہے ہیں یہ بھی حق تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ ورنہ :

ع۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست

مولانا کی علمی و دینی خدمات کے پیشِ نظر مصر کے صدر جناب حسنی مبارک نے مصر کا سب سے بڑا اعزاز ”نوط الامتياز“ عطا فرمایا۔ مولانا کی علمی تبلیغی و دینی خدمات کے اعتراف کے طور پر دیا جانے والا یہ انعام اگرچہ مولانا کی ذات کی لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، تاہم مولانا کے خدام و متعلقین کے لئے مصری حکومت کی طرف سے یہ بہت بڑا اعزاز ہے، ہم اس اعزاز پر مولانا کو ہدیہ تبریک و تهنیت پیش کرتے ہیں۔ دعا گو ہیں کہ حق تعالیٰ مولانا کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین !

بہر حال آپ ایک عظیم محقق، محدث، مدبر، منتظم، مبلغ، خطیب، متکلم اور جامع المعقول والمنقول ہیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں اور عالمی شہرت کے حامل حید عالم دین ہیں۔

حضرت مولانا قاری عبید اللہ امتری

آپ مخدوم الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں اور اس وقت جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔ آپ کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی حیات میں ہی جامعہ اشرفیہ کی انتظامیہ نے اتفاق رائے جامعہ کا مہتمم منتخب کر لیا تھا اس وقت سے آج تک مولانا موصوف اس عہدہ پر ہیں اور انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف ہیں یوں تو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی ساری اولاد گونا گوں خصوصیات کی حامل ہے اور ماشاء اللہ سب کے رگ و پے میں دین و چاہوٹا ہے لیکن حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کو اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ قرآن پاک ختم ہونے پر ابتدائی کتابوں کی بسم اللہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے کرائی تھی، بچپن میں مولانا موصوف کو پڑھائی کا کچھ یاد و شوق نہ تھا آپ کے والد محترم حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے شکایت کی تو انہوں نے اپنی خداداد بصیرت سے یہ پیش گوئی فرمائی کہ :-

”عبید اللہ، انشاء اللہ تعالیٰ بھاگتے بھاگتے ہی عالم ہو جائے گا۔“

یہ پیش گوئی حروف بہ حرف پوری ہوئی اور آج حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کا شمار پاکستان کے بڑے سچے علماء و دین میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۳۶۶ھ کے قریب امرتسر میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محترم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم اور صدر مدرس تھے، آپ نے ابتدائی تہذیب اور حفظ قرآن حضرت قاری کریم بخش سے کیا اور ۹ سال

کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا، ابتدائی صرف و نحو اور فارسی کی کتابیں مولوی محمد یوسف صاحب ساکن بھابھڑا سے پڑھیں، پھر کانپور سے آخر تک تمام کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۲۱ء میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف، حضرت مولانا ابراہیم بیادویؒ سے مسلم شریف، حضرت مولانا اعجاز علی صاحبؒ سے ابوداؤد، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے طحاوی شریف اور حضرت مولانا نافع گل صاحبؒ سے ابن ماجہ پڑھ کر سند الفرائض حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ فراغت کے بعد اپنے والد صاحبؒ کی سرپرستی میں مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور تقسیم ملک تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر پاکستان آگئے اور کچھ عرصہ تک حسن ابدال اور پھر اولپنڈی میں کاروبار کرتے رہے۔ پھر حضرت والد صاحبؒ کے حکم پر کاروبار چھوڑ کر ۱۹۴۹ء میں جامعہ شرفیہ لاہور میں تدریسی پر مامور ہوئے، اور اب تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اپنے والد صاحبؒ کے وصال کے بعد باقاعدہ طور پر جامعہ شرفیہ کے انتظامات کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اور بڑے احسن طریقے سے دینی و علمی و تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے جمعیت ہو گئے تھے۔ اور ۹ سال کی عمر سے بالغ ہونے تک حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضری کا شرف حاصل رہا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے کتب صحاح اول و آخر سے تہہ کا پڑھایا علاوہ انہیں آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ دیوبند میں جب حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے پاس تلامذہ بخاری شریف ہوتے تھے تو منتخب اور چیدہ طلباء ہی پڑھتے تھے ان گنت چنے منتخب اور چیدہ طلباء میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بھی شامل تھے۔ آپ نے جو عظیم اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ وہ بقول آپ کے ہر ایک علم و عمل کے درخشندہ آفتاب تھے۔ آپ اپنے تمام اساتذہ کے منظور نظر رہے اور اکابر و اساتذہ کی خصوص

عنایات و توجہات کا مرکز رہے۔

آپ اس وقت ایک بحید عالم دین، عظیم محقق، مدبر اور مایہ ناز مدرس ہیں، آپ کی قرأت اور انداز تدریس بے مثل ہے، کئی دینی مدارس کی مجلس شوریٰ کے رکن اور وفات المدارس عربیہ پاکستان کے مرکزی نائب صدر ہیں، نہایت متواضع، خوش اخلاق اور خاموش طبیعت کے مالک ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے خلیفہ مجاز ہیں، اکابر کے بے حد تکرر دان ہیں۔ آپ کے دوسرے بھائیوں میں حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمن صاحب نائب مہتمم جامعہ شرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور اور حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحیم صاحب مہتمم جامعہ شرفیہ نیلا گنبد زیادہ معروف ہیں۔ جو اپنے عم و عمل میں اپنے والد مکرم کا عین نمونہ ہیں، صاحبزادہ عبدالرحمن صاحب لی دینی، تبلیغی اور تدریسی خدمات ناقابل فراموش ہیں ملک و بیرون ملک مشہور و معروف ہیں ایک عظیم الشان مبلغ، مایہ ناز خطیب، بہترین محقق اور بحید عالم دین ہیں، معقولات و منقولات میں اپنی نظر آپ ہیں۔ نہایت قابل قدر عالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو طویل عمر عطا فرمائے۔ آمین



حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی

رائس الاتقیاء حضرت مولانا الحاج مفتی سید عبدالشکور ترمذی مدظلہ العالی ہندوستان کے ممتاز علماء دین ہیں۔ آپ کے عظیم محدث، نقیب، محقق اور عارف ہیں آپ کا تعلق ایک دینی و علمی گھرانے سے ہے آپ کی ولادت باسعادت اپنی ننھیال موضع اردن ریاست پٹیالہ مشرقی پنجاب میں ۱۱ رجب المرجب ۱۳۱۷ھ کو ہوئی، نابینائی نام مرغوب التبی زکا لا گیا۔

آپ کے والد محترم حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب گھٹلوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ اشرفیہ کے معروف و مشہور بزرگ اور صاحب تصانیف و افتاء معروف عالم دین تھے اور عرصہ دراز تک حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے فیض صحبت سے مستفید ہوتے رہے اور ان کے زیر سایہ رہ کر تصنیف و تالیف افتاء و تدریس غرضیکہ تعلیمی اور تبلیغی تمام شعبوں میں گرانقدر خدمات انجام دیتے رہے آپ کے دادا کا نام حکیم محمد عوث اور پردادا مولانا عبداللہ صاحب ہیں۔ آباؤ اجداد کی سکونت پنجاب کے علاقہ ضلع سرگودھا میں تھی مگر آپ کے پردادا مولانا عبداللہ صاحب نے ضلع کرناں کی تحصیل کھنڈل کا قصبہ گھٹلہ گڑھو میں سکونت اختیار فرمائی تھی اسی نسبت کے اظہار کے لئے آپ کے والد صاحب اپنے نام کے ساتھ گھٹلوی لکھا کرتے تھے مگر گھٹلہ کے سرکاری کاغذات میں آپ کے جد امجد کے نام کے ساتھ ترمذی لکھا ہوا ہے کیونکہ سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ترمذ سے جو سادات کا قافلہ ہندوستان آیا تھا اس میں

آپ کے آباؤ اجداد بھی شامل تھے اسی نسبت سے سرکاری کاغذات میں یہ اظہار کیا گیا ہے۔ آپ کی تعلیم کی ابتداء تھانہ بھون ضلع مظفرنگر کے مدرسہ اور دارالعلوم اشرفیہ سے قرآن پاک حفظ و ناظرہ، الاء و حساب، اردو و دینیات، ہشتی زبور و غیرہ کی تعلیم سے ہوئی۔ وہاں کے اساتذہ میں حافظ اعجاز احمد صاحب، مولانا عبدالقادر صاحب بنگالی اور مولانا سراج احمد صاحب امرہ ہی خلیفہ حضرت تھانوی کے اسمائے گرامی شامل ہیں اس کے ساتھ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی بابرکت مجلس عام و خاص میں بھی حاضری کی دولت اور آپ کے ارشادات طبقات سے استفادہ کا موقع ہمیشہ ہی نصیب ہوتا رہتا تھا۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی اور بعض متوسط کتابیں ہدایہ جلالین وغیرہ اپنے والد صاحب اور مولانا سمیع اللہ خان صاحب، مولانا محمد مبین صاحب، مولانا محمد متین خطیب صاحب اور مولانا ظہور احمد صاحب دیوبند سے پڑھیں، پھر ہمارے پور مدرسہ مظاہر العلوم میں مولانا منظور احمد خان، مولانا محمد زکریا قدوسی مولانا محمد امیر صاحب اور مولانا محمد صدیق صاحب کے استفادہ کے بعد مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر دو سال تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا وہاں کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا محمد اویس کاندھلوی، حضرت مولانا خیر الحسن صاحب، حضرت مولانا جلیل احمد کیرانوی اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب شامل ہیں ان تمام اساتذہ سے فیض علمی حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے شعبان ۱۳۶۵ھ میں سند فراغت حاصل کی،

دوران تعلیم ہی ۱۳۵۹ھ میں اپنے والدین کے ہمراہ حج و زیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی اور پھر مزید ایک سال مدینہ منورہ میں قیام بھی رہا اس عرصہ میں آٹھ ماہ ربیع الاول سے دی قعدہ تک مدینہ منورہ کے مدرسہ علوم شرعیہ میں آپ کے والد محترم حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب فقہ و حدیث وغیرہ علوم کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اس دوران آپ نے

اس مدرسہ میں مزید تعلیم بھی حاصل کی اور تجوید کی بعض کتابیں بھی پڑھیں اور اساتذہ سے مشق قرأت بھی کرتے رہے وہاں کے اساتذہ میں قاری محمد اسعد صاحب اور قاری عبدالغفور صاحب شامل ہیں نیز وہاں کے استاذ القراء حضرت قاری حسن شاعر سے مقدمہ جریزہ تجوید میں پڑھا پھر پانی پت ضلع کرنال کے شیخ القراء حضرت مولانا قاری محی الاسلام اور قاری فتح محمد صاحب سے سب بعد از ملازمت میں استفادہ کرنے کا موقع بھی حاصل ہوا اور قرأت میں بھی ایک اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

فراغت تعلیم کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ بلکہ زمانہ تعلیم ہی سے اپنے والد مکرم کی نگرانی میں معین مدرس کی حیثیت سے تدریسی خدمات اور کتب فقہ پڑھانے کا موقع ملتا رہا۔ اور شعبان ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد پہلے مدرسہ عربیہ راجپورہ ریاست پٹیالہ میں تدریسی خدمات انجام دینے پر مامور ہوئے اس کے بعد مدرسہ حقانیہ شاہ آباد میں درس نظامی کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے یہاں تک کہ پاکستان بن گیا اور وہاں کے انتقال آبادی کے بعد ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہوئے اور شہر کی قدیم جامع مسجد میں ایک مدرسہ بنام قاسمیہ جاری کیا اس میں قرآن مجید کے علاوہ فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھاتے رہے، ۱۹۵۳ء تک تحریک ختم نبوت میں تقریباً چارہ ماہ نظر بندی کے زمانہ میں مدرسہ بند ہو گیا پھر رہائی کے بعد دوبارہ ۵ کوشش کر کے آپ نے مستقل مدرسہ کے بٹے جگہ حاصل کی اور یکم ربیع الاول ۱۳۷۷ھ سے باقاعدہ مدرسہ کا افتتاح کیا گیا، اس مدرسے کا نام استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ حقانیہ شاہ آباد کے نام پر مدرسہ حقانیہ رکھا مدرسہ میں قرآن مجید حفظ و ناظرہ، تعلیم الاسلام، بہشتی زیور، اعلا و احساب اور درس نظامی بلکہ اور مشکوٰۃ تک تعلیم دی جاتی ہے، مدرسے کے مسلک و مشرب اکابر و اسلاف کے عین مطابق ہے اور مدرسہ ابتداء ہی سے توکل علی اللہ چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام

ضروریات کو پورا فرما دیتے ہیں، مدرسے کے اہتمام کے علاوہ آپ مشکوٰۃ شریف وغیرہ خود پڑھاتے ہیں اور مسائل شرعیہ کے جوابات اور استفتاء پر تحریری اور زبانی فتاویٰ کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد ہے۔ مدرسہ کے علاوہ شہر کی سب سے بڑی مسجد جو اس مدرسہ سے تعلق رکھنے والے اسباب نے جامع مسجد حقانیہ کے نام سے تعمیر کرائی ہے اس میں خطبہ جمعہ بھی آپ ہی فرماتے ہیں اور ایک ڈیڑھ گھنٹہ وعظ و نصیحت اور دینی مسائل پر بیان فرماتے ہیں۔ اس طرح سے الحمد للہ مدرسے کے ساتھ تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ جس سے پورے شہر اور اس کے مضافات میں دینی رجحانات میں قابل قدر اضافہ ہو رہا ہے، بہت سے بچے قرآن پاک حفظ و ناظرہ پڑھنے کے بعد درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں اور تعلیمی و تدریسی خدمات میں مصروف ہیں اس کے علاوہ ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی و روحانی سے سیراب و شاداب ہو چکے ہیں۔ آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے منسلک ہے اور بچپن میں حضرت حکیم الامت سے بمعیت کا شرف حاصل ہوا، پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ سے تھانہ بھون کے تعلیمی زمانہ ہی سے گہرا تعلق رہا ہے اور حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ ہمیشہ آپ کو شفقت و محبت سے نوازتے رہے۔ حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ سے اپنے تعلق کا تذکرہ خود حضرت مولانا ترمذی صاحب مظنہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ :-

”شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ شروع سے آخر عمر تک اس ناکارہ پر احسانات عظیمہ فرماتے رہے۔ میرے بھانجے بھون کے زمانہ تعلیم میں حضرت مولانا عثمانی مرحوم اپنی مشہور اور مایہ ناز علمی تصنیف ”اعلاؤ السنن“ کی تالیف میں مشغول تھے حضرت مولانا سے ہر وقت

نیاز مندی کا شرف حاصل رہتا تھا ابتداء بچپن میں اس ناکارہ کو حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے بیعت مبرک کا شرف حاصل ہوا، حضرت کی رحلت کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری سے تربیت کا تعلق قائم رہا ان دونوں بزرگوں کی وفات کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کے حسب ایما حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ سے تربیتی تعلق قائم ہوا۔ حضرت مولانا کے ارشاد پر "نڈوالیہ" حاضری کا موقع ملا۔ اور اس حاضری میں واپسی پر ار محرم الحرام ۱۳۸۰ھ بعد مغرب دارالعلوم الاسلامیہ "نڈوالیہ" کی جامع مسجد میں اس ناکارہ کو اجازت بیعت سے نوازا گیا، حضرت مولانا عثمانی مرحوم اس ناکارہ سے بہت محبت فرماتے تھے ایک والا نامہ میں فرماتے ہیں کہ:-

”عزیز من سلمہ! السلام علیکم درحمتہ اللہ، بعد سلام دعا کے واضح ہو کہ تمہارے خط سے خوشی ہوئی، تم کو معلوم ہے کہ تمہارے والد صاحب سے میرے تعلقات تھے اس لئے تم سے بھی دل کو خاص لگاؤ ہے تمہارے خط سے دل کو فرحت ہوتی ہے اور تمہارے والد مرحوم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ حضرت مولانا عثمانی کے جذبات محبت کے اظہار کے لئے یہ اقتباس کافی ہے۔ حضرت مولانا عثمانی مرحوم اپنے ایک پیغام میں الفاظ ذیل کے ساتھ اپنے تاثرات کا اظہار فرماتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں:-

”مدرسہ سخانیہ کے مہتمم مولانا سید عبدالشکور صاحب ماشاء اللہ عالم باعمل اور فاضل صالح ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے سووم و فیوض سے مسلمانوں کو مستفید فرمائیں“ حضرت مفتی اعظمؒ سے تعلق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:-

”اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہ سے بھی ہمیشہ بچپن ہی سے تعلق رہا ہے، حضرت مفتی صاحب دیوبند سے ہر مہینہ کئی مرتبہ تھانہ بھون تشریف لایا کرتے تھے حضرت والد صاحب کے ساتھ بہت گراں درانہ تعلق تھا اس ناکارہ پر بھی اپنی اولاد کی طرح شفقت فرماتے تھے پھر زمانہ دو سالہ قیام دارالعلوم دیوبند میں بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضری اور استفادہ کا موقع ملا رہا۔ حضرت مفتی صاحب تعلیمی اور تربیتی مشوروں اور اصلاحات سے ہمیشہ مستفید فرماتے رہے۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی وفات کے بعد باضابطہ تربیتی اور اصلاحی تعلق حضرت مفتی صاحب سے قائم ہوا۔ حضرت مفتی صاحب جب اپنے آخری سفر لاہور میں تشریف لائے تو یہ ناکارہ مع اہل و عیال زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اور ایک ہفتہ کے اس قیام لاہور میں حضرت مفتی صاحب نے گوں نہ گوں شفقتوں کا اظہار فرمایا اور بہت سی خصوصیات سے نوازا اور اس سفر میں تجدید بیعت کی بھی دولت میسر آئی اس سفر سے واپسی پر کہ لچی پہنچ کر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ کو ایک والا نامہ ارقام فرمایا جس میں ازراہ ذرہ نوازی اس ناچیز کو اجازت بیعت و تلقین سے معز فرمایا گیا۔ والا نامہ کی نقل حسب ذیل ہے:-

عزیز محترم مولوی عبدالشکور صاحب ترمذی سلمہ اللہ تعالیٰ!
السلام علیکم درحمتہ اللہ وبرکاتہ!

اس وقت بیساختہ قلب پر واد ہو کہ بنام خدا تعالیٰ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دے دی جائے آپ اپنی اصلاح

کی نیت سے اصلاح تعلق کی خدمت شروع کر دیں، تربیت السالک، تعلیم الدین وغیرہ کتب کو مطالعہ میں رکھیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائیں، اپنے اصحاب سے اس اجازت کا ذکر بھی کر دیں۔
والسلام ”بندہ محمد شفیع عفی عنہ“

حضرت مفتی صاحب ہمیشہ اس ناکارہ کی ہمت افزائی فرماتے تھے اور معمولی معمولی دینی خدمات پر اظہار خوشنودی فرماتے تھے، ایک کرامت نامہ میں اس طرح ہمت افزائی فرمائی گئی کہ ”عزیزم مولانا عبدالشکور صاحب سلمہ!“

احقر کے نام کے ساتھ خطاب میں مولانا لکھنا حضرت مفتی صاحب کے معمول کے خلاف تھا اس لئے اس کی وجہ میں ارتقا فرماتے ہیں کہ:-

”آپ کے ساتھ جس طرح کا تعلق ہے اس کا تقاضا تو برخوردار عبدالشکور سلمہ لکھنے کا تھا مگر اس وقت آپ کے علمی کمالات متفقہاً حال بن گئے اس لئے مولانا عبدالشکور لکھ دیا، سبب یہ پیش آیا کہ کبیر دالا سے مولانا محمد سرور سلمہ کا خط آیا اس میں آپ کا لکھا ہوا ایک فتویٰ متعلقہ سپہ مقتدی بغرض تصدیق بھیج دیا اس فتویٰ کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ تحریہ میں آپ کے والد صاحب کی جھلک نظر آئی اور ماشاء اللہ جواب صحیح و صواب طرز تحقیق بہت مناسب تھا فتویٰ پر تصدیق کر کے بھیج دیا ساتھ یہ خیال آیا کہ آپ کو اپنی اس خوشی کی اطلاع کر دوں۔“

غرض یہ کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اس ناکارہ

سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ (مکتوب گرامی بنام احقر بخاری غفرلہ)

بہر حال حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مدظلہم کی دینی تدریس تبلیغی

اور اصلاحی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

درس زندگی اور تبلیغ و ارشاد کے علاوہ تصنیف و تالیف بھی آپ کا محبوب مشغلہ ہے اور آپ کے قلم فیض رقم سے متعدد کتابیں رسائل شائع ہو چکے ہیں بہت سے علمی و اصلاحی مقالات مختلف دینی رسائل البلاغ، الحق، بیانات دارالرشید وغیرہ میں چھپ چکے ہیں اور چھپتے رہتے ہیں، آپ کی متعدد تصانیف مختلف موضوعات پر چھپ چکی ہیں جن پر تمام اکابر علماء کو مکمل اعتماد ہے اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، آپ کے قلم سے اس وقت تک ساٹھ سے زائد تصانیف تالیف ہو چکی ہیں جن میں ”ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن“، ”عقائد علماء دیوبند“، ”السعی الشکور فی اسکام العاشور“ فیض روحانی از ادیب اور ربانی، ”نمود و دی کے نظریات پر ایک نظر“، ”اسلام میں ارتداد کی سزا“، اسلام میں معاشی حالات کا اخلاقی حل، دعوت و تبلیغ کی شرعی حیثیت“ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے حالات و کمالات پر مختصر تالیف ”تذکرۃ الظفر“ علمی شاہکار ہیں۔

ان کے علاوہ متعدد تالیف و مقالات طبع ہو چکے ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے آپ اس دور کے عظیم محدث، مفسر، اور ذبردست فقہیہ ہیں۔ اس کے ساتھ عالم باعمل اور شیخ کامل ہیں اور علمی تدریسی فقہی خدمات کے ساتھ ساتھ تبلیغی اور اصلاحی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں، فقہ میں مکمل دسترس حاصل ہے اور آپ کے فتاویٰ کو عوام و خواص میں مقبولیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے فیض علمی و روحانی کو تاقیامت جاری و ساری رکھے اور اللہ عزوجل آپ کی عمر میں برکت دے آمین



حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر

آپ ۱۹۱۴ء کو جناب نور احمد خان بن گل احمد خان کے گھر تحصیل مانسہرہ ضلع بہار میں پیدا ہوئے، قومیت کے لحاظ سواتی پٹان ہیں، ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر سیالکوٹ اور ملتان کے علماء سے استفادہ کیا بعد ازاں مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ کے صدر مدرس مولانا عبدالقدیر صاحب سے پڑھتے رہے، اعلیٰ تعلیم کے لئے اپنے چھوٹے بھائی مولانا صوفی عبدالحمید صاحب کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند پہنچے اور ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا اعجاز علی صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب شامل ہیں۔

فراغت کے بعد چوہدری فخر الدین اور ماسٹر کرم دین کی دعوت پر گلگھر گوجرانوالہ تشریف لائے اور جامع مسجد کی خطابت کے ساتھ تدریس کا آغاز کیا، اس دوران ہمیشہ بینکچیس طلباء آپ سے پڑھتے رہے، ۱۳۹۲ھ کو نصرت العلوم گوجرانوالہ میں آپ کا تقرر ہوا، اور اب کئی سال سے دورہ حدیث پڑھا رہے ہیں۔

۱۹۴۳ء سے آپ گورنمنٹ ٹرننگ سکول گلگھر میں درس قرآن دیتے ہیں۔ ۱۹۴۹ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کی سعادت بخشی، درس و وعظ کا سلسلہ بھی جاری ہے اور ملک کے بہت سے جلسوں میں وعظ فرما چکے ہیں، تدریسی تبلیغی خدمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنے کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے اور بہت سی تالیفات آپ کے قلم سے منصفہ شہود پر آچکی ہیں جن

میں ”حسن الکلام“، ”راہ سنت“، ”علم غیب“ صرف ایک اسلام چراغ کی روشنی میں ”گلدستہ توحید“، ”راہ ہدایت“، ”آنکھوں کی ٹھنڈک“، ”مسئلہ قرآنی“، ”آئینہ محمدی“، ”مقام حضرت امام ابوحنیفہؒ“، ”باب جنت“، ”دل کا سردر“، ”تبلیغ اسلام“، ”انکار حدیث کے نتائج“، ”عیسائیت کا پس منظر“، ”بانی دارالعلوم دیوبند“، ”تحقیق الدعا بعد نماز جنازہ“، ”چالیس دعائیں“، ”مرزائی کا جنازہ“، ”مسلمان“، ”درویش شریف“، ”پڑھنے کا شرعی طریقہ“، ”نماز مسنون مع اذکار و ادعیہ“، ”الکلام الحادی علی الطحاوی“، ”شوق حدیث“، ”مسئلہ طلاق ثلاثہ“، ”مسئلہ حیات النبیؐ“، ”عبارت اکابر“ اور طائفہ منصورہ“ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کے صاحبزادوں میں یرے صاحبزادے مولانا ابراہیم اشرفی ہیں جنہوں نے ”حسن الکلام“ کا خلاصہ ”طیب الکلام“ کے نام سے کیا ہے۔

بہر حال آپ ایک جید عالم، محقق، محدث اور مایہ ناز مصنف ہیں اور ممتاز علماء دیوبند میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔



حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

آپ ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع پربھاس کے ایک قصبہ اٹھویسہ میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم سکول میں حاصل کی پھر ابتدائی دینی تعلیم مولانا قاری محمد صدیق صاحب سے حاصل کی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ بیت العلوم سرائے میراظم گڑھ یوپی میں داخلہ لیا، جو حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کا قائم کردہ مدرسہ تھا، وہاں مشکوٰۃ شریف اور جلالین شریف حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب فاضل دیوبند سے پڑھی جو حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کے صاحبزادے تھے اور مدرسہ بیت العلوم میں استاذ حدیث تھے، مسلم شریف حضرت مولانا محمد مسلم صاحب جو پوری سے پڑھی جو حضرت مولانا ماجد علی صاحب جو پوری کے شاگرد تھے اور مولانا ماجد علی صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے شاگرد تھے اور بخاری شریف حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، زمانہ تعلیم ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کا ایک دغظ راحت القلوب آپ کے ہاتھ لگا اس کے مطالعہ نے بقول خود آپ کے صحیح دین کی راہ دکھادی اور حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے آپ نے بیعت ہونے کے لئے سلسلہ مکاتبت شروع کر دیا مگر افسوس یہ کہ حضرت حکیم الامت ان دنوں علیل تھے اور زندگی کے آخری ایام گزار رہے تھے، حضرت مولانا شبیر علی تھانوی نے آپ کو لکھا کہ خلفاء میں سے کسی مصلح کا انتخاب کر لیا جاوے، چنانچہ آپ نے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور پھر حضرت پھولپوری کے آخری لمحہ حیات تک خادم خاص رہے اور فیض

علمی دردحانی سے خوب خوب مالا مال ہوئے، حضرت پھولپوری نے آخر وقت میں ارشاد فرمایا کہ ”اختر! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم مجھے اللہ کے سپرد کر دو۔“

حضرت پھولپوری قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت مولانا شاہ ابراہیم صاحب مدظلہ سے تعلق قائم کیا، خلافت سے نوازے گئے، ان دونوں بزرگوں کی صحبت و عنایت نے آپ کو کہاں سے کہا پہنچا دیا اور آج خود بھی ایک کامل شیخ کا مقام حاصل کئے ہوئے ہیں۔ آپ کے بارے میں مولانا محمد رفیع القاسمی صاحب فاضل دیوبند فرماتے ہیں کہ:

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ بڑی خوبیوں اور کمالات کے بزرگ ہیں، ایک عرصہ ہوا ترک ہند کر کے پاکستان (کراچی) کی اقامت انھوں نے اختیار فرمائی ہے پہلے اصلاحی تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری سے قائم فرمایا، ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کی طرف رجوع ہوئے اس کے کچھ ہی دنوں بعد بارگاہ ابراہی سے ستر خلافت عطا ہوئی، معارف ثنوی، معارف شمس تبریز، دنیا کی حقیقت، مجالس ابراہیم، حضرت حکیم صاحب مدظلہ کی گرانقدر تالیفات ہیں، جو علمی اور دینی حلقوں میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئیں اور شوق کئے ہائے محققوں کی گئی ہیں، اپنے مرشد اول کی کتاب معرفت الہیہ کے مرتب بھی، حضرت موصوف ہی ہیں، حضرت حکیم صاحب کا نام سن رکھا تھا کتابیں بھی ان کی مطالعہ میں آئی ہیں، ادب کی حسرت دل میں تھی جو اب پوری ہوئی، دغظ کی مجلسوں میں بھی شرکت کی سعادت نصیب میں آئی، بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ”وید“ نے شنید سے بڑھ

کر پایا اور اس کا اندازہ ہوا کہ "اختر" (ستارہ) آسمان ہی پر نہیں
زمین پر بھی ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے اپنے اس مصرعہ میں اس
طرف اشارہ فرمایا ہے۔

کچھ زمین پر بھی چاند تارے ہیں

حضرت حکیم صاحب کی مجلس بڑی پُر کیف اور معلومات افزا ہوتی ہے
جس میں کہیں سے کسی تعلق اور تکلف کا احساس نہیں ہوتا یہ عام
واعظوں کی طرح اپنے سامعین کو ان کے خیالات کی دادی میں بھٹکتا
ہوا چھوڑ کر خود بڑھتے ہوئے نہیں چلے جاتے ہیں بلکہ شروع سے
آخر تک اپنی دلربا مسکراہٹ اور مؤثر واقعات دلوں کو چھو لینے
والے اشعار اور قرآن و حدیث کی دلنشین تشریح و توضیح کے ساتھ
انہیں اپنا شریک سفر بنائے رکھتے ہیں یہ اپنی مجلس میں مولانا
رُوم کے باغِ ثنوی کی سیر جی بھر کر کراتے ہیں جس سے دل کو
تازگی اور رُوح کو بالیدگی ملتی ہے اور غفلت دور ہو کر حضورِ ی
کی کیفیت ہوتی ہے۔ (مذاکرات دکن)

بہر حال حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبِ نعلیم ایک عالمِ باعمل، مایہ ناز مصنف، بہترین محقق اور صاحبِ
نسبت بزرگ ہیں، ایک اچھے شاعر، مدبر، صاحبِ علم، صاحبِ قلم اور صاحبِ دل ہیں، آپ کا حلقہ
احباب بہت وسیع ہے اور اپنے اخلاق و عادات میں اسلاف کی یادگار ہیں۔ جہاں آپ نے ہزاروں
دلوں کو اپنے نظروں اور لہجے میں سے میراب و شاد کیا وہاں آپ کی تصانیف نے بھی ہزاروں کام کی آپ کی تصانیف میں
"معارفِ ثنوی"، "معارفِ شمسِ تبریز"، "دنیا کی حقیقت"، "دُور کی بیماریاں"، "اصلاحِ نفس کا
آسان نسخہ"، "صدائے غیب"، "نوائے غیب"، "محاسنِ ابرار اور مذاکرات دکن"، "دیگرہ تالیفات"
ہندو پاک اور عرب و عجم میں مشہور و معروف ہیں، درجن پر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی مفتی

اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
قاسمی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی،
حضرت علامہ شبیر محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا شاہ ابراہیم الحق
صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد
لدھیانوی جیسے اکابرِ علماء نے اپنی گرانقدر تقاریرِ ثنویہ کی ہیں ذیل میں صرف دو حضرات
اکابر کی آرا گرامی درج کی جاتی ہیں۔ جن سے حضرت حکیم صاحب مدظلہ کے مقامِ علمی و
دوران کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

"عنایت فرمائے مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہ کی دو کتابیں
معارفِ ثنوی اور دنیا کی حقیقت پہنچ کر موجبِ منت
ہوئیں، اس سے بہت مست ہوئی کہ آپ کا تعلق اولاً
حضرت مولانا پھولپوریؒ اور آخراً مولانا ابراہیم الحق صاحب
سے ہے اللہ تعالیٰ دونوں کے فیوضات و برکات سے مالا
مال فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس ہدیہِ سنہ کا دونوں
جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ یہ دونوں کتابیں سن
بھی لین، مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں دل پر
اثر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول
فرمائے، اور ہدیتِ جاہر بنائے، ذریعہِ آخرت بنائے اور
اپنے وقت پر سنِ خاتمہ کی دولت سے نوازے۔ آمین"

محدث العصر حضرت علامہ شبیر محمد یوسف بنوریؒ اپنے تاثرات میں فرماتے ہیں کہ:-
"برادرِ محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیفِ لطیفہ

معارف مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہ ہو سکتا تھا، فارسی اور دینی قدرت شعر، حسن ذوق، پاکیزگی خیالات، درد دل کا بہترین مرقع ہے، اب موصوف نے دیوان شمس تبریز جو عارف دومی تمکلم کے شیخ ہیں۔ ان کے حقائق و معارف کا انتخاب و تشریح و بیان لکھ کر اپنے حسن ذوق، لطافت طبع اور سلامت فکر کا ایک اور شاہد عدل پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ارباب ذوق کو ان کے شگفتہ تالیفات و انتظامات سے مزید مستفید فرمائے۔ (آمین)

(نوٹ) حضرت حکیم صاحب مدظلہ کے مفصل حالات اور ان کی تالیفات پر اکابر علماء کی آراء گرامی دیکھنے کے لئے "مذکرات دکن" اور "ترجمۃ المصنف" ملاحظہ فرمائیے۔

کسی انسان کی حق تلفی کا تدارک پوری زندگی کی عبادتوں سے بھی ممکن نہیں ہے
پارسائی کے اس اعلیٰ معیار کی بنا پر اسلام کا پرستار ضابطہ ہے کہ حقوق اللہ
اسے حقوق العباد مقدم اور زیادہ اہم ہیں۔ اللہ کی مخلوق اللہ کو ایسی پیاری
ہے جیسے باپ کی نظر میں اولاد پیاری ہوتی ہے۔
پس اللہ کے نزدیک وہ شخص سب سے زیادہ پسندیدہ
ہے۔ جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔
(حضرت مولانا انتظام الحق تھانویؒ)

حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری

آپ کا دطن بلند شہر صوبہ یوپی تھا۔ آپ صوفی محمد صدیق صاحب کے گھر پیدا ہوئے
جو نیک بزرگ تھے۔ آپ نے مولانا محمد صادق صاحب پنجابی ثم سنبھالی سے قرآن مجید
حفظ کر کے موصوف سے ہی فارسی اور صرف نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد
مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخلہ لے کر دو سال میں یہ کتب پڑھیں۔ شرح و تالیف،
قدوری، کنز الدقائق اصول الثانی، شرح تہذیب، نور الاولیاء، الفحۃ، یمن، سشرح
جامی وغیرہ۔

پھر شوال ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ خلافت جامع مسجد علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ اور
مولانا فیض الدین ملکی سے محضر المعانی، سراج وغیرہ پڑھیں اور دیگر مدرسین کے پاس یہ
کتابیں پڑھیں۔ ہدایہ اولین، حسامی، مسلم العلوم، شرح عقائد، مقامات یہاں سے پڑھ
کر مدرسہ مظاہر العلوم میں چلے آئے۔ اور ہدایہ ثانی، دیوان متنبی، حماسہ، توضیح
اور ملا حسن سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ مظاہر العلوم میں داخلہ شوال ۱۳۶۱ھ فراغت
۱۳۶۳ھ۔

نچادی شریف جلد اول حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی سے اور جلد
دوم حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب کے پاس مسلم شریف حضرت مولانا اسعد اللہ
صاحب سے ترمذی، شمائل ترمذی، طحاوی شریف حضرت مولانا عبدالرحمن کاپلوری سے
نسائی ابن ماجہ موطا امام مالک و امام محمد مولانا منظور احمد خان صاحب سے پڑھیں،
فراغت کے بعد مدرسہ آثار دہلی (قائم کردہ مولانا دلی محمد ٹالوی) اور پھر مدرسہ اسلامیہ

کھڑے ضلع میرٹھ میں سال بھر سے زیادہ قیام کے بعد مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور بھکر ضلع
گوڑگانوہ میں ایک سال تک پڑھایا۔ اس کے بعد ۱۳۷۳ھ میں کلکتہ چلے آئے۔ اور
۱۳۸۱ھ تک یہیں قیام فرمایا۔ یہاں متعدد مدارس میں پڑھایا۔ کئی جدید مدرسے قائم
کئے۔ شوال ۱۳۸۱ھ میں حج کے لئے گئے۔ اور فارغ ہو کر حضرت مولانا محمد حیات صاحب
کے حکم پر مدرسہ حیات العلوم میں آگئے۔ اور مدرسہ میں نائب ناظم کے عہدہ پر رہتے
ہوئے۔ یہ کتب زیر درس رہیں، بیضاوی شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف
طحاوی شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد وغیرہ۔

رمضان ۱۳۸۲ھ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے
فرمان پر دارالعلوم کراچی چلے گئے۔ اور تفسیر و حدیث کے اسباق کے ساتھ ساتھ دارالافتاء
کی خدمات بھی آپ کو سونپی گئیں، یہاں آپ نے ہزاروں افراد کو اپنے فیض علمی سے سیراب و
شاداب کیا۔ اور پھر مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے جہاں ابھی تک آپ کا فیض علمی و روحانی
جاری و ساری ہے۔ آپ نے درس و تدریس اور افتاء کی خدمت کے علاوہ بہت سی
کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ جو مختلف موضوعات پر اصلاحی و علمی انداز سے لکھی گئی ہیں۔
ذیل میں آپ کی تصانیف کے اسماء لکھے جاتے ہیں۔

(۱) مجاہد الکرامین شرح معانی الآثار عربی (۲) تبیہ الرامی تبخیر حج احادیث
الطحاوی عربی۔

(۳) ناد الطالین من کلام رسول رب العالمین عربی۔

(۴) الفوائد السنیہ فی شرح الاربعین النوویہ - (۵) تفسیر سورۃ فاتحہ۔

(۶) التحفۃ المرصیۃ شرح مقدمۃ الجزیریہ - (۷) حضرت ابوذر غفاری رضی

(۸) حضرت سلمان فارسی رضی

(۹) حضرت معاذ بن جبل رضی

(۱۰) حضرت ابوالدرداء رضی

(۱۱) حضرت بلال حبشی رضی

(۱۲) حضرت ابن ام کلثوم رضی

(۱۳) حضرت ابوہریرہ رضی

(۱۴) اُمت مسلمہ کی مائیں (۱۵) رسول اللہ کی صاحبزادیاں

(۱۶) صحابہ کرام کی جانبازی (۱۷) تذکرہ اصحاب صفہ (۱۸) پچاس قہتے (۱۹) چھ باتیں

(۲۰) مسنون دعائیں - (۲۱) خدا کا ذکر (۲۲) اکرام المسلمین (۲۳) اخلاص نیت

(۲۴) شرعی پردہ (۲۵) فضائل علمی (۲۶) مصیبتوں کے اسباب اور ان کا علاج -

(۲۷) اخلاقی چیل حدیث (۲۸) اصلاحی چیل حدیث (۲۹) گلشن حدیث -

(۳۰) اوصاف مومن (۳۱) کسب حلال اور ادائے حقوق (۳۲) نصائح رسول -

(۳۳) مرنے کے بعد کیا ہوگا - (۳۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں -

(۳۵) فضائل اُمت محمدیہ (۳۶) فضائل درود شریف - (۳۷) آئینہ نماز

(۳۸) بچوں کے لئے آسان نماز (۳۹) تحفہ خواتین - (۴۰) مسلم خواتین کے لئے حسین

(۴۱) وصایا امام اعظم - (۴۲) شاہ ولی اللہ کی خوابی چیل حدیث - (۴۳) جانوروں کے حقوق -

(۴۴) خواتین اسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں - (۴۵) اسلامی نام -

(۴۶) چھ باتیں - (۴۷) عربی کا آسان قواعد (۴۸) القادیانہ ماہی و غیرہ -

حضرت مولانا مفتی محمد وحید صاحب

آپ قصبہ ٹانڈہ بادی ریاست رامپور میں حضرت مولانا محمد بنیہ صاحب کے گھر
۳ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ کو پیدا ہوئے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس
سرہ نے نام محمد وحید رکھا۔ اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد
بنیہ صاحب حضرت حکیم الامت تھانوی کے خلیفہ ارشد تھے۔ اور ایک جید عالم دین اور
صاحب نسبت بزرگ تھے۔ پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری سے بیعت ہوئے
پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت حکیم الامت تھانوی سے رجوع کیا۔ اور بہت جلد خلافت و
اجازت سے نوازے گئے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے بیعت
تھیں۔ جو آخری دم تک حضرت حکیم الامت کے بتائے ہوئے وظائف پر سختی سے عمل پیرا رہیں
اور ہر چیز میں دین کو دنیا پر ترجیح دینی رہیں پوری بستی میں رنیداری اور پردہ وغیرہ میں بہت
مشہور تھیں۔ اور ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔

آپ نے ناظرہ قرآن پاک قاری عبداللہ صاحب بھڑی والوں سے پڑھا۔ پھر کتابوں
کا ابتدائی سلسلہ شروع ہوا۔ اردو اطلالہ، حساب اور فارسی کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ بادی
میں حاصل کی۔ خصوصیت سے فارسی کی تعلیم مولانا محمد علی دیوبندی سے حاصل کی جو مولانا محمد میاں صاحب
سے بھائی تھے پھر عربی کی ابتدائی کتب کا فیتہ تک مولانا محمد صاحب امروہی خلیفہ حضرت
تھانوی سے حاصل کی۔

کچھ زمانہ مولانا موصوف کے ساتھ امروہہ میں رہے۔ مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ میں جن
اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان میں مولانا شبیر احمد فیض آبادی اور مولانا سجاد احمد جوہپوری
شامل ہیں۔ اس کے بعد شوال ۱۳۶۱ھ میں آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔

اور یہاں کے قیام کے زمانہ میں آپ تھانہ بھون حضرت حکیم الامت تھانوی کی خدمت اقدس
میں بھی حاضری دیتے رہے اور اسی اثنا میں حضرت تھانوی سے شرف بیعت بھی حاصل
کیا۔ اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالرحمن کامپوری صدر المدین مدرسہ مظاہر العلوم
سہارنپور سے قائم کیا۔ اور سلوک و تصوف کے منازل طے کرتے رہے اور ان سے
فیض علمی کے ساتھ ساتھ فیض روحانی بھی خوب خوب حاصل کیا۔ آپ نے تمام علوم و
فنون کی تکمیل مظاہر العلوم میں رہ کر ہی کی۔ اور یہاں کے اکابر اساتذہ حضرت مولانا
عبدالرحمن کامپوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور حضرت مولانا اسعد
صاحب سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل
کی جس میں سب سے اعلیٰ نمبریں کامیابی ہوئی۔ اور مدرسہ سے اعلیٰ نمبر کا خصوصی انعام
حاصل کیا۔ پھر ۱۳۶۴ھ و ۱۳۶۵ھ دو سال میں فنون کی بقیہ کتب منطق و فلسفہ اصول
فقہ علم حساب علم ہیئت اقلیدس و ادب وغیرہ کی تکمیل کی پھر اسی سال آپ حضرت مولانا
عبدالرحمن کامپوری کی دسالت سے مدرسہ خاندقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں مدرس مقرر
ہوئے۔ ایک سال تک تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ آپ نے
دس پارے بھی قرآن مجید کے حفظ کئے۔ اس کے بعد رمضان کی تعطیل میں آپ ٹانڈہ پہنچے
تو اسی دوران تقسیم ملک ہوئی۔ جس کے نتیجے میں خوزیری ہوئی۔ اور راستے خطرناک بن
گئے۔

مولانا شبیر علی تھانوی مہتمم خاندقاہ اشرفیہ نے سفر کو قطعی طور پر منع فرمادیا۔ لہذا
مجدداً آپ گھر پر مقیم رہے۔ آپ نے فرصت کو مغتنم سمجھ کر قرآن مجید کے بقیہ پاروں
کو حفظ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور صرف آٹھ ماہ میں مکمل قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اور اسی سال
خرمادینج میں قرآن سنانے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد ایک سال مزید ٹانڈہ
میں قیام کیا جس میں تجارت کا مشغلہ رہا۔

شوال ۱۳۸۵ھ میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ نے اپنے مدرسہ اشرف المدارس ہرودئی میں تدریس کے لئے دعوت دی آپ نے ایک سال ہرودئی میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر شوال ۱۳۸۹ھ میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ کی جانب سے جلال آباد مفتاح العلوم میں تدریس کی دعوت ملی۔ تو آپ بمشاہرہ ۳۵ روپے جلال آباد چلے گئے جبکہ ہرودئی میں مشاہرہ ۵۵ روپے تھا۔ مگر آپ نے ہرودئی کی دعوت کو اس شرط پر منظور کیا تھا کہ اگر یہاں سے بڑی کتابیں پڑھانے کی اور جگہ سے دعوت آئی تو اس جگہ کو ترجیح دی جائے گی۔ نہ کہ تنخواہ کی زیادتی کی وجہ سے ہرودئی کے مدرسہ اشرف المدارس میں چونکہ پائینہ انھوں تک تعلیم دی جاتی تھی۔ جبکہ مفتاح العلوم جلال آباد میں علمی ترقی اور لوجی کتب کی تدریس کا موقع فراہم تھا۔

چنانچہ اسی شرط کے موافق آپ نے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب سے رخصت طلب کی حضرت مولانا نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اور آپ نے جلال آباد میں پانچ سال مقیم رہ کر تدریسی خدمات انجام دیں۔ یہاں ہر طرح کی کتب حتیٰ کہ مسلم شریف پڑھانے کا بھی موقع ملا۔ اسی اثنا میں مشاہرہ میں اضافہ ہوا۔ جو ساڑھے دو ہتھک پہنچا۔ ۱۳۹۴ھ میں مولانا احتشام الحق مہتمم دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ بابر اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے پاکستان آنے کی دعوت دی آپ نے یہ دعوت قبول کی اور دارالعلوم ٹنڈوالہ بابر میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔

۱۳۹۵ھ میں اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی۔ الغرض ۱۳۹۶ھ سے دارالعلوم ٹنڈوالہ بابر میں آپ تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہاں پر ہر طرح کی کتب کی تدریس کا موقع نصیب ہوا ہے، ۱۳۹۷ھ میں نسائی شریف وغیرہ اور ۱۳۹۸ھ سے ابوداؤد شریف مسلسل آپ کے پاس ۱۳۹۹ھ تک رہی۔ اس مدت میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی زیر نگرانی فتاویٰ کی خدمات بھی انجام

دیتے رہے تقریباً ۱۷ سال تک پھر آپ کی زیر نگرانی دوسرے حضرات نے یہ خدمت انجام دی۔ اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ۱۳۹۴ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی رحلت کے بعد آپ کو بخاری شریف دی گئی۔ اور ۱۳۹۷ھ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف کی مسلسل تدریس کی خدمات حضرت مفتی صاحب انجام دے رہے ہیں۔ اور بطور شیخ الحدیث دارالعلوم ٹنڈوالہ بابر میں حدیث کے چراغ جلا رہے ہیں۔ آپ کے ممتاز تلامذہ مولانا شفیع اللہ صاحب مولانا محمد یونس صاحب جلال آباد، مولانا نصیر احمد صاحب مفتی جلال آباد، مولانا عقیل الرحمن استاذ الحدیث، مولانا یار احمد صاحب۔ مولانا غلام قادر صاحب، مدرس دارالعلوم ٹنڈوالہ بابر، مولانا عبدالحی مدرسہ نواب شاہ اور مولانا محمد قاسم صاحب جو سعودیہ کی طرف سے دیگر محکمات میں مبلغ ہیں وغیرہم جو سب کے سب دینی علمی و تدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں طالبان علم نے آپ سے فیض علمی حاصل کیا ہے۔

اصلاحی نفس جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ۱۰ اپنے استاذ شفیع مولانا عبدالرحمن بکا پیوری سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں قیام کے دوران قائم کیا۔ بیعت کا شرف حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے بھی حاصل کیا ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کے انتقال کے چند سال بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے تعلق قائم کیا۔ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ میں آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا، ان کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ سے بھی روحانی تعلق قائم فرمایا ویسے حضرت مولانا مدظلہ سے تعلق عقیدت تو ان کے مدرسہ جلال آباد کے قیام سے ہی تھا۔ لیکن اس خصوصی تعلق کے بعد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے بھی اجازت بیعت مرحمت فرمادی۔ اجازت نامہ بیعت کی تاریخ ۱۳ رجب الاول ۱۳۹۶ھ ہے۔

بہر حال آپ ایک جید عالم دین عظیم مفتی، محقق اور عارف ہیں۔ نہایت متواضع
منکسر المزاج اور خندہ جبیں بزرگ ہیں۔ اخلاق و عادات میں اپنے اکابر کا نمونہ ہیں
نہایت سادہ منساہ اور خوش اخلاق ہیں بحضرت تھانویؒ کے مسلک و مشرب پر سختی
سے قائم ہیں۔ دارالعلوم اسلامیہ نڈوالہ یار میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے نہایت
خاموشی سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے علم سے جو فتاویٰ حضرت مولانا
ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی نگرانی میں درج رجسٹر ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار ہے
اور بیشمار فتاویٰ درج نہیں ہو سکے مولانا عثمانی کی حرکات کے بعد فتاویٰ کی تعداد
بیشمار ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی زین العابدین فیصل آبادی

مفتی زین العابدین بن محمد عابد قریشی میانوالی میں جنوری ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے
علاقہ اور پھر لاہور و ملتان کے علماء سے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت
میں داخلہ لیا۔ بخاری شریف شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے مسلم شریعت مولانا حافظ
عبدالرحمن سے، ابوداؤد مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے اور ترمذی مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی
سے پڑھیں اور ۱۳۵۸ھ میں فراغت حاصل کی۔

تعلیمی فراغت کے بعد اشرف المدارس امرتسر میں ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء تک تدریس کی۔ اسی
دوران ۱۹۴۲ء میں بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے ملاقات ہوئی اور ان سے
بہت متاثر ہوئے۔ کچھ وقت تبلیغ و دعوت میں لگایا۔ پھر حضرت مولانا کی خدمت میں کچھ
عرصہ رہنے کے بعد حرمین شریفین کا سفر کیا اور ۲۹-۱۹۴۸ء وہاں رہے۔ پھر مصر،
لبنان، شام، فلسطین، اردن، عراق، بحرین کے تبلیغی دورے کئے اور ۱۹۵۰ء میں واپس آئے۔
پھر اسی سال دوبارہ حرمین شریفین حاضری دی۔ وہاں سے بلاد عربیہ اور ترکیہ جانا ہوا اور ۲۲
دسمبر ۱۹۵۰ء کو واپسی ہوئی۔ بعد ازاں ۱۹۵۲ء میں جامع مسجد فیصل آباد کے مفتی و خطیب مقرر ہوئے۔
اور وہاں دارالعلوم اشرف المدارس قائم کیا جس میں سینکڑوں طلباء ہر سال زیر تعلیم رہتے ہیں۔
اللہ کے دین کی دعوت و تبلیغ میں آپ نے پچاسیوں مرتبہ سعودی عرب، افریقہ، لندن، مشرق وسطیٰ
ملائیشیا، سنگاپور اور دیگر ممالک کے دورے کئے اور تبلیغ دین کا حق ادا کیا۔

آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے دست حق پرست پر بیعت
کی اور ۱۹۵۲ء میں ان سے خلافت عطا ہوئی پھر آگے سلسلہ جاری ہے اور آپ سے بھی
بہت سے حضرات تہذیبیت پا رہے ہیں۔ آپ ایک نہایت متقی پیرمیزگار، متبع سنت، خلیق
اور اسلاف کی یادگار ہیں۔ حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین!

(”خدام الدین“ شیخ الحدیث نمبر)

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری عہد حاضر کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے علاقہ کے ممتاز علماء سے حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ جہاں اکابر علماء سے علم و ادب کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت پہنچے اور امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کو جن دوسرے اکابر اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا، ان میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری قدس اللہ سرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دورہ تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ سلوک و تصوف کی تعلیم بھی حاصل کی اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ برصغیر کی تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام کے ساتھ وابستہ رہے اور بڑی سرگرمی سے کام کرتے رہے۔ پھر تنظیم اہل سنت والجماعت پاکستان کے صدر منتخب ہوئے اور ناموس صحابہ کے تحفظ کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب، حضرت قاضی نور محمد صاحب اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کے ساتھ مل کر اہل بدعت کے خلاف ایک تنظیم ایک تحریک ۱۹۵۷ء میں جمعیت اشاعت توحید و سنت پاکستان کے

نام سے تشکیل دی، جس کے پہلے صدر قاضی نور محمد صاحب اور آپ نائب صدر منتخب ہوئے۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد آپ جمعیت کے صدر منتخب ہوئے اور ناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ خان مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ کم و بیش کوئی چالیس برس سے آپ جامع مسجد فیصل گیٹ گجرات کے خطیب چلے آ رہے ہیں۔ عالم شباب میں پورے ملک میں آپ کی خطابت کا طوطی بولتا تھا اور اہل بدعت کے ایوانوں میں آپ کی ولولہ انگیز خطابت سے زلزلہ آجاتا تھا۔

آپ ایک عظیم خطیب، ذہین مقرر، اعلیٰ مدرہ اور شیخ طریقت ہیں۔ جامعہ ضیاء العلوم گجرات کے بانی ہیں۔ سیاسی نظریات میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع رح اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے ہم خیال رہے ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں مرکزی جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے امیر منتخب ہوئے اور سوشلزم کے خلاف مرکزی جمعیت کی کانفرنسوں میں ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ان حضرات اکابر کے ساتھ شریک سفر رہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۹۷۳ء میں آپ نظام اسلام پارٹی کے نائب صدر منتخب ہوئے جس کے صدر مولانا احتشام الحق تھانوی تھے۔ الغرض آپ نے ساری زندگی اہل بدعت اور اہل باطل کے خلاف جنگ لڑی ہے اور باطل کو ہر میدان میں شکست دی ہے۔ تحریک ختم نبوت ہو، تحریک بحالی جہوریت ہو یا لادینی عناصر کے خلاف تحریک ہو، آپ ہر میدان میں صفِ اول میں نظر آتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین !

(ماخوذ مشاہیر علماء و جلد فیوضات حسینی)

حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کراچی

آپ ۱۹۲۸ء کو حسن پور لوہاری ضلع مظفرنگر یوپی میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام عبد العظیم خان ہے۔ قومیت کے لحاظ سے پٹھان ہیں۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر یوپی میں عربی کی تعلیم کے لئے حضرت مولانا مسیح اللہ خان ثروانی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور دو سال ان کی خدمت میں رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۴۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں پانچ سال رہ کر تمام علوم و فنون اور دورہ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۹۴۴ء میں سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد شریف کشمیری، مولانا عبدالحق اکوڑوی، مولانا عبدالحق ملتانوی، مولانا محمد ادیس کاندھلوی، مولانا اعجاز علی امروہی اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں عمدہ صدر مدرس و ناظم اعلیٰ ۸ سال تک خدمات انجام دیں۔ اسی دوران فنون کی آخری کتابیں اور دورہ حدیث پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں تین سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ ازاں بعد دارالعلوم کراچی میں دس سال تک جملہ علوم و فنون کی کتابوں کا درس دیا۔ اس عرصے میں ترمذی شریف، مشکوٰۃ اور بخاری شریف بھی پڑھائیں۔ اسی دوران علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی خواہش پر جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن میں بھی درس دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک دینی مدرسہ جامعہ فاروقیہ کے نام سے کراچی میں قائم کیا۔ جہاں ملک و بیرون ملک کے طلباء علم حدیث و فقہ و تفسیر حاصل کر رہے ہیں۔

آپ نے مختلف موضوعات پر مختلف تصانیف بھی لکھی ہیں۔ ہزاروں طالبان علم آپ سے کسب فیض حاصل کر چکے ہیں۔ آپ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کے خلیفہ ارشد ہیں اور دینی علمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات میں مصروف ہیں۔ حق تعالیٰ عمر دراز فرمائیں۔ آمین !

حضرت مولانا خان محمد کشدیاں شریف

آپ ۱۹۳۰ء کو موضع ڈنگ ضلع میانوالی میں ملک خواجہ عمر راجپوت کے گھر پیدا ہوئے۔ بچپن میں آپ کے چچا حضرت مولانا احمد خاں صاحب نے آپ کو آپ کے والد ماجد سے مانگ لیا اور آپ خانقاہ میں آگئے۔ وہاں مولانا سید عبداللطیف شاہ صاحب سے قرآن مجید پڑھا۔ پھر فارسی نظم و نثر اور علم صرف و نحو کی کتابیں مولانا عبداللہ صاحب سے پڑھیں۔ ازاں بعد دارالعلوم عزیزہ بھیرہ میں داخل ہو کر متوسطات عربیہ کی تحصیل کی۔ پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت میں داخلہ لیا اور وہاں مولانا حافظ عبدالرحمن امروہی، مولانا بدر عالم مہاجر مدنی، مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا عبدالعزیز کیمبلپوری سے مختلف علوم و فنون کی کتب پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۲ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ واپس خانقاہ سراجیہ میں آکر مولانا محمد عبداللہ صاحب سے کئی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں۔ بعد فراغت تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپ نے کئی سال اپنے شیخ کی نگرانی میں تعلیم و تدریس میں گزارے اور ان کی خدمت کی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کے وصال کے بعد آپ ان کے جانشین مقرر ہوئے اور پھر سلسلہ کی اشاعت و ترویج میں دن رات لگے رہتے ہیں۔ کئی عربی مدارس کے آپ سرپرست ہیں اور کئی تنظیموں کے شوری کے ممبر بھی ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے موجودہ صدر آپ ہی ہیں اور عالمی سطح پر مجلس کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ نہایت قابل قدر بزرگ ہیں اور آپ تبلیغ دین اور اشاعت دین میں سرگرمی سے مصروف عمل ہیں۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

آپ کتبہ خیل تحصیل ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ سید احمد روحانی کی اولاد سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ پھر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک پشاور میں دو سال تک مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں آپ نے مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۴۳ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفرائض حاصل کی۔ تفسیر قرآن کی سند شیخ القرآن غلام اللہ خان صاحب سے دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے حاصل کی۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ قاسم العلوم میں درس و افتاء کا کام کرنے کے بعد حضرت مولانا عرض محمد کے مدرسہ مطہر العلوم کوٹہ میں بطور صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ تین سال کے بعد وہاں سے منڈی بوریوالہ کے مدرسہ میں ایک سال تدریس کی۔ پھر مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں بطور صدر مدرس تشریف لائے اور چند سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۷۰ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں برائے تدریس بلائے گئے اور اس وقت بطور شیخ التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ جامعہ پنجاب کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض بھی انجام دینے میں مصروف ہیں۔

آپ اردو، عربی، فارسی اور پشتو زبان کے ایک اچھے ادیب و شاعر ہیں۔ تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے کوئی ساٹھ مشترکہ کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جو مختلف دینی علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک و بیرون ملک دینی و علمی خدمات میں مصروف ہیں۔



حضرت مولانا سبحان محمود کراچوی

آپ کی ولادت ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ ۱۳۵۵ھ میں حفظ قرآن سے فراغت حاصل کی۔ ۱۳۵۷ھ میں فارسی کی تعلیم مکمل کر کے درس نظامی کی کتب شروع کیں۔ ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ہدایہ اولین میں داخلہ لیا اور یہیں موقوف علیہ بھی پڑھا۔ دو مرتبے سال ۱۳۶۶ھ میں ملک تقسیم ہوا اور پاکستان وجود میں آیا۔ آپ نے پاکستان ہجرت کی اور ۱۳۶۸ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا عبدالرحمن کابلپوری، مفتی عبداللہ اور مولانا عبدالشکور کابلپوری سے دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ پھر ۱۳۷۰ھ میں علامہ سید سلیمان ندوی کے ایک مدرسے میں بحیثیت صدر مدرس تقرر ہوئے لیکن کچھ عرصے کے بعد آپ استعفیٰ دے کر ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ میں دارالعلوم کراچی میں بحیثیت عربی استاذ تشریف لے گئے۔ اس وقت دارالعلوم کو قائم ہوئے صرف ایک سال ہی گزر رہا تھا۔ یہیں آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے درس تفسیر عقود رسم المفتی پڑھی اور دیگر علوم و فنون میں بھی استفادہ کیا۔

آپ کو حضرت مولانا عبدالرحمن اسروہی اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے کتب حدیث کی اجازت حاصل ہے۔ آپ اس وقت دارالعلوم کراچی میں بطور شیخ الحدیث و التفسیر تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ اعلیٰ درجے کے مدرس اور قابل رشک حافظ کے مالک ہیں۔ اعلیٰ علمی استعداد کے ساتھ تفسیر و حدیث اور فتویٰ نویسی میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ کوئی تیس سال سے دارالعلوم میں درس بخانی دے رہے ہیں اور دورہ تفسیر بھی پڑھاتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور حضرت علامہ محمد تقی عثمانی اور دیگر اساتذہ دارالعلوم آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ چند سال آپ دارالعلوم کراچی کے ناظم بھی رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمن صدیقی

آپ حضرت مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ احمدیہ بھوپال میں حاصل کی۔ پھر تقسیم ملک کے بعد اپنے والد محترم کے ساتھ پاکستان آگئے اور آپ کے والد حضرت مولانا اشفاق الرحمن صاحب کاندھلوی دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں استاذ الحدیث مقرر ہوئے تو مستقل قیام ٹنڈوالہ یار میں رہا۔ اس دوران دارالعلوم اسلامیہ اشرف آباد ٹنڈوالہ یار سندھ میں آپ نے ثانوی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے پڑھا۔ دیگر اساتذہ میں والد مکرم مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی، مولانا عبدالرحمن کامپوریؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا محمد مالک کاندھلوی شامل ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ دائرہ علوم ہی میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور بہت جلد استاذ الحدیث مقرر ہوئے۔ پھر نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں تادم تحریر شیخ الحدیث کی حیثیت سے دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں حدیث رسولؐ کے چراغ جلائے ہوئے ہیں۔ ہزاروں طلباء استفادہ کر چکے ہیں۔ آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی کیا ہے اور مختلف موضوعات پر متعدد تالیفات منظر عام پر آئی ہیں جن میں حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابوں کا ترجمہ "البلاغ البین"۔ "فیوض الحرمین"۔ "منہاج العابدین"۔ امام غزالیؒ کا ترجمہ آردو وغیرہ۔ علم حدیث میں ترجمہ آردو صحیح مسلم شریف، ترجمہ ریاض الصالحین الجامع الصحیح سلم قابل ذکر ہیں۔ آپ کے دوسرے دو بھائی مولانا پروفیسر حامد الرحمن صدیقی اور مولانا حبیب الرحمن صدیقی بھی تدریسی، علمی اور تصنیفی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالستار تونسوی

آپ تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے ہیں۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مکرم کتبہ دارالعلوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند گئے۔ جہاں سے آپ نے قرآن و حدیث، فقہ و کلام، منطق و فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دورہ حدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا۔ دیگر اساتذہ میں حضرت مولانا اعجاز علی امر و جیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا عبد السمیع وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم کرنے کے بعد آپ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی خدمت میں پہنچے جہاں سے علم مناظرہ و تحقیق میں قابل رشک دسترس اور عبور حاصل کیا۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ نے مذاہب باطلہ کے تعاقب اور سد باب کے لئے علوم اسلامیہ پر تحقیق کا کام شروع کیا۔ یہ کام اس حسین انداز میں کیا کہ علوم دینیہ کے تمام شعبہ جات پر مکمل دسترس کے ساتھ مذاہب باطلہ پر بھی مکمل تحقیقی عبور حاصل کیا۔ اس تحقیقی سفر میں آپ نے دارالعلوم دیوبند، لکھنؤ، دہلی اور پاکستان کے تمام مرکزی دینی اداروں کی لائبریریاں چھان پھٹک ڈالیں اور بعد ازاں ایران، تہران، نجف عراق، شام، مصر، سعودی عرب، بنگلہ دیش، متحدہ عرب امارات، اور دیگر اسلامی ممالک کی لائبریریوں اور کتب خانوں سے بھرپور تحقیقی استفادہ کیا اور مذکورہ ممالک سے قدیم اور نایاب ترین کتب جو آج تک بھی نایاب و نادر تھیں۔ آپ نے ایک ذخیرہ جمع کر کے مصنفین علماء پر احسان عظیم کیا ہے۔ آپ کی ایک عظیم الشان عربی کتاب حکومت سعودیہ کی طرف سے طبع ہوئی۔ جس کی افادیت کے پیش نظر حکومت نے اسے مدینہ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کیا ہے اور اس طرح عالم اسلام کے علماء اس کتاب سے استفادہ کر رہے ہیں۔

پوری دنیا سے تحقیقی مواد اکٹھا کرنے کے بعد حضرت علامہ تونسوی نے ملتان

میں ایک تحقیقی مرکز کی بنیاد رکھی جس کو دارالمبلغین کا نام دیا گیا ہے۔ اس طرح سے ہزاروں علماء استفادہ کر چکے ہیں۔ آپ کی علوم دینیہ پر تحقیق و مطالعہ علماء محققین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ آپ کے تلامذہ اشاعت دین اور مذاہب باطلہ کی تردید اور اسلام کی حقانیت پر اپنی صلاحیت صرف کئے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں تو کئی دینی جماعتوں کے بانی و سربراہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں جو تسلسل کے ساتھ اپنی جگہ اشاعت دین کا فریضہ احسن طریقہ سے سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ اس وقت ایک دینی جماعت ”تنظیم اہلسنت والجماعت پاکستان“ کے صدر ہیں جسے ۱۴ اپریل ۱۹۶۶ء میں برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی نمائندگی کے لئے سردار احمد خاں پٹانی مرحوم کی سرپرستی میں حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری، علامہ دوست محمد قریشی اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود جیسے بزرگوں نے تشکیل دیا تھا۔ اس تنظیم کا صدر دفتر نواں شہر ملتان میں ہے۔ اور علامہ تونسوی اس تنظیم کے صدر کی حیثیت سے اپنی تحقیقی، تحریری اور تقریری تمام تر صلاحیتوں کی بدولت جماعت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں خصوصاً اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت اور مذاہب باطلہ کی طرف سے دین حق کے خلاف سازشوں کا تعاقب اور اس کا موثر سد باب کرنے اور مسلمانوں میں تحریک احیاء دین کو جاری و ساری رکھنے کی بھرپور سعی فرمائی ہے۔

تنظیم اہلسنت کا تبلیغی مسلک اعتدال ہے اشتعال نہیں۔ آپ اور آپ کی تنظیم کے مبلغین نے تبلیغ ہمیشہ مثبت انداز میں کی ہے۔ ہنگامے نہیں کرائے۔ صحابہ کرام اور اہلبیت میں ہمیشہ جوڑ کی بات کی ہے توڑ کی نہیں۔ آپ نے ہمیشہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اصلاحی رنگ اختیار کیا ہے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ہمیشہ دلیل کے ساتھ حق بات کا اظہار کیا ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو دیر تک سلامت رکھے۔ آمین !

(ماخوذ تحریک تنظیم اہلسنت ملتان)

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی

آپ پاکستان کے ممتاز ترین علمائے دین میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ آپ نے علامہ سید سلیمان ندوی، مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا خیر محمد جالندھری، مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علماء سے فیوضات علمی و روحانی حاصل کئے ہیں۔ آپ مختلف دینی مدارس اور کالجز میں بحیثیت ایک عظیم محقق، استاذ الحدیث اور پروفیسر کی حیثیت سے تدریسی و علمی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ابتداء میں مرے کالج سیالکوٹ میں پروفیسر رہے۔ پھر تنظیم اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہو کر آپ تحفظ ناموس صحابہؓ کے آئق پر آفتاب بن کر چلے۔

تنظیم کی طرف سے ایک رسالہ ”دعوت جاری کیا جس نے آپ کی زیارات رخص و الحاد کے سیلاب میں دفاع صحابہؓ کے محاذ پر بھرپور تعمیری کام کیا۔ اس سلسلہ میں عملی اور مالی مشکلات برداشت کیں اور پاکستان کے شہر شہر اور قریہ قریہ میں عظمت صحابہ رضی اللہ عنہ کے وہ چراغ روشن کئے جن کی تابانی کی جھلک ”دعوت“ کے صفحات میں ملے گی۔

آپ نے تحریک تنظیم اہل سنت کے قائد کی حیثیت سے ملک کے طول و عرض میں مقام صحابہؓ کا بھرپور دفاع کیا اور جلسوں، کانفرنسوں، مناظروں، تحریروں اور تقریروں کے ذریعے ہر محاذ پر رخص و الحاد کو لٹکا رہا۔ بعد ازاں دارالمبلغین تنظیم قائم کر کے ایسے مبلغ اور شاگرد تیار کئے جنہوں نے شہر شہر اور بستی بستی عظمت صحابہؓ کے چراغ جلانے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ انگلستان چلے گئے اور وہیں

کا ہو کر رہ گئے۔ آپ نے وہاں بھی اصحاب رسول کے دفاع کا کام جاری رکھا۔ اور باقاعدہ ایک اسلامک اکیڈمی مانچسٹر میں قائم کی جس کے آپ ڈائریکٹر منتخب ہوئے۔

آپ نے ایک عظیم محقق اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے پورے انگلستان میں عظمت اسلام کی صدائیں بلند کیں اور مرکزی اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کے ذریعے تبلیغ دین اور اشاعت حق کا فریضہ سرانجام دیا۔

آپ نے مذہب باطلہ میں متعدد تصانیف و مقالات تالیف کئے۔ جن میں "آئنا الحدیث" "خلفائے راشدین" "مطالعہ بریلویت" علمی و تحقیقی تصانیف ہیں۔ آپ بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں اور مایہ ناز عالم و فاضل ہیں۔

۶

حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی

حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمن اشرفی کا شمار پاکستان کے ممتاز علمائے دین میں ہوتا ہے۔ آپ مخدوم الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۳۵۵ھ کے لگ بھگ امرتسری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ نعمانیہ میں اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ پھر تمام علوم و فنون کی کتابیں جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھیں۔ آپ نے جن مشاہیر علماء کے سامنے لڑائوئے ادب تہہ کئے۔ ان میں حضرت اقدس مفتی محمد حسن امرتسری رح، حضرت مولانا رسول خان ہزاروی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد ۱۹۵۲ء ہی سے آپ نے جامعہ اشرفیہ میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا اور آپ نے ابتداء ہی سے مشکوٰۃ اور مسلم شریف پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔ والد محترم کے زمانہ ہی سے جامعہ اشرفیہ کی جامع مسجد الحسن میں خطبہ جمعہ آپ ہی دیتے ہیں۔ لاہور کے بڑے بڑے عالم جو خود جمعہ کمین نہیں پڑھاتے وہ آپ ہی کی اقتدار میں جمعہ پڑھتے ہیں مولانا مودودی مرحوم آخر وقت تک نماز جمعہ کے لئے جامعہ اشرفیہ پہنچتے رہے۔ اور مولانا امین احسن اصلاحی اب تک نماز جمعہ یہیں ادا کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے آپ نہ صرف عوام بلکہ علمائے کرام کے لئے بھی قابل اعتماد ہیں۔

حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد آپ کے بڑے

بھائی حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم منتخب ہوئے اور آپ جامعہ کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور تادم تحریر اس عہدے پر فائز ہیں اور تدریس حدیث کے ساتھ ساتھ جامعہ کے انتظامی امور کو بھی اپنے بھائی کی قیادت میں بڑے احسن طریقے سے سنبھالے ہوئے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ ہی جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے ہیں اور بخاری شریف کی اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ہزاروں طلباء علم حدیث و فقہ میر آپ سے استفادہ کر چکے ہیں۔ آپ ایک بلند پایہ عالم دین، عظیم محدث و مفسر محقق و مدبر، عارف کامل اور روشن خیال بزرگ ہیں۔ اکابر کے محب و محبوب ہیں۔ والد مکرم حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب کے زمانہ ہی سے جامعہ اشرفیہ نہ صرف عوام بلکہ خواص کا بھی مرجع رہا ہے۔ حضرت کے زمانہ حیات میں اکابر علماء و مشائخ کا ایک جھماگھا ہوتا تھا۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت قادی محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ، حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ، حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ، کثرت سے الشریف لاتے تھے۔ ان سب کی خدمت و مدارات مولانا عبدالرحمن اشرفی اور مولانا عبدالرحیم مرحوم ہی کے ذمہ تھی۔ یہ تمام حضرات اکابر آپ سے خصوصی محبت و شفقت فرماتے تھے اور ان سب اکابر علماء کے آپ ہمیشہ سے منظور نظر اور ان کی خصوصی عنایات و توجہات کامرکز رہے۔

آپ نے شروع میں حضرت مولانا رسول خان صاحب شیخ المحدثین جامعہ اشرفیہ لاہور سے روحانی سلسلہ قائم کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب سے خلافت و

اجازت حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت مولانا فقیر محمد لپاوری سے اصلاح و تربیت کا تعلق جوڑا تو وہاں سے بھی آپ کو خلافت عطا ہوئی۔ اس طرح آپ نے بزرگوں سے خوب فیض حاصل کیا ہے اور آپ خود بھی اس وقت ایک شیخ کامل ہیں۔ اور ہزاروں کی اصلاح و فلاح کا درجہ بن چکے ہیں۔

آپ نہایت ذہین و ذکی، جامع المعقول والمنقول اور خطیب بے مثل ہیں۔ آپ کا درس قرآن و حدیث اتنا جامع اور مدلل ہوتا ہے کہ سامعین آپ کی علمی بصیرت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ آپ جب بھی وعظ و تقریر کرتے ہیں تو ڈیڑھ دو گھنٹے تو تمہید بیان کرنے میں لگ جاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک بحرِ ذخاں ہے جس کو نہ بردستی بند باندھ کر روکا جا رہا ہے۔

تدریس حدیث کے علاوہ کئی عظیم الشان تالیفات بھی آپ نے تصنیف کی ہیں۔ جن میں ”تفسیر نکات القرآن“ کئی جلدوں میں، ایک علمی شاہکار ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہ کے قابل فرزند شہید ہیں، اس وقت دارالعلوم کراچی کے مہتمم، استاذ حدیث، مفتی اور خطیب ہیں، ایک جلیل عالم دین، فقہیہ، محدث، محقق، مدیر، اور متعدد مفید علمی کتب و رسائل کے مؤلف و مصنف ہیں، دارالعلوم کراچی کے ممتاز ترین فضلاء میں سے ہیں، فتاویٰ نویسی میں خاص مہارت اور اتقان رکھتے ہیں اور اس میں حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں۔

آپ شب جمعہ ۲ یا ۳ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ میں بمقام دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔ پی۔ انڈیا) میں پیدا ہوئے، خوبی قسمت سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایک صبح میں آپ کا نام ”محمد رفیع“ بتخویر فرمایا، ”زجلہ خلائق محمد رفیع“ حسن اتفاق سے حضرت مفتی اعظمؒ کا ”صحیح“ بروز قیامت محمد شفیع“ ہے دونوں سجعوں کا وزن اور تافیہ برابر ہونے کی بناء پر شعر مکمل ہو گیا جو آپ کے حق میں ناں نیک ہے۔

بروز قیامت محمد شفیع زجلہ خلائق محمد رفیع

اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے قاعدہ بغدادی پڑھ کر پانچ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند کے شعبہ حفظ میں داخل ہوئے، پندرہ پارے حفظ کئے تھے کہ پاکستان آنا ہو گیا، چنانچہ حفظ کی تکمیل کراچی میں ہوئی، نتم قرآن مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینیؒ نے کرایا پھر دارالعلوم کراچی میں اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۳۷۲ھ

مطابق ۱۹۵۲ء میں درس نظامی کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا، اور اپنے وقت کے ممتاز علماء و محدثین سے کسب علم کرنے کے بعد ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں فراغت حاصل کی، زمانہ طالب علمی ہی میں ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا، آپ کو حضرت مفتی اعظمؒ سے مندرجہ ذیل کتب و رسائل طبعی صحنہ کی سعادت حاصل ہوئی، موطاء، امام مالک، شمائل ترمذی، در مختار، شرح عقود سم المفتی، نیز فراغت کے بعد حضرت مفتی اعظم قدس سرہ سے فتاویٰ نویسی کی مشق بھی کی اور آپ کی نگرانی میں ہزاروں سے زائد فتاویٰ تحریر فرمائے۔ آپ کو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے علاوہ شیخ الاسلام علامہ محمد طہر احمد عثمانی، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور شیخ محمد حسن بن المشاط ماسی جیسے اجلہ علماء و محدثین سے بھی اجازت روایت حدیث حاصل ہے،

دارالعلوم کراچی حضرت مفتی اعظمؒ کے علاوہ آپ کو ذیل کے ممتاز علماء سے کسب فیض کا موقع ملا، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی بانی و مہتمم مدرسہ اشرف المدارس کراچی، مولانا سلیم اللہ خان بانی و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، مولانا اکبر علی سہارنپوری، سابق استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم کراچی و مظاہر العلوم سہارنپور مولانا سبحان محمود صاحب، شیخ الحدیث دارالعلوم کورنگی، مولانا شمس الحق صاحب استاذ حدیث دارالعلوم کراچی، ۱۳۹۳ھ میں آپ کو دارالعلوم میں نائب مفتی نامزد کیا گیا اور ۱۳۹۳ھ میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے آپ کو باقاعدہ سند افتاء عطا فرمائی، درس نظامی سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم ہی میں تدریسی سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا، اب تقریباً سب بارہ سال سے آپ کو دورہ حدیث کے اسباق پڑھانے کی سعادت حاصل ہے اور بفضلہ تعالیٰ آپ کے تلامذہ بھی استاذ الاستاذ ہو چکے ہیں۔

جمادی الاول ۱۳۹۵ھ میں آپ نائب مفتی کے ساتھ دارالعلوم کراچی کے نائب صدر نامزد کئے گئے اور اب حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی وفات کے بعد سے دارالعلوم کراچی کے مہتمم

کی تمام ذمہ داریاں آپ کے سپرد ہیں اور آپ ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن حضرت مفتی اعظم تیس سرور کے مزاج و مذاق کے مطابق انجام دے رہے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت کے نقوش قدم کو آپ نے اپنے لئے مشعل راہ بنا رکھا ہے۔ واللہ الموفق والہدین۔

یہ سب حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ خاص عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ العالی کی نیک محبتوں اور مجالس کا فیض ہے کہ آپ نے ان کا دامن تمام رکھا ہے، آپ تقریباً آٹھ سال قبل حضرت مفتی صاحب کے حکم سے ان سے جمعیت ہوئے۔ جب سے باقاعدہ ان کی خدمت میں حاضری ہو رہی ہے۔ اللہ پاک اس سلسلہ کو قائم دائم رکھے۔ آپ کی یہ غرض نصابی ہے آپ کو سفر و حضر میں بکثرت حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں رہنے اور طویل عرصے تک استفادہ کرنے کا موقع ملا، افریقہ کے سفر اور رابعہ عالم اسلامی کی کانفرنسوں میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے آپ کو اپنا رفیق سفر بنایا، اگرچہ تدریس و انتاء اور اہتمام کی ذمہ داریوں کی بناء پر تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دینے کا آپ کو بہت کم وقت مل سکا۔ لیکن آپ کے علمی و تحقیقی ذوق نے اس کے باوجود مندرجہ ذیل گرانقدر تصانیف جملہ معروفیات کے باوصف لکھوالیں۔

(۱) ترجمہ علم الصیغہ اورد "ترجمہ کے علاوہ متعلقہ ضروری حواشی بھی ساتھ ہیں، اس میں آپ نے علم صرف سے متعلق ایک بصیرت اورد مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

(۲) علامات قیامت اورد نزول مسیح۔ (۳) احکام زکوٰۃ

(۴) پرائیویٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کے مسائل۔

(۵) حاشیہ شرح عقود رسم المفتی "۔ (۶) حاشیہ تسہیل الوصول۔

(۷) سوانح حضرت مفتی اعظم جو امداد المفتیین کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔

(۸) سوشلزم کا منفرد پس منظر۔ (۹) پارٹی سیشن فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کے مسائل۔

(۱۰) رینق جج۔

(۱۱) اسلامی قانون میں طبی رپورٹ کی عدالتی حیثیت۔

(۱۲) فقہ، فکری اور تصوف، یہ اپنے موضوع پر غالباً پہلی تالیف ہے۔

(۱۳) تحریر و کتابت عہد رسالت میں۔

(۱۴) فقہ میں اجماع کا مقام۔

ان کے علاوہ البلاغ اور دوسرے اخبارات و رسائل میں آپ کے علمی و اصلاحی مضامین اور اہم قادی بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں۔

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل ہیں، جو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے سب سے چھوٹے مایہ ناز فرزند اور ان کے علوم کے ایمن ہیں، غیر معمولی ذہانت و فطانت کے مالک ہیں، تحریر و تقریر کا اچھا ملکہ رکھنے کے ساتھ بہترین ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ ایک مایہ ناز محقق، محدث، مفسر، مدیر، متکلم، خطیب ادیب اور ایک جلیل عالم دین ہیں،

اس وقت پاکستان کی دوقاتی ترقی عدالت کے فاضل جج، ماہنامہ البلاغ کے مدیر اعلیٰ دارالعلوم کراچی کے نائب مہتمم، استاذ حدیث، شعبہ تصنیف و تالیف کے نگران اعلیٰ اور جامعۃ الملك عبد العزیز مکرّمہ کے زیر اہتمام ہونے والی پہلی عالمی اسلامی تعلیمی کانفرنس کے رکن ہیں۔ آپ کے بارے میں صرف دو اکابر علماء کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے آپ کا علمی مقام واضح ہو جاتا ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب تاسمی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:-

جہاں حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

نے اپنے ترکہ میں ایک بڑا علم چھوڑا جو ان کی کثیر

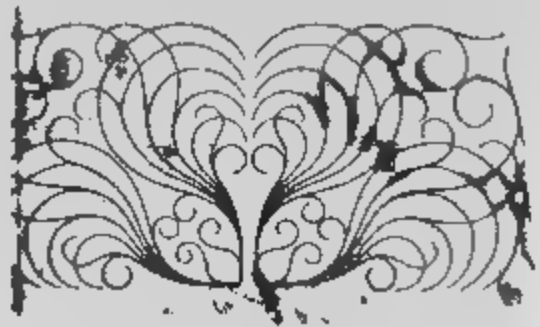
تصانیف میں محفوظ ہے وہیں الحمد للہ قابل اولاد بھی

چھوڑی، جس سے بھرپور توقع ہے کہ ان کے آثار

اور باقیات الصالحات کو من و عن باقی رکھیں گے بالخصوص
عزیز مولوی محمد تقی عثمانی سمد سے ہماری اُمیدیں زیادہ
دالستہ ہیں اب انہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ مفتی محمد
شفیع ہیں حق تعالیٰ ان آرزوؤں کو پورا فرمائے آمین۔
حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی صاحب ناظم ندوۃ المصنفین و بی فرماتے ہیں کہ:-
”وہ حضرت مفتی اعظم آج دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کی
خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی وہ پاکستان میں علماء دیوبند کی
اُردو تھے۔ الحمد للہ ان کی اولاد نے ان کے تمام علمی و
اصلاحی کاموں کو قابلیت اور سلیقہ سے سنبھال لیا ہے
اور ان کی تمام ہی اولاد ماشاء اللہ ذی علم ہے اور صحیح
راستہ پر قائم ہیں۔ خاص طور پر عزیزم مولوی محمد تقی عثمانی
صاحب کی قلم کی روانی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، یہ
سومہ دراز سے حضرت مفتی صاحب کی نگرانی میں اہم علمی
کام کر رہے تھے۔ ”بائیں سے قرآن“ تک تین ضخیم جلدوں
میں مولانا محمد تقی عثمانی کی علمی اور تحقیقی کاوش پر شاہدِ عدل
کتاب ہے۔ ہمارے خاندان میں نوجوانوں میں دو لکھنے والے
عجیب و غریب ہوئے ہیں، ایک عامر میاں عثمانی مرحوم
دوسرے مولانا محمد تقی عثمانی، ان دونوں کے قلم کی
جولانیاں قابلِ دید ہیں، مولانا محمد تقی صاحب میں یہ خصوصیت
بھی آگئی ہے کہ وہ حضرت مفتی صاحب جیسے فاضلِ وقت
اور مقدس بزرگ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ہیں

مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دارالعلوم میں مفتی و استاذ
حدیث ہیں، وہ بھی مستند کتب کے مصنف ہیں اور بالغ
نظر عالم ہیں اور مولانا محمد زکی کیفی مرحوم کے بڑے
لڑکے یعنی حضرت مفتی صاحب کے پوتے مولوی محمد اشرف
عثمانی جامعہ اشرفیہ لاہور میں استاذ ہیں اور ادارہ اسلامیات
کے نام سے دینی کتب کے بہت بڑے ادارے کے
مالک ہیں، اللہ تعالیٰ مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

شاد باش و شاد ذی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند



حضرت مولانا عبدالحی جاوید پوری

آپ ۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو موضع بستی باقی علاقہ کوٹ چھٹہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی مولانا حکیم الحاج عبدالغفور صاحب عرف ملک جنڈوڈہ تھا۔ آپ نے ۱۳۴۹ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی رح، مولانا سید حسین احمد مدنی رح، مولانا اعجاز علی امروہی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی محمد شفیع صاحب اور قاری محمد طیب قاسمی شامل ہیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ سب سے پہلے مدرسہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان میں مدرس عربی رہے جس کے صدر مدرس و مہتمم مولانا عبدالغفور صاحب تھے۔ اس کے بعد آپ نے پانچ سال تک مدرسہ "معین الاسلام" ورائیں ضلع ملتان میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر جامعہ محمودیہ چوٹی ڈیرہ غازی خان میں صدر مدرس کی حیثیت سے چھ سال کام کیا۔ آج کل آپ جام پور شہر میں جامع مسجد محمدیہ کے خطیب اور مدرسہ فیض القرآن کے مہتمم ہیں۔

آپ ۱۳۶۹ھ سے آج تک بڑی جانفشانی اور صلاحیت کے ساتھ دینی اور علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس عرصہ میں آپ نے مروجہ درس نظامی کی تقریباً ساری کتابیں پڑھائی ہیں اور سینکڑوں تلامذہ اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے بیعت ہیں اور اصلاح و تربیت کا تعلق حضرت مولانا عبداللہ صاحب شجاعبادی

سے قائم ہے۔

آپ نے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی شیعیت اور فن مناظرہ کی بھی تربیت حاصل کی ہے۔ اور آپ ملک کے اطراف میں دینی مدارس میں مسلک اہل سنت والجماعت کی حقانیت پر خصوصی خطاب فرماتے رہتے ہیں اور طلباء کو مناظرہ پڑھاتے ہیں۔

کئی چھوٹی بڑی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور دینی جرائد میں آپ کے مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں۔



حضرت مولانا مفتی عبدالستار ملتانی

آپ پاکستان کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ ۱۳۷۷ھ سے جامعہ خیر المدارس ملتان کے دارالافتاء سے منسلک ہیں اور ۱۳۹۵ھ سے صدارت افتاء کا منصب آپ کے پاس ہے۔ قرآن پاک کے حفظ کے بعد ۱۹۴۷ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد فیصل آباد میں ایک سال میں ابتدائی کتابیں کافیہ، کنز اور اصول الشاشی تک پڑھیں۔ دوسرے سال ہدایہ، مختصر المعانی، دیوان حماسہ اور منتہی وغیرہ کتب ختم کیں۔ تیسرے سال جامعہ خیر المدارس ملتان میں درجہ مشکوٰۃ شریف میں داخلہ لیا۔ چوتھے سال مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ سے دورہ حدیث شریف کیا۔ ۴ سالہ قلیل مدت میں درس نظامی کی تمام کتب بالاستیعاب پڑھ لینا آپ کی ذکاوت و جودت طبع اور خداداد حفظ و صلاحیت کی دلیل ہے۔

۱۳۷۷ھ میں واپس آکر تکمیل خیر المدارس میں کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمن کابلپوریؒ، حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ، مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا مفتی عبداللہ ملتانیؒ اور حضرت مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ ابتداء مفتی عبداللہ صاحب کے ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات میں کام کیا۔ بعد ازاں جامعہ خیر المدارس کے جزوقتی اور پھر مکمل مدرس مقرر ہوئے۔

خیر المدارس میں ابتدائی اسباق سے بخاری شریف تک بتدریج تعلیمی ترقی نصیب ہوئی۔ آپ کا انداز تعلیم و تفہیم نہایت دلنشیں، عمدہ اور قابل تقلید ہے۔ تقریریں روانی سلاست اور متانت نمایاں ہوتی ہے۔ آپ تقریباً چالیس برس سے خدمت

افتاء سے وابستہ ہیں۔ اس دوران سینکڑوں فتاویٰ آپ کے قلم سے نکل چکے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ علم و تحقیق میں پورے ملک میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ اپنے علم و عمل، اصلاح و تقویٰ اور زہد و عبادت میں سلف کا نمونہ ہیں۔ تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ پاکستان کے معروف دینی مجلہ "الخیر" میں آپ کے دقیق، علمی و تحقیقی مضامین بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان تمام صفات کے ساتھ تواضع اور کسر نفسی آپ کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اپنے چھوٹوں اور شاگردوں کے شاگردوں کے ساتھ بھی فروتنی اور انکسار کا معاملہ فرماتے ہیں۔ عصر حاضر میں نمود و شہرت اور خودئی کے مروجہ میلوں اور طریقوں سے نا آشنا ہیں۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، حضرت مولانا محمد عبداللہ بھلوی صاحب، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب چک برائے با۔ حضرت مولانا قادری فتح محمد پانی پتیؒ، حضرت صفی محمد اقبال مدنی اور حضرت مولانا علی مرتضیٰ صاحب علیہ الرحمہ ڈیرہ غازیخان کی طرف سے مجازیت بھی ہیں۔ آپ کے اصلاحی مواعظ و نصائح طلباء کے لئے نہایت مفید اور نافع ہوتے ہیں اور آپ تدریسی و فقہی خدمات میں ہر وقت مصروف ہیں۔

حضرت مولانا ندیر احمد فیصل آبادی

آپ جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم و شیخ الحدیث ہیں۔ آپ اُن خوش نصیب اہل علم میں سے ہیں جنہیں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالرحمن کاپلپوری اور حضرت مولانا عبدالشکور کاپلپوری جیسی عظیم علمی شخصیات سے استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں انہی عظیم ہستیوں سے دورہ حدیث پڑھا اور سند الفرائض حاصل کی تحصیل علم کے بعد آپ کی پوری زندگی علوم دینیہ کی تعلیم و اشاعت میں بسر ہو رہی ہے اور شب و روز قال اللہ وقال الرسول میں مصروف ہیں۔ جامعہ خیر المدارس سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد آپ عرصہ تک خیر المدارس ہی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی دوران تدریس آپ نے اپنے اُستاد مکرم حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور منانہ لسلوک طے کرنے کے بعد آپ نے حضرت جالندھریؒ کی طرف سے مجازہ بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب کی رحلت کے بعد آپ نے حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب سے روحانی تعلق قائم کیا اور ان کی طرف سے بھی آپ خلیفہ مجازہ مقرر ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے اپنے شیخ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی کی صدارت و سرپرستی میں اہل اللہ کے چند متوسلین کی قائم کردہ انجمن امداد الاسلام جسٹریٹ کے ماتحت رمضان ۱۴۰۲ھ میں حبیب شہید کالونی فیصل آباد میں کراہیہ کی عمارت حاصل کر کے ”جامعہ اسلامیہ امدادیہ“ کے نام سے ایک دینی درسگاہ کا اجراء کیا جو الحمد للہ بہت قلیل مدت میں تعلیمی ترقی کر کے آج ایک بلند پایہ دینی و علمی ادارہ بن چکا ہے اور آپ کے خلوص و برکت سے یہ جامعہ روز افزوں ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ آج یہ جامعہ فیصل آباد جیسے مرکزی شہر میں اعلیٰ تعلیم اور حسن کارکردگی کا واضح نشان ہے۔ آپ مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان کے مرکزی نائب صدر ہیں اور یہ جامعہ مرکزی اصلاح و فلاح ہے جہاں سے فیض علمی و روحانی جاری و ساری ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی

آپ ۵ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء بروز شنبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے فرزند ارجمند ہیں تعلیم کی بسم اللہ وہیں دیوبند میں ہوئی۔ رجب ۱۳۶۶ھ مئی ۱۹۴۸ء کو والد محترم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی۔ ابتدائی تعلیم کراچی میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ پھر ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۱ء میں جب آپ کے والد مکرم نے دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی تو آپ نے اسی دارالعلوم میں پورے درسی نظامی کی تکمیل کی۔ شعبان ۱۳۷۹ھ میں بعمر سترہ سال دورہ حدیث سے فراغت ہوئی۔ اور دورہ حدیث میں اول آئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی، حضرت مولانا اکبر علی صاحب، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا قادی دعانت اللہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالسبحان محمود صاحب قابل ذکر ہیں۔

سولہ سال کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پہلی پوزیشن میں پاس کیا۔ پھر دارالعلوم ہی کے شعبہ تخصص فی الفناء میں داخلہ لے کر باقاعدہ دو سال میں فتویٰ کی تربیت حاصل کی۔ بعد ازاں پنجاب بورڈ سے میٹرک، جامعہ کراچی سے بی اے، سندھ مسلم کالج سے ایل ایل بی اور جامعہ پنجاب سے ایم اے عربی کے امتحانات امتیاز سے پاس کئے۔ لاء کے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

تدریس کا آغاز ۱۳۸۰ھ میں دارالعلوم کراچی ہی میں ابتدائی عربی کتب سے

کیا۔ پھر مختلف علوم و فنون کی تقریباً ساری کتب زیرِ درس رہیں۔ فقہ و حدیث و تفسیر کا درس آپ کا شب و روز کا مشغلہ ہے۔ درسِ ترمذی و بخاری بہت مقبول عام ہوا ہے۔

آپ نے دارالعلوم کراچی سے ایک رسالہ ”ماہنامہ البلاغ“ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی زیرِ سرپرستی ۱۹۶۷ء میں جاری کیا جس کے تاحال آپ مدیرِ اعلیٰ ہیں۔ اسی طرح ”البلاغ“ انٹرنیشنل انگریزی زبان میں ۱۹۸۹ء میں جاری کیا۔ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد آپ کے برادرِ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رحلہ دارالعلوم کراچی کے مہتمم اور آپ ۱۹۶۶ء میں نائب مہتمم منتخب ہوئے۔ اس وقت آپ دارالعلوم کے شعبہ تصنیف و تالیف کے نگرانِ اعلیٰ اور شریعت پنج پیریم کورٹ آف پاکستان کے جج ہیں۔ اسی طرح ”مجمع الفقہ اسلامی“ جدہ کے ممبر اور اسلامی ممالک کے بنکوں میں شریعت نگرانی بورڈ کے ممبر بھی ہیں۔ علاوہ ازیں ممبر آف سنڈیکیٹ کراچی یونیورسٹی اور پاکستان کے ممتاز دینی مدارس عربیہ کے شعوری کے رکن بھی ہیں اور وفاق المدارس تنظیم کے بھی رکنِ اعلیٰ ہیں۔

آپ ایک بین الاقوامی مذہبی اسکالر کی حیثیت سے ملک و بیرون ملک میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ موجودہ دور کے عظیم محقق، مدبر و مفسر، محدث و مفکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و فضل کے لحاظ سے پورے ملک کے علماء کی صف میں ایک بلند مقام پر فائز کیا ہے اور پوری ملتِ اسلامیہ آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

آپ اپنے اخلاقِ عالیہ، سادہ مزاجی، زہد و تقویٰ اور تواضع میں اپنے اکابر و اسلاف کا عین نمونہ ہیں۔ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبِ عارفی قدس سرہ کے ممتاز خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے اور حضرت مولانا سیح اللہ خان شروانی قدس سرہ کی طرف سے بھی آپ کو خلافت و اجازت حاصل ہے۔ آپ تمام اکابرِ علماء کے لئے محبوب شخصیت ہیں۔ آپ نے درس و افتاء اور دیگر خدمات

جلیلہ کے علاوہ بہت سی تصانیف بھی تالیف فرمائی ہیں۔

جن میں ”درسِ ترمذی“ (۳ جلد) ”عیسائیت کیا ہے؟“ ”بائبل سے قرآن تک“ ۳ جلد ”مدّۃ عیسائیت“ ”تقلید کی شرعی حیثیت“ ”بائبل کیا ہے؟“ ”اصلاحی خطبات ۳ جلد“ ”تراشے“ ”اصلاح معاشرہ“ ”اسلام اور جدت پسندی“ ”اسلام اور سیاستِ حاضرہ“ ”حجتِ حدیث“ ”حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق“ ”حکیم الامت کے سیاسی افکار“ ”جہانِ دیدہ“ ”علوم القرآن“ ”عدالتی فیصلے“ ”ماثر حضرت عارفی“ ”نقوشِ رفتگاں“ ”عالمی مسائل“ ”ہمارا معاشی نظام“ اور ”تکلم مع الملکم شرح صحیح مسلم ۴ جلدیں“ قابلِ ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ انگریزی، عربی اور دیگر زبانوں میں بے شمار تالیفات و مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

حق تعالیٰ عمر میں برکت و رحمت عطا فرمائیں۔ آمین !



حضرت مولانا مشرف علی تھانوی

آپ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے ابتداء سے لے کر دورہ حدیث تک جامعہ اشرفیہ لاہور میں تعلیم حاصل کی اور جامعہ کے اکابر اساتذہ سے استفادہ کیا۔ آپ کو جن مشاہیر علم و فضل سے شرف تلمذ حاصل ہوا ان میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ جامعہ اشرفیہ ہی میں مدرس مقرر ہوئے اور پھر جلد ہی اعلیٰ کتب کے استاذان حدیث کی صف میں شامل ہوئے۔ جامعہ اشرفیہ ہی میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی صاحبزادی سے آپ کا عقد نکاح ہوا اور ماشاء اللہ کئی بچے آپ کے زیر تعلیم ہیں۔ تدریس کے ساتھ ساتھ آپ واپڑا کالونی میں ایک جامع مسجد کے خطیب بھی رہے ہیں اور کئی سال تک وہاں اپنے اصلاحی خطیبانہ انداز میں تبلیغ دین کا حق ادا کرتے رہے ہیں۔ آپ مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان کے ناظم اعلیٰ بھی ہیں جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی قائم کردہ جماعت ہے اور جس کا واحد مقصد صرف اور صرف اللہ کے دین کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ الحق ہے اور یہ مجلس مسلمانوں کو قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

آپ نے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی سے روحانی سلسلہ قائم کیا اور انہی کے خلیفہ راشد ہیں۔ اس وقت آپ دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ یہ دینی ادارہ روز بروز ترقی کی منازل طے کر رہا

ہے اور آپ کے اہتمام میں بڑے احسن طریق پر تعلیمی و تدریسی کام ہو رہا ہے۔ دارالعلوم میں ایک شعبہ اشرفیہ تحقیق کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔

بہر حال آپ ایک جید عالم دین، شیخ الحدیث اور عظیم مفتی ہیں اور بہترین ادیب و شاعر بھی ہیں۔ آپ کی عربی، اردو اور فارسی نظمیں، نعتیں، مرثیے اور تاریخی قطعات مختلف جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ بااخلاق، ملنسار، خندہ جبیں اور لطیف الروح ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین !

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے تعارف میں لکھا گیا ہے کہ :-

”حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ کے زیر اہتمام جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ایما پر قاری سراج احمد صاحب کی قائم کردہ دین کی وہ عظیم درسگاہ ہے جو ۱۹۴۸ء سے صرف خدمت ہے۔ الحمد للہ اب یہاں تجوید و قرأت کے ساتھ دورہ حدیث تک وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق تعلیم ہو رہی ہے۔ ہر ماہ جامعہ دارالعلوم سے دینی معلومات پر مشتمل حکیم الامت تھانویؒ کا ایک وعظ یا علماء دیوبند کا کوئی ایک کتابچہ شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

ادارہ اشرفیہ تحقیق میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی مدظلہ اور ان کے ہمراہ چار ماہر علماء احکام القرآن کی تدوین کا کام مکمل کر چکے ہیں اور حضرت مفتی جمیل احمد صاحب کے وصال کے بعد سے تین علماء ”جمیل الفتاویٰ“ اور بعض دوسرے تحقیقی مسائل کی تدوین و ترتیب میں مصروف ہیں۔

الحمد للہ مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ کے زیر اہتمام دارالعلوم الاسلامیہ تعلیمی تحقیقی اور تبلیغی خدمات میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ اس وقت جامعہ دارالعلوم چار مختلف جگہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ یہ سب مولانا موصوف کی مدبرانہ قیادت کا نتیجہ ہے۔ حق تعالیٰ اس جامعہ دارالعلوم کو ہمیشہ قائم و دائم اور روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین !

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

آپ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء میں بستی عیسیٰ پور ضلع لدھیانہ مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد چوہدری اللہ بخش مرحوم حضرت مولانا عبدالقادر لاہوری سے بیعت تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کر کے ۱۹۲۵ء میں مدرسہ محمودیہ لدھیانہ میں داخل ہوئے۔ پھر مدرسہ انوارہ میں داخلہ لیا جو مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے زیر اہتمام تھا۔ دو سال یہاں مولانا انیس الرحمن لدھیانوی اور قاری لطف اللہ جالندھری اور دیگر اساتذہ سے عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔

قیام پاکستان کے بعد آپ چک ۳۳۵ ڈبلیو بی ضلع ملتان میں قیام پذیر ہوئے اور تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ ایک سال مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر میں مولانا عبداللہ لاہوری، مولانا لطف اللہ اور مفتی عبداللطیف سے متوسط کتب کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۴۵ھ میں دورہ حدیث کی کتب پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا عبدالشکور کاپلوری، مولانا مفتی عبداللہ ملتانوی اور مولانا محمد شریف کشمیری جیسے اکابر شامل ہیں۔

فراغت کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے سلسلہ اشرفیہ امدادیہ میں بیعت کی اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ پھر تدریس کے لئے فیصل آباد گئے۔ اور مشکوٰۃ تک تمام کتابیں پڑھائیں۔ پھر فاضل حبیب اللہ رشیدی کے اصرار پر جامعہ رشیدیہ ساہی وال میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد حضرت علامہ محمد یوسف بنودی علیہ الرحمۃ کے حکم پر ماہنامہ بینات کراچی سے وابستہ ہوئے اور مدیر مسئول مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں حضرت بنوری کے حکم پر دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

کے ناظم مقرر ہوئے اور مجلس میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ حضرت بنوری کی رحلت کے بعد مستقل کراچی چلے گئے اور ۱۹۶۶ء سے تادم تحریر ماہنامہ بینات کراچی کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے متعدد کتب اور سینکڑوں مقالات بھی لکھے جن میں سیرت عمر بن عبدالعزیز "سوانح حیات حضرت شیخ الحدیث" اختلاف امت اور صراط مستقیم "عصر حاضر کے آئینہ میں" "قادیانیوں کو دعوت اسلام"، "قادیانی مباہلہ"، "حیات عیسیٰ علیہ السلام" اردو ترجمہ خاتم النبیین اور مشاہدات و تاثرات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی وفات کے بعد آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے رجوع کیا اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ بعد ازاں حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہ نے بھی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ آپ اس وقت جید عالم دین، بہترین محقق، مدبر، ادیب و مصنف اور زاہد و عابد شیخ ہیں اور اصلاح عوام و خواص میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا عبد القادر آزاد

آپ ۲۵ فروری ۱۹۲۸ء / ۱۳۵۶ھ کو گوبانہ ضلع روہتک مشرقی پنجاب
انڈیا میں بعد نماز فجر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا محمد سعید
نقشبندی تھا۔ آپ بچپن ہی سے بڑے ذہین و فطین واقع ہوئے ہیں۔ آپ نے
ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے دور دراز کے
سفر کئے۔ پیرانے علماء سے استفادہ کیا۔ پھر ایک عرصہ تک آپ مدرسہ قاسم العلوم
ملتان میں زیر تعلیم رہے اور وہیں سے سند الفراغ حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت مولانا
مفتی محمود، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، علامہ شمس الحق افغانی، علامہ سید
محمد یوسف بنوری، قادی محمد طیب قاسمی اور مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ
اکابر علماء سے بھی خوب استفادہ کیا اور مختلف مدارس اور جامعات سے سند
حاصل کیں۔ ان میں سند تفسیر حضرت مولانا عبداللہ درخواستی علیہ الرحمہ کے مدرسہ
مخزن العلوم خاںپور، سند فراغت وفاق المدارس پاکستان اور سند تبلیغ و مناظرہ
جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی شامل ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۹ء تک دارالمبلغین ملتان میں علماء
کو مقابل ادیان کا مضمون پڑھایا۔ پھر علماء اکیڈمی بہاولپور لاہور اور جامعہ
اسلامیہ بہاولپور میں لیکچرر دیئے۔ اسی عرصے میں بحیثیت سیکرٹری جنرل اسلامی
مشن، مشرقی (بنگلہ دیش) اور مغربی پاکستان میں کئی تبلیغی اجتماعات سے خطاب
کیا جس کے اثر سے چھ ہزار عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ پھر دو سال تنظیم اہل سنت

کے نائب صدر رہے۔

۴۱- ۱۹۶۵ء کی جنگوں میں کشمیر کے مہاجرین اور شہداء کے ورثاء میں لاکھوں
روپے چندہ جمع کر کے تقسیم کئے۔ ۴۲- ۱۹۶۳ء کے پاکستانی حج وفد کی قیادت
کرتے ہوئے سعودی عرب کا دورہ کیا اور شاہ فیصل مرحوم سے ملاقات کا شرف
حاصل ہوا۔ پھر ۱۹۶۴ء کی اسلامی سربراہ کانفرنس میں ایک عظیم الشان خطبہ دیا جس
کو ممالک اسلامیہ کے سربراہوں نے سراہا۔

بعد ازاں آپ نے ایشیا بھر کا دورہ کیا۔ پھر ۱۹۶۵ء میں رابطہ عالم اسلامی
مکہ مکرمہ کی کانفرنس میں شرکت کی۔ ۱۹۶۸ء میں دیوبندی مسلک کے تحفظ کے لئے
آپ نے مولانا فضل الرحیم صاحب کے ساتھ مل کر مرکزی مجلس العلماء کی بنیاد ڈالی۔
اور آپ اس کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ عرصہ دراز سے بادشاہی مسجد لاہور
کے خطیب اور اوقات کے شعبہ تبلیغ کے سربراہ بھی ہیں اور دینی و تبلیغی خدمات
میں معروف ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی

آپ ۱۹۳۷ء کو ریاست مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مولانا عبدالرحیم صاحب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، علم و عمل میں یکتا نے روزگار اور صاحب نسبت بن کر گئے۔ وہ ریاست مالیر کوٹلہ میں خطیب امام تھے پھر بستی کنگر و ضلع جالندھر میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ نے تقسیم ہند تک سکول میں چار جماعتیں پڑھی تھیں کہ والد گرامی کے ساتھ فیصل آباد آ گئے۔ یہاں دینی تعلیم کے لئے مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد میں داخل ہوئے اور تمام کتابیں درس نظامی اسی مدرسہ میں رہ کر نو سال تک پڑھیں۔ پھر ایک سال جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں رہ کر تمام نصائی کتب مکمل کیں اور اقل پوزیشن حاصل کی۔ دورہ حدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھا۔ اساتذہ میں حضرت مولانا عبداللہ شوری، حضرت علامہ محمد شریف کشمیری اور حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قابل ذکر ہیں۔

دورہ حدیث ۱۹۵۶ء میں پڑھ کر آپ دیوبند گئے اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ واپسی پر آپ دینی و تبلیغی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ منکر بن ختم نبوت، منکر بن حدیث اور عائلی قوانین کے خلاف تحریکات میں آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا اور ایوبی دور حکومت میں چھ ماہ نظر بند رہے۔ بعد ازاں شورش کشمیری، مولانا غلام اللہ خاں اور دیگر زعماء کی رہائی کے سلسلہ میں زبردست تحریک چلائی گئی تو آپ پیش پیش تھے اور اس جرم میں کئی مرتبہ قید و بند

کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اسی طرح اہل بدعت کی طرف سے شرک و بدعت کا طوفان کھڑا کیا گیا تو اس کی مرکوبی کے لئے آپ نے مولانا غلام اللہ خاں، مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا لال حسین اختر، سید نور الحسن بخاری اور شورش کشمیری جیسے زعماء اسلام کی حمایت سے ایک زبردست تحریک چلائی۔ اہل بدعت کو شکست فاش ہوئی اور آپ کی تحریک کامیاب رہی۔

آپ چند سال جمعیت علماء اسلام سے بھی وابستہ رہے۔ اسی طرح تنظیم اہل سنت کے ناظم اعلیٰ بھی رہے۔ پھر تحریک تحفظ ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ آخر میں سپاہ صحابہ کے سرپرست منتخب ہوئے ہیں اور جامعہ قاسمیہ فیصل آباد کے آپ مہتمم ہیں۔ انٹرنیشنل اکیڈمی ختم نبوت کے مدیر اعلیٰ اور جامع مسجد غلام آباد کالونی فیصل آباد کے خطیب ہیں جو توحید و سنت کا مرکز ہے۔ اس وقت سپریم کونسل سپاہ صحابہ کے چیئرمین بھی ہیں اور زندگی کے تمام لمحات تحفظ ناموس رسول و صحابہ کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں اور یہی ان کی زندگی کا اصل مشن ہے۔ متعدد کتب بھی آپ نے تصنیف کی ہیں جن میں ”خطبات قاسمی“ علمی شاہکار ہے۔

حضرت مولانا قاضی منظر حسین چکوالی

آپ پاکستان میں ممتاز فضلاء دیوبند میں سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم پنجاب کے مختلف مدارس عربیہ سے حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ امتحان داخلہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امرہٹی نے ۱۳۵۴ھ میں لیا۔ پہلے سال ۱۳۵۴ھ میں شرح عقائد حضرت مولانا نافع گل صاحب کے پاس اور مختصر المعانی اور مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب سے پڑھیں اور متبنی شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب سے پڑھی۔ دوسرے سال ۱۳۵۸ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل ہوئی۔ بخاری شریف اور ترمذی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے پڑھیں۔ شمائل ترمذی حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نے پڑھائی۔ مسلم شریف حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی کے پاس اور البداؤ و الثریف شروع میں حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب نے پڑھائی اور اس کی تکمیل حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے فرمائی۔ طحاوی شریف حضرت مولانا شمس الحق افغانی سے پڑھی۔

فراغتِ تعلیم کے بعد وطن واپس آکر تعلیمی و تدریسی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ اپنے شہر چکوال میں ایک دینی مدرسہ ”اظهار الاسلام“ کے نام سے قائم کیا اور ایک جامع مسجد دینی چکوال شہر میں تعمیر کرائی جس میں آپ خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور مدرسے کا نظم و نسق بھی احسن طریق پر چلا رہے ہیں۔ تدریس کے ساتھ تصنیف کا بھی مشغلہ جاری ہے اور ایک ماہنامہ باقاعدہ مدرسہ کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ اس وقت مجلس خدام المسنت پاکستان کے امیر ہیں اور باطل نظریات کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔

سلوک و تصوف میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ آپ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے خلیفہ ارشد ہیں اور موجودہ دور میں ایک عظیم محقق، مدبر، مصنف، مناظر، مدرس، خطیب اور عارفِ کامل ہیں اور معروف علمی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی

آپ پاکستان کے ممتاز عالم دین اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل ہیں۔ گزشتہ چالیس برس سے قادیانیوں کے فریب کا پردہ چاک کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں ردِ قادیانیت کے لئے وقف کر دی ہیں۔ اس سلسلہ میں کئی بار ان پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا ہے۔ مگر وہ مسلسل اس محاذ پر سرگرم عمل ہیں۔ آپ نے چنیوٹ شہر میں ایک دینی مدرسہ ”جامعہ عربیہ چنیوٹ“ قائم کیا، ہوا ہے اور اس کے ساتھ ہی ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد بھی کام کر رہا ہے جہاں سے عالمی سطح پر قادیانیت کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اس ادارے کا کام اس قدر موثر ہے کہ لندن میں بیٹھا ہوا قادیانیوں کا چوتھا خلیفہ اپنی ہر تقریر میں مولانا چنیوٹی کا ذکر کرتے بغیر نہیں رہتا۔

حال ہی میں آپ نے چنیوٹ میں انٹرنیشنل ختم نبوت یونیورسٹی قائم کی جس میں دنیا بھر کے مسلمان طلباء کو ختم نبوت پر تحقیق کرایا جائے گا کہ وہ جگہ جگہ پھیلے ہوئے قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا توڑ کر سکیں۔

علاوہ ازیں آپ نے ملک و بیرون ملک کے دینی اداروں کے طلباء کیلئے ردِ قادیانیت کا ایک شارٹ کورس بھی تیار کیا ہے جس کے مطابق تقریباً ملک بھر کے دینی اداروں میں طلبہ کو تیار کیا جا رہا ہے۔ آپ نے بذاتِ خود بھی دارالعلوم دیوبند، مدنیہ یونیورسٹی اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں جا کر یہ کورس پڑھایا ہے اور اسے کتابی شکل میں شائع کر کے عالم اسلام کے تمام دینی اداروں میں پہنچا دیا گیا ہے۔ آپ کئی بار صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے ہیں۔ اور اسمبلی میں بھی آپ نے اپنے اس عظیم مشن کو بابرہ پیش کیا ہے۔

الغرض آپ کی ساری زندگی قادیانیت و مرزائیت کے خلاف جہاد میں گزر رہی ہے اور اس مقصد کے لئے شب و روز تحریر و تقریر کے ذریعے مصروفِ عمل ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین!

اظہارِ شکر

اللہ رب العزت جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ جس نے بندہ ناچیز کو اپنے اکابرین کا تذکرہ مرتب کرنے کی توفیق عطا فرمائی دلی تمنا اور دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے تاحیات ان ہی قدسی صفات بزرگوں کے مسلک اور مشرب پر قائم و دائم رکھے اور میدانِ حشر میں ان ہی اصحاب تذکرہ کے ساتھ بندہ ناچیز کا بھی حشر کرے۔ آمین ثم آمین

اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء کے بعد ان تمام اکابر اور احباب کا تہ ذی سے ممنون اور مشکور ہوں کہ جنہوں نے بندہ ناچیز کی اس تالیف کی ترتیب و تدوین میں معاونت فرمائی خصوصاً برادرِ مکرم جناب مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مالک ادارہ اسلامیات لاہور کا جنہوں نے اس تالیف کو اپنے ادارہ سے شائع کرنے کی ذمہ داری قبول فرمائی اور آج بڑے عظیم الشان تالیف آپ حضرات قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ حین اکہ اللہ احسن الجن۔

دعا ہے کہ اللہ عز وجل بندہ ناچیز کی اس کوشش کو ثمرِ قبولیت بخشیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچائیں۔ اصرار ہے

طالب دعا۔ بندہ ناچیز۔ محمد اکبر شاہ بخاری عفی عنہ

وَكذلك جعلناكم أمة وسطا

اور ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر

البقرة: ۱۴۳

علماء دیوبند

دینی رُخ اور مسلکی مزاج

آخری تصنیف

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب

(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

دارالافتاء

۱۹۰- انارکلی ۵ لاہور

اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا

البربر

عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی نصیحت قبول کرو



مُصَنَّفُہٗ

حضرت مولانا مفتی

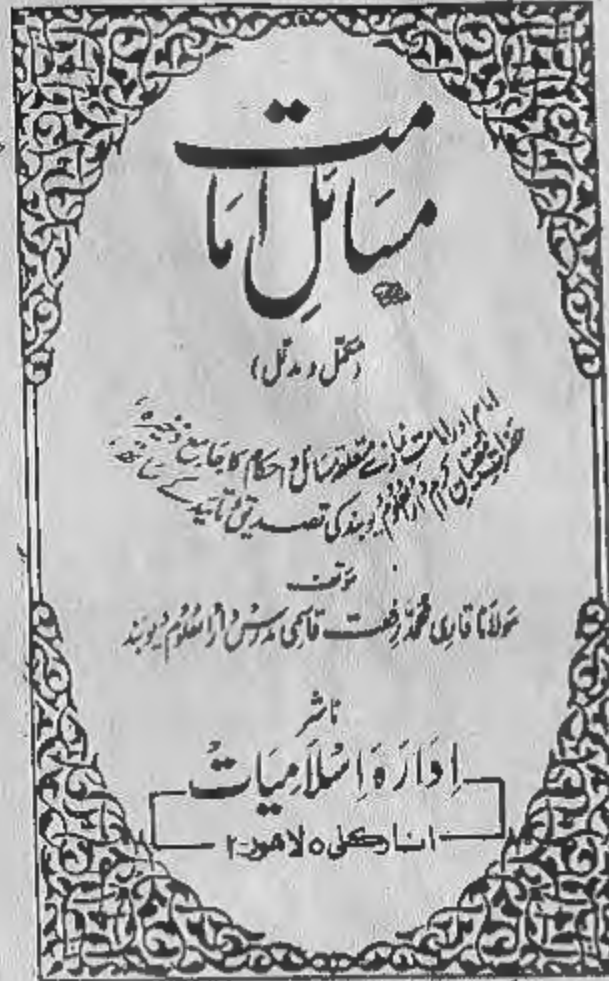
سید احمد علی سعید علیہ



۱۹۰ انارکلی لاہور

۴۳۲۴۶۸۵ - ۴۳۲۴۹۹۱ - ۴۳۲۴۳۱۲ - ۴۳۵۳۲۵۵

۴۳۴ اشرف منزل چوک سبیلہ، گارڈن ایسٹ کراچی - ۴۲۲۳۶۸



امام احمد رضا خان قادری صاحب مدظلہ العالی

مولانا قادی قادری صاحب مدظلہ العالی

ادارہ اسلامیات

انارکلی لاہور

برہان التّنزیل

دوسری جلد

حضرت مولانا محمد مسعود عثمانی صاحب مدظلہ العالی

استاذ دارالعلوم دیوبند

ادارہ اسلامیات

انارکلی لاہور



تحفہ خواتین

خواتین اسلام سے

مولانا محمد عاشق ابوبکر صاحب مدظلہ العالی

ادارہ اسلامیات

انارکلی لاہور

فلم، ٹی وی وی آر

ایک شرعی جائزہ

مولانا محمد عبدالمعز صاحب مدظلہ العالی

صدر مدرسہ ایک ایم سہ ماہی کے کالج

ادارہ اسلامیات

انارکلی لاہور

فروع الایمان

حضرت حکیم الامت محمد امجد علی دہلوی صاحب تالیف

مترجم: مولانا مفتی محمد امجد علی دہلوی

مترجم: مولانا محمد امجد علی دہلوی

ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۰

عقائد علماء اہل سنت دیوبند

تالیف: مولانا غلام امجد علی دہلوی

مترجم: مولانا مفتی محمد امجد علی دہلوی

تصدیق: مولانا مفتی محمد امجد علی دہلوی

ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۰

فضائل اعمال صالحہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک کی روشنی میں

تصنیف: مولانا مفتی محمد امجد علی دہلوی

ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۰

آئینہ حکیم الامت

ترجمہ: مولانا مفتی محمد امجد علی دہلوی

تصنیف: مولانا مفتی محمد امجد علی دہلوی

تصنیف: مولانا مفتی محمد امجد علی دہلوی

ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۰

1095



ادارۃ ایسٹیز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز الامیاء

☆ رجسٹرڈ بزنس ایسوسی ایشن، اسلام آباد	☆ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان	☆ دنیا بھر میں مفت ڈیلیوری، لاہور
ہیڈ آفس: آرڈر انکار، کراچی فون: ۷۷۲۲۳۱	فون: ۷۷۲۲۳۹۱ - ۷۷۲۲۳۵۵	فون: ۷۷۲۲۳۱۲ - ۷۷۲۲۳۵۵

E mail:islamiat @ lcoi.org. pk.